اصحابِ احمدؑ

جلد سیزدہم

الناشر

احمدیہ بک ڈپو۔ دارالرحمت شرقی۔ ربوہ (پاکستان)

وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ

اصحابِ احمد علیہ السلام

جلد سیزدہم

(صحابہ ضلع گورداسپور)

مؤلفہ

ملک صلاح الدین ایم اے

الناشر:- احمدیہ بکڈپو ربوہ

بار اوّل

دسمبر سنہ ۱۹۶۷ء

قیمت مجلد ۶:۰۰ روپے بلا جلد ۵:۵۰ روپے

فہرست عنوانات "اصحاب احمد" جلد سیزدہم

صحابہ تلونڈی جھنگلاں :-

تصاویر:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ــــــــ نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

پیش لفظ

للہ الحمد کہ "اصحاب احمد" کی تیرھویں جلد میں خاکسار ضلع گورداسپور کے متعدد ابتدائی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالاتِ زندگی پیش کرنے کے لئے کوشاں ہے۔ ان میں سے کئی ایک کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمتِ بابرکت میں آپ کی بعثت سے قبل حاضر ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ یہ بزرگ آپ پر ابتداء میں ایمان لائے۔ جبکہ آپ کے اقارب بھی شدید مخالف تھے۔ سو ان بزرگوں کا مقامِ ایمان و عرفان نہایت ارفع و اعلیٰ تھا۔ ان کے نورانی چہرے مقامِ توکل، للہیت۔ تبتّل الی اللہ، دعاؤں میں شغف، حضور سے والہانہ عشق، شفقت علیٰ خلق اللہ اور حلم و انکسار قلوب پر اثر کئے بغیر نہ رہتے تھے۔ رفع اللہ درجاتھم فی اعلیٰ علیین۔ آمین۔

ان کے تذکرہ میں ان کے بہت سے اعزّہ نیز اولاد میں سے جو صحابہ تھے انہیں بھی شامل کر لیا گیا ہے۔ ان سوانح کے جمع کرنے میں مجھے قریباً پون سال تک لمبی خط و کتابت کرنی پڑی ہے۔ اور مغربی پاکستان سے بہت سے احباب سے ملاقاتیں کر کے معلومات حاصل کی ہیں۔

سابقہ جلدوں میں ضلع گورداسپور کے صحابہ ذیل کے سوانح درج ہو چکے ہیں:-

۱۔ مرزا ایوب بیگ صاحب کلانوری۔ ان کی اہلیہ محترمہ فاطمہ صاحبہ۔ مرزا رسول بیگ صاحب کلانوری۔ مرزا اکبر بیگ صاحب کلانوری۔ منشی امام الدین صاحب پٹواری لوہ چپ و اہلیہ محترمہ کریم بی بی صاحبہ (جلد اوّل)

۲۔ شیخ رحمت اللہ صاحب ٹھل والا، ان کے والد شیخ جھنڈا صاحب۔ محترمہ عائشہ صاحبہ اہلیہ شیخ رحمت اللہ صاحب۔ محترمہ دولت بی بی صاحبہ دختر شیخ صاحب۔

احباب دعا فرمائیں کہ خاکسار کو اللہ تعالیٰ صحابہ کرامؓ کے حالات محفوظ کرنے کے کام کی تکمیل کی توفیق عطا کرے واللہ المستعان و علیہ التکلان ھو نعم المولیٰ و نعم النصیر۔

اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو اور آئندہ نسلوں کو ان بزرگ اسلاف کا حقیقی جانشین بنائے -

آمین . یا رب العالمین -

۲۲ مارچ ۱۹۶۷ء عید الاضحیہ
بیت الدعا - دار المسیح قادیان
(بھارت)

خاکسار
ملک صلاح الدین
نائب وکیل المال تحریک جدید
و رکن انجمن تحریک وقف جدید

اعلان

۱ - جلد ہذا میں حضرات سیکھوانی صاحبان رض و حضرت منشی عبدالعزیز صاحب رض اوجلوی کے سوانح بھی شامل کرنے تھے لیکن بیماری وغیرہ موانع کی وجہ سے ان بزرگوں کے سوانح مجبوراً دوسری جلد پر ملتوی کر دیئے ہیں - انشاء اللہ تعالیٰ اس میں ایک صد صحابہ کرام رض ضلع گورداسپور پیش کرنے کی کوشش ہوگی -

۲ - صحابہ کرام رض اضلاع ہوشیار پور و جالندھر کی ایک جلد بھی پیش کی جائیگی -

۳ - متفرق صحابہ کرام رض نیز تابعین والا احترام کے متعلق بھی ایک ایک جلد زیر تیاری ہے -

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ؕ

تبصرے

۱ - مکرم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

" اللہ تعالیٰ آپ کے نیک ارادوں میں برکت دے اور زیادہ سے زیادہ خدمت سلسلہ کی توفیق عطا فرمائے - آپ کا کام اور نام انشاء اللہ تاریخ احمدیت میں ہمیشہ زندہ رہے گا " (مکتوب ۲/۱۳ - ۶۳)

۲ - مکرم سیٹھ علی محمد الدین صاحب ایم - اے سکندر آباد دکن (خلف حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب رض) لکھتے ہیں :- " میری اہلیہ " اصحاب احمد " جلد یاز دہم کا مطالعہ کرکے بہت ہی خوش ہوئیں اور وہ آپ کو اس تصنیف پر مبارکباد عرض کرتی ہیں - عاجز کو تو قادیان میں ہی اس کتاب کا گہرا مطالعہ کرنے کا موقعہ

مل گیا تھا) واقعی آپ کتنے خوش نصیب ہیں ؟"

۳ ۔ مکرم چوہدری سردار احمد صاحب فاضل مڈل سیکس (انگلستان) اس جلد کے متعلق لکھتے ہیں :۔

" کتاب کے ابتدائی چالیس صفحے آج ہی پڑھے ہیں ۔ آپ کی محنت اور عرقریزی قابل داد ہے ......

میں یہ کتاب پڑھ کر دوسرے احمدی دوستوں کو بھی دونگا ۔" (مکتوب ۳/۶۳ ۔۴۴)

۴ ۔ جناب ڈاکٹر عبدالسلام صاحب لنڈن کے برادر مکرم چوہدری عبدالماجد صاحب کراچی سے تحریر کرتے ہیں :۔

" میں تو جب بھی "اصحاب احمد" پڑھتا ہوں یا اشتہار دیکھتا ہوں تو آپ کے لئے دعا کرتا ہوں ۔

اور جاننے والے احباب کو تلقین کرتا ہوں ۔" (مکتوب ۲/۶۳ ۔ ۱۰)

۵ ۔ مکرم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی کلکتہ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :۔

" آپ ایسی کتب کی اشاعت کر کے سلسلہ عالیہ کی بے نظیر خدمت کر رہے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ قبول

کرے ۔ اس میں برکت دے اور آپ کو بہتر سے بہتر جزاء عطا فرمائے ۔"

۶ ۔ مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب خلیل (سابق مجاہد اٹلی وغیرہ) ہیڈ ماسٹر احمدیہ سکول بشیر آباد (ضلع حیدر آباد سندھ) تحریر کرتے ہیں :۔

" آپ صحابہ کرامؓ کے حالات شائع کر رہے ہیں ...... ۔ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء ۔" (مکتوب ۴/۶۳ ۔ ۱)

۷ ۔ مکرم صاحبزادہ مرزا رفیق احمد صاحب ایک مکتوب میں تحریر کرتے ہیں :۔

" پچھلے دنوں "اصحاب احمد" کا مطالعہ کر رہا تھا ۔ ہر صفحہ جو پلٹتا میرے دل پر روحانی مسرت طاری

کر دیتا ۔ بے حد پُرلطف ۔ دلچسپ ۔ پُر معارف اور ذہنی اور قلبی طمانیت سے لبریز ہے ۔ یہ سلسلہ کتب

میں سمجھتا ہوں ہر احمدی فرد کو زیر مطالعہ رکھنا چاہیئے ۔ (ہر کتاب) نہ صرف علم میں اضافہ کرتی ہے

بلکہ ہر پڑھنے والے پر ایک وجدانی سی کیفیت وارد ہو جاتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کو آئندہ

بھی اس سلسلہ کو جاری رکھنے کی توفیق دے ۔"

۸ ۔ ماہنامہ "تحریک جدید" ربوہ رقمطراز ہے :۔

" تابعین اصحاب احمد (جلد چہارم) اصحاب احمد اور تابعین اصحاب احمد کی زندگیاں انشاء اللہ

چمکتے ہوئے ستاروں کی طرح چمکا کرینگی اور آئندہ نسلیں ان سے اکتساب نور کرینگی ۔ اور اپنی

زندگیوں کو ان کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرینگی ۔

مکرم و محترم مولانا نذیر احمد صاحب علیؓ مرحوم نے اپنی ساری زندگی تبلیغ اسلام میں صرف کی تھی

اور میدانِ جہاد ہی میں اپنی جان جان آفرین کے سپرد کردی - تابعین اصحاب احمدؑ کی یہ جلد (جلد چہارم) مکرم مولانا نذیر احمد صاحب علیؓ ہی کی سوانح حیات ہے - اس کتاب میں مغربی افریقہ کے بہت سے سماجی اور ثقافتی حالات کا جائزہ بھی آگیا ہے - کیونکہ مولانا علی صاحبؓ مرحوم اپنی تبلیغی رپورٹوں میں میں ایسی باتوں کا خاص طور پر ذکر فرمایا کرتے تھے -" (پرچہ مارچ ۱۹۶۷ء صفحہ ۱۸)

۹ - حضرت سیدہ امّ متین مریم صدیقہ صاحبہ دام عزّہا نے تابعین اصحاب احمدؑ جلد چہارم ملنے پر رقم فرمایا:-

"آپ کی طرف سے کتاب کا نسخہ مل گیا - جزاک اللہ احسن الجزاء - اللہ تعالیٰ آپ کو دین کی خدمت کی بہت توفیق عطا فرمائے - بڑا ہی مفید لٹریچر آپ نے پیدا کیا ہے - اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے -" (مکتوب ۱/۶۷ ۱۹)

خلاصہ کارکردگی !

اصحاب احمدؑ - تابعین اصحاب احمدؑ - مکتوبات اصحاب احمدؑ اور مکتوبات احمدیہ جلد ہفتم وغیرہ کے ذریعہ قریباً پانچہزار صفحات ہدیۂ ناظرین کئے جا چکے ہیں - اصحاب احمدؑ کی تیرہ جلدوں کے کام کا خلاصہ یہ ہے :-

۱ - قریباً ساڑھے تین صد صحابۂ کرامؓ کے مفصّل سوانح پیش کئے گئے ہیں جن میں سولہ صحابہؓ ۳۱۳ میں سے تھے -

۲ - سینکڑوں بیش قیمت غیر مطبوعہ اور تاریخی لحاظ سے مفید روایات غیر مطبوعہ مکتوبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام - خلفاء کرام و بزرگان سلسلہ درج ہوئے - جن کے حوالہ جات سے تذکرہ میں غیر مطبوعہ وحی درج ہوئی یا تعیینِ تاریخ وحی ہوئی -

۳ - ساڑھے تین درجن کے قریب تصاویر بھی شامل کی گئیں - متعدد صحابہ کی تصاویر محفوظ ہوئیں -

۴ - متعدد صحابہ کے رسم الخط محفوظ کئے گئے -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اصحاب احمد علیہ السلام

جلد ہفدہم

(۱ تا ۶) حافظ حامد علی صاحب

والدین شیخ فتح محمد صاحب

و محترمہ امیر بی بی صاحبہ

اور اہلیہ محترمہ رسول بی بی صاحبہ

و دختران محترمہ زینب بیگم صاحبہ

و محترمہ عائشہ بیگم صاحبہ

مذکور بالا صحابہ کے حالات کے لئے خاص طور پر ذیل کے احباب سے زبانی یا بذریعہ مراسلہ رابطہ پیدا کیا گیا۔

بابو[1] عبداللہ صاحب جٹ ان کے برادر مولوی[2] عبدالرحمٰن صاحب جٹ۔ محترمہ[3] سعیدہ بیگم صاحبہ (دختران حافظ حامد علی صاحب) اور موصوفہ کے فرزند حاجی[4] حمید اللہ صاحب۔ ملک محمد دین[5] صاحب۔ ملک[6] عبدالرحمٰن صاحب ٹیلر ماسٹر اوکاڑہ اور ان کے بھائی ملک محمد شریف[7] صاحب مالک شریف کلاتھ مارکیٹ ساہیوال شہر۔ شیخ عبدالرشید[8] صاحب (برادر زادگان حافظ صاحب) شیخ عبدالعزیز[9] صاحب (عمزادہ حافظ صاحب) شیخ رحمت اللہ[10] خان صاحب شاکر سابق نائب مدیر روزنامہ الفضل۔ شیخ عباد اللہ[11] صاحب (ربیب شیخ چراغ علی صاحب) شیخ نور الحق[12] صاحب ربوہ (نبیرہ شیخ نور احمد صاحب مرحوم مختار عام) اور انکی والدہ[13] محترمہ (ہمراہ معرفت مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری ربوہ) مرزا نذیر علی[14] صاحب قادیان ربوہ مرزا عبدالحمید[15] صاحب پنشنر ربوہ اور شیخ یوسف[16] علی صاحب عرفانی بمبئی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حافظ حامد علی صاحب اور انکے والدین

اہلیہ محترمہ اور اولاد۔

وطن۔ خاندانی حالات

حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ ولد شیخ فتح محمد صاحب موضع تھہ غلام نبی ضلع گورداسپور کے باشندے تھے۔ یہ موضع قادیان سے چھ میل کے فاصلہ پر جانب شمال مغرب میں واقع ہے۔ آپ کا رنگ گندم گوں جسم دبلا پتلا قد میانہ داڑھی گھنی نہ تھی بلکہ صرف کلّوں پر۔ بشرہ پر متانت کے ساتھ تعلق باللہ کے آثار نمایاں تھے[۱] والد صاحب محترم اور والدہ صاحبہ دونوں صحابی تھے۔

اگرچہ آپ اپنے آپ کو ککّے زئی کہتے تھے اور اس قوم سے آپ کے تعلقات قرابت قائم ہیں مگر حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضؓ سے حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ روایت کیا کرتے تھے کہ حافظ حامد علی صاحب سید ہیں۔ اور ان کا شجرۂ نسب ملتان کے خاندان سادات سے ملتا ہے۔ اور ککّے زئی اس طرح مشہور ہوئے کہ ان کے کوئی بزرگ اپنے ننھیال ککّے زئیوں میں یہاں آ رہے تھے اس لئے سادات کی بجائے ککّے زئی کہلائے۔ آپ نہ اپنے سیّد ہونے پر کبھی فخر کرتے تھے اور نہ اس کا ذکر بلکہ انہیں اس بات پر فخر اور ناز تھا کہ میں احمدی ہوں اور اس وقت سے احمدی ہوں کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی دنیا کی نظروں سے پوشیدہ تھے۔ اُن کی نظر میں عزّت و احترام کا معیار نسب

---

[۱] الحکم ۲۱ ۳/۳۴ (ص ۷ ک ۱) و ۷ ۴/۳۴ (ص ۱ ک ۱) بیان حضرت شیخ یعقوب علی صاحبؓ عرفانی۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ آپ کی اوّلین ملاقات حافظ صاحب سے آغاز ۱۸۸۹ء میں لدھیانہ میں ہوئی۔ جبکہ وہ حضرت اقدس کے ہمراہ وہاں گئے تھے اور حضور کا قیام محلہ جدید میں تھا۔ حافظ صاحب اس وقت جوان تھے۔ لباس حسب عادت سادہ تھا تہ بند باندھتے تھے۔ پہلی مرتبہ دیکھ کر میرے دل میں انکی کوئی عظمت قائم نہیں ہوئی۔ لیکن جب ان سے گفتگو ہوئی اور تعلقات بڑھے تو میں نے دیکھا کہ اس سادہ لباس میں ایک ولی اللہ مخفی تھا۔ بعد میں میرے ساتھ اُن کے محبت و اخلاص کے تعلقات بڑھ گئے۔ اور آج میں اس بات پر ناز کرتا ہوں کہ آپ کے بے تکلّف دوستوں میں سے ایک میں بھی ہوں۔ وہ حضرت اقدسؑ کی زندگی میں اور آپ کے وصال کے بعد اپنے معاملات میں مجھ سے مشورہ کرنا پسند فرماتے تھے۔ یہ محبت خدا کے فضل سے یوماً فیوماً ترقی کرتی گئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

(الحکم ۲۱ ۳/۳۴ صفحہ ۷ کالم ۱)

نہ تھا بلکہ تقویٰ تھا۔ موضع مذکور میں آپ کی کسی قدر زمینداری تھی جو جدّی طور پر ورثہ میں پائی تھی۔ خاندانی حالات کے ماتحت آپ پہلے ہل بھی چلایا کرتے تھے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم اس زمانہ کے دستور کے مطابق مسجد کے مکتب میں ہوئی۔ جہاں حافظ محمد جمیل صاحب استاد تھے جن سے آپ نے قرآن شریف پڑھا۔ اور حفظ کیا [1]

قادیان میں اوّلین آمد اور حضرت اقدس سے ملاقات اور آپ کی خدمت میں مستقل قیام

حافظ محمد جمیل صاحب موصوف کو حضرت اقدسؑ نے ۱۸۷۸ء اور ۱۸۸۰ء کے درمیان کسی وقت رمضان میں مسجد اقصیٰ میں قرآن مجید سُنانے کے لئے بلایا۔ حافظ حامد علی صاحب بھی اپنے استاد کے ساتھ قادیان تشریف لائے اور حضور سے ملاقات کی اور اختتامِ رمضان پر اپنے استاد کے ساتھ واپس چلے گئے اور پھر ایک عرصہ تک آپ کو قادیان آنے کا موقعہ نہ ملا۔ اسی عرصہ میں آپ کی شادی موضع کرالیاں ضلع گورداسپور میں ہو گئی۔ جس کے معاً بعد آپ کو خطرناک پیچش کی شکایت ہوئی جو بالآخر سنگرہنی کی صورت میں تبدیل ہو گئی۔ دو اڑھائی سال میں مرض کے تسلسل نے آپ کو بہت نڈھال کر دیا۔

براہین احمدیہ کا اعلان ہو چکا تھا اس کی ایک یا دو جلدیں بھی شائع ہو چکی تھیں اور غالباً تیسری جلد مطبع میں تھی۔ حضور خود ہی اس کے پروف اور کاپیاں دیکھنے کے لئے امرتسر تشریف لے جاتے تھے۔ ایک روز بعزمِ امرتسر ریل گاڑی میں سوار ہوئے۔ حافظ صاحب بھی سوار تھے تا بٹالہ کے آگے دوسرے اسٹیشن جینتی پورہ اُتر جائیں۔ انہوں نے اس موقعہ پر اپنی پرانی ملاقات کی تجدید کی اور حضرت کو یاد دلایا کہ میں اپنے استاد حافظ محمد جمیل صاحب کے ساتھ قادیان آیا تھا۔ حضرت بہت محبت اور شفقت سے پیش آئے اور اُن کے چہرے کو دیکھ کر ان کی کمزوری اور بیماری کا حال دریافت کیا۔ حافظ صاحب نے بھی دل کھول کر اپنی داستانِ درد سُنائی۔ حضور نے ازراہ ترحّم فرمایا کہ اگر آپ قادیان آجائیں تو میں آپ کا علاج کرونگا۔ چنانچہ آپ خوشی خوشی قادیان حاضر ہوئے اور حضور نے علاج شروع فرمایا۔ اور کئی سال کی مزمن مرض ہر روز کم ہونے لگی۔ اور بفضلہ تعالیٰ ایک ہی ہفتے میں آپ کو بہت کچھ شفا ہو گئی۔ اور آپ نے گھر جانے کی اجازت چاہی۔ مگر حضور نے فرمایا کہ یہاں ایک مہینہ تک قیام کرو [2]

---

[1] بیان عرفانی صاحب الحکم ۳/۳۴ ۲۱ ص۷ ۔ بیان حافظ نور محمد صاحب الفضل ۱۱/۱۹ ۴۴ صفحہ ۴ و ۵۔

[2] الحکم ۳/۳۴ ۲۱ ص۷ ۔ بیان محترم عرفانی صاحب ۔ نیز الفضل ۱۱/۱۹ ۴۴ بیان حافظ نور محمد صاحب ۔ حافظ صاحب کے بیان میں یہ ذکر نہیں کہ گاڑی میں حضور نے خود حال دریافت فرمایا ۔ بلکہ یہ ہے کہ چونکہ حافظ حامد علی صاحب کو معلوم تھا کہ حضور طبیب ہیں۔ اس لئے اس موقعہ کو غنیمت جان کر مرض کا حال بیان کیا۔ حضرت اقدس سے دوبارہ تعارف ہونے پر یہ امر طبعی اور قدرتی معلوم ہوتا ہے کہ حافظ صاحب کی اڑھائی سالہ مرض سے لاحق شدید نقاہت کو دیکھ کر حضور نے جو مجسم شفقت تھے حال دریافت فرمایا ہو۔ البتہ حضور کے طبیب ہونے کا علم ہونے کی وجہ سے حافظ صاحب نے تفصیلاً مرض کے کوائف بیان کئے۔ کیونکہ اس سے قبل علاج کارگر ثابت نہ ہوا تھا۔ (باقی اگلے صفحہ ۴ پر)

چنانچہ آپ ایک مہینہ کے لئے پھر ٹھہر گئے۔ اس عرصہ میں حضرت کی شفقت اور کامل ہمدردی نے آپ کو گرویدہ بنا لیا اور حضور کی صحبت میں آپ کو ایک روحانی سرور محسوس ہونے لگا۔ اور آپ نے اپنی حالت میں تبدیلی محسوس کی دوسری طرف حضرت اقدس نے اُن کے چہرہ پر رُشد وسعادت کے آثار دیکھے اور ان کے دل کو پڑھا کہ وہ ایک

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳) حافظ نور محمد صاحب کے بیان میں یہ اضافہ ہے کہ حافظ حامد علی صاحب جینتی پور جا رہے تھے تا اپنے سسرال کرالیاں جائیں۔

محترم عرفانی صاحب حیات احمدؑ جلد دوم نمبر اوّل میں حافظ حامد علی صاحب کا بیان لکھتے ہیں کہ میں امرتسر میں علاج کے لئے گیا اس راستہ میں حضور سے ملاقات ہوئی اور واپسی پر آپ نے مجھ سے فرمایا کہ آپ قادیان آجاؤ تمہارا علاج بھی ہو جائے گا قادیان میں تھوڑے ہی دنوں میں میری بیماری جاتی رہی۔ میں حیران تھا کہ اسقدر جلد مجھے فائدہ ہوا۔ پھر (بالآخر) مجھے قادیان سے جانے میں تکلیف محسوس ہونے لگی۔ اور میں نے حضرت کی خدمت میں رہنا پسند کیا۔ یہ ۱۸۸۰-۸۱ء کا واقعہ ہے (صـ۷۷)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سسرال سے ہو کر حافظ صاحب امرتسر گئے اور وہاں سے واپسی کے سفر میں حضور کے ساتھ معیت کا موقعہ ملا۔ حافظ صاحب نے امرتسر کے طبّی مشورہ دینے والے کی نسبت حضور میں اسوقت بھی زیادہ شفقت اور قابلِ اطمینان صورت دیکھی ہوگی۔ اس تفصیل سے ذیل کی روایت آپ کے ایک بھائی کے قدرے مختلف بیان کی کہ حضور لاہور سے تشریف لا رہے تھے اور حافظ صاحب کئی بار قرآن شریف سُنانے کیلئے آیا کرتے تھے صحیح ہوتی ہے۔

شیخ زین العابدین صاحب نے بیان کیا کہ کبھی کبھی حافظ محمد جمیل صاحب رمضان کے مہینہ میں شیخ حامد علی صاحب کو قادیان حضرت صاحب کے پاس قرآن مجید سُنانے کے لئے لایا کرتے تھے۔ بھائی حامد علی صاحب کو دستوں اور مروڑوں کی شدید بیماری ہوئی اور وہ بالکل دُبلے ہو گئے اور کوئی دن کے مہمان تھے۔ طبیب اور والدین اُن کی زندگی سے بالکل مایوس تھے۔ لاہور سے علاج کرا کے واپس لا رہے تھے تو حضور بھی اُسی گاڑی میں لاہور سے واپس آ رہے تھے۔ حضور نے پوچھا کہ آپ کہاں سے آ رہے ہیں۔ حافظ صاحب نے ساری حقیقت کہہ سُنائی۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ آپ اپنے والدین سے اجازت لے کر ایک سال میرے پاس قادیان میں رہیں۔ میں علاج کرونگا۔ انشاء اللہ شفا ہو جائیگی۔ والدین تو مایوس تھے ہی انہوں نے بخوشی اجازت دے دی۔ حافظ صاحب کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ حضور نے فرمایا کہ ایک سال تک میں تم کو گھر نہیں جانے دونگا۔ حافظ صاحب نے مان لیا۔ علاج سے تین ماہ میں بیماری ہٹ گئی۔ صرف کمزوری رہ گئی۔ آپ نے انہیں صرف ایک رات کے لئے گھر جانے کی اجازت دی۔ پھر دو تین ماہ کے بعد دو تین دن کی رخصت دے دی۔ جب آپ بالکل تندرست ہو گئے اور بیماری کے عود کرنے کا خطرہ بالکل جاتا رہا تو فرمایا۔ آپ بیوی لا سکتے ہیں۔ ابھی ایک سال ہی گذرا تھا کہ حضور نے ہمارے والد صاحب کو فرمایا کہ حافظ صاحب کو قادیان کا پانی موافق آگیا ہے انہیں میرے پاس ہی رہنے دو۔ چنانچہ وہ مان گئے اور آپ نے تین روپے اور روٹی کپڑا تنخواہ مقرر کر دی۔ میرے والد صاحب حضرت صاحب کو نبی اللہ سمجھتے تھے اور کئی کرامات دیکھ چکے تھے حافظ صاحب کی صحتیابی کو بھی ایک مردہ کا زندہ ہونا سمجھتے تھے۔ (رجسٹر روایات نمبر دہم صـ۴۷ تا ۴۹) (باقی صـ۵ پر)

جوہرِ سعادت کو لئے ہوئے ہے اس لئے آپ نے فرمایا کہ حامد علی! تم میرے پاس ہی رہ جاؤ۔ چنانچہ آپ نے اپنی خوش قسمتی اسی میں سمجھی کہ حضور کی خدمت میں رہیں۔ اور آپ حضور کے پاس ہی رہ پڑے۔

آپ فرمایا کرتے کہ مَیں اُس گھڑی کو کبھی نہیں بھول سکتا اور نہ اس شفقت و ہمدردی کو الفاظ میں بیان کر سکتا ہوں جس کا عملی اظہار حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے میرے ایامِ علالت میں کیا۔ اور مَیں نے دیکھا کہ اس شفقت و ہمدردی میں ہمیشہ اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اور مَیں ایک بصیرت کے ساتھ ایمان رکھتا ہوں اور سچی شہادت کے اظہار کے لئے کہتا ہوں کہ اس محبت و اخلاص، شفقت و کرم کا نمونہ مَیں نے دنیا کے کسی رشتہ میں نہیں پایا۔ جو مَیں نے حضور کی طرف سے عملاً اپنے ساتھ دیکھا۔

سو والد محترم کی اجازت سے آپ قادیان کے ہو کر رہ گئے۔ حضرت کی صحبت میں عبادت کا ذوق و شوق اور دعاؤں کی عادت۔ خدا پر توکّل و ایمان دن بدن بڑھنے لگا۔ اور خدا کے وجود کے ساتھ تعلق پیدا کر کے انہوں نے خدا کو اُترتے دیکھا۔ جب آپ نے حضرت صاحب کی خدمت کو اپنا شعار بنا لیا تو اس وقت کے حالات کے ماتحت حضرت نے آپ کی تنخواہ ایک روپیہ مقرر کی۔ جسے آپ نے بہت بڑی نعمت یقین کیا۔ فرمایا کرتے تھے کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴ :۔ ذیل کے امور سے حافظ حامد علی صاحب کی اوّلین آمد قادیان کی تعیین ہوتی ہے :۔

(۱) بروئے بیان محترم عرفانی صاحب باردوم آمد ۸۱-۱۸۸۰ء ہیں (۲) بروئے بیان عرفانی صاحب اوّلین آمد ۱۸۷۸ء و ۱۸۸۰ء کے نصف ماہ رمضان میں (۳) باردوم آمد سے قبل (گویا اوّلین آمد کے بعد) دو اڑھائی سال حافظ صاحب بعد شادی بیمار رہے۔

نتیجہ :۔ ۱۸۸۱ء کا سال ہی حافظ صاحب کی آمد دوم کا قرار دیکر اس سے علالت کے دو سال وضع کریں تو ۱۸۷۹ء بنتا ہے۔ اس سال میں ماہ رمضان ۲۰ اگست کو بمطابق جنتری شروع ہوا تھا۔ گویا آپ کے اُستاد تراویح کی خاطر ۱۹ اگست کو آپ کے ہمراہ قادیان آگئے ہوں گے۔ گویا ۱۸۷۸ء اور ۱۸۸۰ء کے مابین زیادہ سے زیادہ تاخیر سے بھی حافظ صاحب آئے ہوں تو وہ تاریخ ۱۹ اگست ۱۸۷۹ء ہے۔

اِس نتیجہ کی توثیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت اقدسؑ نے "نزول المسیح" میں پیشگوئی نمبر ۶۶ کے کشف اور الہام کے نزول کی تاریخ قریباً ۱۸۸۰ء تحریر کی ہے اور یہ پیشگوئی چند دن کے اندر پوری ہو گئی اور اس کے دو معیّن گواہوں میں شیخ حامد علی صاحب بھی ہیں۔ (صفحہ ۲۰۲) سو قریباً ۱۸۸۰ء کو ۱۸۸۱ء تصوّر کر کے بھی نتیجہ بالا نکلتا ہے۔ اور گویا ۱۸۸۱ء میں حافظ صاحب مستقل طور پر حضور کی خدمت میں آچکے تھے۔ اس تحریری ثبوت سے حضرت عرفانی صاحب کی اس تحریر کی صحت کا ایک حد تک ثبوت ملتا ہے کہ "میری تحقیقات کا نتیجہ یہ ہے کہ حافظ صاحب ۱۸۷۸ء میں پہلی مرتبہ اور ۱۸۸۰ء میں مستقل حضرت کی خدمت میں آئے۔" (الحکم ۴/۱۴ ۳۴ - ۷ صفحہ ۹ کالم ۱) چونکہ ۱۹۱۹ء میں بوقت وفات آپکی عمر پینسٹھ ۶۵ برس کی تھی تو گویا ۱۸۸۰ء میں جب آپ مستقل طور پر خدمت میں آئے تو آپکی عمر چھبیس ۲۶ برس کی ہو گی اور حضور پینتالیس برس کے تھے اور سلسلہ الہامات کئی سالوں سے شروع تھا۔ اوّلین آمد ماہ رمضان ۱۸۷۸ء میں ہونیکی صورت میں استاد صاحب مع حافظ صاحب ۲۹ اگست قادیان پہنچ چکے ہونگے جبکہ اس روز تراویح شروع ... ہونی تھی اور دوسرے روز یکم رمضان تھا۔ منہ

اس ایک روپیہ میں مَیں نے جو برکت دیکھی اس کے بعد کی زندگی میں بڑی بڑی ملازمتوں میں بھی مَیں نے اس برکت کو نہ پایا حضرت اقدس خود ہی حالات کے تبدیل ہو جانے کے ساتھ ساتھ تنخواہ میں ترقی کر دیتے تھے۔ مَیں نے نہ کبھی ترقی کے لئے خواہش کی اور نہ درخواست [1]

آپ کی بیعت آپ نے اور آپ کے موضع کے شہاب الدین صاحب نے پہلے روز بیعت کرلی تھی۔ اور تیسرے شخص آپ کے چچا شیخ چراغ علی صاحب تھے جنہوں نے ۱۴ر اگست ۱۸۸۹ء میں بیعت کی تھی۔ ضلع میں تیسرے شخص نے ۱۴ر جون ۱۸۸۹ء میں بیعت کی تھی۔ حافظ صاحب کی بیعت نویں نمبر پر یوں مرقوم ہے :- [2]

"حافظ حامد علی ولد فتح محمد (وطن) تھہ غلام نبی ضلع گورداسپور (پیشہ وغیرہ) کا مُشتہ قادیان ضلع گورداسپور"

حضور تنہائی میں بیعت لیتے تھے اور کواڑ بھی قدرے بند ہوتے تھے۔ بیعت کرتے وقت جسم پر ایک لرزہ اور رقت طاری ہو جاتی تھی اور دُعا بعد بیعت بہت لمبی فرماتے تھے اس لئے ایک دن میں بیس پچیس کے قریب بیعت ہوتے تھے [3]

آپ کے فرائض اور آپکی اصلاح مرسلین کی صحبت اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ اندر ہی اندر وہ پاس رہنے والوں کے اخلاق و حالات میں ایک غیر معمولی تبدیلی پیدا کر دیتی ہے اور ان کی کایا پلٹ دیتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ نے دریافت کرنے پر حضرت اقدس کی صحبت کا ایک یہ فائدہ بتایا کہ ہر تدبیر کے باوجود ایک گناہ سے نجات نصیب نہ ہوتی تھی لیکن حضرت اقدس کی خدمت میں آکر خود بخود دُور ہو گیا۔ یہ حقیقت ہے کہ ان لوگوں کی خدا نما مجلس اور ان کے خدا نما وجود کو دیکھ کر انسان کی بہت سی اعتقادی اور عملی غلطیوں اور کمزوریوں کی اصلاح خود بخود ہوتی جاتی ہے۔ حافظ صاحب بیشک ایک جوہر قابل تھے مگر ان کے مزاج میں تیزی تھی اور انہیں غصہ جلد آجاتا تھا۔ لیکن حضور کا کمال دیکھو کہ ایک تیز مزاج اور غصہ ور آدمی کے ساتھ سالہا سال ایک عزیز دوست کی طرح بسر کرتے رہے۔ آخرکار حامد علی جیسے تیز مزاج پر اپنے حلم اور انکساری کا پرتو ڈال دیا اور اس اَن گھڑے پتھر کو تراش کر ایک قیمتی انسان بنا دیا۔ ان کے مزاج کی تلخی اور تیزی انکساری۔ خدمت گذاری اور کم گوئی سے بدل گئی۔

---

[1] سارا بیان محترم عرفانی صاحب (الحکم ۲۱/۳/۳۴ صفحہ ۷، ۸ و ۲۸/۳/۳۴ صفحہ ۱) وبیان محترم حافظ نور محمد صاحب (الفضل ۱۹/۱۱/۴۴ روایت نمبر ۶۱۲ سیرۃ المہدی حصہ سوم۔ [2] رجسٹر بیعت بحوالہ سیرۃ المہدی حصہ سوم (روایت نمبر ۴۷۴) شیخ شہاب الدین صاحب بیعت نمبر ۱۲ پر ہے۔

[3] بیان حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی (اصحاب احمد جلد چہارم صفحہ ۹۲) البتہ حضرت ام المومنین کے بیان کے مطابق پہلے روز چالیس افراد نے بیعت کی تھی۔ حضور نے دروازہ پر حافظ حامد علی صاحب کو مقرر کر دیا تھا۔ اور انہیں ہدایت دی تھی کہ جسے مَیں کہتا جاؤں اُسے کمرہ میں بلاتے جاؤ (سیرۃ المہدی حصہ اوّل روایت ۱۹ وغیرہ)

آپ کے فرائض اُن ایام میں ہمہ گیر تھے۔ لنگرخانہ کے مہتمم وہ تھے اور تمام ضروری اشیاء کی خرید کا کام اُن کے سپرد تھا۔ ڈاک کا لانا اور لے جانا یہ بھی اُن کے ہی ہاتھ میں تھا۔ غرض وہ ہر قسم کے ضروری امور سرانجام دیتے تھے۔ اور پھر فرصت کے وقت حضرت کی خدمت کرتے اور چاپی کرتے اور مہندی بھی دہی لگاتے اور بے تکلّف باتیں کرتے بھی نظر آتے ہیں۔ گویا آقا اور خادم بالکل فارغ ہیں۔ اس قسم کے فرائض میں آپ سے بعض اوقات نہایت افسوسناک غلطیاں بھی ہو جاتی تھیں مگر وہ پیکرِ رحمت و شفقت کبھی گرفت نہ فرماتا اور یہی وہ عملی قوت تھی جس نے آپ کی تیز مزاجی کو نرمی سے بدل دیا تھا۔

حافظ صاحب جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مہربانیوں اور شفقتوں کا ذکر کرتے تو چشم پُرآب ہو جاتے۔ ایک قسم کی بیقراری تمام بدن پر مستولی ہو جاتی۔ فرماتے مَیں نے تو کبھی ایسا انسان دیکھا ہی نہیں بلکہ زندگی بھر حضرت کے بعد کوئی انسان اخلاق کی اس شان کا نظر نہیں آتا تھا۔ مجھے ساری عمر میں کبھی حضرت صاحب نے نہ جھڑکا اور نہ سختی سے خطاب کیا۔ بلکہ مَیں بڑا ہی سُست تھا اور اکثر آپ کے ارشادات کی تعمیل میں دیر بھی کر دیا کرتا تھا۔ بایں ہمہ سفر میں ہمیشہ مجھے ساتھ رکھتے تھے۔

ایک دفعہ حافظ صاحب کو کچھ لفافے اور کارڈ حضور نے ڈاکخانہ میں ڈالنے کو دیئے۔ جن میں سے بعض رجسٹری کرانے تھے۔ آپ کا حافظہ کچھ ایسا ہی تھا اور علاوہ بریں کاموں کی کثرت۔ وہ کسی اور کام میں مصروف ہو گئے اور خطوط سپردِ ڈاک کرنا بھول گئے۔ رفتہ رفتہ وہ کارڈ اور لفافے بھی کہیں گر گئے۔ ایک ہفتہ کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب جو ابھی بچّہ تھے کچھ کارڈ لفافے لے کر دوڑتے ہوئے آئے کہ ابّا! ہم نے کوڑے کے ڈھیر سے خط نکالے ہیں۔ حضور نے دیکھا تو وہی خطوط تھے جن میں سے بعض رجسٹری ہونے تھے اور آپ اُن کے جواب کے منتظر تھے۔ حضور نے حافظ صاحب کو بلوا کر اور خط دکھا کر بڑی نرمی سے صرف اتنا کہا کہ حامد علی! تمہیں نسیان بہت ہو گیا ہے فکر سے کام کیا کرو۔

غرض حافظ صاحب حضرت صاحب کی صحبت میں رہ کر خود اکسیر بن گئے۔ جو کام اُن کے سپرد تھے انہوں نے انہوں نے اس میں بہت سی خوبیاں اور کمالات پیدا کر دیئے۔ مثلاً اکرامِ ضیف۔ ہمدردی و مواسات۔ دیانت و امانت ہوشیاری و بیداری۔ مستقل مزاجی۔ خاکساری و انکساری وغیرہ[1]

آپ ایسے وقت میں حضور کی خدمت میں آئے کہ اسوقت حضور کا نہ کوئی دعویٰ تھا۔ نہ لوگوں کا رجوع تھا۔ تنہائی اور خلوت میسّر تھی۔ گھنٹوں حضرت اقدس کی خلوت میں حاضر ہو کر فیض حاصل کرنے کا موقعہ ملتا تھا[2]

---

[1] بیان محترم عرفانی صاحب الحکم ۲۱ مارچ ۱۹۳۴ء صٛ و سیرۃ مسیح موعودؑ حصہ اوّل مؤلفہ محترمہ عرفانی صاحب صفحہ ۱۰۱ و ۱۰۲۔

[2] الحکم ۲۸ مارچ ۱۹۳۴ء صنا۔ حضرت عرفانی صاحب کی مراد یہ ہے کہ حضور کا تعلق اہلیہ اولیٰ سے عرصہ سے منقطع تھا۔ دوسری شادی ابھی ہوئی نہ تھی۔ حافظ صاحبؓ حضور کا ذاتی خادم ہونے کی وجہ سے دن رات آپ کی خدمت میں (باقی اگلے صفحہ پر)

حافظ صاحب ہر وقت خدمت پر کمر بستہ رہتے تھے حضرت منشی ظفر احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دن سیر میں مَیں نے ڈبیہ سے پان نکال کر کھایا۔ حضور نے فرمایا کہ ہمیں بھی دو۔ یہ خیال کئے بغیر کہ اس میں زردہ ہے مَیں نے پان پیش کر دیا۔ کھاتے ہی آپ کو چکر آیا ہوگا کیونکہ حافظ حامد علی صاحب سے حضور نے فرمایا کہ ذرا پانی کا لوٹا لے کر ہمارے ساتھ چلو۔ قریب کے کنوئیں سے پانی لیا گیا۔ آپ حافظ صاحب کے ساتھ دُور تشریف لے گئے کیونکہ آپ کی عادت شریفہ تھی کہ راستے میں پیشاب کرنے کی حاجت ہوتی تو اتنی دُور چلے جاتے جتنا کہ قضائے حاجت کیلئے جاتے ہیں۔ سو مَیں نے سمجھا کہ پیشاب کرنے کے لئے تشریف لے گئے ہیں۔ وہاں جاکر آپ کو استفراغ ہوا اور آپ پانی سے مُنہ صاف کر کے تشریف لے آئے۔ مجھے جب خیال آیا کہ پان میں زردہ تھا تو سخت نادم ہوا۔ آپ نے مجھے دیکھکر ہنستے ہوئے فرمایا:۔ "منشی صاحب! آپ کے پان نے تو دوا کا کام کیا۔ مجھے کچھ گرانی سی تھی بالکل رفع ہوگئی۔"[۵۱]

حضرت منشی صاحب یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ حضرت اقدس کے عمزاده مرزا نظام الدین صاحب مرزا امام الدین صاحب باوجودیکہ سخت مخالف تھے مگر ضرورت کے وقت جب کبھی انہوں نے سوال کیا تو حضور اُسے پورا کر دیتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ میرے سامنے مرزا امام الدین صاحب نے پچاس روپے یا کچھ کم و بیش حضور سے طلب کئے اور حضور نے فوراً حافظ حامد علی صاحب کے ہاتھ بھجوا دیئے۔[۵۲]

حافظ حضرت اقدس کے گھریلو اور نجی کام کرنے کے علاوہ احباب کی ملاقات بھی کراتے تھے اور انکی باتیں بھی حضور کی خدمت میں

---

۵۱ ریویو آف ریلیجنز اردو جنوری ۱۹۴۲ء صفحہ ۳۶ و "اصحاب احمد" جلد چہارم صفحہ ۱۱۴

۵۲ ریویو آف ریلیجنز اردو جنوری ۱۹۴۲ء صفحہ ۶۴ و "اصحاب احمد" جلد چہارم صفحہ ۱۳۷

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷:۔ رہنے کے باعث گھنٹوں استفاضہ کا موقعہ پاتے تھے۔ اس زمانہ میں باہر سے جو شخص حضور کے پاس آتا فر حافظ صاحب کو حضور کے پاس پاتا۔ حضرت میاں عبداللہ صاحب سنوری بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور قادیان کے شمالی جانب سیر کیلئے تشریف لے گئے اور مَیں اور شیخ حامد علی صاحب ساتھ تھے (سیرۃ المہدی حصہ دوم روایت ۱۱۴) حافظ نور احمد صاحب لدھیانوی نے جب پہلی بار لدھیانہ میں حضور سے ملاقات کی تو حافظ صاحب حضور کے رفیق سفر تھے (الحکم ۲۱/۳۴ ۱ ص ۵) سیٹھی غلام نبی صاحب ۱۸۹۱ء یا ۱۸۹۲ء میں قادیان آئے۔ حضور نے سخت گرمی کی وجہ سے آرام کرنے کو کہا۔ حافظ صاحب نے گول کمرہ میں چارپائی بچھا دی۔ ظہر کی نماز حضور کی اقتداء میں پڑھی گئی مسجد میں حضور کے ساتھ غالباً صرف یہ دونوں شامل تھے۔ (سیرۃ المہدی حصہ سوم روایت ۸۶۸) حافظ صاحب دن رات حضور کی خدمت میں مصروف رہتے تھے۔ پیر سراج الحق صاحب نعمانی لکھتے ہیں:۔ "ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت اقدس ..... نے شیخ حامد علی مرحوم کو جو دن رات آپ کی خدمت میں رہتے تھے اور جن کی نسبت آپ نے فرمایا تھا کہ حامد علی جیسا کہ اب دنیا میں میرے ساتھ ہے اسی طرح بہشت میں میرے ساتھ ہوگا۔ امرتسر میں کسی کام کے لئے روانہ کیا..... مَیں نے عرض کیا کہ حضور شیخ حامد علی تو امرتسر چلے گئے۔ رات کو آپ کو تکلیف ہوگئی میرا جی چاہتا ہے کہ رات کو بھی آپ کی خدمت مبارک میں رہوں۔ اور جو کام آپکے ہوں وہ بخوشی دل سے کروں۔ مدتوں میں آج تمنا پوری ہوئی فرمایا "بہت اچھا"۔ (الحکم ۲۱/۲۸۱ مئی ۱۹۲۴ء ص ۵ کالم ۱ و ۲)

۵۰ و الحکم ۲۱/۲۸۱ مئی ۱۹۳۴ء ص ۱۶ و سیرۃ مسیح موعود حصہ سوم صفحہ ۳۱۵، ۳۱۶۔

عرض کرتے تھے مثلاً حضرت منشی امام الدین صاحبؓ پٹواری نے بتایا کہ اُن کے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے تو حافظ صاحب نے حضور کی خدمت میں یہ خبر پہنچائی۔ حضور نے باہر تشریف لاکر مبارک باد دی اور ظہور احمد نام تجویز فرمایا۔[۵۱]

قاضی قمرالدین صاحب سیکرٹری تعلیم و تربیت موضع شکار ماچھیاں تحصیل دھاریوال ضلع گورداسپور نے بیان کیا کہ جب حضور باغ میں فروکش تھے اس عرصہ میں تیجی تالا یا دیان گیا۔ ایک رات میں پرانے مہمان خانہ میں شام کے بعد بیٹھا تھا۔ حافظ حامد علی صاحب باغ سے روشن بتی لئے آئے اور بتی سے مجھے دیکھ کر کہا کہ بھائی قمرالدین! حضرت اقدس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میرے گھر کی حفاظت کیلئے مہمان خانہ سے دو تین درویش شخص سادہ لوح جن کو آپ جانتے ہوں وہاں سُلا دیں۔ سو ایک آپ چلیں۔ میں نے جواب دیا کہ الحمدللہ! مجھ بے مقدار پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہوا ہے میں غلام حاضر ہوں۔ پھر حافظ صاحب نے دو کمرہ میں دیکھ کر سائیں دیوان شاہ صاحب سکنہ نارووال ضلع سیالکوٹ کو بھی یہی بات کہی جو بڑے راستباز خوش خو عاشق اور مخلص تھے۔ وہ خوشی کے مارے اچھل پڑے۔ دونوں حافظ صاحب کے ساتھ چل پڑے۔ حافظ صاحب مجھے جانتے تھے کہ میں موضع شکار کا غریب احمدی ہوں اور میں حافظ صاحب کو خوب جانتا تھا کہ آپ حضور کے خدمت گذار مخمور اور عاشق و غلام اور صحیح فطرت اور بے مثال ہیں۔ اور سائیں جی کو بھی حافظ صاحب جانتے تھے۔ سائیں صاحب بہت غریب اور عیالدار تھے اور کبھی کبھی نارووال سے موضع شکار میں آتے جاتے میرے پاس رہتے اور ہم دونوں دُکھ درد کی باتیں کیا کرتے تھے اور وہ قادیان جانے کی وجہ یہ بتاتے کہ میں چونکہ غریب ہوں چندہ تو دے نہیں سکتا اسلئے جارہا ہوں کہ مہمان خانہ کی چارپائیاں بُن آؤں تاکہ میرے سر سے چندہ اُتر جائے۔

حافظ صاحب نے پوچھا کہاں کہاں سونا پسند کروگے۔ سائیں جی نے کہا کہ میں اس کھڑکی کے سامنے ہی مسجد میں فرش پر لیٹوں گا۔ جہاں سے حضرت اقدس تشریف لاتے ہیں۔ چنانچہ وہ وہاں لیٹ گئے۔ میں نے کہا کہ میں دارالمسیح میں فلاں جگہ لیٹونگا۔ چنانچہ میں وہاں چارپائی پر لیٹ گیا اور رات گذاری۔[۵۲]

حافظ صاحب احباب کو نیک مشورے بھی دیتے تھے۔ حضرت سیّد ناصر شاہ صاحبؓ بیان کرتے تھے کہ پہلی بیوی کی وفات پر میں نے دوسری بیوی کی وہ بھی فوت ہوگئی تو تیسری کی۔ اُس سے اولاد نہ ہوئی۔ قادیان آیا تو حافظ صاحب نے مشورہ دیا کہ حضرت صاحب سے کہکر اور شادی کرلو۔ میں نے کہا کہ مجھے ملاقات کا موقعہ نہیں ملا۔ آپ عرض کریں۔ چنانچہ حافظ صاحب نے جاکر اطلاع دی کہ سیّد ناصر شاہ صاحب آئے ہیں۔ حضور نے ملاقات کے لئے بُلایا۔ اور حافظ صاحب نے میرے ہاں اولاد نہ ہونے کا ذکر کیا۔ اُس وقت حضور نے پانچ سال انتظار کرنے کو فرمایا۔ اور اس عرصہ کے بعد حضور نے خود شادی کرادی جس سے دس بچے ہوئے۔[۵۳]

---

۵۱ سیرۃ المہدی حصّہ سوم روایت ۵۰۶ موصوف آجکل آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ ربوہ ہیں۔

۵۲ رجسٹر روایات نمبر دوم صہ ۹۰ تا صہ ۹۷۔ قاضی صاحب کی ایک اور روایت میں ذکر ہے کہ حافظ صاحب موسم سرما میں مہمانوں کو چارپائی اور رضائی دیتے تھے۔ صہ ۹۹۔ چوہدری غلام سرور صاحب نمبردار چک ۵۵ ۲-ای بی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ ماہ رمضان میں قادیان آیا۔ حضور نے حافظ صاحب کو حکم دیا کہ مجھے چائے پلائیں (رجسٹر روایات صحابہ جلد اوّل صہ ۲۷)

۵۳ الحکم ۲۸ جنوری ۱۹۳۶ء صفحہ ۱۰، ۱۱۔

سلسلہ سے اخلاص کی وجہ سے حافظ صاحب کو جو معلومات حضور کے متعلق مخالفین کے تعلق میں حاصل ہوتی تھیں وہ عرض کرتے ہونگے۔ چنانچہ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کو حضرت اقدس تحریر فرماتے ہیں:۔

"امرتسر کے غزنوی مولوی صاحبوں نے سنا گیا ہے کہ بہت شور کیا ہے۔ یہ بھی خبر سنی ہے کہ مولوی عبدالرحمن لکھو کے والے مولوی محمد صاحب کے جو صاحبزادے ہیں انہوں نے کچھ اپنے الہامات لکھ کر بجواب خط اخویم عبدالواحد صاحب جموں روانہ کئے ہیں۔ حامد علی ان الہامات کو سن آیا ہے مگر وہ اس کو یاد نہیں ہے .... اگر عبدالواحد صاحب نے آں مخدوم کو اُن سے اطلاع دی ہو تو مطلع فرماویں"۔[1]

حضرت عرفانی صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت اقدس کی مہمان نوازی کے عام اصولوں میں یہ امر داخل تھا کہ جس وقت کوئی مہمان آتا تھا اُسی وقت اس کے لئے موسم کے لحاظ سے چائے یا لسی یا شربت مہیا کرتے تھے اور اسکے بعد کھانے کا فوری انتظام ہوتا تھا۔ چنانچہ حضرت قاضی امیر حسین صاحب بھیروی بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں امرتسر سے قادیان میں آیا اور حضرت صاحب کو اطلاع دی۔ آپ فوراً تشریف لائے اور شیخ حامد علی صاحب کو بلا کر حکم دیا کہ قاضی صاحب کے لئے جلد چائے لاؤ۔[2]

حضرت اقدس کی خدمت میں رہنے سے حافظ صاحب کی تربیت ہوتی رہتی تھی۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک مہمان نے آکر کہا کہ میرے پاس بستر نہیں ہے۔ حضرت صاحب نے حافظ حامد علی صاحب سے کہا کہ اس کو لحاف دیدو۔ حافظ حامد علی صاحب نے عرض کیا کہ یہ شخص لحاف لے جائیگا وغیرہ وغیرہ۔ اس پر حضرت نے فرمایا کہ اگر یہ لحاف لے جائیگا تو اس کا گناہ ہوگا اور اگر بغیر لحاف کے سردی سے مر گیا تو ہمارا گناہ ہوگا یہ بیان کرکے حضرت عرفانی صاحب لکھتے ہیں کہ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ وہ مہمان بظاہر کوئی ایسا آدمی نہ معلوم ہوتا تھا جو کسی دینی غرض کے لئے آیا ہو بلکہ شکل وصورت سے مشتبہ پایا جاتا تھا۔ مگر حضرت نے اس کی مہمان نوازی میں کوئی فرق نہیں کیا اور اس کی آسائش و آرام کو اپنے آرام پر مقدم کیا۔[3]

---

[1] مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲ (مکتوب ۶۸) حضرت شیخ نور احمد صاحب (مختار عام) نے سنہ ۹۰-۱۸۸۹ء میں اور حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے دسمبر سنہ ۱۸۹۰ء میں قادیان آکر حافظ حامد علی صاحب کے ذریعہ بیعت کے لئے عرض کیا اور بیعت کرنیکا موقعہ پایا (الحکم ۲۱ جنوری سنہ ۱۹۳۶ء صـ۳ کالم ۲ و ذکر حبیب صـ۲۔۶) گویا منتظم لنگرخانہ کے علاوہ آپ پرائیویٹ سیکرٹری کے فرائض بھی انجام دیتے تھے

[2] سیرۃ مسیح موعودؑ حصہ اوّل صفحہ ۱۴۸ و ۱۴۹۔

[3] سیرۃ مسیح موعودؑ حصہ اوّل صفحہ ۱۲۴۔ حافظ صاحب مہمانوں کو حقہ تیار کرکے دیتے تھے۔ خود بھی اس کے عادی تھے۔ (بیان حضرت میاں عبداللہ صاحبؓ سنوری۔ سیرۃ المہدی حصہ اوّل روایت ۱۱۳۔) آپ کے بھانجے اور داماد مولوی عبدالرحمن صاحب جٹ (ولادت اندازاً ۱۸۹۳ء) بیان کرتے ہیں کہ میں نے حافظ صاحب کو حقہ پیتے نہیں دیکھا۔ گویا انہوں نے (باقی اگلے صفحہ ۱۱ پر)

محترم عرفانی صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں پہلی بار مارچ ۱۸۹۳ء میں قادیان آیا۔ مزدور راستہ بھول گیا۔ ساری رات چلنے کے بعد ہم سحری کے وقت قادیان پہنچے۔ حضرت حافظ حامد علی مرحوم کو خبر ہوئی کہ کوئی مہمان آیا ہے۔ اس وقت مہمان خانہ کے مہتمم کہو۔ داروغہ کہو۔ خادم سمجھو سب کچھ وہی تھے۔ میرے وہ واقف و آشنا تھے۔ جب وہ آکر ملے تو محبت اور پیار سے انہوں نے مصافحہ اور معانقہ کیا اور حیرت سے پوچھا کہ اس وقت کہاں سے۔ مَیں نے جب واقعات بیان کئے تو بیچارے بہت حیران ہوئے۔ مَیں نے وہ سبزی وغیرہ ان کے حوالہ کی وہ لے کر اُسی وقت اندر گئے اور حضرت صاحب کو اطلاع کی۔ میرا خیال ہے کہ تین بجے کے قریب قریب وقت تھا۔ حضرت صاحب نے اُس وقت مجھے گول کمرہ میں بلا لیا اور وہاں پہنچتے تک پُرتکلّف کھانا بھی موجود تھا۔ مَیں اس ساعت کو اپنی عمر بھر کبھی نہیں بھول سکتا کہ کس محبّت اور شفقت سے بار بار فرماتے تھے۔ آپ کو بڑی تکلیف ہوئی۔ مَیں عرض کرتا۔ نہیں حضور تکلیف تو کوئی نہیں ہوئی۔ مگر آپ بار بار فرماتے۔ راستہ بھول جانے کی پریشانی بہت ہوتی ہے۔ اور کھانا کھانے کے لئے تاکید فرمانے لگے مجھے شرم آتی تھی کہ آپ کے حضور کس طرح کھاؤں۔ مَیں نے تامّل کیا۔ مگر آپ نے خود اپنے دستِ مبارک سے کھانا آگے کر کے فرمایا کہ کھاؤ بہت بھوک لگی ہوگی۔ سفر میں تھکان ہو جاتی ہے۔ آخر مَیں نے کھانا شروع کیا تو پھر فرمانے لگے کہ خوب سیر ہو کر کھاؤ۔ شرم نہ کرو سفر کر کے آئے ہو۔

حضرت حافظ حامد علی صاحب بھی پاس بیٹھے تھے اور آپ بھی تشریف فرما تھے۔ مَیں نے عرض کیا کہ حضور! آپ آرام فرمائیں۔ مَیں اب کھا لونگا۔ حضرت اقدس نے اس وقت یہ محسوس کیا کہ مَیں آپ کی موجودگی میں تکلّف نہ کروں۔ فرمایا۔ اچھا! حامد علی! تم اچھی طرح سے کھلاؤ اور یہاں ہی ان کے لئے بستر بچھا دو تاکہ یہ آرام کرلیں اور اچھی طرح سے سو جائیں۔ آپ تشریف لے گئے مگر تھوڑی دیر بعد ایک بستر لئے ہوئے پھر تشریف لے آئے میری حالت اس وقت عجیب تھی۔ ایک طرف میں آپ کے اس سلوک سے نادم ہو رہا تھا کہ ایک واجب الاحترام ہستی اپنے ادنیٰ غلام کے لئے کس مدارات میں مصروف ہے۔ مَیں نے عذر کیا کہ حضور نے کیوں تکلیف فرمائی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰ :۔ مولوی صاحب کے ہوش کے زمانہ سے قبل ترک کر دیا تھا۔ مولوی صاحب کی ولادت اندازاً ۱۸۹۳ء کی ہے۔ حافظ صاحب کے بھائی شیخ زین العابدین صاحب کے بیان سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ انہوں نے ذکر کیا کہ حافظ صاحب جب قادیان آئے تو حقّہ بہت پیتے تھے۔ اور چوری چوری مرزا نظام الدین صاحب کے مکان پر جا کر پیتے تھے۔ حضرت صاحب کو بھی پتہ لگ گیا۔ فرمایا :۔ میاں حامد علی! یہ پیسے لو اور بازار سے ایک حقّہ خرید لاؤ۔ اور تمباکو بھی لے آؤ۔ اور جب ضرورت ہو گھر میں پی لیا کرو۔ ان لوگوں کے پاس نہ جایا کرو۔ چنانچہ وہ حقّہ لے آئے اور پیتے رہے۔

مہمان بھی نہی حقّہ پیتے تھے۔ چھ سات ماہ کے بعد حضرت صاحب نے فرمایا :۔ میاں حامد علی! حقّہ چھوڑ دو تو کیا اچھی بات ہے۔ حافظ صاحب نے فرمایا۔ بہت اچھا حضور۔ چنانچہ حقّہ نوشی ترک کر دی۔ کچھ عرصہ بعد عرض کی کہ کبھی کبھی نسوار کھانے کی اجازت دیدیں سخت تکلیف ہوتی ہے۔ فرمایا بہت اچھا کبھی کبھی کھا لیا کرو۔ (رجسٹر روایات صحابہ یازدہم صفحہ ۷۲-۷۳)۔

فرمایا۔نہیں۔نہیں۔ تکلیف کس بات کی۔آپ کو آج بہت تکلیف ہوئی ہے۔اچھی طرح سے آرام کرو۔
غرض آپ خود بستر رکھ کر تشریف لے گئے اور حافظ حامد علی صاحب میرے پاس بیٹھے رہے۔ انہوں نے محبت سے کھانا کھلایا اور بستر بچھا دیا۔میں لیٹ گیا تو مرحوم حافظ حامد علی نے میری چاپی کرنی چاہی۔میں نے بہت ہی عذر کیا تو وہ رُکے۔ مگر مجھے کہا کہ حضرت صاحب نے مجھے فرمایا تھا کہ ذرا دبا دینا بہت تھکے ہونگے۔ ان کی یہ بات سُنتے ہی میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل گئے[1]
محترم عرفانی صاحب بیان کرتے ہیں کہ چونکہ لنگر خانہ اور مہمان خانہ کا انتظام عملاً حافظ صاحب کے ہی سپرد تھا اسلئے آپ کو مہمان نوازی کا بڑا موقعہ ملتا تھا۔ وہ بلا امتیاز ہر مہمان کے ساتھ محبت و شفقت سے پیش آتے اور اس کی کوفت سفر دُور کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرتے اور آرام پہنچانے میں خوشی محسوس کرتے اور اپنے طرزِ عمل اور بے تکلفی اور سادگی سے اُسے یقین دلاتے کہ وہ محسوس کرے کہ وہ مسافر نہیں بلکہ اپنے گھر میں ہے اور اُن کی ضرورتوں کا پورا تعہد کرتے اور ایک بات جو میں نے ہمیشہ آپ میں دیکھی وہ یہ تھی کہ مہمانوں کے مقصدِ سفر کو پورا کرنے کی طرف بھی پوری توجہ رکھتے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت اور زندگی کے واقعات ایسے رنگ میں بیان کرتے رہتے جو ایمان کو بڑھانے والے ہوتے۔چونکہ حضرت کے بیشمار نشانات کے آپ خود گواہ تھے اور ایک عینی شاہد کی حیثیت آپ کو حاصل تھی اس لئے آپ ایسے نشانات کا ذکر کرتے اور حضور کے اخلاقِ فاضلہ کے بیان سے دلوں کو جِلا دیا کرتے تھے۔ اور ہر مہمان حافظ صاحب کی صحبت میں بیٹھ کر خوش ہوتا اور آپ سے کلام کر کے مسرت محسوس کرتا۔میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ کبھی کسی شخص نے کسی رنگ میں آپ کی شکایت کی ہو۔آپ ہر شخص کے دوست اور ہر شخص کے خیر خواہ تھے[2]
آپ مزید بیان کرتے ہیں کہ یُوں تو حضرت اقدس کو اپنے ہر خادم پر پُورا حسنِ ظنّ اور اعتماد ہوتا تھا۔ مالی معاملات میں کسی کے متعلق کبھی آپ کو خیال آتا ہی نہ تھا کہ وہ خائن اور بد دیانت ہے۔اس لئے جب کسی کے سپرد کوئی کام فرماتے اور اس کے لئے کچھ روپیہ عنایت کرتے تو کبھی اس کا حساب طلب نہ فرماتے۔ اکثر وہ اس میں سے کچھ بچ کر واپس کر دیتا تو وہ لے لیتے اور اکثر اور مانگتا تو دے دیتے۔حضرت حافظ صاحب کی تو حالت ہی جُدا تھی۔ اُن پر انتہاء درجہ کا اعتماد تھا۔گھر کی ضروریات لنگر کے انتظام کے لئے ان کو علی الحساب روپیہ دے دیا جاتا تھا۔اور کبھی حضرت اقدس اُن سے دریافت نہ فرماتے کہ کہاں اور کس قدر خرچ ہُوا ہے۔ اور یہ بھی اکثر ہوتا کہ حضور بغیر کسی شمار کے روپیہ دے دیتے۔مُٹھی بھر لاتے اور دیدیتے تھے۔مولوی رحیم بخش صاحب رض ساکن تلونڈی جھنگلاں (ضلع گورداسپور) ایک مرتبہ کا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت کی خدمت میں حاضر تھا۔حافظ صاحب آئے اور کہا کہ آٹے کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے۔حضور نے فرمایا کہ کتنا چاہیئے۔حضرت حافظ صاحب نے کہا کہ سَو روپیہ۔حضور اندر سے دو بڑی مُٹھیاں بھر کر لے آئے۔فرمایا۔ سَو ہی ہو گا۔حافظ صاحب نے

---

[1] سیرۃ مسیح موعودؑ حصّہ اوّل صفحہ ۱۴۲ تا ۱۴۵۔ [2] الحکم ۲۴ مارچ ۱۹۳۴ء صفحہ ۹۔

نے کر شمار کر کے زائد بیس روپے واپس کر دیئے۔ گویا حضور کو حافظ صاحب پر بے حد اعتماد تھا اور حافظ صاحب نے بھی اپنی دیانت و امانت کا عملاً پورا ثبوت دیا۔[1]

ایک خصوصیت

بیان محترم عرفانی صاحب:۔ حافظ صاحب کو ایک خصوصیت حاصل تھی اور حضرت اقدس کو آپ سے جو محبت تھی گو اس کے اور وجوہات اور خود حافظ صاحب کا اخلاص و وفاداری اور کامل اطاعت بھی تھے۔ لیکن ایک خصوصیت ان کو یہ حاصل تھی کہ حضرت صاحب فرمایا کرتے کہ بعض اوقات کوئی معاملہ ایسا ہوتا ہے کہ حضرتِ احدیت کی طرف سے اس کے متعلق انکشاف میں دیر ہوتی ہے اور ہر چند دعا بھی کی جاتی لیکن اس میں توقّف ہوتا۔ لیکن جب حافظ حامد علی صاحب مہندی لگاتے ہیں تو اس کے بعد ایک خاص سلسلہ الہامات کا ایسا جاری ہو جاتا ہے کہ وہ معضلات کھل جاتے ہیں۔

اس میں کیا بھید تھا؟ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کوئی روحانی مناسبت ہوگی۔ مگر یہ ایک واقعہ ہے۔ خود حافظ صاحب نے مجھ سے ذکر کیا کہ حضرت اقدس نے بارہا ایسا فرمایا ہے کہ حامد علی تو مہندی لگاتا ہے تو ایک سلسلہ الہامات شروع ہو جاتا ہے۔[2]

---

[1] الحکم ۲۱/۲۸ ۳۴ء صفحہ ۸ و ۱۴/۶ ۳۴ء صفحہ ۱۰ کالم ۲۔ خواجہ عبدالرحمٰن صاحبؓ (ساکن ناسنور کشمیر) سے حافظ صاحب نے بیان کیا کہ جب حضور کے پاس کہیں سے روپیہ آتا تھا تو حضور مجھے بلا لیتے اور بلا گنتی روپیہ دیدیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اسوقت روپیہ لے لو نہ معلوم پھر کب ہاتھ میں آئے (سیرۃ المہدی حصہ سوم روایت ۵۳۰) حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ کی روایت ہے کہ حضرت اقدس روپیہ کا حساب بڑے اہتمام سے لیتے تھے اور جس شخص کے پاس کسی کام کیلئے روپیہ دیا ہو اور اس کا حساب مشتبہ ہو تو خفا بھی ہوتے تھے۔ (روایت ۵۲۹) مؤلف حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب روایت ۵۳۰ کے بعد لکھتے ہیں کہ حافظ صاحب خاص خادم تھے جنہیں حضرت صاحب گھر کی ضروریات اور مہمانوں وغیرہ کی مہمانی کے لئے روپیہ دیا کرتے تھے۔ دونوں روایات کا تضاد حقیقی نہیں۔ بلکہ اپنے اپنے موقعہ کے لحاظ سے دونوں درست ہیں۔ اور حافظ صاحب نے جو بات بیان کی ہے یہ غالباً خاص خاص لوگوں کے متعلق یا خاص حالات میں پیش آتی ہوگی۔

شیخ زین العابدین صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اقدس جب سفر میں ہوتے تو بھائی حامد علی صاحب کو کچھ رقم خرچ کیلئے دیدیا کرتے تھے ایکدفعہ پچاس ساٹھ روپے دیئے مگر وضو کرتے کرتے انہوں نے روپیہ کمر سے کھول کر رکھ دیا اور نماز پڑھ کے چلے آئے جب حضور کے پاس پہنچے تو حضور نے کسی چیز کے بازار سے لانے کو فرمایا۔ حافظ صاحب نے کمر ٹٹولی تو روپیہ نہیں تھا۔ مسجد کو دوڑے لیکن نہ ملا۔ حضور نے فرمایا۔ میاں حامد علی! کیا وہ چیز لائے ہو؟ عرض کیا کہ روپیہ گم گیا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کہکر فرمایا کہ اچھا یہ چابی لو اور کچھ اور روپیہ نکال لو۔ چنانچہ حافظ صاحب نے اور روپیہ نکالا۔ اس واقعہ کے بعد گھر آنے پر حافظ صاحب نے یہ واقعہ سنایا تھا۔ (رجسٹر روایات صحابہ یازدہم صفحہ ۷۱، ۷۲)۔

[2] الحکم ۲۸ مارچ ۱۹۳۴ء صفحہ ۹۔ سیرۃ مسیح موعودؑ حصہ اوّل میں محترم عرفانی صاحب لکھتے ہیں:۔ (صفحہ ۱۴ پر)

محترم والدین

حافظ حامد علی صاحب کے والد شیخ فتح محمد صاحب اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ شیخ میراں بخش صاحب منجھلے اور شیخ چراغ علی صاحب سب سے چھوٹے بھائی تھے[1]۔ شیخ فتح محمد صاحب اور آپ کی اہلیہ محترمہ امیر بی بی صاحبہ دونوں صحابی تھے اور شیخ زین العابدین صاحب کی روایت کے مطابق اندازاً ۱۸۹۰ء میں محترم والدین احمدی تھے اور ایک دفعہ قبل دعویٰ حضرت صاحب موضع تھہ غلام نبی تشریف لے گئے تھے اور صرف مرچوں کے ساگ کے ساتھ روٹی کھائی تھی۔ اور والدہ صاحبہ کے پکائے ہوئے ساگ کی تعریف ہمیشہ کرتے تھے۔ شیخ برکت علی صاحب اپنے بیٹے کی علالت میں حضرت اقدس نے قادیان میں دو ماہ علاج کیا والدہ ہمراہ تھیں۔ اسی طرح اپنے بیٹے مہر دین صاحب کے ساتھ بھی آپ قادیان میں تھیں اور حضور نے ان کا علاج کیا تھا۔ شیخ محمد دین صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں اکثر اپنی والدہ کے ہمراہ حضرت اقدس کے ہاں آیا کرتا تھا۔ موصوفہ نے اپنے یتیم نواسے بابو عبداللہ صاحب جٹ کو اندازاً ۱۹۰۳ء میں قادیان لاکر مدرسہ تعلیم الاسلام میں داخل کرایا تھا۔ آپ بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں[2]۔ حضرت شیخ فتح محمد صاحب اندازاً

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳:- "(مہندی) آپ حافظ حامد علی صاحب مرحوم سے بھی لگوایا کرتے تھے بلکہ ابتداءً حامد علی ہی کثرت سے لگایا کرتے تھے اور کچھ ایسا بھی اتفاق ہو جاتا تھا کہ جب حافظ حامد علی صاحب نے مہندی لگائی تو کوئی نہ کوئی الہام ہوا ہے۔ حافظ حامد علی صاحب کو میں نے خود بھی مہندی لگاتے دیکھا ہے۔ ۱۹۰۵ء میں دہلی کے سفر سے جب واپس تشریف لائے تو بمقام امرتسر خان محمد شاہ مرحوم کے مکان کی بالائی منزل پر حافظ حامد علی صاحب نے مہندی لگائی۔ یہ واقعہ تو میرے دیکھنے کا ہے مگر اکثر حافظ صاحب سے لگوا لیتے تھے اور اس کو بعض اوقات فرمایا بھی کہ جب تو مہندی لگاتا ہے تو الہام بھی ہوتا ہے۔ اس سے یہ مطلب نہیں کہ الہام اسکے مہندی لگانے سے ہوتا تھا بلکہ بعض اوقات ایسا اتفاق ہوا کہ اس نے جس دن مہندی لگائی تو کوئی نہ کوئی الہام بھی ہوا۔" (حاشیہ صفحہ ۹) حضرت میاں عبداللہ صاحب سنوریؓ بھی بیان کرتے ہیں کہ شروع شروع میں حافظ صاحب حضرت صاحب کو مہندی لگایا کرتے تھے۔ بعض اوقات میں بھی حاضر ہوتا تھا تو حضرت صاحب کمال سادگی کے ساتھ میرے ساتھ گفتگو فرمانے لگ جاتے تھے جس سے چہرہ میں کچھ حرکت پیدا ہو کر مہندی گرنے لگ جاتی تھی اس پر بعض وقت حافظ صاحب عرض کرتے کہ حضور ذرا زیادہ دیر بات چیت نہ کریں۔ مہندی ٹھہرتی نہیں ہے۔ میں لگا کر باندھ لوں تو پھر گفتگو فرمائیں۔ حضرت صاحب تھوڑی دیر خاموش رہ کر پھر کسی خیال کے آنے پر گفتگو فرمانے لگ جاتے تھے۔
(سیرت المہدی حصہ دوم روایت ۳۴۹)

[1] میاں شیخ عبدالعزیز صاحب پسر شیخ چراغ علی صاحب

[2] روایات نمبر ۱ تا ۵۔ چاروں شیخ صاحبان کے حالات بھی اس کتاب میں درج ہیں۔ نمبر ۶ بابو عبداللہ صاحب جٹ کی روایت)۔

ریکارڈ بہشتی مقبرہ:- محترمہ امیر بی بی صاحبہ بیوہ شیخ فتح محمد صاحب
والدہ حافظ حامد علی صاحب سکنہ تھہ غلام نبی بعمر ۹۰ سال
۷ مئی ۱۹۲۱ء کو فوت ہو کر دوسرے روز دفن ہوئیں۔ (وصیت نمبر ۱۳۹۱ قطعہ نمبر ۵ حصہ نمبر ۱۶ قبر نمبر ۷
نقل کتبہ جو مٹ گیا ہے (اگلے صفحہ ۱۵ پر)

سنہ ۱۸۹۳ء تک زندہ رہے ہوں گے۔[1]

حافظ صاحب کی ازدواجی زندگی

حافظ صاحب کے اہل بیت محترمہ رسول بی بی صاحبہ دختر خیرالدین صاحب قوم ککّے زئی ساکن موضع کرالیاں ضلع امرتسر کی باشندہ تھیں۔ اس خاندان میں سے صرف محترمہ رسول بی بی صاحبہ اور ان کی چھوٹی ہمشیرہ محترمہ اللہ رکھی صاحبہ جو حافظ صاحب کی بھاوج تھیں احمدی ہوئیں۔[2]

محترمہ رسول بی بی صاحبہؓ کو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی رضاعی والدہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔[3] مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ (امیر مقامی قادیان) بتلاتے ہیں کہ ممانی رسول بی بی صاحبہ کا مستقل قیام قادیان میں نہیں تھا البتہ آپ قادیان آکر کئی کئی ماہ دارالمسیح میں قیام رکھتی تھیں اور پھر اپنے سسرال موضع تھہ غلام نبی چلی جاتی تھیں۔[4] آپ کی اولاد چار بیٹیاں ہیں جن کے حالات آخر پر الگ شامل کئے گئے ہیں۔

روایات اہلیہ محترمہ حافظ صاحب

محترمہ رسول بی بی صاحبہ نے محترمہ مراد خاتون صاحبہ اہلیہ دوم حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشیدالدین صاحبؓ کو ذیل کی پہلی دس روایات لکھوائی تھیں:۔

اور رسول بی بی اہلیہ خورد بابو شاہ دینؓ ہم دونوں رات کو پہرہ دیتی تھیں۔ ایک دن حضور نے فرمایا کہ جب مجھے الہام ہونے لگے تو مجھے جگا دیا کرو۔ (ایک دفعہ) حضور کو الہام شروع ہوا۔ تو وہ کہتی تھیں کہ تو جگا اور میں کہتی تھی کہ تم جگاؤ۔ آخر میں نے کہا کہ حضور کا حکم ہے اگر نہ جگایا تو گناہ ہوگا۔ (اس وقت رات کے بارہ بجے تھے) حضور نے دریافت کیا کہ تم نے کچھ سنا ہے یا تم کو کچھ معلوم ہوا ہے۔ میں نے کہا۔ نہیں۔ قلم دوات حضور کے سرہانے تھی۔ حضور نے لکھ لیا۔ فرمایا۔ آپ میں پہلے وقت تم کو ہی پہرہ پر رکھا کرونگا۔ بارہ ایک بجے الہام ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ ہمیں معلوم تھا کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴:۔ نقل کتبہ جو درج کیا ہے:۔ ←

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم
(۲۲۰۱)
سماۃ امیر بی بی بیوہ شیخ شیخ محمد صاحب
والدہ شیخ حافظ حامد علی صاحب
تھہ غلام نبی عمر سال
(تاریخ وفات).... ۱۹۲۱ء

نمبر ۲۲۶ کتبہ کا نمبر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء میں کتبہ جات پر نمبر لگائے جاتے تھے

[1] آپ کے نواسے مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ (ولادت اندازاً سنہ ۱۸۹۳ء) بتاتے ہیں کہ یقینی علم نہیں لیکن غالباً میری ولادت سے قبل وفات پا گئے تھے۔

[2] بیان مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ و ملک محمد شریف صاحب برادرزادہ حافظ صاحب

[3] بیان حضرت صاحبزادہ صاحب (سیرۃ المہدی حصّہ سوم روایت ۷۸۶)

[4] مولوی صاحب کی طرف سے موصوفہ کے دارالمسیح میں قیام کا ذکر الحکم ۲۸/۲/۳۸ صفحہ ۵ کالم ۲ میں ہے۔ مزید آپ نے بتایا کہ مسجد مبارک سے دارالمسیح میں داخل ہوتے ہی جو دائیں طرف کمرہ ہے۔ اس کمرہ سے ملحقہ جانب شرق کمرہ میں حافظ صاحب کو مع اہل بیت قیام کئے ہوئے میں نے دیکھا ہے۔ اور میں اُن سے ملاقات کرنے وہاں جاتا تھا۔

جب حضور کو الہام ہونے لگتا تھا۔ تو حضور کو عموماً سردی لگتی تھی جس سے کچھ کپکپی سی ہو جاتی تھی۔ اور حضور کچھ گنگنایا بھی کرتے تھے۔ ان ایام میں عام طور پر پہرہ پر مائی فجو منشیانی اہلیہ منشی محمد دین گوجرانوالہ اور اہلیہ بابو شاہ دین ہوتی تھیں[1]

۲۔ حضور جب کھانا کھانے لگتے تو رحمتے مغلانی کو کچھ کھانا دلوا کر فرمایا کرتے کہ اس کو باہر بھیج دو۔ حامد علی کی لڑکیاں بیٹھی رہیں۔ یہ ہمیں پانی پلا دیں گی[2]

---

[1] سیرۃ المہدی حصہ سوم روایت ۷۸۶۔ مرقومہ بواسطہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ سے یہاں خطوط وحدانی میں اضافہ کیا گیا ہے۔

[2] رحمتے موصوفہ اور حافظ صاحب کی بچیاں سب ہی بالکل کم عمر تھیں۔ رحمتے صاحبہ اور حافظ صاحب کی دوسری دختر آمنہ بیگم صاحبہ دونوں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب (ولادت ۲۰ اپریل ۱۸۹۳ء) کی رضاعی بہنیں تھیں۔ حافظ صاحب کی بڑی بیٹی ایک دو سال بڑی ہو نگی۔ رحمتے صاحبہ کے بھجوانے کے متعلق اس وقت کوئی معقول بات ہو گی قیاس کرنا مناسب نہیں۔ رحمتے صاحبہ تقسیم ملک تک حضرت صاحبزادہ صاحب کے گھر میں خدمت کرتی رہی ہیں۔ فجزاہا اللہ تعالیٰ۔

مرزا نذیر علی صاحب نے (ولد مرزا محمد علی صاحب) جو قادیان کے قدیمی باشندہ ہیں اور ربوہ میں مہاجر ہیں دریافت کرنے پر حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب کے جنازہ کے موقعہ پر ربوہ میں مئی ۱۹۶۷ء میں بتلایا کہ رحمتے مغلانی صاحبہ موضع صریح چک ڈاکخانہ خاص براستہ جڑانوالہ تحصیل جڑانوالہ میں اپنے وطن موضع کڑی افغاناں ضلع گورداسپور کے مہاجر اقارب کے پاس مقیم ہیں۔ اب ان کے ہوش و حواس قائم نہیں۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی رضاعی بہن ہیں۔ تقسیم ملک تک دن کے وقت اکثر ممدوح ہی کے پاس ہوتی تھیں۔ اور رات کو اپنے گھر چلی جاتی تھیں۔ ان کے خاوند امام الدین عرف غلام محمد تھے جو صحابی نہیں تھے۔ بعد میں احمدی ہوئے۔ اور خلافت ثانیہ میں فوت ہوئے۔ اولاد ایک لڑکا اور ایک لڑکی تھے جو فوت ہو گئے آگے اولاد نہیں چلی۔ اصل نام غلام محمد تھا امام الدین ولد رحمت اللہ بیگ تھا۔ چونکہ وہ ابتداء میں حضرت اقدس علیہ السلام کے عمزاد مرزا امام الدین صاحب کے کیدبان تھے وہ نہیں چاہتے تھے کہ اُن کے بھائی مرزا امام الدین کے نام پر ایک غریب شخص کا نام ہو۔ اس امر کو اپنی عزت کے خلاف سمجھتے تھے۔ غلام محمد موصوف کے دادا مرزا اسلام اللہ بیگ صاحب کے دادا میرے دادا نیز مرزا میراں بخش صاحب چار بھائی تھے۔ رحمتے مغلانی صاحبہ محترمہ سلطانہ صاحبہ خادمہ حضرت ام المومنین کے بطن سے پہلے خاوند سے تھیں۔ خاوند کی وفات پر انہوں نے مکرم کرم داد صاحب سے شادی کر لی تھی جن سے محترمہ عائشہ بیگم صاحبہ اہلیہ حضرت منشی عبدالرحیم صاحب شرما پیدا ہوئیں۔

مرزا عبدالحمید صاحب پنشنر صدر انجمن احمدیہ مقیم ربوہ نے جو امام الدین صاحب عرف غلام محمد کے عمزادہ برادر ہیں۔ تفصیل بالا کی تصدیق کی اور مزید بتایا کہ میرے والد غلام محمد صاحب صحابی تھے خلافت اولیٰ میں فوت ہوئے اور روڑی قبرستان قادیان میں دفن ہوئے اور چھوٹے بھائی امام الدین مذکور کے والد تھے اور کوئی بہن نہ تھی۔ امام الدین مذکور بعض دفعہ سیر کیلئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو تانگہ

(باقی)

۳ - ایک دن میری ایک لڑکی کو حضور نے پائے کی یخنی دی - اُس نے مجھ سے پوچھا کہ تھوڑی سی ابّا کو دے آؤں - حضور نے فرمایا - یہ تم سب کو ہی کہاں (پوری) آئے گی ؟

۴ - حضور کو گُڑ کے میٹھے چاول بہت پسند تھے - حضور مسجد میں کھانا کھا رہے تھے مَیں نے میٹھے چاول بھیج دیئے - حضور نے حضرت مولوی نورالدین صاحب کو پوچھا کہ یہ چاول کس نے پکائے ہیں - انہوں نے عرض کیا کہ حضور مجھے معلوم نہیں - حضور نے فرمایا کہ حامد علی کی بیوی نے پکا کر بھیجے ہیں - بہت اچھے پکائے ہیں ان کے واسطے دُعا کریں -

۵ - مَیں حضور کے واسطے مُرغ کی یخنی پکایا کرتی تھی - مَیں یخنی لے کر بیٹھی تھی کہ (شیخ) محمد نصیب صاحب کی بیوی کھانا کھا کر غرارہ کرنے لگی - مَیں نے کہا کہ اس طرف پانی نہ پھینکنا - اس نے کچھ پروا نہ کی غرارہ کر دیا - یخنی پر چھینٹیں پڑ گئیں تو مَیں رونے لگ گئی - اتنے میں حضور تشریف لے آئے - حضور نے دریافت فرمایا کہ تو کیوں روتی ہے - اصغری کی اماں نے (گویا اشارہ کر کے) کہا کہ حضور اس نے کُرلی کر دی ہے یخنی پر چھینٹیں پڑ گئی ہیں - اس لئے روتی ہے - حضور نے فرمایا کہ مَیں پی لونگا تم رو ؤ نہیں - یہ بچّہ کی خاطر ہے یہ بچّے کو دودھ پلاتی ہے [1]

۶ - ہمارا تمام خرچ روٹی کپڑے کا حضور ہی دیا کرتے تھے - ایک مرتبہ حضور نے ایک کپڑے کی واسکٹ اپنے لئے اور ایک حافظ حامد علی صاحب کے واسطے بنائی تھی - سردی کا موسم تھا - مَیں نے حافظ صاحب کو کہا کہ مَیں صبح جب نماز تہجد کے لئے اٹھتی ہوں اور سحری پکاتی ہوں تو مجھے سردی لگتی ہے - حافظ صاحب نے وہ گرم صدری جو حضور نے اُن کو بنا دی تھی مجھے دیدی - اور جب مَیں اس کو پہن کر گئی اور انگیٹھی میں آگ جلا رہی تھی تو حضور نے (ایک ہی کپڑے کی اپنی صدری جیسی اس صدری ہونے کی وجہ سے مزاحاً) پوچھا کہ رسول بی بی ! کیا میری واسکٹ چُرائی ہے ؟ مَیں نے عرض کیا کہ حضور سب کچھ آپ کا ہی ہے - آپ کا ہی کھاتے ہیں آپ کا ہی پہنتے ہیں - حضور اس پر خوب ہنسے اور فرمایا کہ خوب کھاؤ پیو -

---

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶ :- میں لے جاتے تھے - محترم شمرا صاحب مرحوم نے بیان کیا کہ میری بیوی عائشہ بیگم صاحبہ کی والدہ سلطان بی بی صاحبہ قوم مُغل ساکن کڑی نے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کو دودھ پلایا تھا - ان کے خاوند کرم داد خان صاحب وطن ڈھینگ ضلع گجرات حضرت اقدس کے پاس خادمانہ حیثیت میں رہتے تھے - ۱۹۰۴ء میں فوت ہوئے - حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف نے فرمایا کہ میری رضاعی ماؤں کی تعداد سات ہے ، سلطان بی بی صاحبہ میری رضاعی والدہ نے خاوند کے فوت ہونے پر کرم داد صاحب سے شادی کر لی تھی - میری رضاعی بہن رحمت بی بی کرم داد صاحب کی ربیبہ ہیں (اصحاب احمد جلد دہم صفحہ ۶۵ حاشیہ)

[1] ان تمام روایات میں خطوط وحدانی کے الفاظ خاکسار کی طرف سے وضاحت کی خاطر ہیں - حضور کی دلداری کی یہ عجیب مثال ہے حضور نے شیخ صاحب کی اہلیہ صاحبہ کو کچھ نہیں کہا - انکی بھی دلداری ہوئی - نیز مراد یہ ہے کہ غم کا اثر دودھ پینے والے بچہ پر پڑتا ہے - مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ بیان کرتے ہیں کہ محترمہ والدہ اصغری صاحبہ حضرت میاں قدرت اللہ صاحب سنوری کی اہلیہ تھیں -

۷ - ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک عورت سونے کا زیور پہن کر آئی تو جس پلنگ پر حضرت ام المومنین اور حضور بیٹھے تھے آکر بیٹھ گئی - ہم لڑکیاں دیکھ کر ہنسنے لگیں - ہم نے کہا اگر ہمیں بھی سونے کی بالیاں اور کپڑے وغیرہ میسّر آتے تو ہم بھی حضور کے پلنگ پر بیٹھتیں - حضرت ام المومنین رض نے حضور کو بتا دیا کہ یہ لڑکیاں ایسا کہہ رہی ہیں - حضور ہنس پڑے اور فرمایا کہ آجاؤ لڑکیو! تم بھی میرے پاس بیٹھ جاؤ -

۸ - ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مرزا ارشد بیگ صاحب کی والدہ اُلفت بیگم کے متعلق الہام ہوا کہ وہ فوت ہو جائیگی جو وقت اس کے فوت ہونے کا بتایا تھا اُس دن کا کچھ حصہ ابھی باقی تھا کہ لوگوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ پیشگوئی جھوٹی نکلی - ڈھول بجا کر بھی شور مچایا - مگر جب اذان (مغرب) شروع ہوئی تو ساتھ ہی گھر میں سے چیخوں کی آواز آنے لگ گئی - دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ الفت بیگم ہی فوت ہوئی ہیں - اس پر مخالفین بہت نادم ہوئے ہیں[۸]

---

[۸] مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ روایت حافظ حامد علی صاحب سے سُنی تھی اب پوری تفصیل یاد نہیں -

قادیان کے دس ہندوؤں نے حضور کی خدمت میں درخواست کی کہ ہم لنڈن اور امریکہ کے لوگوں سے نشانات دیکھنے کے زیادہ مستحق ہیں - ہم حلفاً کہتے ہیں کہ ہم طالبِ صادق ہیں اور چاہتے ہیں کہ ایسے نشانات دیکھیں جس سے ثابت ہو کہ آپ مُستجاب الدعوات ہیں اور خاصانِ الٰہی کی طرح اللہ تعالیٰ آپ کو اسرارِ خاصہ پر مطلع کرتا ہے جن نشانات کو ہم دیکھیں گے ہم اخبارات کے ذریعہ اس بارہ میں شہادت شائع کرا دیں گے اور ایک سال تک عندالضرورت آپ کے پاس حاضر ہو کر ہر ایک قسم کی پیشگوئی وغیرہ پر دستخط بقیدِ تاریخ کر دیا کریں گے - میعاد ابتدا ستمبر ۱۸۸۵ء تا آخر ستمبر ۱۸۸۶ء ہوگی - حضور نے ان کے مطالبہ کو قبول فرمایا - اور اس معاہدہ کو لالہ شرمپت رائے آریہ سماجی قادیان نے شائع کر دیا (تبلیغ رسالت جلد اوّل صفحہ ۴۹ تا ۵۴)

اپنے عمزاد مرزا امام الدین و مرزا نظام الدین کے متعلق آپ نے ۵ راگست ۱۸۸۵ء کو یہ پیشگوئی فرمائی کہ اکیس[۲۱] ماہ تک اُن پر ایک سخت مصیبت پڑے گی - یعنی ان کے اہل و عیال و اولاد میں سے کسی مرد یا کسی عورت کا انتقال ہو جائیگا - جس سے ان کو سخت تکلیف اور تفرقہ پہنچیگا - اور حضور نے اُن میں سے چار ہندوؤں کے دستخط کرا لئے - چنانچہ عین اکتیسویں مہینے کے درمیان مرزا نظام الدین کی دختر یعنی مرزا امام الدین کی بھتیجی بعمر پچیس[۲۵] سال ایک بہت چھوٹا بچہ چھوڑ کر فوت ہو گئی -

(تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۱۰۲) حضور یہاں رقم فرماتے ہیں کہ :-

" اب جو فروری ۱۸۸۸ء کا مہینہ آیا جو حساب کی رُو سے اکتیسواں مہینہ تھا تو ان بھلے مانسوں کے زہرناک تعصب نے انہیں استقدر صبر کرنے نہ دیا کہ مہینہ کے آخر تک انتظار کرتے - (باقی)

٩ ۔ روایت بابت شیخ چراغ علی صاحب شیخ صاحب کے حالات میں آگے درج ہے ۔

١٠ ۔ میرا خاوند میرے ساتھ سختی سے پیش آتا اور خرچ دینے میں تنگی کرتا ۔ اس پر مَیں نے حضور کی خدمت میں ان کی شکایت کی تو حضور نے فرمایا کہ جو عورت اپنی زبان اور عصمت کی حفاظت کرتی ہے وہ سیدھی جنّت میں جائے گی ۔ اور جو خاوند کی سختیوں کو صبر سے برداشت کرتی ہے وہ ایک ہزار سال پہلے جنت میں جائیگی ۔ ؎

١١ ۔ خاکسار مؤلف "اصحاب احمد" سے مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ نے بیان کیا کہ میری ممانی صاحبہ موصوفہ سُناتی تھیں کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی معیّت میں حضرت ام المومنین رضؓ اور ہم بڑے باغ میں گئیں ۔ اس وقت حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب چار پانچ سال کے ہونگے ۔ جب ہم واپس آنے لگے اور کچھ فاصلہ طے کر چکے تو صاحبزادہ صاحب کے رونے کی آواز آئی ۔ چونکہ وہ چاہتے تھے کہ انہیں کوئی اٹھائے اور کسی نے اٹھایا نہ تھا ۔ اس لئے وہ وہیں ٹھہر گئے تھے ۔ آواز سُنکر حضور چونکے اور انہیں بُلایا ۔ اور جب نہ آئے تو فرمایا ۔ آؤ ۔ کچھ دیں ۔ صاحبزادہ صاحب آ گئے تو سنگترے کے ایک درخت پر ہاتھ مار کر حضور نے ایک تازہ سنگترہ دیا ۔ حالانکہ وہ موسم سنگترہ کا نہ تھا ۔ یہ سنگترے کے درخت بہشتی مقبرہ کے اس قطعہ کے شمال کی طرف تھے جس

بقیہ حاشیہ صفحہ ١٨ : ۔ بلکہ ابھی وہ آخری مہینہ چڑھا ہی تھا کہ انہوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ پیشگوئی غلط نکلی ۔ یعنی اب کیا ہے صرف چند روز باقی ہیں ۔ لیکن اس قادر کی قدرت دیکھیئے کہ کیسے اخیر پر اس نے ان کو اُلٹا مارا اور کیسے ذلیل اور رسوا کیا کہ ابھی پندرہ دن انتیسویں مہینے کے پورا ہونے میں باقی تھے کہ پیشگوئی پوری ہو گئی ۔"

گویا "نزول المسیح" میں جو مرقوم ہے کہ یہ پیشگوئی ١٨٩٠ء میں پوری ہوئی ۔ (ص ٢١١) اس میں سہو ہے ۔ خاکسار مؤلف "اصحاب احمد" عرض کرتا ہے کہ مرزا ارشد بیگ صاحب تقسیم ملک سے چند سال قبل فوت ہو کر عام قبرستان متصل محلہ ناصر آباد میں دفن ہوئے اس وقت ان کا کتبہ محفوظ نہیں ۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ (امیر مقامی قادیان) بتلاتے ہیں کہ وہ خلافت ثانیہ میں احمدی ہوئے تھے ۔ اور شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر (سابق نائب اڈیٹر الفضل) بیان کرتے ہیں کہ میری قادیان میں ١٩٢٧ء میں مستقل آمد کے بعد وہ احمدی ہوئے تھے ۔ ان کے لڑکے مرزا اجمل بیگ صاحب فوت ہو چکے ہیں اور مرزا امجد بیگ صاحب زندہ ہیں ۔

؎ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حافظ حامد علی صاحب کی تنخواہ ابتداء میں ایک روپیہ تھی جو آہستہ آہستہ بڑھی ۔ زمیندارہ بھی بڑا نہ تھا اس لئے انکو اہلیہ کے مطالبات پورا کرنیکی مقدرت نہ تھی ۔ بعض دفعہ خواتین اس بات کا خیال نہیں رکھتیں ۔ حضور نے ایک بہترین رنگ میں موصوفہ کو صبر کرنے کی تلقین فرمائی ۔ اگر حضور کے نزدیک حافظ صاحب مالی وسعت والے ہوتے تو حضور فرماتے کہ مَیں اس بارہ میں حافظ صاحب کو بھی سمجھاؤنگا لیکن حضور کا ایسا فرمانا مذکور نہیں ۔ گویا انکی اہلیہ صاحبہ کو ہی سمجھا دیا تاکہ آئندہ ان کی طبیعت میں مطالبات نہ پورا ...

قطعہ میں اب بوقت تحریر روایت حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب رضؓ کی قبر ہے۔[۵]

سیرت و وفات اہلیہ محترمہ حافظ صاحب

مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ اپنی رضاعی والدہ صاحبہ کا بہت خیال رکھتے تھے اور پھل وغیرہ کے تحائف بھجواتے رہتے تھے۔ اور سابق خدمت گذاری اور رفاقت کی وجہ سے حضرت ام المومنینؓ بھی بے حد خیال رکھتی تھیں۔ تقسیم ملک سے قریباً بائیس تیئیس سال قبل میں نے روڑی قبرستان کے متصل جانب جنوب ڈھاب کے کنارے باب الانوار میں اپنا مکان تعمیر کرالیا تھا جس میں ہماری رہائش تھی۔ بعد میں محلہ دارالانوار آباد ہوا۔ حضرت ام المومنینؓ نے دارالانوار جانا ہوتا تو میرے مکان پر قدم رنجہ فرماتیں تا ممانی صاحبہ کو مل لیں۔ وہ صحن میں ایک ٹوٹی سی چارپائی پر بیٹھی ہوتیں آپکی تشریف آوری پر میری اہلیہ یا میں دوڑ کر کرسی لاتے۔ لیکن آپ اسی چارپائی پر ان کے پاس بیٹھ جاتیں۔ اور کرسی اسی طرح پڑی رہتی اور آپ نہایت بے تکلفی سے دیر دیر تک ان سے محوِ گفتگو رہتیں۔ اور بعض دفعہ تو وہیں شام ہو جاتی۔ اور دارالانوار میں جہاں جانے کا پہلے ارادہ ہوتا تھا وہاں گئیے بغیر آپ دارالمسیح چلی آتیں۔

۸۔ حضرت ام المومنینؓ کی روایت ہے :۔ "ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے باغ میں پھر رہے تھے جب آپ سنگترہ کے ایک درخت کے پاس سے گذرے تو میں نے یا کسی اور نے کہا کہ اس وقت تو سنگترہ کو دل چاہتا ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ کیا تم نے سنگترہ لینا ہے ؟ والدہ صاحبہ یا ... اس شخص نے کہا کہ ہاں لینا ہے۔ اس پر حضرت صاحب نے اس درخت کی شاخوں پر ہاتھ مارا اور جب آپ کا ہاتھ شاخوں سے الگ ہوا تو آپ کے ہاتھ میں سنگترہ تھا اور آپ نے فرمایا یہ لو .... زرد رنگ کا پکا ہوا سنگترہ تھا .... مجھے یاد نہیں کہ دلیں نے اسے کھایا۔ مؤلف) .... جس طرح پھل توڑنے والے کا ہاتھ درخت پر ٹھہرتا ہے اس طرح آپ کا ہاتھ شاخوں پر نہیں ٹھہرا بلکہ آپ نے ہاتھ مارا اور فوراً لوٹا لیا .... اس وقت سنگترہ کا موسم ..... نہیں (تھا) اور نہ درخت بالکل پھل سے خالی تھا"۔

حضرت مؤلف "سیرۃ المہدی" تحریر کرتے ہیں :۔ "خاکسار نے یہ روایت مولوی شیر علی صاحبؓ کے پاس بیان کی تو انہوں نے کہا کہ میں نے یہ روایت حضرت خلیفہ ثانی سے بھی سنی ہے آپ بیان کرتے تھے کہ حضرت صاحب نے میرے کہنے پر ہاتھ مارا اور سنگترہ دیا تھا۔" (سیرۃ المہدی حصہ اول روایت ٦)

مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ بیان کرتے ہیں کہ جب حضور سیر کو باغ میں جاتے تھے تو کئی دفعہ میں بھی اپنی ممانی صاحبہ موصوفہ کے ساتھ چلا جاتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت صاحب اس راستہ پر جو پختہ شاہ نشین کے جنوب کی طرف ہے اکثر ٹہلتے رہتے تھے اور پھر کچھ وقت کے لئے اس شہ نشین پر بیٹھ جاتے تھے۔" (الحکم $\frac{2}{381}$ ۲۸ حصہ ۵ کالم ۲)

گویا ممانی صاحبہ حضرت ام المومنین کے سیر کے لئے جانے پر ساتھ جاتی ہونگی۔

حافظ صاحب کی وفات کے بعد صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے آپ کی بیوہ کو آٹھ روپے ماہوار وظیفہ جاری ہوا تھا۔[۵۱] مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ بتاتے ہیں کہ موصوفہ کی طبیعت میں قناعت تھی۔ مہمان خانہ والے مکان کی قیمت کا بیشتر حصہ آپ کی بچیوں میں آپ نے تقسیم کر دیا تھا۔ بالکل ان پڑھ تھیں۔ دارالضعفاء محلہ کا تلفظ ہمیشہ دُور دفا کہتی تھیں۔ لیکن آپ کو کشف والہام کی نعمت حاصل تھی اور آپ کو فارسی، عربی اور انگریزی میں جو الہامات ہوتے تھے صرف ونحو اور گریمر کے لحاظ سے بالکل صحیح ہوتے تھے۔ جب الہام ہوتا تو مجھے ساتھ کے کمرے سے بُلا کر کہتیں کہ میری زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے ہیں ان کا کیا مطلب ہے۔ تو میں معنے بتاتا۔ میرے مرحوم بیٹے ملک بشارت احمد کا رشتہ عزیزی کی خالہ زاد سے ہونے لگا تو کسی نے کہہ دیا کہ لڑکی عمر میں لڑکے سے بڑی ہے۔ تو ممانی صاحبہ نے یہ کہہ کر اعتراض رفع کر دیا کہ حضرت خدیجہؓ کی عمر بھی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑی تھی۔ اس میں کیا ہرج ہے؟ چنانچہ آپ کے نواسے اور نواسی کا رشتہ طے ہو گیا۔ بوقت تقسیم ملک (۱۹۴۷ء میں) ممانی صاحبہ کو مجبوراً ہجرت کرنا پڑی۔ آپ اس وقت بہت ضعیف ہو چکی تھیں۔ لاہور پہنچکر دو ایک روز بعد آپ اس دارِ فانی سے عالم جاودانی کو سدھار گئیں۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے قبرستان میانی صاحب میں اپنی اس رضاعی والدہ کو امانتاً دفن کیا اور وہ ابھی تک وہیں مدفون ہیں[۵۲]

آپ کی دختر محترمہ سعیدہ بیگم صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ والدہ صاحبہ کو حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب کی آمین کی تقریب (جون ۱۸۹۷ء) میں شرکت کا موقعہ ملا تھا۔ اور والدہ صاحبہ والد ماجد کی زندگی میں بہت ملنسار اور مہمان نواز تھیں۔ اگر گھر میں کوئی مہمان نہ ہوتا تو اس وجہ کا ذکر کر کے کہتیں کہ میرا کھانا پکانے کو دل نہیں کرتا۔ ایسی صورت میں کہیں مہمان آ جاتے تو والد صاحب کہتے کہ لو مہمان آ گئے ہیں کھانا تیار کریں تو بہت خوش ہوتیں۔ تہجد گذار تھیں اور آخری عمر میں دن میں بار بار نوافل پڑھتیں اور ذکرِ الٰہی میں رطب اللسان رہتیں۔ حضرت ام المومنینؓ

---

۵۱ رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ ۱۹-۱۹۱۸ء صفحہ ۲۲۔

۵۲ مولوی صاحب یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ غالباً ماہ ستمبر میں وہ فوت ہوئی تھیں۔ مرحومہ کے نواسے حاجی حمید اللہ صاحب جو اپریل ۱۹۶۷ء میں پاسپورٹ پر ساہیوال شہر (سابق منٹگمری) سے آئے ہیں ذکر کرتے ہیں کہ نانی جان ہجرت کر کے اپنی مہاجر بیٹیوں کے ساتھ لاہور چھاؤنی میں مقیم ہوئی تھیں۔ اور وہیں فوت ہوئیں۔ میں ابھی قادیان میں تھا۔ بعد ہجرت معلوم ہوا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب ممدوح نے کفن دفن کا سارا خرچ خود برداشت کیا تھا اور کسی کی شراکت پسند نہ کی تھی

جیسا کہ حافظ صاحب کے انتقال میں آگے ذکر ہوا ہے میاں بیوی نے مشترکہ چھ صد روپیہ کی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے دسویں حصہ کی وصیت (نمبر ۵۸۹) ۸ رجولائی ۱۹۱۲ء کو کی تھی۔ بعد میں موصوفہ نے ۵ راکتوبر ۱۹۱۹ء کو جائیداد منقولہ وغیر منقولہ تین صد روپیہ کے دسویں حصہ کی وصیت (نمبر ۱۷۲۳) کی تھی اور جنوری ۱۹۲۷ء سے آپ نے آٹھ روپیہ ماہوار آمد کی (جو صدر انجمن سے آپ کو ملتا تھا) دسویں حصہ کی وصیت کی اطلاع آپ نے دی تھی۔ (ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ اور ان کی بیگم صاحبہ محترمہ والدہ صاحبہ کے بڑھاپے میں اُن کی ملاقات کے لئے آتے رہتے تھے اور حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف دوسرے تیسرے روز انہیں سلام کا پیغام بھجواتے تھے اور رضاعی والدہ ہونے کی وجہ سے بہت احترام کرتے تھے۔

مشرقی افریقہ کو روانگی اور خدمتِ اقدس میں واپسی

بابو محمد افضل صاحبؓ (بعدہٗ مؤسس ایڈیٹر البدر) نے مشرقی افریقہ سے اس کی پانسالہ جماعتی روئیداد میں تحریر کیا کہ ۱۸۹۶ء کے آغاز میں حضرت اقدسؑ کے دو خدام تین سال کے اقرار پر سب سے پہلے جہاز پر ہندوستان سے ممباسہ آئے۔ پھر اسی سال تھوڑے تھوڑے عرصہ کے فرق سے ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خان صاحب گڑیانوی۔ محمد بخش صاحب ساکن کڑیانوالہ۔ شیخ نور احمد صاحب ساکن جالندھر اور شیخ حامد علی صاحب آئے۔ شیخ حامد علی صاحب جمعداری کے عہدہ پر تھے۔ لیکن معاہدہ کے اختتام سے قبل ہندوستان واپس آگئے۔ غیر احمدی افراد کی دینی حالت سخت ابتر تھی اور احمدی احباب تبلیغ کرتے رہتے تھے۔[۵]

محترم عرفانی صاحب بیان کرتے ہیں کہ حافظ صاحب عیالدار تھے جو کچھ یہاں سے ملتا اسی میں گذر اوقات کرتے تھے۔ کبھی اس قسم کی خواہش نہ کی کہ بہ ہو یا وہ ہو۔ ساری عمر میں اپنے رہنے کے لئے ایک کوٹھڑی بھی بنا نہ سکے۔ خوددار اور غیور ایسے تھے کہ اپنی حالت کا اظہار کبھی کسی سے نہ کرتے تھے۔ جب حضرت اقدس کی ترقیات کا دور آیا اور سلسلہ میں دولتمند لوگ بھی آنے لگے تو وہ حافظ صاحب کو حضرت اقدس کا خادم قدیم سمجھ کر یا اس خیال سے کہ وہ تمام مہمانوں کی خدمت کیا کرتے تھے اور اُن کے آرام و آسائش کا خیال کرتے تھے کچھ دینا چاہتے تو انکار کر دیتے اور فرماتے کہ مجھے حضرت صاحب سب کچھ دیتے ہیں۔ بعض خاص دوست جنکی بابت آپ کو یقین ہوتا کہ وہ محض اخلاص اور ارادت سے ہدیہ کے طور پر کچھ پیش کرتے ہیں اسے قبول کر لیتے تھے ورنہ نہایت خودداری اور قناعت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ آخر اولاد جوان کے ہونے لگی تو آپ کو خیال آیا کہ کوئی ایسی صورت کرنی چاہیئے کہ آمدنی میں ترقی ہو جائے۔ ان ایام میں لوگ افریقہ جا رہے تھے اور ہماری جماعت کے بہت سے افراد وہاں جا چکے تھے۔ حافظ محمد اسحٰق صاحب بھیروی نے بھی آپ کو کچھ توجہ دلائی اسلئے بادلِ ناخواستہ حضرت اقدس سے اجازت چاہی۔ حضرت صاحب پسند نہ کرتے تھے کہ آپ قادیان سے باہر جائیں۔ لیکن آپ کی خواہش دیکھ کر دو سال کے لئے افریقہ جانے کی اجازت دے دی۔ مگر وہاں جانا راس نہ آیا۔ صحت بھی اچھی نہ رہی۔ اس لئے کوئی نمایاں کامیابی اور تبدیلی مالی حالت میں نہ ہوئی۔ اور آپ واپس آگئے۔ اگرچہ اب سلسلہ کے انتظامی حالات اور ضروریات میں بہت تبدیلیاں آچکی

---

[۵] الحکم ۲۴/۳/۱۹۰۱ صفحہ ۱۴ و ۱۵۔ آپ کا نام ہندوستان سے بیعت کر کے آنے والوں میں مرقوم ہے۔ (الحکم ۱۰/۴/۱۹۰۱ صفحہ ۱۴)۔

تھیں مگر حافظ صاحب حضرت اقدس کی خدمت میں اسی شان سے رہتے تھے اور حضور کو ان سے اس قدر محبت تھی کہ ہر شخص کو وہ مقام نہیں مل سکتا"۔ [1]

آپ کے بھائی شیخ زین العابدین صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں ایک جمعہ کو قادیان آیا کہ حافظ حامد علی صاحب سے کنوآں لگوانے کے لئے مطلوب ایک صد روپیہ کے بارے میں مشورہ کروں۔ حضرت صاحب گول کمرہ میں ٹہل رہے تھے۔ میں نے مصافحہ کیا اور ساتھ ہی ٹہلنے لگا۔ فرمایا۔ میاں زین العابدین! کس کام آئے ہو؟ عرض کیا۔ حضور! صرف زیارت کرنے اور جمعہ پڑھنے آیا ہوں۔ فرمایا۔ زمینداروں کو فرصت کم ہوتی ہے جب وہ آتے ہیں تو کوئی کام ان کے مدنظر ہوتے ہیں کہ جمعہ پڑھ لیں گے۔ مل لیں گے اور فلاں کام بھی کرلیں گے۔ سو آپ اپنا کام بتائیں۔ عرض کی کہ ایک کام ہے لیکن آپ کو بتانے والا نہیں۔ پھر آپ نے اصرار کیا۔ لیکن میں چھپاتا تھا کیونکہ سود پر قرض حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اور ذکر کرنے پر حضور فرمائیں گے کہ یہ گناہ ہے۔ فرمایا۔ میں تو ضرور دریافت کرونگا۔ اور کھانا کھانے سے پہلے ہی دریافت کرونگا۔ پھر کھانا کھائیں گے۔ حضور جانتے تھے کہ یہ روٹی بہت کھاتا ہے۔ اس کو بھوک لگ گئی تو یہ خود بخود بتا دے گا۔ جب میں آیا کرتا تھا تو حضور حافظ صاحب کو فرمایا کرتے تھے کہ حافظ صاحب! زمیندار آئے ہیں بہت سا روٹی اور سالن لے آنا۔ آپ نے بہت اصرار کیا تو میں نے عرض کی کہ اگر حضور نے کام کرنا ہے تو بتاتا ہوں ورنہ نہیں۔ حضور نے فرمایا کہ میں انشاء اللہ آپ کا کام ضرور کردونگا۔ تو میں نے رومال زمین پر بچھا کے عرض کیا کہ اس طرح ایک صد روپیہ درکار ہے حضور اپنے وعدہ کے مطابق قرض عنایت فرمائیں۔ آہستہ آہستہ میں واپس کردونگا۔ فرمایا۔ میں ایک ایسی تجویز بتاتا ہوں جس سے کنوآں بھی لگ جائیگا اور آپ قرض سے بھی بچ جائیں گے۔ میاں حامد علی کو میں افریقہ بھیج رہا ہوں۔ اور اس کی بابت مجھے اللہ تعالیٰ نے الہامًا بتایا ہے کہ وہ زندہ آئے گا۔ اور فائدہ حاصل کرکے آئے گا۔ تم بھی اس کے ساتھ ہی چلے جاؤ۔ حدیث میں آتا ہے کہ اگر دو بھائی اکٹھے غیر ملک کے سفر پر جائیں تو سفر بابرکت ہوتا ہے۔ وہاں سے پہلی تنخواہ کنوئیں کے لئے بھیجدیں پھر دوسری بھیجدیں کنوآں مکمل ہو جائیگا۔ قرضہ سے بچ جاویں۔ گو افریقہ کا ملک سخت ہے مگر آپ کے لئے مبارک ہے۔ آپ دونوں بھائی زندہ آئیں گے۔ اور فائدہ حاصل کرکے آئیں گے۔ میں یہ سنکر خاموش ہوگیا۔ عصر کے وقت حضور سے واپس جانے کی اجازت مانگی۔ فرمایا۔ پھر کب واپس آؤگے۔ عرض کیا کہ آپ رقعہ لاہور کے لئے لکھ دیں میں بھرتی ہونے کے لئے گاؤں سے ہی لاہور چلا جاؤں گا۔ حضور نے ایک چٹھی لاہور کے بابو تاج الدین صاحب کی طرف تحریر کردی کہ دونوں بھائیوں کو میں بھیجتا ہوں۔ آپ انہیں افریقہ بھجوا دیں۔ چنانچہ انہوں نے ہمیں بھرتی کرا دیا۔ ہم

---

[1] الحکم ۲۸ مارچ ۱۹۳۴ء صہ ۹۔ محترم حافظ نور محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ حافظ حامد علی صاحب افریقہ سے واپسی پر اپنے وطن میں رہنے لگے۔ وہاں سے حضرت اقدس نے پھر اپنے پاس بلالیا۔ (الحکم ۱۱/۴ ۱۹۱۹ صہ ۵ کالم ۲)

براستہ کراچی بمبئی پہنچے۔ جہاز پر ہم روانہ ہوئے اس میں ایک ہزار افراد سفر کر رہے تھے جو ملازمت کے لئے بھرتی ہوئے تھے۔ افریقہ پہنچنے میں ابھی چار روز باقی تھے کہ کپتان نے آدھی رات کو اعلان کر دیا کہ جہاز طوفان میں گھر گیا ہے۔ اور خراب ہو گیا ہے۔ اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں۔ لوگ دعا کریں۔

شیخ صاحب مزید بیان کرتے ہیں کہ بھائی حامد علی صاحب نے مجھے جگایا۔ میں نے دریافت کیا کہ لوگ کیوں روتے ہیں۔ حافظ صاحب نے مجھ سے وعدہ لے کر کہ میں غم نہ کروں بات بتلائی۔ اور کہا کہ دعا کرو۔ میں نے کہا کہ جہاز غرق نہیں ہو سکتا۔ اس پر مسیح کے دو حواری بیٹھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے مامور نے مجھے خوشخبری دی تھی کہ تم دونوں بھائی افریقہ جاؤ۔ وہاں سے صحیح سلامت اور فائدہ حاصل کر کے آؤ گے۔ بھائی حامد علی نے کہا کہ کیا پتہ حضور کے الفاظ تعبیر طلب ہوں۔ میں نے کہا۔ ہرگز نہیں۔ میرا ایمان اور یقین ہے کہ میں نے حضور کے مونہہ سے جو سنا ہے وہی ہو گا۔ چنانچہ اسی وقت دعا میں شامل ہو گئے۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد کپتان نے اعلان کیا کہ اب امن ہو گیا ہے۔ اور جہاز خطرہ سے باہر ہو چکا ہے۔ قریباً جو تھے روز ہم مشرقی افریقہ پہنچے اور جہاز آٹھ دن وہیں کھڑا رہا پھر وہ زنجبار کو روانہ ہوا۔ اور وہ راستہ میں ایک دن کے بعد غرق ہو گیا۔

میرے چچا شیخ شہاب الدین صاحب نے بٹالہ میں ایک اخبار میں یہ بات پڑھی۔ وہ وہاں طبیاری کا سامان لینے گئے تھے۔ انہوں نے گھر آ کر بھائی فقیر علی صاحب کو بتایا اور کہا کہ گھر میں عورتوں کو نہ بتانا لیکن حضرت صاحب کی خدمت میں خبر پہنچانا ضروری ہے۔ دونوں قادیان آئے اور حضرت صاحب سے مل کر رونے لگ پڑے۔ حضور نے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے یہ خبر بیان کی اور کہا کہ وہ دونوں غرق ہو گئے ہوں گے۔ فرمایا۔ ہرگز نہیں وہ زندہ ہیں جاؤ اور جا کر دیکھو تمہارے گھر میں جو ڈاک آئی ہے اس میں ضرور تمہارے بھائیوں کا خط ہو گا اور میری طرف بھی خط آ رہا ہے۔ اگر پہلے مجھے پہنچا تو میں آپ کو پہنچا دوں گا اور اگر آپ کو پہلے مل گیا تو مجھے پہنچا دینا۔ چنانچہ یہ دونوں گاؤں پہنچے تو ہمارا خط انہیں مل گیا۔ وہاں ہماری تنخواہ بڑھ گئی اور ہم نے وہاں سے روپیہ بھیجا۔ اور ہمارا کنواں لگ گیا۔[1]

شیخ زین العابدین صاحب بیان کرتے ہیں کہ افریقہ جاتے ہوئے بھائی حامد علی صاحب نے حضرت صاحب کا ایک عصا اور ایک چوغہ بطور تحفہ و تبرک ساتھ لیا تھا۔ ہم اس عصا کو ہر مشکل کے وقت ہاتھ میں رکھتے تھے اور چوغہ پہن لیتے تھے۔ افریقہ میں اس زمانہ میں آب و ہوا بہت خراب تھی اور طرح طرح کی بیماریاں تھیں۔ ہمیں وہاں رہتے ابھی چھ ماہ کا عرصہ ہوا تھا کہ ایک جگہ ہم کام کرنے گئے۔ تو وہاں مزدوروں میں مرد ڈر کی مرض پھوٹ پڑی جو اس قدر خطرناک تھی کہ جسے لگتی اسے قبر میں پہنچا دیتی۔ اور ایک بھی مثال کسی ایسے مریض کی صحت یابی کی نہیں مل سکتی تھی جس شخص کو پہلا دست آتا تھا وہ کام چھوڑ دیتا تھا اور اُسے یقین ہو جاتا تھا کہ اب اسکی وفات کا وقت

[1] رجسٹر روایات صحابہ نمبر اوّل صفحہ ۸۷ تا ۸۹ و رجسٹر نمبر ۱۱ صفحہ ۵۰ تا ۵۴۔

بالکل قریب ہے۔ مزدور قبر کھودنے چلے جاتے۔ جب واپس آتے تو لاش تیار ہوتی تھی۔ ہم ایک ہزار افراد تھے۔ تین دن بھی پریشانی رہی۔ تھوڑی دیر کے بعد کوئی نہ کوئی فوت ہو جاتا۔ اور قبر کھودنی پڑتی۔

اسی اثناء میں بھائی حامد علی صاحب کو بھی مروڑ لگ گئے۔ وہ بہت گھبرائے اور کام چھوڑ کر ڈیرہ پر آ گئے اور مجھے کہا کہ اب میں چند گھنٹے کا مہمان ہوں۔ اگر کوئی چارہ چل سکتا ہے تو چلا لو۔ میں نے کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ آپ ہرگز نہیں مر سکتے۔ حضرت صاحب نے مجھے خود فرمایا ہے کہ تم زندہ اور فائدہ حاصل کر کے آؤ گے۔ حافظ صاحب نے کہا۔ کہ شائد ان الفاظ کا کچھ اور مطلب ہو۔ میں نے کہا کہ آپ کے متعلق تو حضرت صاحب کا الہام بھی ہے اور ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ افریقہ میں آپ فوت ہو جائیں۔ کیا آپ میری دو چار گھنٹے کی جدائی برداشت کریں گے؟ انہوں نے کہا جیسے آپ کی مرضی مگر مجھے پانی دینے کا انتظام کر جاؤ۔ میں نے ایک مزدور کو کہا کہ میرے بھائی کو پانی دینا۔ مزدوروں نے پوچھا۔ آیا ان کی قبر کھودی جائے۔ میں نے کہا۔ ہرگز نہیں۔ حضرت مرزا صاحب کا الہام ہے کہ یہ زندہ واپس ہندوستان جائے گا۔ اس کی قبر افریقہ میں ہرگز نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے کہا۔ تم مرزائی لوگ یونہی مرزا صاحب کی کرامات بیان کرتے رہتے ہو۔ اگر یہ شخص بچ گیا تو ہم یقین کریں گے کہ تمہارا مرزا سچا ہے۔ میں نے کہا۔ میرا بھائی ہرگز نہیں مریگا۔ تم ہرگز قبر تیار نہ کرو۔

آپ بیان کرتے ہیں کہ میں وہاں سے چل پڑا۔ قرآن مجید میرے ہاتھ میں تھا اور میرا ارادہ صاحب سے اس دن کی چھٹی لینے کا تھا۔ اس کا ڈیرہ آٹھ میل کے فاصلہ پر تھا۔ میں سارا راستہ روتا اور قرآن شریف پڑھتا گیا۔ راستہ میں جنگلی جانور بے شمار تھے۔ مگر میں نے ادھر ادھر دیکھا ہی نہیں۔ جب صاحب کے ڈیرہ پر پہنچا تو کلرک کو جو ہندو تھا سلام کیا۔ اس نے توجہ ہی نہ کی۔ میں نے اسے دو روپے دیئے۔ اس پر وہ خاطر و مدارات سے پیش آیا۔ میں نے اسے دو روپے اور دیئے اور کہا کہ صاحب سے ملاقات کرا دو میں چھٹی لینا چاہتا ہوں اس نے کہا کہ صاحب سو رہا ہے۔ لیکن میں اسے جگانے لگوں گا وہ جاگ پڑے گا۔ اور میں کھانسونگا۔ تم اندر آ جانا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ میں اندر چلا گیا۔ سلام کیا اور رخصت کی درخواست کر دی۔ صاحب نے کہا۔ یہ پنجابی لوگ محض رنڈی بازی کے لئے شہر میں جاتے ہیں۔ ورنہ یہاں راشن سرکاری ہے۔ اور وردی بھی ملتی ہے شہر جا کر اپنا خرچ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ کلرک نے کہا کہ یہ دونوں بھائی نئے مذہب کے ہیں اور دینداری میں ان کی مثال تمام ڈویژن میں نہیں مل سکتی۔ آپ ایسے الفاظ ہرگز استعمال نہ کریں۔ صاحب نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو میں معافی چاہتا ہوں۔ مجھے کہا کہ معاف کر دو۔ میں نے عرض کیا کہ ہم غریب آدمی ہیں۔ رخصت لینے آیا ہوں۔ آپ رخصت دے دیں۔ اس نے فوراً رخصت منظور کر دی۔

میں واپس پہنچا۔ اور ضروری برتن لے کر گاڑی پر اپنے بھائی سمیت سوار ہو کر ممباسہ شہر پہنچا۔ وہاں تیس چالیس احمدی تھے۔ ہماری آمد کی اطلاع پا کر باوجود ہماری غربت کے اور اپنی امارت کے وہ تمام نصف نصف ہزار روپیہ کے قریب تنخواہ پانے والے تھے وہ سارے ہمارے استقبال کے لئے آئے اور سگے بھائیوں سے

بڑھ کر محبت سے پیش آئے۔ اس زمانہ میں احمدی ایک دوسرے پر جان فدا کرتے تھے اور غیر از جماعت لوگ امپر متعجب ہوتے تھے۔ میں نے کہا کہ حضرت صاحب نے فرمایا تھا کہ تم دونوں زندہ اور فائدہ حاصل کرکے آؤگے اس پر تمام دوست خوشی سے اچھل پڑے اور کہنے لگے کہ پھر تمہیں کوئی غم نہیں تم ضرور زندہ رہوگے۔ لیکن چونکہ دعا کرنے کا حکم ہے۔ اس لئے ہم دعا کرتے ہیں۔ تمام احمدی بھائیوں نے جمع ہو کر صبح تک ساری رات دعا کی۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بھائی صاحب تندرست ہو گئے۔

ہم نے بہت خوشی منائی اور قریباً دو صد روپیہ خرچ کرکے ساری جماعت کی دعوت کی اور ایک صد روپیہ حضرت صاحب کی خدمت میں بھی ارسال کر دیا۔ ہم ابھی ممباسہ ہی میں تھے کہ حافظ صاحب بہت گھبرائے اور کہا کہ میں تو ہرگز اس مقام پر واپس نہیں جاؤنگا۔ وہاں ایک ڈاکٹر تھا جس نے خط کے ذریعہ حضرت صاحب کی بیعت کی تھی۔ اس کا اختیار تھا کہ جس شخص کے متعلق رپورٹ کرے کہ یہ بیمار ہے اور کام کے ناقابل ہے اُسے سرکاری خرچ پر واپس ہندوستان بھیج دیا جاتا تھا۔ ہم نے مشورہ کیا کہ اُسے مل کر اپنا معاملہ پیش کرنا چاہیئے۔ ہم اس کے پاس گئے اور کہا کہ آپ ہمیں واپس ہندوستان بھیجدیں۔ آپ کے اختیار میں ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ صحیح ہے کہ مجھے یہ اختیار حاصل ہے مگر یہ امر تقویٰ کے خلاف ہے۔ اگر حضرت صاحب مجھے لکھدیں کہ ایسا کر لینا جائز ہے تو میں تم کو بھیجدونگا۔ اسپر ہم خاموش ہو گئے اور واپس کام پر چلے گئے مگر صاحب کو عرضی دے کر واپس آ گئے [۱]۔

---

[۱] رجسٹر روایات صحابہ جلد اوّل صفحہ ۸۸ و ۸۹ و جلد یازدہم صفحہ ۴۹ تا ۵۹۔ پھر کیا ہوا اور کب واپس آئے یہ روایت میں بیان ہونا رہ گیا ہے۔ میاں فضل محمد صاحب ہرسیاں والے بیان کرتے تھے:۔

"ایک دفعہ حضرت اقدس کے معجزات کا ذکر ہو رہا تھا تو حضرت حافظ (حامد علی) صاحب نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ مجھے حضرت اقدس نے ایک کام کے لئے غیر ملک میں بھیجا۔ ایک مقررہ جہاز پر روانہ ہوا۔ جب جہاز نصف سفر طے کر چکا تو سمندر میں طوفان کے آثار دکھائی دیئے۔ اور ایسا معلوم ہوا کہ جہاز غرق ہونے لگا ہے۔ لوگ چلّانے لگے اور جہاز میں شور قیامت برپا ہو گیا۔ لوگ روتے اور آہ و بکا کرتے تھے۔ میں نے بڑے زور اور دعویٰ سے کہا کہ میں پنجاب سے آیا ہوں اور میں ایسے شخص کے کام کو جا رہا ہوں جسے خدا نے اس زمانہ کا نبی بنا کر بھیجا ہے۔ اس لئے جب تک میں اس جہاز میں سوار ہوں خدا تعالیٰ اس جہاز کو غرق نہیں کریگا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے اس حالت کو بدل دیا اور جہاز طوفانی حالت سے نکل کر خیریت سے کنارے جا لگا اور میں اپنی جگہ پر اُتر گیا۔ اور جہاز آگے روانہ ہو گیا۔ مگر تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ غرق ہو گیا۔

میری تو اُدھر یہ حالت ہوئی اِدھر ہندوستان میں جب اس جہاز کے غرق ہونے کی اطلاع آئی تو میرے عزیز روتے ہوئے حضرت کے پاس گئے اور کہا کہ جس جہاز پر حامد علی سوار تھا وہ غرق ہو گیا ہے۔ (باقی)

سفروں میں رفاقت

حضرت عرفانی صاحب تحریر کرتے ہیں کہ "حضرت اقدس کا کوئی سفر ایسا نہیں ہؤا جس میں حافظ حامد علی صاحب بشرطیکہ وہ یہاں موجود ہوں ساتھ نہ ہوں۔ اور اس سفر کا سارا اہتمام اور انتظام ان کے ہی سپرد ہوتا تھا"[۵]

---

[۵] الحکم ۲۸ مارچ ۱۹۳۴ء صـ۹ کالم ۲۔

بقیہ حاشیہ صـ۲۶ :۔ حضور نے فرمایا۔ ہاں سُنا تو ہے کہ جس جہاز پر حامد علی سوار تھا وہ فلاں تاریخ کو غرق ہوگیا ہے۔ یہ کہکر حضور خاموش ہو گئے۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد فرمایا۔ مگر حامد علی اپنا کام کر رہا ہے وہ غرق نہیں ہؤا۔ بعد کے واقعات نے اس ارشاد کی تائید کی۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ حضور کو کشفی طور پر سارا واقعہ دکھایا گیا۔ (الحکم ۲۱ جنوری ۱۹۳۵ء صـ۵)

حافظ نور محمد کی طرف پہلے یہ بیان منسوب کیا گیا ہے کہ حافظ حامد علی صاحب کو حضرت اقدس نے افریقہ بھیجا یا تھا کہ وہاں جاکر آباد ہوں اور وہ دو سال تک وہاں رہے۔ (الفضل ۱۱/۱۹ ۴ صـ۵ کالم ۲) لیکن مضمون نویس نے بعد میں یہ لکھکر اس کی تردید کردی ہے کہ وہ خود افریقہ گئے تھے۔ حضرت کے حکم سے نہیں گئے تھے (الفضل ۱/۲۰ صـ۷ کالم ۱) اور یہی بات درست ہے۔ حضرت اقدس۔ حضرت منشی رستم علی صاحب کے نام ایک مکتوب میں فرماتے ہیں :۔

"حامد علی نے پختہ عزم کر لیا ہے۔ اب وہ شائد باز نہیں آئے گا جب تک اخیر نہ دیکھ لے۔
دراصل دنیا طلبی ایک بلا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں اپنے غم کو موت کے برابر دیکھ رہا ہوں۔
کاش یہ غم لوگوں کو ایمان کا ہو۔" (مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر سوم مکتوب ۲۴۶)

محترم عرفانی صاحب لکھتے ہیں :۔ "قادیان کی مہر ۳ رجولائی ۱۸۹۲ء کی ہے ...... حافظ حامد علی مرحوم نے اس وقت افریقہ جانے کا ارادہ کیا تھا۔ وہ اپنی بعض خانگی ضرورتوں اور مشکلات کی وجہ سے بہت تکلیف میں تھے۔ حضرت اقدس کا یہ منشاء نہ تھا۔ لیکن حافظ صاحب کا اصرار دیکھ کر آپ نے اجازت دے دی تھی۔ گویا بالطبع آپ کو پسند نہ تھا۔ نتیجہ یہی ہؤا کہ حافظ صاحب وہاں سے ناکام واپس آئے اور پھر کہیں جانے کا نام نہ لیا۔"

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت اقدس نے فرمایا تھا کہ وہ کامیاب آئیں گے۔ دراصل کامیابی اور ناکامی نسبتی امور ہیں۔ سو عرفانی صاحب کا یہ مطلب ہے کہ توقع سے کم فائدہ پہنچا۔ انہیں قبل از وقت واپس آنا پڑا۔ ورنہ دونوں بھائیوں نے حضور کی خدمت میں یکصد روپیہ بھیجا۔ دوصد روپے سے احباب کی ضیافت کی۔ وطن کی اراضی میں کنوآں لگایا۔ گویا حضور کی بیان کردہ کامیابی کی پیشگوئی پوری ہوئی۔

حضرت اقدس نے صرف دو سال کی اجازت مرحمت فرمائی تھی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ وہاں بمشکل (باقی)

حضرت اقدس نے حافظ صاحب کے تذکرہ میں رقم فرمایا ہے :— "وہ سفر و حضر میں ہمیشہ میرے ساتھ ہی رہتا ہے"[۱]۔ مولوی عبد الرحمن صاحب جٹ بیان کرتے ہیں کہ حافظ صاحب سُناتے تھے کہ جب حضور ریلوے میں سیکنڈ کلاس میں سفر فرماتے تھے تو انتظام کرنے والوں کو فرما دیتے تھے کہ میرا اور حافظ حامد علی صاحب کا ٹکٹ سیکنڈ کلاس کا لے لیا جائے۔ دیگر ساتھی جہاں چاہیں بیٹھیں۔ اس بات پر خواجہ کمال الدین صاحب وغیرہ رشک کرتے تھے کہ حضور حافظ صاحب کو اپنے ساتھ شامل کر لیتے ہیں اور ہمیں نہیں۔ نیز مولوی صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضور ایک گھوڑے والی شکرم میں قادیان سے بٹالہ و گورداسپور کا سفر کرتے تھے۔ حافظ صاحب بھی حضور کے ساتھ اس کے اندر بیٹھتے تھے۔ البتہ حضرت ام المومنین رضؓ ہمراہ ہوتیں تو حافظ صاحب کوچوان کے ساتھ آگے بیٹھتے تھے۔

حضور کے تمام سفروں کے ذکر میں تمام رفقاءِ سفر بیان نہیں ہوتے۔ جن سترّہ سفروں میں حافظ صاحب کا تذکرہ آیا ہے وہ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں :—

۱۔ سفر موضع کرالیاں (قبل دعویٰ)

سفر کرالیاں ضلع امرتسر کی تفصیل شیخ چراغ علی صاحب کے حالات میں آگے آئیگی۔

۲۔ اوّلین سفر لدھیانہ
سہ ماہی اوّل ۱۸۸۴ء

نواب علی محمد خان صاحب جھجرّ و دیگر افراد کی استدعا پر سہ ماہی اوّل ۱۸۸۴ء میں حضرت اقدس لدھیانہ تشریف لے گئے۔ حضرت میر عنایت علی صاحب رضؓ بیان کرتے ہیں کہ اُن کے چچا و خسر میر عباس علی صاحب کے سوا حضور کو کوئی نہیں جانتا تھا۔ بے پناہ ہجوم حضور کے استقبال کے لئے آیا۔ حضور کے ہمراہ صرف تین شخص میاں جان محمد صاحب رضؓ۔ حافظ حامد علی صاحب اور لالہ ملاوامل صاحب تھے۔ غالباً حضور کا قیام تین روز رہا۔

---

[۱] "ازالہ اوہام" حصہ دوم طبع اوّل صفحہ ۸۱۴

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷ :— ایک سال ٹھہرے۔ کیونکہ "نزول المسیح" میں حضور تحریر فرماتے ہیں کہ ایک شیعہ طالب نشان ہوا۔ حضور نے یکم فروری ۱۸۹۷ء کے اشتہار کے ذریعہ چالیس روز تک نشان دکھلانے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ ۶ر مارچ ۱۸۹۷ء کو ہلاکتِ لیکھرام کا نشان ظاہر ہوا۔ اس پیشگوئی کے گواہوں میں شیخ حامد علی صاحب کا نام درج ہے (صفحہ ۲۰۹ پیشگوئی ۷۹)

گویا شیخ صاحب یکم فروری ۱۸۹۷ء کو حضور کی خدمت میں موجود تھے۔ کیونکہ یہاں مقصود بالذات واوّلاً نشان لیکھرام کے متعلق شہادت پیش کرنا نہیں بلکہ یہ کہ شیخ نجفی کو نشان دکھلانے کا وعدہ کیا گیا تھا سو وہ پورا ہو گیا۔ پیشگوئی بابت نشان لیکھرام اس کتاب میں نمبر ۴۳ کے تحت الگ مرقوم ہے (صفحہ ۱۶۹ تا ۱۸۳) جیساکہ بیان ہو چکا ہے حافظ صاحب افریقہ سے واپس آکر اپنے گاؤں چلے گئے تھے اور وہاں سے حضور نے انہیں اپنے پاس بلوا لیا تھا۔ اس لحاظ سے تو وہ زیادہ سے زیادہ جنوری میں کسی وقت افریقہ سے واپس آئے ہونگے اور وہ ۱۸۹۶ء میں اگر جنوری میں ہی آئے ہوں تب بھی ایک سال کا عرصہ انکے قیام افریقہ کا

آپ کے ارشاد پر حضرت مولوی عبدالقادر صاحب نمازوں کی امامت کرتے تھے۔ البتہ نماز فجر حضور خود پڑھاتے تھے اس میں حافظ صاحب۔ مولوی جان محمد صاحب۔ میر عباس علی صاحب اور یہ عاجز بھی چند لوگ شامل ہوتے تھے۔[1]

۳۔ سفرِ دہلی (نومبر ۱۸۸۴ء)
حضرت اقدسؑ کی اُمّ المومنینؓ سے شادی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام رقم فرماتے ہیں :۔

"عرصہ تخمیناً اٹھارہ برس کا ہوا کہ مَیں نے خدا تعالیٰ سے الہام پاکر چند آدمیوں کو ہندوؤں اور مسلمانوں میں سے اس بات کی خبر دی کہ خدا نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا ہے کہ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ حَسِیْنٍ یعنی ہم تجھے ایک حسین لڑکے کے عطا کرنے کی خوشخبری دیتے ہیں۔ مَیں نے یہ الہام ایک شخص حافظ نور احمد امرتسری کو سُنایا۔ جو اب تک زندہ ہے اور بباعث میرے دعوئ مسیحیت کے مخالفوں میں سے ہے اور نیز یہی الہام شیخ حامد علی کو جو میرے پاس رہتا تھا سُنایا اور دو ہندوؤں کو جو آمد و رفت رکھتے تھے یعنی شرمپت اور ملاوامل ساکنان قادیان کو بھی سُنایا۔ اور لوگوں نے اس الہام سے تعجب کیا کیونکہ میری پہلی بیوی کو عرصہ بیس سال سے اولاد ہونی موقوف ہو چکی تھی اور دوسری کوئی بیوی نہ تھی ۔۔۔۔۔۔ اس سے قریباً تین برس کے بعد ۔۔۔۔۔ دہلی میں میری شادی ہوئی اور خدا نے وہ لڑکا بھی دیا اور تین اور عطا کئے۔"[2]

"تخمیناً سولہ برس کا عرصہ گذرا ہے کہ مَیں نے شیخ حامد علی اور لالہ شرمپت کھتری ساکن قادیان اور بہت سے اور لوگوں کو یہ خبر دی تھی کہ خدا نے اپنے الہام سے مجھے اطلاع دی ہے کہ ایک شریف خاندان میں وہ میری شادی کرے گا اور وہ قوم کے سیّد ہوں گے اور اس بیوی کو خدا مبارک کرے گا اور اس سے اولاد ہوگی۔ اور یہ خواب ان ایام میں آئی تھی کہ جب مَیں بعض اعراض اور امراض کی وجہ سے بہت ہی ضعیف اور کمزور تھا بلکہ قریب ہی وہ زمانہ گذر چکا تھا جبکہ مجھے دق کی بیماری ہو گئی تھی اور بباعث گوشہ گزینی اور ترکِ دنیا کے امتحانات تاہّل سے دل سخت کارہ تھا اور عیالداری کے بوجھ سے طبیعت متنفر تھی تو اس حالتِ پُر ملامت کے تصوّر کے وقت یہ الہام ہوا تھا۔

ہرچہ باید نوعروسے را ہمہ ساماں کنم

یعنی اس شادی میں تجھے کچھ فکر نہیں کرنا چاہیئے۔ ان تمام ضروریات کا رفع کرنا میرے ذمہ رہیگا سو قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اُس نے اپنے وعدہ کے موافق اِس شادی کے بعد ہر ایک بارِ شادی سے مجھے سبکدوش رکھا اور مجھے بہت آرام پہنچایا۔ کوئی باپ دنیا میں کسی بیٹے کی پرورش نہیں کرتا جیسا کہ اُس نے میری کی۔ اور کوئی والدہ پوری

---

[1] الحکم ۱۴ فروری ۱۹۳۵ء صفحہ ۳ و ۴۔ "حیاتِ احمدؑ" جلد دوم نمبر دوم صفحہ ۱۲ تا ۱۵۔ "سیرۃ المہدی" حصّہ دوم روایت ۳۳۸ و حصّہ سوم روایت ۵۳۱۔

[2] "تریاق القلوب" طبع اول صفحہ ۳۴۔

ہشیاری سے دن رات اپنے بچّہ کی ایسی خبر نہیں رکھتی جیسا کہ اُس نے میری رکھی ....

ایک ابتلاء مجھ پر اس شادی کے وقت یہ پیش آیا کہ بباعث اس کے کہ میرا دل اور دماغ سخت کمزور تھا اور مَیں بہت سے امراض کا نشانہ رہ چکا تھا اور دو مرضیں یعنی ذیابیطس اور دردِ سر مع دورانِ سر قدیم سے میرے شامل حال تھیں جن کے ساتھ بعض اوقات تشنج قلب بھی تھا۔ اس لئے میری حالتِ مردی کالعدم تھی اور پیرانہ سالی کے رنگ میں میری زندگی تھی۔ اس لئے میری اس شادی پر میرے بعض دوستوں نے افسوس کیا۔ اور ایک خط .... مولوی محمد حسین صاحب ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ نے ہمدردی کی راہ سے میرے پاس بھیجا کہ آپ نے شادی کی ہے اور مجھے حکیم محمد شریف کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ آپ بباعث سخت کمزوری کے اس لائق نہ تھے۔ اگر یہ امر آپ کی روحانی قوت سے تعلق رکھتا ہے تو مَیں اعتراض نہیں کر سکتا۔ کیونکہ مَیں اولیاء اللہ کے خوارق اور رُوحانی قوتوں کا منکر نہیں۔ ورنہ ایک فکر کی بات ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی ابتلاء پیش آوے ....

.... غرض اس ابتلاء کے وقت مَیں نے جنابِ الٰہی میں دُعا کی اور مجھے اُس نے دفع مرض کیلئے اپنے الہام کے ذریعہ سے دوائیں بتلائیں اور مَیں نے کشفی طور پر دیکھا کہ ایک فرشتہ وہ دوائیں میرے مُنہ میں ڈال رہا ہے۔ چنانچہ وہ دوائیں نے تیار کی اور اس میں خدا نے اس قدر برکت ڈال دی کہ مَیں نے دلی یقین سے معلوم کیا کہ وہ پُر صحت طاقت جو ایک پورے تندرست انسان کو دنیا میں مل سکتی ہے وہ مجھے دی گئی اور چار لڑکے مجھے عطا کئے ......[1]"

نیز تحریر فرماتے ہیں :-

" قریباً اٹھارہ برس سے ایک یہ پیشگوئی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الصِّھْرَ وَ النَّسَبَ ۔ (ترجمہ) وہ خدا سچّا خدا ہے جس نے تمہارا دامادی کا تعلق ایک شریف قوم سے جو سیّد تھے کیا اور خود تمہارے نسب کو شریف بنایا ...... اور یہ پیشگوئی بہت سے لوگوں کو سُنائی گئی تھی جن میں سے ایک شیخ حامد علی اور میاں جان محمّد اور بعض دوسرے دوست ہیں"[2]

نیز فرماتے ہیں کہ اس الہام کے بعد اخراجات کے متعلق دُعا کرنے پر یہ الہام ہُوا :-

" ہرچہ باید نوعروسے را ہمہ ساماں کنم
وآنچہ در کارِ شما باشد عطائے آں کنم "

اُس وقت منشی عبدالحق اکونٹنٹ نے مجھے کہا کہ ہندوستان میں شادی کرنا ایسا ہے۔ جیسا کہ ہاتھی کو اپنے دروازہ پر باندھنا۔ مَیں نے ان کو جواب دیا کہ ان اخراجات کا

---

[1] تریاق القلوب طبع اوّل صفحہ ۳۴ تا ۳۶

[2] تریاق القلوب طبع اوّل صفحہ ۶۴

خدا نے خود وعدہ فرما دیا ہے۔ پھر شادی کرنے کے بعد سلسلہ فتوحات کا شروع ہو گیا۔ اور یا وہ زمانہ تھا کہ بباعث تفرقہ وجوہِ معاش پانچ سات آدمی کا خرچ بھی میرے پر بوجھ تھا یا اب وہ وقت آ گیا کہ بحساب اوسط تین سو آدمی ہر روز معہ عیال و اطفال اور ساتھ اس کے کئی غرباء اور درویش اس لنگر خانہ میں روٹی کھاتے ہیں۔ اور یہ پیشگوئی لالہ شرمپت آریہ اور ملاوامل آریہ ساکنانِ قادیان کو بھی قبل از وقت سُنائی گئی تھی اور شیخ حامد علی اور چند اور واقف کاروں کو اس سے اطلاع دے دی گئی تھی۔"[1]

محترم عرفانی صاحب لکھتے ہیں کہ حضور شادی کے لئے دہلی تشریف لے گئے تو براتیوں میں حافظ صاحب ایک تھے جو سب سے نمایاں تھے۔ آپ ہی اس شادی میں تمام انتظامات کرنے والے تھے اور حضرت نہایت بے تکلّفی سے ہر ایک بات موقعہ کے مناسب حال آپ سے کرتے تھے۔ حضرت اقدس کا کوئی سفر ایسا نہیں ہوا جس میں حافظ صاحب بشرطیکہ وہ یہاں موجود ہوں ساتھ نہ ہوں۔ اور اس سفر کا سارا اہتمام و انتظام انہی کے سپرد ہوتا تھا۔[2]

مکرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ حافظ صاحب سے روایت کرتے ہیں:-

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے (گویا نومبر ۱۸۸۴ء میں) ایک روز مجھے فرمایا۔ میاں حامد علی! سفر پر جانا ہے۔ چنانچہ یکہ کرایہ پر لیا۔ جب خاکروبوں کے محلہ کے قریب پہنچے تو مرزا اسمٰعیل بیگ صاحبؓ سے فرمایا کہ میں دہلی شادی کرنے کے لئے جا رہا ہوں۔ وہیں رخصتانہ اور ولیمہ ہو گا۔ یہ بات کسی کو نہ بتائیں۔ میں جا کر خط لکھوں گا۔ اُس وقت سلطان احمد کی والدہ کو بتا دینا۔ تاکہ میری واپسی تک وہ رو دھو بیٹھے۔ میں حضور کی یہ بات سُنکر سخت حیرت زدہ ہو گیا۔ کیونکہ مجھے بخوبی معلوم تھا کہ حضور اس وقت ازدواجی زندگی کے قابل نہ تھے۔ اور عرصہ سے میں مختلف حکیموں اور طبیبوں سے نسخے معلوم کر کے نوٹ کیا کرتا تھا اور حضور کو کھلاتا تھا لیکن کسی کا بھی اثر نہ ہوتا تھا۔ مرزا اسمٰعیل بیگ صاحب کی موجودگی میں تو میں نے اپنے تئیں بمشکل ضبط کیا لیکن نہر کے پل پر پہنچے تو عرض کیا۔ آپ کی حالت آپ پر اور نہ مجھ پر مخفی ہے۔ پھر آپ نے شادی کا کیوں ارادہ فرمایا ہے فرمایا کہ آپ کی بات درست ہے۔ لیکن میں کیا کروں۔ اللہ تعالےٰ کہتا ہے کہ چل تو میں چلتا ہوں۔ اس جواب پر میں کیا عرض کرتا۔ سو میں خاموش ہو گیا۔

---

[1] حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۳۵، ۲۳۶۔ نشان ۸۷۔ [2] الحکم ۲۸؍۳ / ۳۴ صفحہ ۹۔ حضرت امّ المومنینؓ بیان کرتی ہیں کہ شیخ حامد علی صاحب اور لالہ ملاوامل صاحب بھی حضور کے ساتھ تھے (سیرۃ المہدی حصہ اوّل روایت ۶۹) لالہ جی نے خاکسار مؤلف "اصحاب احمد" کے استفسار پر بتایا تھا کہ وہ بطور براتی ساتھ گئے تھے اور شادی کی معیّن تاریخ بھی مجھے بتائی تھی۔ حضرت امّ المومنینؓ کی روایت میں تاریخ نکاح ۲۷ محرم ۱۳۰۲ ھجری مذکور ہے۔

دہلی میں حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کے ہاں پہنچے تو بیٹھک میں مجھے ٹھہرایا گیا۔ چند روز قبل ہی بیوی صاحبہ (حضرت سیّدہ نصرت جہان بیگم صاحبہؓ) ایام سے پاک ہوئی تھیں۔ گھر پر ہی رخصتانہ عمل میں آیا۔ رخصتانہ کی رات میں نہایت بیقرار تھا کہ کیا ہوگا۔ چنانچہ شدّتِ اضطراب کی وجہ سے میری نیند کافور ہوگئی۔ اور میں رات بھر حضور کے لئے نہایت تضرّع سے دُعا میں مصروف رہا۔ صبح کی اذان ہوئی تو حضور میرے پاس تشریف لائے اور ہم نے نماز فجر ادا کی۔ جس کے بعد فرمایا۔ آؤ لال قلعہ کی طرف سیر کر آئیں۔ چنانچہ راستہ میں خود ہی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کتنی پردہ پوش اور باوفا ہے کہ رات بیوی صاحبہ کو پھر ایام شروع ہوگئے اور ہمیں چھٹی ہوگئی۔ چنانچہ اسی حالت میں حضور حضرت ام المومنینؓ کو لیکر قادیان تشریف لے آئے۔

کچھ عرصہ بعد حضرت میر صاحبؓ نے حضور کو لکھا کہ آپ لڑکی کو چھوڑ جائیں۔ حضور نے ایک سو روپیہ بھجوا کر لکھا کہ مجھے تصنیف کے کام کی وجہ سے فرصت نہیں آپ آکر لے جائیں۔ چنانچہ میر صاحب آکر لے گئے پھر دو تین ماہ بعد حضور کو لکھا کہ آپ آکر بچی کو لے جائیں۔ حضور نے ایک سو روپیہ بھیجدیا اور لکھا کہ آپ آکر چھوڑ جائیں۔ چنانچہ میر صاحب آکر چھوڑ گئے۔ حضرت امّ المومنینؓ کے اخلاقِ عالیہ قابلِ تعریف ہیں کہ آپ نے اپنے والدین کے ہاں اور سہیلیوں سے اس بارہ میں کوئی شکوہ نہیں کیا۔[۱]

میں حضور کے علاج میں پہلے ہی مصروف تھا۔ بیوی صاحبہ کی واپسی پر آٹھ دس ماہ گذر گئے لیکن علاج بے اثر رہا۔ ایک روز سیر میں حضور نے ہمیں فرمایا کہ تم لوگ دعوئی محبت کرتے ہو۔ میں تمہارا امتحان کرنا چاہتا ہوں۔ ہم حیران ہوئے کہ نہ معلوم کیا امتحان ہوگا۔ تو فرمایا۔ میرے دل میں ایک بات ہے اس کے متعلق دُعا کرو۔ اور جو پتہ لگے بتاؤ۔ چنانچہ حضور روزانہ ہم سے دریافت کرتے تھے کہ کیا خواب آئی ہے۔ دیگر احباب اپنی خوابیں سناتے تو حضور فرماتے کہ یہ اس امر کے متعلق نہیں۔ مجھے کوئی خواب نہ آئی تھی۔ ایک روز موضع تھہ غلام نبی اپنے اہل وعیال کے پاس جانے کی میں نے اجازت لی اور ابھی قادیان سے نکلا ہی تھا کہ غیر اختیاری طور پر میری زبان پر درود شریف جاری ہوگیا۔ اور میں گاؤں تک درود شریف ہی پڑھتا گیا اور گھر پہنچا اور بچوں سے ملا کھانا کھایا۔ لیکن میری یہ خاص کیفیت اسی طرح قائم تھی۔ تھکا ماندہ تھا۔ سو گیا۔ رات خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ملے اور فرمایا۔ حامد علی! تمہاری کاپی میں جو فلاں نسخہ ہے وہ مرزا صاحب کو کیوں نہیں دیتے؟ اس پر میں

۱؎ بلکہ حضور کے سلوک کی آپ نے اور آپ کی خادمہ نے تعریف کی (روایت حضرت نانی اماںؓ۔ سیرۃ المہدی حصہ دوم روایت ۴۳۸) شادی کے متعلق سیرۃ المہدی حصہ اوّل میں حضرت ام المومنینؓ کی روایت نمبر ۶۷ پر حاشیہ میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے تحریر فرمایا (خاکسار مؤلف "اصحاب احمد" آپ کا خط شناخت کرتا ہے اور م۔ا سے مراد محمد اسمٰعیل ہے جو بعض جگہ آپ اپنے نام کا مخفف تحریر کرتے ہیں عبارت یہ ہے: "یکم مگھر سمت ۱۹۴۰ جمعرات کو قادیان سے بمع ملاوامل۔ شرمپت حامد علی روانہ ہوئے۔ امرتسر پر بابو الٰہی بخش و منشی عبدالحق مل گئے (ملاوامل)" "یعنی ۱۴ محرم سنہ ۱۳۰۰ اور یہی صحیح ہے۔ م۔ا۔ کیونکہ میری پیدائش سنہ ۸۱ کی ہے سنہ ۸۳ شروع میں اور یکم مگھر سمت ۱۹۴۰ = ۱۵ نومبر سنہ ۱۸۸۳ کے۔"

بیدار ہوگیا۔ اور صحن میں نکل کر دیکھا تو رات چاندنی ہونے کی وجہ سے یہ سمجھا کہ صبح ہوگئی ہے۔ اور میں قادیان کو روانہ ہوگیا۔ جب میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ والے مکان کی بیٹھک والی جگہ پر پہنچا تو حضور بیت الفکر میں ٹہل رہے تھے اور اس وقت فجر کی اذان کا وقت ہوگیا تھا۔ میں نے کوچہ سے السلام علیکم عرض کیا۔ تو حضور نے جواب دے کر پوچھا۔ کون ہے؟ عرض کیا۔ حامد علی۔ فرمایا۔ خیر ہے؟ عرض کیا کہ خیر ہے۔ اور حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی خواب بیان کی۔ فرمایا۔ یہی بات تھی جس کے لئے میں نے آپ دوستوں کو دُعا کے لئے کہا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنی کاپی میں تحریر کردہ وہ دو اڑھائی پیسے کا معمولی نسخہ بنا کر حضور کو استعمال کروایا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسا مفید ثابت ہُوا کہ کچھ عرصہ تک حضور ہر نماز غسل کر کے پڑھتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے بعد میں ایک اور نسخہ بھی بتا دیا جو بے حد مفید ثابت ہُوا۔ چنانچہ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ کی روایت ہے:۔

"حافظ حامد علی صاحب مرحوم خادم مسیح موعود علیہ السلام بیان کرتے تھے کہ جب حضرت صاحب نے دوسری شادی کی تو ایک عمر تک تجرّد میں رہنے اور مجاہدات کرنے کی وجہ سے آپ نے اپنے قویٰ میں ضعف محسوس کیا۔ اس پر وہ الہامی نسخہ جو "زدجامِ عشق" کے نام سے مشہور ہے بنوا کر استعمال کیا۔ چنانچہ وہ نسخہ نہایت ہی بابرکت ثابت ہُوا۔ حضرت خلیفۃ اوّلؓ بھی فرماتے تھے کہ میں نے یہ نسخہ ایک بے اولاد امیر کو کھلایا تو خدا کے فضل سے اس کے ہاں بیٹا پیدا ہُوا جس پر اس نے ہیرے کے کڑے ہمیں نذر دیئے۔"[۵۱]

یہ ساری تفصیل فضلِ الٰہی کے نشان کی خاطر دی گئی ہے۔ حضور تحریر فرماتے ہیں:۔

"اس وقت میرا دل و دماغ اور جسم نہایت کمزور تھا اور علاوہ ذیابیطس اور دورانِ سر اور تشنج قلب کے دِق کی بیماری کا اثر ابھی بکلّی دُور نہیں ہُوا تھا۔ اس نہایت درجہ کے ضعف میں جب نکاح ہُوا تو بعض لوگوں نے افسوس کیا کیونکہ میری حالتِ مردمی کالعدم تھی۔ اور پیرانہ سالی کے رنگ میں میری زندگی تھی۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے مجھے خط لکھا تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کہ آپ کو شادی نہیں کرنی چاہیئے تھی ایسا نہ ہو کہ کوئی ابتلاء پیش آوے۔ مگر باوجود ان کمزوریوں کے خدا نے مجھے پوری قوت صحت اور طاقت بخشی اور چار لڑکے عطا کئے۔"[۵۲]

---

۵۱ سیرۃ المہدی حصّہ سوم۔ روایت ۵۶۹۔ کتاب میں نسخہ درج ہے۔

۵۲ "نزول المسیح" صفحہ ۲۰۸-۲۰۹۔ اور اس کے گواہوں میں بھی شیخ حامد علی صاحب کا نام درج ہے (ملاحظہ ہو حاشیہ صفحہ ۲۰۹)

۴۔ سفر جالندھر وغیرہ

حضرت منشی ظفر احمدؓ صاحب کپورتھلوی بیان کرتے ہیں کہ مَیں ایک دفعہ جالندھر اپنے ایک رشتہ دار کی ملاقات کے لئے گیا ہوا تھا کہ معلوم ہوا کہ ایک بزرگ کہیں سے جالندھر آرہے ہیں۔ یہ "سُرمہ چشم آریہ" کتاب کی طباعت سے پیشتر کا واقعہ ہے۔ ہم اسٹیشن پر گئے۔ وہاں دو تین سو آدمی حضور کی پیشوائی کے لئے موجود تھے۔ اور کنور بکرماں سنگھ صاحب نے اپنا وزیر اور سواری حضور کے لانے کے لئے بھیجے ہوئے تھے۔ حضور کے ریل سے اُترنے پر لوگوں نے مصافحہ کرنا شروع کیا۔ مَیں نے مصافحہ کیا تو استفسار پر مَیں نے عرض کیا کہ مَیں کپورتھلہ رہتا ہوں۔ لیکن یہاں میرے فلاں رشتہ دار رہتے ہیں۔ فرمایا ہم آپ کے ساتھ چلتے ہیں۔ چنانچہ کنور صاحب کی گاڑی میں حضور۔ مولوی عبداللہ صاحب سنوری۔ حافظ حامد علی صاحب اور خاکسار سوار ہوکر مکان پر گئے۔ حضور گاڑی سے اُترنے لگے تو بہت ہجوم ہوگیا۔ عورتیں اپنے بچے حضرت صاحب کی طرف کرتی تھیں کہ حضور کے کپڑوں کی ہوا لگ جائے۔ ظہر کی نماز حضور نے قریب کی مسجد میں پڑھی۔ آٹھ نو بجے صبح آپ سٹیشن پر اُترے تھے اور بعد نماز ظہر آپ واپس سٹیشن پر تشریف لے گئے۔

یہ غالباً سمت ۴۲-۱۹۴۱ بکرمی کا واقعہ ہے۔ اِس کے ڈیڑھ دو ماہ بعد مَیں قادیان گیا۔ اس وقت حافظ حامد علی صاحب خادم ہوتے تھے اور کوئی نہ ہوتا۔ اس کے بعد مَیں قادیان جاتا رہا۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا رہا کہ جمعہ کی نماز مَیں پڑھاتا اور صرف حضرت صاحب اور حافظ حامد علی صاحب مقتدی ہوتے۔ مَیں نے کہا مجھے خطبہ پڑھنا تو آتا نہیں۔ حضور نے فرمایا۔ کوئی رکوع پڑھ کر اور بیٹھ کر پھر درود شریف پڑھ دو۔[۵۱]

۵۔ سفر چلّہ ہوشیار پور
(جنوری تا مارچ ۱۸۸۶ء)

حضرت اقدس چلّہ کشی کے لئے قادیان سے باہر جانا چاہتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے الہاماً بتایا کہ آپ کی عقدہ کشائی ہوشیار پور میں ہوگی چنانچہ حضور ۲۲ر جنوری ۱۸۸۶ء کو وہاں تشریف لے گئے تھے اور اُسی راستے ۱۷ر مارچ کو واپس قادیان تشریف لائے تھے۔ حضرت میاں عبداللہ صاحبؓ سنوری بیان کرتے ہیں کہ حضور بہلی میں بیٹھ کر دریا کے راستہ وہاں گئے تھے۔ فتح خاں۔ حافظ حامد علی صاحب اور مَیں ہم تینوں ساتھ تھے اور شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار پور کے اس مکان میں جو طویلہ کے نام سے مشہور تھا قیام ہوا۔

---

[۵۱] ریویو آف ریلیجنز اردو جنوری ۱۹۴۲ء صفحہ ۱۱-۱۰ و "اصحاب احمد" جلد چہارم صفحہ ۸۸، ۸۹۔

حضرت منشی ظفر احمد صاحب ملاقاتِ جالندھر کا واقعہ سمت ۴۲-۱۹۴۱ بکرمی بیان کرتے ہیں۔ آغاز ۱۹۴۱ بکرمی تا آخر ۱۹۴۲ بکرمی کا عرصہ ۲۸ر مارچ ۱۸۸۴ء تا ۵ر اپریل ۱۸۸۶ء ہے۔ چونکہ حضور کو ۲۲ر جنوری تا ۱۷ر مارچ ۱۸۸۶ء چلّہ ہوشیار پور اور اس کا سفر درپیش رہا اس لئے متن میں بیان کردہ سفر جالندھر اس سے قبل کے زمانہ کا ہوگا۔ اسلئے بھی کہ حضور کا ہوشیار پور کا واپسی کا سفر براستہ دریائے بیاس ہوا تھا اور اس سفر ہوشیار پور میں "سُرمہ چشم آریہ" میں مندرج مباحثہ ہوا تھا۔

حضور بالا خانہ میں ٹھہرے اور ہم نچلے حصہ میں رہتے تھے۔ میرے سپرد کھانا پکانا اور حافظ صاحب کے ذمہ گھر کا بالائی کام اور آنے جانے والوں کی مہمان نوازی اور فتح خاں کے سپرد بازار سے سودا وغیرہ لانا تھا۔ کھانے وغیرہ کے لئے ہم بالا خانہ میں اجازت لے کر جاتے تھے۔ شہر سے باہر ایک ویران مسجد میں آپ ہمیں جمعہ کی نماز پڑھاتے تھے اور خطبہ بھی خود پڑھتے تھے۔ آپ نے اعلان کرا دیا تھا کہ چالیس دن تک کوئی شخص آپ کی ملاقات کے لئے نہ آئے۔ اس کے بعد بیس دن میں مزید مقیم رہونگا۔ حضور نے فرمایا کہ ان دنوں میں مجھ پر اللہ تعالےٰ کے بڑے بڑے فضل کے دروازے کھلے ہیں اور بعض اوقات دیر دیر تک اللہ تعالیٰ مجھ سے باتیں کرتا ہے۔ ایک دن فرمایا کہ مجھے الہام ہوا ہے بُوْرِكَ مَنْ فِيْهَا وَمَنْ حَوْلَهَا۔ اور حضور نے تشریح فرمائی کہ مَنْ فِيْهَا سے میں مراد ہوں۔ اور مَنْ حَوْلَهَا سے مراد تم لوگ ہو۔ میں تو سارا دن گھر رہتا تھا اور صرف جمعہ کے دن حضور کے ساتھ ہی باہر جاتا تھا۔ اور شیخ حامد علی صاحب بھی اکثر گھر میں رہتے تھے لیکن فتح خان اکثر سارا دن ہی باہر رہتا تھا۔ وہ اس وقت بہت معتقد تھا لیکن بعد میں مرتد ہو گیا تھا۔[۱]

---

[۱] سیرۃ المہدی حصہ اوّل روایت نمبر ۸۸۔ صدر انجمن احمدیہ قادیان کی نکاسی جائیدادوں کی واگذاری کے مقدمات کی پیروی کے لئے محکمہ کسٹوڈین میں بمقام ہوشیار پور ۱۹۶۰ء کے قریب خاکسار مؤلف "اصحاب احمدؑ" بطور ناظم جائیداد و مختار عام جاتا رہا ہے۔ ایک دفعہ شیخ مہر علی صاحب موصوف کے ایک بھائی کے پوتے شیخ انعام الحق صاحب مرحوم بھی اپنی جائیداد کے مقدمہ کے لئے وہاں آئے ہوئے تھے۔ شیخ صاحب "پیغام صلح" کے مدیر بھی رہے تھے اور بعد تقسیم ملک وہ غیر مبائعین کے رسائل وغیرہ فروخت کرتے تھے انہوں نے مجھے وہ مکان شیخ مہر علی صاحب کا باہر سے دکھایا جس میں حضرت اقدس علیہ السلام نے ماسٹر مُرلی دھر سے "سرمۂ چشم آریہ" والا مباحثہ کیا تھا۔ اور بتایا کہ بعد میں اس مکان میں اندرونی تبدیلیاں ہوئی ہیں اور اب یہ مکان نکاسی جائیداد کے طور پر کسی غیر مسلم کے پاس ہے۔ یہ مکان چلّہ والے مکان کے قریب ہی ہے۔ چلّہ والا مکان بھی انہوں نے مجھے باہر سے دکھایا۔ جسے خاکسار نے پہچان لیا کیونکہ بعد انکشاف پیشگوئی مصلح موعود بتاریخ ۱۹۴۴ء حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی طرف سے قریب کی گندم منڈی کی جگہ میں ایک عظیم الشان جلسہ میں اس کا اعلان ہوا تھا جس کے بعد آپ نے اس کمرہ میں جا کر اپنے خاندان کے بعض افراد اور بعض قدیم صحابہ کے ہمراہ اور دو قائم مقام حضرت میاں عبداللہ صاحبؓ سنوری اور حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ کی معیّت میں دعا فرمائی تھی اور ہم ہزاروں احمدیوں نے اس مکان سے باہر اس دعا میں شرکت کی تھی۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ حضرت حافظ صاحبؓ کے داماد اور بھانجے آپ کے قائم مقام تھے۔ (الفضل ۲۴/۲/۴۴ صفحہ ۴ کالم ۲ میں بھی اس کا ذکر ہے) شیخ مہر علی صاحب ۱۴ر جولائی ۱۹۰۶ء کو فوت ہوئے تھے (بدر ۲۶/۷/۱۹۰۶ صفحہ ۱۱ کالم ۱) چلّہ کے ذکر پر ایک مضمون میں حافظ صاحب کا نام بدر ۹/۱۹۰۷ ص ۵ کالم ۲ میں آیا ہے۔

(باقی اگلے صفحہ ۳۶ پر)

۶ تا ۸ - سفرِ لدھیانہ - کنجراں - تفہ غلام نبی - فیض اللہ چک - پٹیالہ - ۱۸۸۷ء و ۱۸۸۸ء	قریباً ۱۸۸۷ء میں حضور مواضعات کنجراں - تفہ غلام نبی اور فیض اللہ چک وغیرہ نیز لدھیانہ اور ۱۸۸۸ء سال پٹیالہ تشریف لے گئے -

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵ :- جلسہ ہوشیارپور کے مختصر ترین کوائف درج کئے جاتے ہیں :- ۲۰ فروری ۱۹۴۴ء کو اس جلسہ کیلئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ تشریف لائے - مقامِ جلسہ میں ظہر و عصر کی نمازیں پڑھائیں جلسہ کے آغاز میں حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے قرآن مجید کی تلاوت کی اور حضرت مولوی عبداللہ صاحبؓ سنوری کے قریبی رشتہ دار کی حیثیت سے مولانا عبدالرحیم صاحب دردؔ نے مختصر تقریر کی - حضور نے تقریر شروع کرنے سے پہلے نہایت درد سے پہلے سورۃ فاتحہ اور پھر چند قرآنی دعائیں پڑھیں - دعائیں احباب بھی رقت کے ساتھ آہستہ آہستہ دہراتے گئے - اور ان کے قلوب خشیت اور محبتِ الٰہی سے اور ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں - اور ہر طرف سے آہ و بکا کی آواز بلند ہونے لگی - پھر حضور نے ذیل کے الفاظ دہرائے - اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی وَالنَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّھِمْ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ وَنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ - اُس وقت یوں محسوس ہوتا تھا گویا کہ آسمان سے انوار کا نزول ہو رہا ہے اور ملائکہ تزکیہ قلوب کر رہے ہیں -

پھر حضور نے تقریر میں فرمایا کہ اٹھاون سال قبل سامنے کے مکان میں قادیان کا ایک گمنام شخص اسلام کی مخالفت دیکھکر علیحدگی میں حصولِ نصرتِ الٰہی کے لئے آیا - اور چالیس دن اُس نے دُعائیں کیں اللہ تعالیٰ نے اُسے یہ نشان دیا کہ وہ نہ صرف اس کے ساتھ کئے گئے وعدوں کو پورا کرے گا بلکہ ان وعدوں کو زیادہ شان کے ساتھ اور زیادہ عظمت کے ساتھ پورا کرنے کے لئے میں ایک خاص بیٹا دونگا جو اسلام کو زمین کے کناروں تک پہنچائے گا - کلامِ الٰہی کے معارف لوگوں کو سمجھائے گا - رحمت اور فضل کا نشان ہوگا اور اشاعتِ اسلام کے لئے ضروری دینی و دنیوی علوم اُسے عطا کئے جائیں گے - اسے لمبی عمر ملے گی یہاں تک کہ وہ دنیا کے کناروں تک شہرت پائیگا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی -

آپ نے فرمایا کہ حضور نے یہ اعلان یہیں سے شائع کیا جبکہ اس سلسلہ احمدیہ کا کوئی وجود نہ تھا - نہ حضور کو کوئی وجاہت حاصل تھی نہ وہ اس کے خواہاں تھے - آپ معمولی زمیندار تھے - اللہ تعالیٰ نے ایسے بیٹے کی ولادت نو سال میں ہونے کی خبر دی تھی - ایسی پیشگوئی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہو سکتی ہے - وہ بیٹا میں ہی ہوں - اور اس پیشگوئی کی بہت سی شقیں پوری ہو چکی ہیں اور اب جنوری میں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر لاہور میں یہ انکشاف کیا ہے کہ اس کا مصداق میں ہی ہوں -

(باقی اگلے صفحہ ۳۷ پر)

حافظ صاحب بھی ہمراہ تھے - اِن کی تفاصیل دوسری جگہ درج ہیں -

۹ - سفر کپورتھلہ ۱۸۸۹ء

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ منشی روڑا صاحبؓ اور مَیں نے لدھیانہ میں حضور کی خدمت میں عرض کی کہ کبھی کپورتھلہ تشریف لائیں - حضور نے وعدہ فرمایا اور جلد ہی بغیر اطلاع کے تشریف لائے اور ایک مسجد میں تشریف لے گئے - اور مسجد کے مُلّا کو کہا - اُس نے ہمیں اطلاع دی - ہم مسجد پہنچے تو دیکھا کہ آپ مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں - اور حافظ حامد علی صاحب پاؤں دبا رہے ہیں - ایک دن قیام فرما کر حضور قادیان تشریف لے گئے - کرتارپور کے اسٹیشن پر منشی روڑا صاحبؓ - محمد خان صاحبؓ اور مَیں نے حضور کے ساتھ ظہر و عصر کی نمازیں جمع کیں - یہ واقعہ آغازِ بیعت کے قریب کا ہے [ل]

۱۰ - سفر لدھیانہ - ہوشیارپور و علی گڑھ و آغاز سلسلہ بیعت (مارچ - اپریل ۱۸۸۹ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک نئی زمین اور ایک نیا آسمان قائم کرنے کے لئے لدھیانہ تشریف لے گئے - اور

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶ :- آپ نے رُویاء تفصیل سے بیان کر کے فرمایا کہ مَیں اس واحد و قہار خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ مجھے رُویا اسی طرح ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ہی حضور کی پیشگوئی کے مطابق آپ کا وہ موعود بیٹا قرار دیا ہے -

حضور کی تقریر کے بعد مبلّغین سلسلہ نے بتایا کہ حضرت اقدسؑ کی پیشگوئی کہ مصلح موعود کے ذریعہ احمدیت دنیا کے کناروں تک پہنچے گی کس شان اور عظمت کے ساتھ پوری ہوئی - پھر حضور نے فرمایا کہ مَیں آسمان کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ یہ سلسلہ دنیا میں پھیل کر رہے گا - حکومتیں اس کے مقابلہ میں کھڑی ہونگی تو مٹ جائیں گی - بادشاہتیں کھڑی ہونگی تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گی - لوگوں کے قلوب سخت ہونگے تو ملائکہ انہیں اپنے ہاتھ سے مل کر نرم کر دیں گے - اور اُن کے لئے احمدیت میں داخل ہونے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا -

پھر حضور چلّہ والے مکان میں تشریف لے گئے - سیٹھ ہرکشن داس صاحب نے جنہوں نے شیخ مہر علی صاحب سے یہ مکان خرید لیا تھا حضور کی خدمت میں پھل پیش کئے - پھر حضور نے چونتیس افراد سمیت چلّہ والے کمرہ میں دعا فرمائی - (الفضل ۲۴ ۲/۴۴ صفحہ ۱ تا ۴)

[ل] ریویو آف ریلیجنز اردو جنوری ۱۹۴۲ء صفحہ ۱۵ و حیات احمد جلد سوم صفحہ ۲۲۱ - ۲۲۲ و اصحاب احمد جلد چہارم صفحہ ۹۳ و ریویو آف ریلیجنز اردو جنوری ۱۹۴۲ء صفحہ ۱۴ - ۱۵ - ریویو مذکور میں ایک قریب کے گاؤں کی طرف جانے کا ذکر ہے دس بارہ خدام بشمول منشی ظفر احمد صاحبؓ کپورتھلوی (راوی) اور حافظ حامد علی صاحب ساتھ تھے (صفحہ ۲۶ - ۲۷) غالباً جب حضور بیعت کے آغاز کے لئے لدھیانہ گئے ہونگے اس وقت کا یہ واقعہ ہوگا - ۱۸۸۸ء میں حضور پٹیالہ تشریف لے گئے تھے اس وقت لدھیانہ قیام نہیں فرمایا تھا -

آپ نے اسبادہ میں ۴ر مارچ ۱۸۸۹ء کو ایک اشتہار بھی شائع فرمایا اور آغاز بعیت سے قبل حافظ حامد علی صاحبؓ اور میاں عبد اللہ صاحبؓ سنوری اور میر عباس علی صاحب کو لے کر ہوشیار پور گئے تا شیخ مہر علی صاحب رئیس کے لڑکے کی شادی میں شامل ہوں۔ حضرت میاں عبد اللہ صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ راستہ میں یکہ میں حضور نے ہمیں اس چلّہ کا حال سنایا جس میں آپ نے مسلسل چھ ماہ تک روزے رکھے تھے۔ فرمایا کہ میں ایک چھینکا چوبارے سے لٹکا دیتا تھا تو اس میں روٹی رکھدی جاتی اور میں اسے اوپر کھینچ لیتا تھا۔[۱]

محترم میاں صاحب موصوف سناتے تھے کہ شیخ صاحب موصوف نے رؤساء کے لئے الگ اور ان کے رفقاء و خدام کے لئے الگ کمروں کا انتظام کیا تھا۔ لیکن حضور کمرہ میں داخل ہونے سے پہلے ہم تینوں کو داخل کرتے اور پھر خود اندر جاتے تھے اور ہمیں اپنے دائیں بائیں بٹھاتے تھے۔ حضرت عرفانی صاحب لکھتے ہیں کہ حضور کا مقصد یہ تھا کہ آپ کے ساتھی تکلیف نہ پائیں اور بے تکلفی سے کھانا کھائیں۔ اور اس تقریب میں جہاں پنجاب کے قریباً تمام بڑے رؤساء اور اہل کار موجود تھے حضور نے اپنے عمل سے مساوات کا سبق دیا۔

انہی ایام میں بہت نامور و مقبول واعظ مولوی محمود شاہ چھچھ ہزاروی کا وعظ تھا۔ حضور نے انہیں اپنی بیعت کا اشتہار بھجوا کر کہلا بھیجا کہ آپ اپنی تقریر میں کسی مناسب موقعہ پر میرا اشتہار پڑھ کر سنا دیں اور میں آپ کی تقریر میں آؤں گا۔ اس نے وعدہ کیا۔ لیکن اس نے اس وقت اشتہار سنایا جب اکثر لوگ منتشر ہو چکے تھے۔ حضور کو بہت رنج ہوا۔ فرمایا کہ ہم اس کے وعدہ کے خیال سے اس کی تقریر میں آئے تھے کہ ہماری تبلیغ ہوگی۔ اس نے وعدہ خلافی کی۔ چنانچہ تھوڑے عرصہ کے اندر وہ چوری کے الزام میں آ کر سخت ذلیل ہوا۔[۲]

۲۳ر مارچ کو دار البیعۃ لدھیانہ میں بیعت کا آغاز ہوا۔ میاں عبد اللہ صاحبؓ سنوری بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحب ایک کمرہ میں بیٹھ گئے اور دروازہ پر شیخ حامد علی صاحب کو مقرر کر دیا۔ اور فرمایا کہ جسے میں کہتا جاؤں اسے کمرہ کے اندر بلاتے جاؤ۔ پانچ چھ افراد کے بعد شیخ صاحب کو فرمایا کہ خود ہی ایک ایک آدمی کو داخل کرتے جائیں۔ اس وقت حضور انفراداً بیعت لیتے تھے اور بیعت کے الفاظ یہ تھے:۔

---

[۱] حضرت اقدسؑ نے حضرت مولوی نور الدینؓ صاحب کے نام مکتوب میں تحریر فرمایا تھا کہ میں پندرہ مارچ کو دو تین روز کے لئے ہوشیار پور جاؤنگا اور ۱۹ تا ۲۰ کو بہر حال واپس آجاؤنگا۔ (مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲ مکتوب ۴۸)

[۲] سیرۃ المہدی حصہ اوّل روایت نمبر ۹۷ و سیرۃ مسیح موعود حصّہ سوم مصنفہ حضرت عرفانی صاحبؓ صفحہ ۳۷۹-۳۸۰۔ حیاتِ احمد جلد سوم صفحہ ۱۷-۱۸۔ حضرت میاں عبد اللہ صاحب دوسری جگہ شیخ مہر علی صاحب کے لڑکے کی بجائے لڑکیوں کی شادی بیان کرتے ہیں (مکتوبات مسیح موعودؑ بنام مولوی عبد اللہ صاحبؓ سنوری صفحہ ۴۹)

"آج میں احمد کے ہاتھ پر اپنے تمام گناہوں اور خراب عادتوں سے توبہ کرتا ہوں جن میں میں مبتلا تھا اور سچے دل اور پکّے ارادہ سے عہد کرتا ہوں کہ جہاں تک میری طاقت اور سمجھ ہے اپنی عمر کے آخری دن تک تمام گناہوں سے بچتا رہوں گا اور دین کو دنیا کے آراموں اور نفس کی لذّات پر مقدّم رکھوں گا اور بارہ جنوری کی دس شرطوں پر حتی الوسع کاربند رہونگا ۔ اور اب بھی اپنے گذشتہ گناہوں کی خدا تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں ۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ (تین بار) مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ ۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ ۔ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَ اعْتَرَفْتُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ" [1]

ترتیب بیعتِ اولیٰ کے متعلق اختلاف ہے ۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے نزدیک حافظ حامد علی صاحب نے تیسرے نمبر پر بیعت کی تھی [2] اور مطابق روایات حضرت ام المومنین و حضرت پیر سراج الحق صاحب ۔ حافظ صاحب کی بیعت پہلے ہی روز کی تھی [3] آپ کے نام کا اندراج یوں ہے :۔

"۹ ۔ حافظ حامد علی ولد فتح محمد (وطن) تھہ غلام نبی ضلع گورداسپور (موجودہ سکونت پیشہ وغیرہ) کاشت قادیان ضلع گورداسپور" [4]

گویا حضور کی سفر میں رفاقت کی وجہ سے آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بیعتِ اولیٰ نصیب ہوئی ۔ بعد میں اکٹھے کھانا کھایا گیا ۔ اور نماز ادا کی گئی [5]

پھر حضور علی گڑھ تشریف لے گئے ۔ حضرت میاں عبداللہ صاحب سنوری بیان کرتے ہیں کہ پہلی دفعہ بیعت لینے کے بعد حضور علی گڑھ تشریف لے گئے ۔ میں ۔ میر عباس علی صاحب اور شیخ حامد علی صاحب ساتھ تھے ۔ سیّد تفضّل حسین صاحب تحصیلدار کے ہاں قیام ہوا ۔ وہ ان دنوں دفتر ضلع میں سپرنٹنڈنٹ تھے ۔ سید صاحب کے واقف ایک تحصیلدار نے حضرت صاحب کی دعوت کی اور دیگر معززین کو بھی مدعو کیا ۔ آپ نے حسب عادت ہم تینوں کو اپنے دائیں بٹھایا ۔ کھانا چوکیوں یعنی چھوٹے چھوٹے تخت پوشوں پر رکھا گیا ۔ چوکیوں پر کنچ کے گلاسوں میں گلدستے رکھے ہوئے تھے ۔ میر عباس علی نے کہا کہ یہ نیچریوں کے طریق کا کھانا ہے ۔

۱؎ سیرۃ المہدی حصّہ اوّل روایت نمبر ۹۸ ۔

۲؎ آئینہ صداقت صفحہ ۱۰۰ و "حیات احمد" جلد سوم صفحہ ۲۲ تا ۲۷ و الحکم ۲۸ رمارچ و ۷ راپریل ۱۹۳۵ء صفحہ ۴ کالم ۱

۳؎ سیرۃ المہدی حصہ اوّل روایت نمبر ۲۰ و حصہ دوم روایت نمبر ۳۱۵

۴؎ خطوط وحدانی کے الفاظ عنوانات کے ہیں ۔ موجودہ سکونت ۔ پیشہ وغیرہ دو الگ الگ خانے ہیں ۔

۵؎ الحکم ۲۸ رمارچ و ۷ راپریل ۱۹۳۵ء صفحہ ۴ کالم ۱ ۔

حضرت صاحب نے فرمایا - نہیں - اس میں کوئی ہرج نہیں - یہ خلافِ شرع نہیں ہے - لیکن میر صاحب نے نہیں کھایا -
گویا وہ جو بعد میں مرتد ہوئے - دراصل اس وقت ہی کٹ چکے تھے -

وہاں حضور کی تقریر کا انتظام ہؤا - اور حضور نے منظور کر لیا تھا جب اشتہار ہو گیا اور سب تیاری ہو گئی تو حضور نے فرمایا کہ الہام الٰہی نے منع کر دیا ہے - باوجود شدید اصرار کے حضور نے تقریر نہ کی اور فرمایا یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ حکمِ الٰہی چھوڑ دوں - مَیں اس کے مقابل کسی ذلت کی پرواہ نہیں کرتا - حضور قریباً سات دن وہاں ٹھہر کر واپس لدھیانہ تشریف لے آئے اور اپریل کے دوسرے ہفتے میں قادیان واپس آ گئے -

اس سفرِ علی گڑھ میں مولوی محمد اسمٰعیل علی گڑھی نے آپ کی مخالفت میں تقریر کی جسے طبع کر کے شائع کیا گیا حضور لکھتے ہیں کہ میری شدید علالت کی وجہ سے معلوم ہوتا ہے اللہ تعالےٰ نے مجھے روک دیا تھا - لیکن مولوی صاحب موصوف نے یہ اعتراضات کئے کہ مَیں نے بسبب عجزِ بیان و خوفِ امتحان انکار کر دیا تھا - مَیں نالائق ہوں اور علمی لیاقت نہیں رکھتا - ہرگز یقین نہیں ہو سکتا کہ ایسی عمدہ تصانیف کا مَیں ہی مصنّف ہوں اور الہامات پر غور کرنے سے ان کے الہام ہونے کا ہرگز یقین نہیں ہوتا - ایک ثقہ عرب دو ماہ تک میرے خاص زمرہ میں رہا تو معلوم ہؤا کہ میرے پاس آلاتِ نجوم موجود ہیں - اور مولوی موصوف میری ملاقات کر کے بے عقیدہ ہو گئے ہیں - نماز میری آخر وقت میں ہوتی ہے - مَیں جماعت کا پابند نہیں -

ان اعتراضات کے بارے میں حضور رقم فرماتے ہیں کہ اگر مَیں تقریر کرنے سے عاجز ہوتا تو وہ کتب جو میری طرف سے تقریری طور پر عین مجلس میں ہزارہا مخالفوں اور موافقوں کے جلسہ میں قلمبند ہو کر شائع ہوئیں جیسے "سرمہ چشم آریہ" وہ کیونکر ایسی ضعف قوتِ ناطقہ سے نکل سکتی تھیں - محقّق اور جامع فنون و معلومات میرے پاس آ کر اکثر اسرارِ معارف سے مستفیض ہوتے ہیں - مَیں بفضلہ تعالیٰ آپ کے مقابل پر تقریر کرنے کو بھی حاضر ہوں - اگر آپ راضی ہوں تو اپنے کرایہ پر پنجاب کے صدر مقام لاہور میں آپ کو بلوا سکتا ہوں - بیشک مجھے دنیا کی کسی حکمت و دانائی کا دعویٰ نہیں - اس جہان کی دانائیوں اور چالاکیوں کو مَیں کیا کروں کہ وہ رُوح کو منوّر نہیں کر سکتیں بلکہ زنگ پر زنگ اور کفر پر کفر بڑھاتی ہیں - میرے لئے یہ بس ہے کہ عنایتِ الٰہی نے میری دستگیری کی اور وہ علم بخشا جو آسمانی معلّم سے ملتا ہے - اگر مجھے اُمّی کہا جائے تو اس میں میری کیا کسرِ شان ہے، بلکہ جائے فخر کیونکہ میرا اور تمام خلق اللہ کا مقتدا صلے اللہ علیہ وسلم بھی اُمّی ہی تھا - کفار پر بھی حضور صلعم کے کمالات نہ کھل سکتے تھے اور ان کے نزدیک قرآن کریم کے کلماتِ بلیغہ دوسرے لوگوں کی تالیف تھے - الہاماتِ الٰہیہ کے بارے میں فرعون اور یہودیوں وغیرہ کو بھی یقین نہیں آتا تھا - مگر ان کو یقین آیا جو دل کے غریب تھے - آلاتِ نجوم کے متعلق دعوتِ مباہلہ ہی جواب ہے -

مَیں نے سفر میں مسنون طریق پر دو نمازوں کو جمع کیا اور کبھی ظہر کے اخیر وقت میں ظہر و عصر کو اکٹھا پڑھا مَیں نے ان چند دنوں میں اپنی علالت اور سفر کی وجہ سے مساجد میں حاضری کا بکلّی التزام نہیں کیا - لیکن

بلکہ ترک بھی نہیں کیا۔ چنانچہ مولوی صاحب کی اقتداء میں مَیں نے نماز جمعہ پڑھی تھی جس کے ادا ہو جانے میں اب مجھے شبہ ہے۔ حقیقتہً اکثر مساجد کا حال اَبتر ہے۔ اگر خود امامت کا ارادہ کیا جائے تو امام از بس ناراض ہوتے ہیں۔ اگر ان کی اقتداء کی جائے تو ادائیگی نماز میں مجھے شبہ ہے۔ کیونکہ یہ لوگ نماز نہیں پڑھتے بلکہ بطور پیشہ پانچ وقت دکان کھولتے ہیں جن پر ان کے اہل و عیال کا گذارہ ہے۔ چنانچہ عزل و نصب پر مقدمات تک نوبت پہنچتی ہے اور مولوی صاحبان امامت کی ڈگری کرانے کے لئے اپیل در اپیل کرتے ہیں۔ یہ صاحبان محراب میں کھڑے ہو کر زبان سے قرآن شریف پڑھتے اور دل میں روٹیاں گنتے ہیں۔[۵۱]

حضرت اقدس لکھتے ہیں کہ مولوی اسمٰعیل علی گڑھی نے مجھے اپنی کتاب میں ظالم اور مفتری قرار دے کر بطور مباہلہ میرے حق میں بد دعا کی تو اللہ تعالےٰ نے اُسے ہلاک کر دیا۔ اور یہ پیشگوئی قریباً ۱۸۹۴ء میں پوری ہوئی۔[۵۲]

۱۱۔ سفر لدھیانہ۔ امرتسر اور پھر لدھیانہ (مارچ تا اگست ۱۸۹۱ء)

دعویٰ مسیحیت کے بعد حضرت اقدس تبلیغ و اتمامِ حجت کے لئے اپنے دو مخلص خدّام حافظ حامد علی صاحب اور پیراں دتّہ کے ہمراہ جنہیں حضور تنخواہ اور کھانا دیتے تھے۔ ۳ مارچ ۱۸۹۱ء کو لدھیانہ تشریف لے گئے۔ علماء نے شدید مخالفت کی اور علی الاعلان حضور کے قتل پر اکسایا۔ چنانچہ ایک واعظ کی ایسی تلقین پر کہ جو مرزا کافر کو قتل کریگا سیدھا بہشت میں جائیگا۔ ایک شخص لٹھ لے کر حضور کے پاس دیوان خانہ میں جا پہنچا۔ وہ موقعہ کی تاک میں کھڑا رہا۔ لیکن وہ حضور کی تقریر سے متاثر ہوا اور اس نے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا اور بیعت کر لی اُس زمانہ میں بیعت انفراداً اور علیحدہ کمرہ میں ہوتی تھی۔[۵۳]

شدّتِ مخالفت کا مزید اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ حضرت نواب علی محمد خان صاحب لدھیانوی جو حضور سے عشق رکھتے تھے۔ اس دوران میں عالمِ جاودانی کو سدھارے وہ مسرور رہتے تھے کہ حضور ..... لدھیانہ میں موجود ہیں۔ اور جوں جوں اُن کا آخری وقت قریب آ رہا تھا وہ جلد جلد حضور کی خدمت میں آدمی بھیجکر دعا کراتے اور انہوں نے وصیت کی کہ حضرت مرزا صاحب آپ کا جنازہ پڑھائیں۔ لیکن

---

[۵۱] سیرۃ المہدی حصہ اوّل روایت نمبر ۹۹ و "حیات احمدؑ" جلد سوم صفحہ ۲۹ تا ۳۶ و "مکتوبات احمدیہ" جلد پنجم نمبر سوم مکتوب نمبر ۹۴۔ و الحکم $\frac{۵}{۱۹۰۳}$ ۳۱ صفحہ ۴ کالم ۲ و ۳ ۔ البدر $\frac{۶}{۱۹۰۳}$ ۱۲ صفحہ ۱۶۳ کالم ۱ و فتح اسلام حاشیہ صفحہ ۱۶ تا ۲۴ ۔ [۵۲] "نزول المسیح" صفحہ ۲۰۳ [۵۳] "ذکر حبیب" مرتبہ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ صفحہ ۱۳ و "سیرۃ مسیح موعودؑ" مؤلفہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ صفحہ ۲۱ ۔ تاریخ ورود دہلی بحوالہ اشاعۃ السنۃ جلد ۱۲ نمبر ۱۲ صفحہ ۳۶۸ حاشیہ (ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ ۲۰۱ و ۲۰۲) حضور کے مکتوب مورخہ $\frac{۳}{۱۸۹۱}$ ۱۸ محررہ لدھیانہ بنام شیخ فتح محمد صاحب میں حافظ حامد علی صاحب نے اپنی طرف سے بھی سلام لکھا ہے ...

اس سے حافظ صاحب کی بعض عربی روایات کی تائید ہوتی ہے۔ (سیرۃ المہدی حصہ سوم روایت ۷۱۲)

لدھیانہ کے علماء نے مرحوم کے اقارب کو کہدیا کہ مرزا صاحب جنازہ پر آئے تو کوئی مسلمان جنازہ نہ پڑھیگا بلکہ تم لوگوں پر کفر کا فتویٰ صادر کر دیا جائیگا اور تم لوگوں کا جنازہ بھی نہیں پڑھا جائیگا۔ اس طرح وہ اقارب خوفزدہ ہو گئے۔ اور حضور نے جنازہ اپنی قیام گاہ پر ہی پڑھا اور ان کیلئے بہت دُعا کی۔[۱]

حضور نے ایک اشتہار کے ذریعہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی وغیرہ کو تحریری مباحثہ کی دعوت دی بالآخر مولوی صاحب موصوف سے ۲۰ تا ۲۹ جولائی تحریری مباحثہ ہوا۔ جس میں مولوی صاحب کی شکست کو خود انہوں نے اور دیگر علماء نے ایسی طرح محسوس کیا۔ مولوی صاحب کو اندیشہ فساد کے مدنظر ڈپٹی کمشنر نے لدھیانہ سے نکلوا دیا۔ بعض احباب و رؤسائے امرتسر کی استدعا پر حضور چند دن کے لئے امرتسر تشریف لے گئے اور پھر مراجعت فرمائے قادیان ہوئے۔[۲]

حضرت حاجی شہزادہ عبدالمجید صاحب (بعدہٗ مجاہد ایران) نے بیان کیا کہ جب کتاب "ازالہ اوہام" شائع ہوئی ہے حضرت صاحب لدھیانہ میں باہر چہل قدمی کے لئے تشریف لے گئے مَیں اور حافظ حامد علی صاحب ساتھ تھے راستہ میں حافظ صاحب نے مجھ سے کہا کہ آج رات یا کہا ان دنوں میں حضرت صاحب کو یہ الہام ہوا ہے:۔

سلطنتِ برطانیہ تا ہشت سال
بعد ازاں ضعف و فساد و اختلال[۳]

اسی عرصۂ قیام میں مسلمانانِ لدھیانہ وغیرہ کی طرف سے بعض علماء صاحبان کو مخاطب کرکے ایک خط ریاض ہند میں شائع ہوا کہ حضرت مرزا صاحب آجکل لدھیانہ میں ہیں اور وہ وفاتِ عیسیٰ کا ثبوت دیتے ہیں اور مسیح موعود ہونے کے مدعی ہیں۔ چودہ متبحر علماء ان کی جماعت میں شامل ہو چکے ہیں۔ ہم متحیر ہیں کہ علماء و اکابر صوفیاء بحث سے حضرت مرزا صاحب سے مغلوب ہو جاتے ہیں اور مرزا صاحب کی جماعت ترقی پر ہے لیکن مشاہیر علماء اور اکابر صوفیاء کنارہ کش ہیں۔

۱؎ تذکرۃ المہدی جلد اوّل صفحہ ۱۰۴ تا ۱۰۸

۲؎ حیاتِ احمد جلد سوم صفحہ ۹۹ تا ۱۳۰ و تذکرۃ المہدی حصہ اوّل صفحہ ۱۵۲ وغیرہ و سیرۃ المہدی حصہ دوم روایت نمبر ۴۵۶۔

۳؎ سیرۃ المہدی حصہ اوّل روایت نمبر ۹۶ - یہ بھی مرقوم ہے کہ حضرت میاں عبداللہ صاحبؓ سنوری نے بیان کیا کہ میرے خیال میں یہ الہام اس زمانہ سے بھی پُرانا ہے۔ حضرت صاحب نے خود مجھے اور حافظ حامد علی صاحب کو یہ الہام سنایا تھا۔ اس وقت مولوی محمد حسین بٹالوی مخالف نہیں تھا حافظ صاحب نے اسے بھی جا سُنایا جب وہ مخالف ہوا تو اُس نے حضرت صاحب کے خلاف حکومت کو بدظن کرنے کیلئے اپنے رسالہ میں اسے شائع کر دیا۔

سو آپ اکابر جلیل القدر صوفیاء اور صاحب عرفان اور صاحب سلسلہ ہیں۔ آپ سے بڑھ کر کس کا حق ہے کہ حضرت مرزا صاحب سے ظاہری اور باطنی مقابلہ کریں۔ ہم نے ان سے لکھوا لیا ہے۔

ان ایک صد داعیان میں (آپ کے چچا) شیخ[۵۶] چراغ علی ساکن گورداسپور اور شیخ حافظ[۵۸] حامد علی ساکن کتھ غلام نبی بھی شامل تھے۔ حضرت اقدس نے ۲۳ر اگست کو ایک اشتہار میں اپنی طرف سے یہ اقرار نامہ شائع کیا کہ مسلمانانِ لدھیانہ نے جو کچھ لکھا ہے مجھے منظور ہے۔ مذکورہ علماء صاحبان سے ظاہری و باطنی طور پر اور تحریری اور زبانی بحث مجھے منظور ہے[۱]

۱۲ - سفر دہلی۔ لدھیانہ و پٹیالہ
ستمبر تا نومبر ۱۸۹۱ء

حضرت اقدس نے اپنے اہل بیت اور (حضرت ڈاکٹر) میر محمد اسمٰعیل صاحب رضؓ سمیت ۲۹ر ستمبر ۱۸۹۱ء کو دہلی پہنچے[۲] دعوئ مسیحیت کی وجہ سے شدید مخالفت ہوئی۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ میاں نذیر حسین صاحب دہلوی اور ان کے شاگرد مولوی محمد حسین بٹالوی نے مجھے کافر دجّال اور کذّاب و ملحد قرار دیا ہے اور اپنے استاد کا منشاء دیکھ کر بٹالوی مذکور" ایسی گندی گالیوں پر آگیا کہ چوہڑوں چماروں کے بھی کان کاٹے یہاں تک کہ اس پاکیزہ سرشت نے صدہا لوگوں کے روبرو دہلی کی جامع مسجد میں اس عاجز کو فحش گالیاں دیں۔ چنانچہ گالیوں کے سننے والوں میں سے شیخ حامد علی میرا ملازم بھی ہے جو اس وقت موجود تھا"[۳]

سید نذیر حسین صاحب جو تمام ہندوستان کے علماءِ اہلحدیث کے استاد تھے ان سے مباحثہ قرار پایا مباحثہ کی تمام قرار داد مخالفین نے خود ہی کرلی اور حضور کو کوئی اطلاع نہ دی گئی۔ عین وقت پر حکیم عبدالمجید خان صاحب اپنی گاڑی لے کر آگئے۔ اور چلنے کو کہا۔ حضور نے فرمایا کہ ایسے فساد کے موقعہ پر ہم نہیں جا سکتے جب تک سرکاری انتظام نہ ہو۔ اور مباحثہ کے لئے ہم سے مشورہ ہونا چاہیئے تھا اور شرائط مباحثہ طے کرنی تھیں۔

حضور کے نہ جانے پر اور شور ہوا۔ اور مخالف اپنی فتح کا نقّارہ بجانے لگے۔ اس پر حضور نے ۱۷ر اکتوبر کو ایک اشتہار دیا کہ میں نے اپنی حفاظت کا انتظام کر لیا ہے۔ جہاں سیّد صاحب چاہیں میں بحث کیلئے حاضر ہو جاؤنگا۔ ولعنۃ اللہ علیٰ من تخلّف۔ کہ جو پیچھے ہٹے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ وہ مجھ سے حیاتِ مسیح کے متعلق تحریری مباحثہ کر لیں۔ اگر بحث نہ کرنا چاہیں تو ایک مجلس میں میرے دلائل سُنکر

---

۱ تبلیغ رسالت جلد دوم حاشیہ صفحہ ۶۲ تا ۶۶۔ اشتہار میں یہ درج کر دیا گیا ہے کہ داعیان میں سے کچھ حضرت کے مرید۔ بعض حسن ظن رکھنے والے اور بعض نہ مرید نہ حسن ظن رکھنے والے ہیں۔ گویا جو حسن ظنّ نہیں رکھتے تھے وہ بھی اس امر کے قائل تھے کہ بحث وفات و حیات عیسیٰ میں علماء و اکابر صوفیاء مغلوب ہو جاتے ہیں گویا یہ غلبہ اتنا ظاہر و باہر تھا کہ اس کے اقرار میں وہ کوئی باک نہ دیکھتے تھے۔ سبحان اللہ۔ ۲ حیات احمدؑ حصہ سوم صفحہ ۱۴۶-۱۴۷ ۳ آسمانی فیصلہ صفحہ ۹۔

تین مرتبہ حلفاً کہدیں کہ یہ دلائل غیر صحیح ہیں اور حضرت عیسیٰ اپنے جسم عنصری سمیت آسمان پر اٹھائے گئے تھے اور سید صاحب کا یہی عقیدہ ہے۔ پھر ایک سال کے اندر سید صاحب پر عذاب الٰہی وارد نہ ہو تو میں جھوٹا ہوں گا۔ اس اشتہار سے مخالف حلقہ میں کھلبلی مچ گئی۔ لیکن یہ کہا کہ مرزا صاحب نے یہ دیکھ کر کہ سید صاحب بہت بوڑھے ہیں اور مرنے والے ہیں ایسا اشتہار دے دیا ہے تاکہ ان کی بات بن جائے۔ سید صاحب یہ بات نہیں مان سکتے۔ لیکن دہلی کے شریف طبقہ نے زور دیا کہ سید صاحب قسم کھائیں تا حق و باطل میں امتیاز پیدا ہو۔ حضور بارہ اصحاب کے ہمراہ جن میں حافظ حامد علی صاحب بھی شامل تھے جامع مسجد جا پہنچے راستہ میں بعض لوگ گھات میں بیٹھ گئے تھے تا حضور پر بندوق چلا دیں۔ صبح سے حضور کو پیغام مل رہے تھے کہ اہل دہلی حضور کے قتل کے درپے ہیں لیکن حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ واللّٰہ یعصمک من الناس کا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ خود بگھی والوں نے اس راستہ سے جانے سے انکار کر دیا۔ مسجد میں اور اس کی سیڑھیوں میں پانچہزار کے قریب افراد جمع تھے۔ یورپین سپرنٹنڈنٹ پولیس بھی مع انسپکٹر پولیس اور ایک صد سے زائد باوردی سپاہیوں سمیت آ گیا۔ اور حضور کو مع خدام حلقہ میں لے لیا۔

سید نذیر حسین صاحب مع رفقاء بھی آ گئے تھے۔ حضور نے سید صاحب کو رقعہ لکھا کہ آپ حیات و وفات مسیح کے متعلق مجھ سے بحث کریں ورنہ حلفاً کہیں کہ ان کے نزدیک حضرت مسیح ابن مریمؑ کا اپنے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھایا جانا قرآن و حدیث کے نصوص صریحہ قطعیہ سے ثابت ہے ایسی قسم کے بعد ایک سال تک آپ جھوٹی قسم کے بد اثر سے بچ رہے تو میں آپ کے ہاتھ پر توبہ کر لونگا۔ بلکہ اس مضمون کی تمام کتب نذر آتش کر دونگا۔ لیکن سید صاحب کا اصرار تھا کہ آپ عقائد اسلام سے منحرف ہیں۔ جب تک اپنے عقائد کا ہم سے تصفیہ نہ کریں ہم حیات و ممات عیسیٰ کے بارہ میں ہرگز بحث نہ کریں گے۔ حضور نے فرمایا کہ میرے عقائد اہل سنّت والجماعت کے عقائد کے مطابق ہیں۔ سید صاحب کی طرف سے لوگوں نے قسم کھانے سے بھی انکار کیا۔ اسپر خواجہ محمد یوسف صاحب وکیل و آنریری مجسٹریٹ علی گڑھ کی درخواست پر حضور نے اپنے عقائد لکھ دیئے اور خواجہ صاحب نے سُنا دیئے اور کہا کہ ان میں کوئی نزاع نہیں۔ لائق بحث تو مسئلہ حیات و ممات عیسیٰ ہے۔ اگر حیات مسیح ثابت ہو جائے تو حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ مسیح موعود خود ہی باطل ہو جاتا ہے اور آپ نے ایسی صورت میں اس سے دستبرداری کا وعدہ کیا ہے۔ قریب کے لوگ بہت متأثر ہوئے اور سمجھے کہ انکے مولوی حق پر نہیں۔ لیکن جو لوگ دُور تھے اور جاہل تھے انہیں معلوم نہیں تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔ وہ اشتعال میں آ گئے اور اپنے خونی لائحہ عمل پر آمادہ ہونے لگے۔ اسپر سپرنٹنڈنٹ پولیس نے مجمع کو منتشر کرا دیا اور اعلان کرا دیا کہ مباحثہ نہ ہوگا۔ افسر موصوف حضور کے ہمراہ تھے حضور کے بارہ خدام نے حضور کو اپنے گھیرے میں لے لیا اور ان کے گرد پولیس والوں نے۔ مسجد سے باہر نکلے تو حضور کو دیکھ کر

دیگوں نے حضور کی طرف مجھنا شروع کیا ۔ صاحب موصوف نے اپنی گاڑی میں حضور کو بھجوا دیا ۔ حضور کے ہمراہ حضرت محمد خان صاحب کپورتھلوی ۔ حضرت منشی روڑا صاحب کپورتھلوی ۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی اور حضرت حافظ حامد علی صاحب بھی تھے ۔ کوچ مین کی جگہ پر ایک انسپکٹر پولیس ۔ پائیدانوں پر دو سب انسپکٹر پولیس اور پیچھے گاڑی میں سپاہی تھے ۔ گاڑی پر لوگ خشت باری کرتے رہے ۔

ایک طبقہ نے مباحثہ نہ ہونے کو بہ شدّت محسوس کیا ۔ اور سیّد محمد بشیر صاحب سہسوانی سے تحریری بحث کرائی ۔ پھر حضور لدھیانہ اور پٹیالہ ہوتے ہوئے ۲ر نومبر کے بعد کسی دن قادیان تشریف لے آئے[1]

۱۳ ۔ سفر جنگِ مقدس
(مئی و جون ۱۸۹۳ء)

مناظرہ آتھم کے تعلق میں چوہدری اللہ بخش صاحب امرتسری (مالک اللہ بخش سٹیم پریس قادیان) کی ذیل کی روایت سے ظاہر ہے کہ حافظ صاحب اس سفر میں حضور کے ساتھ تھے ۔ یہ مناظرہ ۲۲ر مئی سے ۵ر جون ۱۸۹۳ء تک ہوا تھا :۔

"مناظرہ کے دوران میں حسین شاہ صاحب سیّد کانسٹبل پانی پینے کے لئے کنوئیں پر گئے ۔ وہاں کھانڈ اور آب خورے مٹی کے پڑے تھے ۔ اور پادری لوگ جو پانی طلب کرتا اُسے شربت بنا کر دیتے تھے ۔ شیخ حامد علی صاحب نے سیّد حسین شاہ صاحب کو نصیحت کی کہ حضور علیہ السلام سے پہلے دریافت کر لو کہ کھانڈ کا شربت پیا جائے یا نہ ۔ حسین شاہ صاحب نے کہا کہ شیخ صاحب آپ ہی حضور سے دریافت کریں ۔ شیخ حامد علی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی کہ جو پانی پینے کنوئیں پر جاتا ہے اُس کو کھانڈ ملتی ہے ۔ حضور کا کیا ارشاد ہے ؟ فرمایا کہ میں خونِ جگر پی رہا ہوں ۔ آپ کھانڈ چاہتے ہیں ۔ جس شخص کو شربت کی طلب ہو وہ پانی پئے ۔ اور جس کو پانی کی طلب ہو وہ صبر کرے ۔"[2]

۱۴ ۔ سفر ڈیرہ بابا نانک
ستمبر ۱۸۹۵ء

حضرت اقدس علیہ السلام ۳۰ر ستمبر ۱۸۹۵ء کو چولا صاحب دیکھنے کے لئے اپنے دس خدّام سمیت بشمول حافظ حامد علی صاحب تشریف لے گئے تھے ۔ تفصیل دوسری جگہ درج کی گئی ہے ۔

۱۵ ۔ سفر گورداسپور
فروری ۱۹۰۴ء

حضرت مولوی محمد سرور شاہ صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ مقدمہ کرم دین ایک تاریخ پیشی سے دو روز قبل مجھے حضرت اقدس نے حوالے نکال کر

---

[1] ریویو آف ریلیجنز اردو جنوری ۱۹۴۲ء صفحہ ۵۴ تا ۵۶ ، سیرۃ المہدی حصہ دوم روایت نمبر ۴۱۷ ۔ و تذکرۃ المہدی حصہ اوّل صفحہ ۳۰۱ تا ۳۵۰ ۔ میں دہلی کے مباحثہ کی پوری تفصیل مرقوم ہے ۔ حیاتِ احمدؑ جلد سوم صفحہ ۱۴۲ تا ۱۸۶ و اشتہار ۱۳ر اکتوبر ۱۸۹۱ء و اصحاب احمد جلد چہارم صفحہ ۱۲۹ تا ۱۳۱ ۔ [2] رجسٹر روایات صحابہؓ دوم صفحہ ۱۳

تیار رکھنے کے لئے گورداسپور بھجوایا۔ اور ساتھ شیخ حامد علی صاحب ؓ میاں عبدالرحیم صاحب باورچی کو بھی بھجوایا۔ وہاں پہنچے تو حضرت ڈاکٹر محمد اسمٰعیل خان گوڑیانوی نے ایک معزز مسلمان کو بلوا کر سنوایا کہ اس کی موجودگی میں آریہ سماج نے ہندو مجسٹریٹ پر زور دیا ہے کہ بوجہ واقعہ لیکھرام یہ شخص (حضرت مرزا صاحب) ہمارا سخت دشمن ہے۔ اب وہ آپ کے ہاتھ میں شکار ہے اور ساری قوم کی نظر آپ پر ہے اگر آپ نے اس شکار کو ہاتھ سے جانے دیا تو آپ قوم کے دشمن ہونگے۔ اور مجسٹریٹ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ آئندہ پیشی پر عدالتی کارروائی کرے گا۔ یعنی بغیر ضمانت قبول کئے حوالات میں دے دیگا۔ حضرت مرزا صاحب اس پیشی پر حاضر عدالت نہ ہوں۔ اور ڈاکٹری سرٹیفیکیٹ بھجوا دیں اور مقدمہ تبدیل کرانے کی کوشش کی جائے۔

رات ہو چکی تھی۔ قادیان میں حضور کی خدمت میں اطلاع بھجوانے کے لئے بوجہ مخالفت کوئی یکہ جانے کو تیار نہ ہوا۔ شیخ حامد علی صاحب۔ عبدالرحیم صاحب باورچی اور ایک اور شخص کو قادیان پیدل ہی روانہ کیا گیا۔ اور وہ صبح کی نماز کے وقت پہنچے اور حالات عرض کئے۔ حضور نے بے پروائی سے فرمایا۔ خیر ہم بٹالہ چلتے ہیں۔ لاہور سے خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب آکر بٹالہ میں ملے لیکن حضور نے اس واقعہ کا ذکر نہ کیا۔ گورداسپور میں تنہائی میں مجھ سے حالات سُنے۔ جب میں شکار کے لفظ پر پہنچا تو یکلخت حضرت صاحب اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ آپ کی آنکھیں چمک اٹھیں اور چہرہ سُرخ ہو گیا۔ اور فرمایا۔ میں اُسکا شکار ہوں! میں شکار نہیں ہوں۔ میں شیر ہوں اور شیر بھی خدا کا شیر۔ وہ بھلا خدا کے شیر پر ہاتھ ڈال سکتا ہے؟ ایسا کر کے تو دیکھے۔ یہ الفاظ کہتے ہوئے آپ کی آواز اتنی بلند ہو گئی کہ کمرے کے باہر بھی سب لوگ چونک اُٹھے اور حیرت کے ساتھ اِدھر اُدھر متوجہ ہو گئے۔ حضور نے خدا کے شیر کے الفاظ کئی دفعہ دہرائے۔ اور آپ کی آنکھیں جو ہمیشہ جھکی ہوئی اور نیم بند رہتی تھیں اُس وقت واقعی شیر کی طرح کھل کر شعلہ کی طرح چمکتی تھیں۔ اور چہرہ اتنا سُرخ تھا کہ دیکھا نہیں جاتا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ میں کیا کروں۔ میں نے تو خدا کے سامنے پیش کیا ہے کہ میں تیرے دین کی خاطر اپنے ہاتھ اور پاؤں میں لوہا پہننے کو تیار ہوں مگر وہ کہتا ہے کہ نہیں۔ میں تجھے ذلت سے بچاؤں گا اور عزت کے ساتھ بری کرونگا۔ اور حضور محبت الٰہی پر تقریر فرمانے لگے اور قریباً نصف گھنٹہ تک جوش کے ساتھ بولتے بولتے حضور کو اُبکائی آئی۔ اور قے خالص خون کی آئی ڈاکٹر جو انگریز تھا اُس نے ایک مہینہ آرام کرنے کا سرٹیفکیٹ دیا اور لکھا کہ اس عرصہ میں میں آپ کو کچہری میں پیش ہونے کے قابل نہیں سمجھتا۔ چنانچہ حضور قادیان واپس چلے آئے۔

مجسٹریٹ بہت تلملایا۔ اور ڈاکٹر کو شہادت کے لئے بُلایا۔ ڈاکٹر نے کہا۔ میں ماہر فن ہوں۔ میرے سرٹیفکیٹ پر میرے فن کی رُو سے کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔ اور میرا سرٹیفکیٹ تمام اعلیٰ عدالتوں تک چلتا ہے۔ مجسٹریٹ بڑبڑاتا رہا مگر کچھ پیش نہ گئی۔ پھر اس کا تنزل ہو گیا اور تبادلہ ہو گیا[1] گویا اللہ تعالیٰ نے

---

[1] سیرۃ المہدی حصہ اوّل روایت ۱۰۷ ۔ البدر ۲۴ مارچ ۱۹۰۴ء صفحہ ۵ کالم ۲ و "اصحاب احمد" جلد پنجم حصہ سوم صفحہ ۲۱۱ تا ۲۱۵ ۔

اپنی خاص مشیت سے اس پیشی سے بچانے کا سامان کر دیا۔ اور مجسٹریٹ کو اپنے منصوبہ میں ناکام رکھا۔

۱۶۔ سفر دہلی۔ لدھیانہ و امرتسر
اکتوبر و نومبر ۱۹۰۵ء

حضور ۲۲ر اکتوبر ۱۹۰۵ء کو دہلی کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی اور حضرت شیخ حامد علی صاحب بھی رفقاءِ سفر میں سے تھے۔ حضرت مولوی نورالدینؓ صاحب کو بھی وہاں سے تار دے کر بلوا لیا تھا۔ حضور نے بزرگوں کی قبور پر دُعائیں کیں۔ اس بارہ میں حضور لکھتے ہیں کہ "جب مجھے دہلی والوں سے محبت اور اُنس محسوس نہ ہوئی تو میرے دل نے اس بات کے لئے جوش مارا کہ اربابِ صدق و صفاء اور عاشقانِ حضرتِ مولیٰ جو میری طرح اس زمین کے باشندوں سے بہت ما جور و جفا دیکھ کر اپنے محبوبِ حقیقی کو جا ملے اُن کے متبرک مزاروں کی زیارت سے اپنے دل کو خوش کر لوں ...... خدا ہم سب کو اپنی رحمت سے معمور کرے آمین ثم آمین"۔ مراجعت کے دوران آپ نے لدھیانہ اور امرتسر میں بھی تقاریر فرمائیں اور ۱۰ر نومبر کو واردِ دارالامان ہوئے۔[۵]

۱۷۔ آخری سفر لاہور
اپریل و مئی ۱۹۰۸ء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۲۷ر اپریل ۱۹۰۸ء کو مع اہل و عیال لاہور تشریف لے گئے اور ۲۶ر مئی کو وہاں ساڑھے دس بجے صبح کے قریب حضور کا وصال ہو گیا۔ کوئی اڑھائی بجے غسل و تکفین مکمل ہوا۔ تین بجے کے قریب ایک کثیر جماعت نے جنازہ پڑھا۔ پھر جوق در جوق احمدی اور غیر احمدی احباب نے زیارت کی۔ پھر چار بجے کے قریب ایک کثیر جماعت جنازہ کو کندھوں پر اٹھا کر ریلوے اسٹیشن پر لائی اور چھ بجے شام کے قریب روانہ ہونے والی گاڑی میں جنازہ مبارک حضور کے اہل بیت اور خدام بٹالہ کو روانہ ہوئے۔ رات دس بجے کے قریب بٹالہ میں اُترے۔ صبح دو بجے کے قریب احباب جنازہ کو شانہ بشانہ اُٹھا کر صبح آٹھ بجے کے قریب قادیان پہنچ گئے۔ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ خلیفۂ اوّل منتخب ہوئے۔ اور بعد ادائیگی نمازِ جنازہ حضور کی تدفین عمل میں آئی۔[۶]

---

[۵] بدر ۲۷ر اکتوبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۲ و ۳ و ۱۵ر نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۴ والحکم ۳۱ر اکتوبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۱ و ۲ و ۲۴ر نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۲ و ۵ و ۳۰ر نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۴ و ۱۰ر نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۵۔

[۶] بدر ۲ر جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۳۔ ریل گاڑی میں ساتھ آنے والے پانچ درجن سے زائد احباب کے اسماء درج ہیں۔ اُن میں "حامد علی" بھی ہیں۔ اور مکرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ بھی تصدیق کرتے ہیں کہ حافظ صاحب حضرت اقدس کے آخری سفر لاہور میں رفیقِ سفر تھے۔

نشانات کے شاہد

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمتِ مبارک میں حافظ صاحب ایک ربع صدی سے زیادہ عرصہ تک رہے۔ اور ہزارہا نشانات آپ نے دیکھے حضور نے متعدد نشانات کے گواہوں میں آپ کا نام لکھا ہے۔ تین میں تو حافظ صاحب اکیلے ہی گواہ ہیں۔ اور بعض دیگر میں معیّن دو دو گواہوں میں سے ایک ہیں۔ حضرت عرفانی صاحب لکھتے ہیں کہ بعض اوقات ایسا بھی ہُوا کہ حضرت اقدس کو اپنی ذات کے متعلق کوئی وحی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے حافظ صاحب کو بھی اس میں شریک کر لیا [1]۔

حضرت اقدس علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں :-

"شیخ حامد علی نے خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس عاجز کے کئی نشان دیکھے ہیں۔ اور چونکہ وہ سفر و حضر میں ہمیشہ میرے ساتھ ہی رہتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ اس کے لئے ایسے اسباب پیدا کرتا رہا اور وہ اپنی آنکھ سے دیکھتا رہا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی عنایتیں اس طرف رجوع کر رہی ہیں۔ اور کیونکہ دعاؤں کے قبول ہونے سے خارق عادت نشان ظہور میں آئے ......" [2]

ا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام رقم فرماتے ہیں :-

" ایسا اتفاق دو ہزار مرتبہ سے بھی زیادہ گذرا ہے کہ خدا تعالیٰ نے میری حاجت کے وقت مجھے اپنے الہام یا کشف سے یہ خبر دی کہ عنقریب کچھ روپیہ آنے والا ہے۔ اور بعض وقت آنے والے روپیہ کی تعداد سے بھی خبر دے دی اور بعض وقت یہ خبر دی کہ اس قدر روپیہ فلاں تاریخ میں اور فلاں شخص کے بھیجنے سے آنے والا ہے۔ اور ایسا ہی ظہور میں آیا۔ اور اس بات کے گواہ بھی بعض قادیان کے ہندو اور کئی سو مسلمان ہونگے جو حلفاً بیان کر سکتے ہیں۔ اور اس قسم کے نشان دو ہزار یا اس سے بھی زیادہ ہیں اور یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ کیونکہ خدا تعالیٰ حاجات کے وقت میرا متوّلی اور متکفل ہوتا رہا ہے اور اکثر عادتِ الٰہی مجھ سے یہی ہے کہ وہ پیش از وقت مجھے بتلا دیتا ہے کہ وہ دنیا کے انعامات میں سے کسی قسم کا انعام مجھ پر کرنا چاہتا ہے اور اکثر وہ مجھے بتا دیتا ہے کہ کل تُو یہ کھائیگا اور یہ پیئے گا اور یہ تجھے دیا جائے گا۔ اور ویسا ہی ظہور میں آجاتا ہے۔ .... اور ان باتوں کی تصدیق چند ہفتہ میرے پاس رہنے سے ہر ایک شخص کر سکتا ہے۔ ایسے نشان شیخ حامد علی مذکور اور لالہ شرمپت اور ملاوامل نے بہت دیکھے ہیں ......" [3]

---

[1] الحکم ۲۸ مارچ ۱۹۲۴ء صفحہ ۱۰ کالم ۳ [2] ازالہ اوہام حصّہ دوم صفحہ ۸۱۴ [3] تریاق القلوب صفحہ ۳۴

۲- نیز حضور علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں :-

"عرصہ تخمیناً ستائیس برس کا گذرا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک وسیع جگہ میں ہوں - اور وہاں ایک چبوترہ ہے ..... (جس) پر ایک لڑکا بیٹھا ہے جس کی عمر پانچ برس کی ہے اور وہ لڑکا نہایت خوبصورت ہے اور چہرہ اس کا چمکتا ہے اور اس کے چہرہ پر ایک ایسا نور اور پاکیزگی کا رعب ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انسان نہیں ہے - اور معاً دیکھتے ہی میرے دل میں گذرا کہ وہ فرشتہ ہے - تب میں اس کے نزدیک گیا اور اس کے ہاتھ میں ایک پاکیزہ نان تھا - جو پاکیزگی اور صفائی میں کبھی میں نے دنیا میں نہیں دیکھا اور وہ نان تازہ بتازہ تھا - اور چمک رہا تھا - فرشتہ نے وہ نان مجھ کو دیا اور کہا کہ یہ تیرے لئے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہے - اس خواب کے گواہ شیخ حامد علی اور میاں جان محمد اور دونوں آریہ مذکور اور بہت سے اور مخلص دوست ہیں اور یہ اس زمانہ میں خواب آئی تھی جبکہ نہ میں کوئی شہرت اور دعویٰ رکھتا تھا اور نہ میرے ساتھ کوئی جماعت درویشوں کی تھی - مگر اب میرے ساتھ بہت سی وہ جماعت ہے جنہوں نے خود دین کو دنیا پر مقدم رکھ کر اپنے تئیں درویش بنا دیا ہے اور اپنے وطنوں سے ہجرت کر کے اور اپنے قدیم دوستوں اور اقارب سے علیحدہ ہو کر اور اپنی طرز زندگی کو سراسر مسکینی اور درویشی کی طرف تبدیل دے کر قادیان میں میری ہمسائیگی میں آ کر آباد ہو گئے ہیں اور کچھ وہ ہیں جو دلوں سے اپنے وطنوں اور اپنے املاک کی محبت دور کر چکے ہیں - اور عنقریب وہ بھی اسی خاکِ قادیان کو موت تک اپنا وطن بنانا چاہتے ہیں - سو یہی درویش ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے میرے الہامات میں قابل تعریف کہا ہے - اور یہی ہیں جن کو درویشی نے مغلوب نہیں کیا بلکہ خود انہوں نے درویشی کو اپنے لئے پسند کیا - اور ایمان کی حلاوت کو پا کر تمام حلاوتوں کو دامن سے پھینک دیا - انہی کے حق میں براہین احمدیہ ..... میں یہ الہام ہے ...... (ترجمہ) کامل مخلصین وہ ہیں جو تیرے مکان کے صفوں میں رہنے والے - تو دیکھے گا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہونگے اور تیرے پر درود بھیجتے ہوں گے یہ کہتے ہوئے کہ اے ہمارے خدا ! ہم نے ایک منادی کی آواز سنی کہ جو لوگوں کو ایمان کی طرف بلاتا ہے - وہ خدا کی طرف بلانے والا ہے - اور وہ ایک روشن چراغ ہے جو اپنی ذات میں روشن اور دوسروں کو روشنی پہنچاتا ہے - اے ہمارے خدا ! تو ان لوگوں میں ہمیں لکھ لے جنہوں نے تیرے بھیجے ہوئے کی سچائی پر گواہی دی -

غرض خدا تعالیٰ نے انہی اصحاب الصفہ کو تمام جماعت میں سے پسند کیا ہے - اور جو شخص سب کچھ چھوڑ کر اس جگہ آ کر آباد نہیں ہوتا اور کم سے کم یہ کہ تمنا دل میں نہیں رکھتا اس کی حالت کی

نسبت مجھ کو بڑا اندیشہ ہے کہ وہ پاک کرنے والے تعلقات میں ناقص رہے۔ اور یہ ایک پیشگوئی عظیم الشان ہے اور ان لوگوں کی عظمت ظاہر کرتی ہے کہ جو خدا تعالیٰ کے علم میں تھے۔ کہ وہ اپنے گھروں اور وطنوں اور املاک کو چھوڑیں گے اور میری ہمسائیگی کے لئے قادیان میں آکر بود و باش کریں گے۔ اور یہ پیشگوئی شیخ حامد علی اور کئی اور دوستوں کو قبل از وقت بتلائی گئی تھی اور وہ حلفاً بیان کر سکتے ہیں" [1]

۳۔ حضرت اقدسؑ رقم فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کشفی طور پر مجھے چوالیس یا چھیالیس روپے دکھائے گئے۔ اور پھر یہ الہام ہوا کہ ماجھے خاں کا بیٹا اور شمس الدین پٹواری ضلع لاہور بھیجنے والے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ " اس کرامت کے گواہ شیخ حامد علی صاحب ساکن تھہ غلام نبی۔ کوڑہ باشندہ ضلع امرتسر اور قادیان کے اکثر باشندے ہیں" [2]

۴۔ آپ کی طرف سے مرقوم ہے :۔

" میاں عبداللہ سنوری ...... کو ایک کام پیش آیا۔ جس کے ہونے کے لئے اس نے ہر طرح کی تدبیریں بھی کیں اور بعض وجوہ کے پیدا ہونے سے اس کو اس کام کے ہو جانے کی امید بھی ہو گئی۔ اور پھر میری طرف بھی التجا کی کہ تا اُس کے حق میں دعا کی جائے۔ سو جب میں نے اس کے بارے میں توجہ کی تو بلا توقف یہ الہام ہوا۔ "بسا آرزو کہ خاک شدہ" تب میں نے اُس کو کہہ دیا کہ یہ کام ہرگز نہیں ہو گا۔ اور آخر کار ایسا ہی ظہور میں آیا۔ اور کچھ ایسے موانع آپڑے کہ وہ کام ہوتا ہوتا رہ گیا۔ اس پیشگوئی کا گواہ خود میاں عبداللہ سنوری اور شیخ حامد علی ساکن تھہ غلام نبیؐ ہے۔ جس کا کئی مرتبہ اس رسالہ میں ذکر آیا ہے۔ یہ دونوں صاحب حلفاً یہ گواہی دے سکتے ہیں۔" [3]

۵۔ حضور تحریر فرماتے ہیں کہ مولوی غلام علی امرتسری کا ایک شاگرد حافظ نور احمدؐ قادیان آیا۔ اور وہ اس امر سے منکر تھا کہ امت محمدیہ کا کوئی فرد سچی اور یقینی وحی پا سکتا ہے اسے یہ کہکر ٹھہرا لیا گیا کہ

---

[1] تریاق القلوب طبع اول صفحہ ۵۹ و ۶۱۔ سنہ خواب قریباً ۱۸۷۴ء ہے (تذکرہ طبع دوم) اس سنہ میں حافظ صاحب حضور کے پاس نہیں آئے تھے۔ اس لئے مطلب یہ ہے کہ پیشگوئی پورا ہونے سے پہلے انہیں بھی بتلائی گئی تھی۔

[2] نزول المسیح صفحہ ۲۰۲ پیشگوئی نمبر ۶۶۔ تذکرہ میں سن ۱۸۸۱ء درج ہے۔ [3] تریاق القلوب طبع اول صفحہ ۷۱۔ نزول المسیح صفحہ ۲۳۴ کے حوالہ سے تذکرہ طبع ثانی میں اسکا سن ۱۸۸۵ء درج کیا گیا ہے (صفحہ ۵۴) روایت میں حضرت میاں عبداللہ صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ جب میں ۱۸۸۲ء میں پہلے پہل قادیان آیا تو اُس وقت میری شادی ہو چکی تھی اور دوسری کا خیال تھا۔ اور اس بارہ میں آپ حضرت اقدسؑ کے تین الہامات بشمول مذکورہ بالا اور دو کشوف کا ذکر کرتے ہیں۔

ہم دُعا کرتے ہیں شاید اللہ تعالیٰ کوئی ایسا الہام کرے جو کسی پیشگوئی پر مشتمل ہو۔ سو دُعا منظور ہو کر حکایۃً عن الغیر یہ الہام انگریزی میں ہوا۔ I am quarreler اور یہ الہام بھی ہوا ھٰذا شاھدٌ نزّاغ کہ مَیں مقدمہ کرنے والا جھگڑنے والا ہوں۔ اور یہ گواہ تباہی ڈالنے والا ہے (براہین احمدیہ صفحہ ۴۷۲) اور حافظ موصوف کو بتایا گیا کہ تفہیم یہ ہے کہ کسی کا مقدمہ ہے وہ مجھے گواہ بنانا چاہتا ہے۔ موصوف بارش کی وجہ سے امرتسر جانے سے رُک گیا۔ اور شام کو اس کے روبرو رجب علی مطبع سفیر ہند امرتسر کا خط اور ایک سمن شہادت آیا کہ پادری رجب علی نے مجھے گواہ لکھوایا ہے۔ دعوٰی صحیح تھا اور میری شہادت موجب تباہی مدعا علیہ تھی۔ اس طرح یہ پیشگوئی حافظ موصوف کے سامنے پوری ہوئی۔ اس سے قبل کی بات ہے کہ براہین احمدیہ چھپ رہی تھی اور روپیہ نہیں تھا۔ چھاپنے والے تقاضا کرتے تھے۔ دُعا کرنے پر الہام ہوا " دس دن کے بعد موج دکھاتا ہوں" اور ساتھ ہی یہ الہام ہوا Then will you go to Amritsar گویا پھر کسی مجبوری سے امرتسر جانا ہو گا۔ چنانچہ دس دن تک کوئی پیسہ نہ آیا اور گیارھویں دن دو افراد کی طرف سے ایک صد چالیس روپے آئے اور اسی دن مذکورہ سمن آیا اور امرتسر جانا پڑا۔ حافظ نور احمدؐ والی پیشگوئی کے گواہ حافظ موصوف اور حافظ حامد علی صاحب ہیں۔[1]

۶۔ نواب صدیق حسن خانصاحب بھوپالوی نے براہین احمدیہ واپس کر دی تھی۔ یہ واقعہ ۱۸۸۳ء کا ہے۔ اس تعلق میں حضرت عرفانی صاحب لکھتے ہیں:۔

" نواب صدیق حسن صاحب قنّوج کے رہنے والے ایک ذی علم انسان تھے اور بیگم صاحبہ بھوپال نے جو والیہ ریاست تھیں اُن سے شادی کر لی۔ اور نواب صدیق حسن صاحب اس طرح پر سیاہ و سفید کے عملاً مالک ہو گئے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ انہوں نے اُس وقت براہین احمدیہ کی اعانت و خریداری کا وعدہ کر لیا۔ مگر جب کتاب شائع ہوئی اور حضرت نے اُس کے تینوں حصّے بھیج دیئے تو انہوں نے کتاب واپس کر دی کہ اس میں عیسائیوں کی تردید ہے اور گورنمنٹ عیسائی ہے۔ ایسی کتابوں کے لئے مدد کرنا گورنمنٹ کو ناراض کرنا ہے۔ ۔ ۔ ۔ کتابوں کا پیکٹ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کھول کر دیکھ کر پھر دوبارہ نہایت بُری طرح پیکٹ بنا کر بھیج دیا۔ اور وہ پھٹ بھی گئی تھیں۔ حافظ حامد علی صاحب کہتے ہیں کہ جب کتاب واپس آئی تو اس وقت حضرت اقدسؑ اپنے مکان میں چہل قدمی کر رہے تھے اور وہ بھی وہاں موجود تھے۔ کتاب کی یہ حالت دیکھ کر کہ وہ پھٹی ہوئی ہے اور نہایت بُری طرح سے اس کو خراب کیا گیا ہے حضرت صاحب کا چہرہ متغیّر ہو گیا اور غصّہ سے سُرخ ہو گیا۔ حامد علی کہتا ہے کہ مَیں نے اپنی ساری عمر میں حضرت صاحب کو ایسے غصّہ کی حالت میں نہیں دیکھا۔ آپ کے چہرہ کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کے قلب میں ناراضگی کی

---

[1] "نزول المسیح" صفحہ ۲۳۱ تا ۲۳۶ پیشگوئی نمبر ۱۷۔ تذکرہ میں اس کا سن ۱۸۸۲ء مرقوم ہے۔

کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔ آپ بدستور اِدھر اُدھر ٹہلتے تھے اور خاموش تھے کہ یکایک آپ کی زبانِ مبارک سے یہ الفاظ نکلے۔ "اچھا! تم اپنی گورنمنٹ کو خوش کر لو۔"

چنانچہ سرکاری طور پر ایک سیاسی مقدمہ قائم ہُوا اور نواب موصوف پر مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ بعض لوگوں کے باصرار درخواست کرنے پر حضور نے بالآخر دُعا فرمائی اور نواب موصوف حکومت کے مواخذہ سے بچ گئے۔ اور نوابی کا خطاب بھی بحال ہو گیا۔ حضور نے یہ بھی بیان فرمایا تھا کہ مَیں نے ان لوگوں کو کبھی اُمید گاہ نہیں بنایا۔ اللہ تعالیٰ کے مخفی اشارہ سے براہین میں اعانت کے لئے تحریک کی تھی تا ان لوگوں کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے۔ اور انہیں کسی نیکی کی توفیق ملے۔" [۱]

۷۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"ایک دفعہ جس کو عرصہ قریبًا بائیس برس کا گذرا ہے ایک انگریزی خوان میرے ملنے کیلئے آیا۔ تو اس کے روبرو ہی یہ الہام ہُوا "دِس اِز مائی اینیمی"

یعنی یہ میرا دشمن ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ الہام اسی کی نسبت ہے۔ پھر اس سے اس کے معنے دریافت کئے گئے۔ اور آخر وہ ایسا ہی آدمی نکلا۔ اور اس کے باطن میں طرح طرح کے خبث پائے گئے۔ اور اس الہام کے گواہ شیخ حامد علی جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے اور کئی اور دوست ہیں جو اب تک زندہ موجود ہیں جو حلفاً بیان کر سکتے ہیں۔" [۲]

۸۔ حضور علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

"ایک مرتبہ اتفاقاً مجھے ۵۰ روپے کی ضرورت پیش آئی اور جیسا کہ اہلِ فقر اور توکل پر کبھی کبھی ایسی ضرورت کی حالتیں آجاتی ہیں ایسا ہی یہ حالت مجھے پیش آگئی کہ اس وقت کچھ موجود نہ تھا۔ سو مَیں صبح کو سیر کو گیا۔ اور اس ضرورت کے خیال نے مجھے یہ جوش دیا کہ مَیں اس جنگل میں دُعا کروں۔ چنانچہ مَیں نے ایک پوشیدہ گوشہ میں جاکر اس نہر کے کنارے پر دُعا کی جو بٹالہ کی طرف قادیان سے قریبًا تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ جب مَیں دعا کر چکا تب فی الفور دعا کے ساتھ ہی ایک الہام ہُوا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ دیکھ مَیں تیری دعاؤں کو کیسے جلد قبول کرتا ہوں۔ تب مَیں خوش ہُوا اور اس جنگل سے قادیان کی

---

[۱] "حیاتِ احمدؐ" جلد دوم نمبر دوم صفحہ ۴۴ تا ۴۷ [۲] "تریاق القلوب" طبع اوّل صفحہ ۶۱ نشان نمبر ۴۶ و بالفاظ دیگر براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۴۸۱ حاشیہ در حاشیہ [۳] - بحوالہ براہین احمدیہ۔ تذکرہ طبع دوم میں اس کا سن ۱۸۷۸ء مرقوم ہے (صفحہ ۳۱) سن کے بارے میں سہو معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ براہین احمدیہ کے اس صفحہ سے قبل صفحہ ۴۰۸ سے بعد میں صفحہ ۴۹۷ تک مندرجہ الہامات کا سن تذکرہ میں ۱۸۸۳ء رقم ہے (صفحہ ۶۵ تا ۶۷) جبکہ صفحہ ۴۸۱ سے قریبًا چالیس صفحات قبل تک [۳] کوئی سن درج نہیں کہ جس سے سن ۱۸۷۸ء کا استنباط ہُوا ہو۔ منہ

طرف واپس آیا اور سیدھا بازار کی طرف رُخ کیا تا قادیان کے سب پوسٹماسٹر سے دریافت کروں کہ آج ہمارے نام کچھ روپیہ آیا ہے یا نہیں۔ چنانچہ ڈاکخانہ سے بذریعہ ایک خط کے اطلاع ہوئی کہ پچاس روپیہ لدھیانہ سے کسی نے روانہ کئے ہیں اور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس دن یا دوسرے دن وہ روپیہ مجھے مل گیا۔ اس نشان کا گواہ شیخ حامد علی ہے جو دریافت کے وقت حلفاً بیان کرسکتا ہے مگر حلف حسب نمونہ نمبر ۲ کے ہوگی۔" [1]

۹۔ دلیپ سنگھ کی پیشگوئی کا شاہد حضورؑ نے حافظ صاحب کو تحریر کیا ہے [2]

۱۰۔ حضور علیہ السلام نے اپنی شادی کے تعلق میں آپ کو ایک نشان کا شاہد تحریر کیا ہے جس کی تفصیل پہلے بحوالہ "نزول المسیح" درج ہو چکی ہے۔

۱۱۔ حضور رقم فرماتے ہیں :-

"ایک دفعہ میں لدھیانہ کی طرف سے قادیان کی طرف ریل گاڑی میں چلا آتا تھا اور میرے ساتھ شیخ حامد علی میرا خدمتگار اور چند اور آدمی بھی تھے۔ جب ہم کسی قدر مسافت طے کر چکے تو تھوڑی سی غنودگی ہو کر مجھے الہام ہوا۔" نصف ترا نصف عمالیق را"

اور ساتھ ہی دل میں ڈالا گیا کہ یہ وراثت کا حصہ ہے کہ کسی وارث کی موت سے ہمیں ملے گا اور نیز دل میں ڈالا گیا کہ عمالیق سے مراد میرے چچا زاد بھائی ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جب میں قادیان میں پہنچا تو معلوم ہوا ہمارے شرکا میں سے ایک عورت امام بی بی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بیمار ہے۔ چنانچہ وہ چند دن بعد مر گئی اور ہم دونوں گروہ کے سوا اس کا کوئی وارث نہیں تھا اس لئے اسکی زمین میں سے آدھی تو ہمارے حصہ میں آئی اور آدھی زمین ہمارے چچا زاد بھائیوں کے حصہ میں گئی۔ اور اس طرح پر وہ پیشگوئی جس کے پورا ہونے اور بیان کرنے پر ایک جماعت گواہ ہے۔ اور نیز شیخ حامد علی بھی جو زندہ موجود ہے۔" [3]

---

[1] "تریاق القلوب" طبع اوّل صفحہ ۴۳۔ مختصر ذکر الہام ۳ رجنوری و قوع ہذا ۶ رجنوری ۱۸۸۴ء (مکتوبات احمد جلد اوّل مکتوب ۷ رجنوری ۱۸۸۴ء) نمبر ۲ میں لالہ شرمپت کے متعلق حضور نے رقم فرمایا ہے کہ ان سے سچ کہلانیکا نہایت سہل طریق یہ ہے کہ انکے بیٹوں کی قسم دی جائے یعنی بیٹوں کے سر پر ہاتھ رکھکر قسم کھائیں کہ یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی اور میں حلفاً کہتا ہوں کہ یہ واقعہ حق ہے لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین (صفحہ ۳۱-۳۲)

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت حافظ حامد علی صاحب اور حضرت میاں عبداللہ صاحب سنوری جیسے مخلصین کے متعلق یہ مطلب نہیں کہ وہ سچ نہ بولینگے اسلئے ایسی قسم دی جائے بلکہ ان کے متعلق ایسی قسم اسلئے لکھی ہوگی تا غیر از جماعت لوگوں کیلئے باعثِ اطمینانِ قلب ہو کہ اپنے مخلصین کی گواہی بھی غلیظ قسم کے ساتھ پیش کی ہے اور یہ نہ سمجھیں کہ قسم اٹھانا فی زمانہ لوگوں کا معمول بن چکا ہے۔

[2] ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ ۸۱۵ یہ پیشگوئی نومبر ۱۸۸۵ء کی ہے (تذکرہ طبع نو صفحہ ۱۳۶-۱۳۷)

[3] حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۴۴ نشان ۹۴ اور بالفاظ دیگر "نزول المسیح" صفحہ ۲۱۳ و ۲۱۴۔ وہاں سن ۱۸۸۷ء مرقوم ہے۔

۱۲۔ اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ کے الہام کے گواہوں میں شیخ حامد علی صاحبؓ کا نام درج ہے اور اس امر کے پوشیدہ طور پر پتہ لگانے کے لئے حضور نے شیخ صاحب ہی کو پٹیالہ روانہ کیا تھا۔[1]

۱۳۔ حضور علیہ السلام لکھتے ہیں:۔

"ایک دفعہ موضع کُنجراں ضلع گورداسپور میں جانے کا اتفاق ہوا۔ اور میرے ساتھ شیخ حامد علی تھا۔ جب صبح کو ہم نے جانے کا قصد کیا تو مجھے الہام ہوا کہ اس سفر میں تمہارا اور تمہارے رفیق کا کچھ نقصان ہوگا۔ چنانچہ راہ میں شیخ حامد علی کی ایک نئی چادر گُم ہو گئی اور میرا ایک رُومال گم ہو گیا۔ اور مَیں خیال کرتا ہوں کہ اس وقت حامد علی کے پاس یہی ایک چادر تھی جس سے اُس کو بہت رنج پہنچا۔ اس نشان کا گواہ شیخ حامد علی ہے جس کو شک ہو وہ اُس سے حلفاً دریافت کرے ...... شیخ حامد علی موضع تھہ غلام نبیؐ ضلع و تحصیل گورداسپور میں رہتا ہے۔"[2]

(اسبارہ میں حافظ نور محمدؐ صاحب فیض اللہ چکوی بیان کرتے ہیں:۔

"ایک دفعہ مَیں نے عرض کی کہ حضور ہمارے گاؤں میں بھی کبھی بطور سَیر کے تشریف لائیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ہاں۔ اس زمانہ میں ایک ڈپٹی فتح علی شاہ کُنجراں کی کوٹھی میں رہتے تھے۔ آپ اس کو ملنے کے لئے قادیان سے پالکی میں سوار ہو کر تشریف لے گئے۔ جب وہاں پہنچے وہ وہاں موجود نہ تھے اس لئے واپس تشریف لائے اور حافظ حامد علی صاحب کے گاؤں تھہ غلام نبی میں بھی آئے وہ بھی اس سفر میں ساتھ تھے وہاں چوہدری غلام محی الدین نمبردار تھا اس نے دعوت پیش کی۔ آپ نے فرمایا فیض اللہ چک سے ہو آئیں پھر آکر کھائیں گے۔ عصر کے وقت فیض اللہ چک تشریف لائے اور ہمارے گھر کے قریب جو پُرانی مسجد ہے وہاں ٹھہر گئے۔ اُسی روز ہم میاں فضل الٰہی مرحوم کی شادی میں مصروف تھے۔ ہم کو جب خبر ہوئی تو ہم حاضر خدمت ہوئے۔ اس وقت حافظ حامد علی کے سوا ایک حافظ عبدالرحمٰن ساکن لوہیاں ضلع امرتسر ساتھ تھے۔ وہاں سے ہم حضرت کو جامع مسجد میں لے آئے٭۔ وہاں بہت لوگ ملاقات کے لئے آگئے اور مغرب کی نماز کا وقت آگیا۔ تو لوگوں نے خواہش کی کہ حضور جماعت کرائیں۔ آپ نے لوگوں کے اصرار پر مغرب کی نماز کی امامت فرمائی۔ اس وقت منشی سعد اللہ مرحوم نے درخواست کی کہ آپ میرے ہاں کھانا تناول

---

[1] نزول المسیح صفحہ ۲۳۲-۲۳۳ پیشگوئی نمبر ۱۱۴ (سن قریباً ۱۸۸۷ء) حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۸۳-۳۸۴- تریاق القلوب طبع اول صفحہ ۴۳-۴۷ و بدر $\frac{9}{1905}$ ۲۲ صہ۲ کالم ۳ و ریویو آف ریلیجنز اردو جنوری ۱۹۴۲ء صہ ۳۵ و روایت مولوی عبدالرحمٰن صاحب کیوتھلوی (رجسٹر روایات صحابہ جلد اوّل صہ ۲۰۸)۔ [2] تریاق القلوب طبع اول صہ ۳۸ و بالفاظ دیگر نزول المسیح صفحہ ۲۲۹-۲۳۰ - وہاں اس کا سن ۱۸۸۷ء مرقوم ہے۔

٭ "آئے" کی بجائے "گئے" غالباً سہو کتابت سے مرقوم ہے۔ مؤلف

فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہماری دعوت تھہ غلام نبی میں ہے اور پھر منشی سعداللہ کی گھوڑی پر سوار ہو کر تھہ غلام نبی تشریف لے گئے"۔[۵۱]

۱۴۴۔ حضور علیہ السلام کی طرف سے مرقوم ہے:۔

"جس زمانہ میں سید محمد حسن خان صاحب وزیر اعظم ریاست پٹیالہ تھے۔ ان کی وفات سے چند سال پہلے مجھے لدھیانہ سے پٹیالہ جانے کا اتفاق ہوا اور اس وقت میرے ساتھ شیخ حامد علی اور شیخ عبد الرحیم انبالہ چھاؤنی اور فتح خاں نام ایک پٹھان تھا جو ضلع ہوشیار پور کا باشندہ تھا۔ یہ دونوں شخص مؤخرالذکر مولویوں کے فتوئ تکفیر کے زمانہ میں کثرت مخالفین کو دیکھ کر مخالف ہو گئے۔ اور اب تک مخالف ہیں۔ اور ایسا اتفاق ہوا کہ جب میں نے پٹیالہ کی طرف جانے کا قصد کیا تو خدا تعالیٰ نے رات کو میرے پر یہ ظاہر کیا کہ اس سفر میں کچھ نقصان ہوگا۔ اور کچھ ہم و غم پیش آئیگا۔ اور میں نے اس پیشگوئی سے جو خدا تعالیٰ سے مجھ کو ملی۔ مذکورہ بالا ہمراہیوں کو اطلاع دے دی۔ اور ہم روانہ ہوئے۔ جب پٹیالہ میں پہنچ کر اور اپنے ضروری کاموں سے فراغت پا کر پھر واپس آنے کا ارادہ کیا تو عصر کی نماز کا وقت تھا میں نے نماز پڑھنے کے قصد سے چوغہ اتارا تا وضو کروں اور اس چوغہ کو سید محمد حسن خان وزیر ریاست پٹیالہ کے ایک خدمتگار کے حوالے کیا کیونکہ وزیر صاحب مع اپنے بعض نوکروں کے میرے چھوڑنے کے لئے ریل پر آئے تھے اور ان کے خدمتگار نے میرا چوغہ اپنے پاس رکھا

---

[۵۱] الحکم ۷ ستمبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۴۔ محترم عرفانی صاحب اس پر تحریر فرماتے ہیں:۔

"کیا ہی مبارک وہ زمانہ تھا اور کیسے مبارک وہ لوگ تھے کہ خدا کا برگزیدہ اس بے تکلفی اور سادگی سے ان میں پھرتا تھا۔ سید فتح علی شاہ صاحب لاہور کے باشندے تھے اور مہر بانی دوآب پر ڈپٹی کلکٹر تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے انہیں محبت تھی۔ اور اخلاص تھا۔ حافظ محمد یوسف صاحب وغیرہم کی پارٹی سے تعلق رکھتے تھے۔ خاکسار عرفانی نے انہیں دیکھا اور اس کے لئے انہوں نے نائب ضلعداری کی سپارش کی تھی۔ آغاز دعویٰ مسیح موعود میں حضرت اقدس کی کتابوں کی اشاعت میں حصہ لیتے تھے دیندار اور نیک آدمی تھے اس لئے حضرت اقدس اس تعلق کی وجہ سے ان کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ حضرت کے خاندان میں اس قدیم شان امارت کے لحاظ سے دو قسم کی سواریاں ہوتی تھیں۔ گھوڑے یا پالکی۔ کرم دین کے مقدمہ تک حضرت اقدس پالکی میں سوار ہوا کرتے تھے"۔

محترم عرفانی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ حضور کا وفائے عہد کا نمونہ ہے کہ حافظ نور محمد صاحب سے فیض اللہ چک آنیکا وعدہ کیا تھا اور تھہ غلام نبی میں دعوت منظور کی تھی اس لئے فیض اللہ چک میں باوجود اصرار کے کھانا نہ کھایا۔ اور یہ وہی سفر ہے جس کے متعلق حضور کو الہام ہوا تھا کہ اس سفر میں تمہارا اور تمہارے رفیق کا کچھ نقصان ہوگا۔

اور مجھے وضو کرایا۔ جب ٹکٹ لینے کا وقت ہوا ۔ ۔ ۔ ۔ تب ۔ ۔ ۔ معلوم ہوا کہ وہ رومال مع روپیہ کے غالباً اُس وقت گرا جبکہ چوغہ اُتارا تھا ۔ اُس وقت مجھے وہ الہام الٰہی یاد آیا کہ اِس سفر میں کچھ نقصان ہوگا ۔ مگر یہ دوسرا فقرہ الہام کا کہ کچھ ہمّ اور غم پہنچے گا اس کی نسبت اُس وقت مجھے دو خیال آئے ۔ ایک یہ کہ اسقدر روپیہ ضائع ہونے سے بلاشبہ بمقتضائے بشریت غم ہوا اور دوسرے مجھے یہ خیال بھی دل میں گذرا کہ جب وزیر صاحب موصوف ریل پر مجھے لینے کے لئے آئے اور انہوں نے اپنی گاڑی میں مجھے بٹھایا تو کئی ہزار آدمی میرے دیکھنے کیلئے اسٹیشن پر موجود تھا جو قریب قریب ہو کر مصافحہ کرتے اور بعض ہاتھ چومتے تھے ۔ تب وزیر صاحب نے جو شیعہ مذہب تھے رنجیدہ الفاظ میں بیان کیا کہ یہ لوگ وحشی احمق کیا کرتے ہیں ۔ گویا اُن کی نظر میں ان لوگوں کا انکسار سے ملنا اور اس کثرت سے استقبال کے لئے آنا ایک بیہودہ امر تھا ۔ تب مجھے اُن کا یہ کلمہ باعث رنج ہوا ۔ اور مجھے افسوس ہوا کہ اُن کے دماغ اور دل میں ان لوگوں کی جو خدا سے مامور ہو کر آتے ہیں سچّی عظمت نہیں اور صرف ظاہرداری کے طور پر ایک گروہ کثیر کے ساتھ چلے آئے ہیں ۔

سو مَیں نے روپیہ کے نقصان کے وقت یہ بھی خیال کیا کہ یہ رنج جو وزیر صاحب کے ایک کلمہ سے مجھے پہنچا تھا اِسی حد تک اِس پیشگوئی کا منشاء ختم ہو گیا جس کے یہ لفظ تھے کہ کچھ ہمّ و غم بھی پیش آئیگا ۔ مگر یہ میرا خیال غلط تھا ۔ کیونکہ اس سفر میں غمّ و ہمّ کا ایک اور حصّہ باقی تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (چنانچہ) جب ہم دوراہہ کے اسٹیشن پر پہنچے تو لدھیانہ جہاں ہم نے جانا تھا اس جگہ سے دس کوس باقی رہ گیا ۔ رات قریباً دس بجے گذر گئی تھی ۔ تب میرے ہمراہی شیخ عبدالرحیم نے ایک انگریز سے پوچھا کہ کیا لدھیانہ آگیا ۔ اُس نے ہنسی سے یا کسی اور غرض سے کہا کہ آگیا ۔ اور ہم اس بات کے سُننے سے سب کے سب ریل پر سے اُتر آئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پتہ لگا کہ یہ دوراہہ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور وہ ایسی جگہ تھی کہ بیٹھنے کے لئے بھی چارپائی نہیں ملتی تھی اور نہ کھانے کے لئے روٹی ۔ تب ہمیں بہت رنج اور افسوس اور ہمّ و غمّ ہوا کہ ہم غلطی سے بے ٹھکانہ اُتر آئے ۔ اور ساتھ ہی یاد آیا ۔ کہ ضرور تھا کہ ایسا ہوتا ۔ تب سب کے دل مسرور اور خوشی سے بھر گئے کہ خدا تعالیٰ کا الہام پورا ہوا ۔ اِس واقعہ اور نشان کے گواہ شیخ حامد علی اور شیخ عبدالرحیم اور فتح خاں ہیں ۔"۵۱

---

۵۱ تریاق القلوب طبع اوّل صفحہ ۷۰ ۔ ۷۲ ۔ و بالفاظ دیگر نزول المسیح صفحہ ۲۳۱ و ۲۳۲ - حقیقۃ الوحی میں بھی اس کا ذکر ہے ۔ وہاں یہ بھی مرقوم ہے کہ :- "مَیں نے اپنے ان تمام ہمراہیوں کو کہا کہ نماز پڑھ کر دُعا کر لو کیونکہ مجھے یہ الہام (باقی اگلے ص پر)

۱۵۔ شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار پر ایک سخت مصیبت وارد ہوئی۔ اس سے چھ ماہ قبل (۱۸۹۳ء میں) حضرت اقدس نے انہیں اطلاع دی کہ مجھے ایک خواب میں بتلایا گیا ہے کہ آپ کی جائے نشست فرش کو آگ لگی ہوئی ہے اور اس آگ کو اس عاجز نے بار بار پانی ڈال کر بجھایا ہے اور میرے دل میں یہ تعبیر ڈالی گئی کہ شیخ صاحب پر اور ان کی عزت پر سخت مصیبت آئیگی۔ اور میری ہی دعا سے نہ کسی اور وجہ سے وہ بلا دور کی جائے گی۔

حضور رقم فرماتے ہیں کہ امرتسر میں شیخ صاحب کے ایک رشتہ دار نے "میرے ملازم شیخ حامد علی سے نومیدی رہائی کی حالت میں تکرار کی تھی کہ مرزا غلام احمد تو کہتے تھے کہ شیخ صاحب بری ہو جائیں گے اور اب وہ پھانسی ملنے لگے ہیں۔ حامد علی کا بیان ہے کہ میں نے کہا تھا کہ انجام دیکھنے کے بعد اعتراض کرنا"[۱]

اس واقعہ سے حافظ حامد علی صاحبؓ کے کمال ایمان کا علم ہوتا ہے۔

۱۶۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے باوا نانک صاحبؒ کو خواب میں دیکھا۔ کہ انہوں نے اپنے تئیں مسلمان ظاہر کیا ہے۔ اور میں نے دیکھا کہ ایک ہندو ان کے چشمہ سے پانی پی رہا ہے۔ میں نے اسے کہا کہ یہ چشمہ گدلا ہے۔ ہمارے چشمہ سے پانی پیو۔ اس کے تیس برس بعد یہ تصدیق پیدا ہوگئی کہ ان کا چولا معلوم ہوا جو ان کی اولاد کے پاس ڈیرہ بابا نانک میں ہے۔ اس پر قرآنی آیات مرقوم ہیں۔ اور یہ چولا باوا جی پہنا کرتے تھے۔ گویا مردانگی سے اسلام کی صداقت ظاہر کرتے تھے۔ لیکن لوگوں نے ان کے چشمہ کو گدلا کر دیا ہے۔ اس نشان کے متعلق الہامات کے قبل از وقت سننے والوں میں شیخ حامد علی صاحب کا نام بھی شامل ہے[۲]

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶ :۔ ہوا ہے۔ چنانچہ سب نے دعا کی...... پٹیالہ...... اسٹیشن پر...... وزیر اعظم ریاست کا خلیفہ محمد حسن مع اپنے تمام ارکان ریاست کے جو شاید اٹھارہ گاڑیوں پر سوار ہونگے پیشوائی کے لئے موجود دیکھے۔ اور جب آگے بڑھے تو شاید سات ہزار کے قریب دوسرے عام و خاص شہر کے رہنے والے ملاقات کے لئے موجود تھے......

(دوراہہ اترنے پر) اسٹیشن ماسٹر...... نے افسوس کیا...... اور کہا کہ آدھی رات کو ایک مال گاڑی آئیگی اگر گنجائش ہوئی تو میں اس میں بٹھا دونگا۔ تب اس نے...... تار دی اور جواب آیا کہ گنجائش ہے۔ تب ہم آدھی رات کو سوار ہو کر لودہانہ پہنچ گئے۔ گویا یہ سفر اسی پیشگوئی کے لئے تھا۔" (نشان ۹۵ صفحہ ۲۴۴ تا ۲۴۶)۔

مرتضیٰ خان حسن صاحب نے اس سفر کے بارے میں لکھا ہے کہ وزیر صاحب نے ریاست میں اعلان کیا کہ ایک عالم ربانی آ رہے ہیں سب کو انکی زیارت کے لئے آنا چاہیئے اور جس طرح راجے اور نوابوں کا استقبال کیا جاتا ہے اسی شان و شوکت سے حضور کا استقبال کیا اور ریاست کے دستور کے مطابق ہاتھی اور گھوڑے اسٹیشن پرلے کر گئے یہ آپکا استقبال پٹیالہ کی تاریخ میں بے نظیر تھا۔ اور پھر حضور سنوّر حضرت میاں عبد اللہ صاحب سنوریؓ کے ہاں بھی تشریف لے گئے یہ جون ۱۸۸۸ء کی بات ہے (پیغام صلح ۲۵ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ ۱۵۹)

[۱] تبلیغ رسالت جلد سوم صفحہ ۶ تا ۹۔ مختصر ذکر ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ ۸۱۴۔

[۲] "نزول المسیح" صفحہ ۲۰۳ تا ۲۰۶۔ پیشگوئی نمبر ۷۳۔

چولہ صاحب کے دیکھنے کے لئے حضرت اقدس دس خدام سمیت ڈیرہ بابا نانک تشریف لے گئے تھے ۔ اُن میں شیخ حامد علی تھہ غلام نبی بھی تھے ۔ حضور رقم فرماتے ہیں :۔

"ہم بعد استخارہ مسنونہ ۳۰ ستمبر ۱۸۹۵ء کو پیر کے دن ڈیرہ بابا نانک کی طرف روانہ ہوئے اور قریباً دس بجے پہنچکر گیارہ بجے چولہ صاحب کے دیکھنے کے لئے گئے اور ایک جماعت مخلص دوستوں کی میرے ساتھ تھی ۔ جو چولہ صاحب کے دیکھنے میں میرے شریک تھی"۔[1]

۱۷ ۔ شیخ نجفی ایک شیعہ لاہور میں آکر حضور سے طالب نشان ہوا ۔ اور بہت شور مچانے لگا۔ حضرت اقدس نے اشتہار یکم فروری ۱۸۹۷ء کے ذریعہ وعدہ کیا کہ چالیس روز تک اللہ تعالیٰ کوئی نشان دکھلائے گا۔ میعاد پوری ہونے سے قبل اللہ تعالیٰ نے (۶ مارچ کو) ہلاکتِ لیکھرام کا نشان دکھلا دیا جس پر شیخ مذکور فوراً لاہور سے بھاگ گیا ۔ اس کے گواہوں میں شیخ حامد علی صاحبؓ کا نام بھی مرقوم ہے ۔[2]

۱۸ ۔ حضرت اقدس علیہ السلام لکھتے ہیں :۔

"شیخ حامد علی ساکن تھہ غلام نبی ضلع گورداسپور جو ایک مدت تک میرے پاس رہا ہے بہت سے نشانوں کا گواہ ہے ۔ ایک یہ نشان اس کے روبرو ظہور میں آیا کہ ظہر کی نماز کا وقت تھا کہ یکدفعہ مجھے الہام ہوا کہ تریٰ فخذاً الیماً یعنی تو ایک دردناک ران دیکھے گا ۔ تب میں نے یہ الہام اُس کو سُنایا اور پھر بعد اس کے بلا توقف میں نماز کے لئے مسجد کی طرف روانہ ہونے لگا۔ اور

---

[1] ست بچن ص۲۳ پر حضور لکھتے ہیں :۔ ایک جماعت مخلص دوستوں کی میرے ساتھ تھی جو چولہ صاحب کے دیکھنے میں میرے شریک تھی۔" حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ کی روایت ہے کہ ڈیرہ بابا نانک کے سفر میں میں اور شاید حافظ حامد علی صاحبؓ حضرت صاحب والے یکّہ میں بیٹھے تھے (سیرۃ المہدی حصہ سوم روایت ۷۵۶)

الحمد للہ! کہ تقسیم ملک کے بعد کئی بار خاکسار کو بھی اسے دیکھنے اور اس پر آیات قرآنیہ پڑھ کر غیر مسلموں کو (جن میں بٹالہ کرسچن بیرنگ کالج کے پرنسپل اور ایک مجسٹریٹ وغیرہ معززین شامل تھے) سنانے کا موقعہ باوا صاحب کی اولاد میں سے باوا کلدیپ سنگھ صاحب بیدی ایڈووکیٹ بٹالہ کے ذریعہ ملا ہے حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے اب محض سوا روپیہ دینے پر چولہ صاحب دکھا دیا جاتا ہے۔ چونکہ غیر مسلم اب کثرت سے درشن کرتے ہیں اور ایک خاندان کے معاش کا یہ ذریعہ ہے ۔ اس لئے کثیر تعداد رومالوں کی نیچے ہی رکھی رہتی ہے ۔ اور اوپر صرف چند ایک رومال ہی ہوتے ہیں اور اس کے دکھانے کے لئے کھولنے پر صرف چند لمحات صرف ہوتے ہیں ۔ چونکہ کپڑا بے حد خستہ اور بعض جگہ سے دریدہ ہو چکا ہے اس لئے کیل صاحب موصوف کا ارادہ ہے، کہ اس کیلئے شیشہ کا ایک چوکھٹہ تیار کرا دیں (ہندو پاک جنگ ستمبر ۱۹۶۵ء میں حفاظت کیلئے اسے دہلی بھجوا دیا گیا تھا)

[2] "نزول المسیح" صفحہ ۲۰۹ ۔ پیشگوئی ۷۹ ۔

وہ بھی میرے ساتھ ہی زینہ پر سے اُترا - جب ہم زینہ پر سے اُتر آئے تو دو گھوڑوں پر دو لڑکے سوار دکھائی دیئے جن کی عمر بیس برس کے اندر اندر ہوگی - ایک کچھ چھوٹا اور ایک بڑا - وہ سوار ہونے کی حالت میں ہی ہمارے پاس آکر کھڑے ہو گئے - اور ایک نے اُن میں سے مجھ کو کہا کہ یہ دوسرا سوار میرا بھائی ہے اور اس کی ران میں سخت درد ہو رہا ہے - اس کا کوئی علاج پوچھنے آئے ہیں . تب مَیں نے حامد علی کو کہدیا کہ گواہ رہ کہ یہ پیشگوئی دو تین منٹ میں ہی پوری ہوگئی - شیخ حامد علی اپنے گاؤں میں زندہ موجود ہے - اس سے حلفاً ہر ایک طالبِ حق دریافت کر سکتا ہے ۔"[۵۱]

۱۹ - حضور کو سن ۱۹۰۱ء میں الہام ہوا رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی - رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ مِنَ السَّمَآءِ کہ اے میرے رب! تو دکھا کہ کس طرح تو مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور آسمان سے اپنی بخشش اور رحمت نازل فرما - گویا بتایا گیا تھا کہ ایسا موقعہ آئے گا کہ حضور کو ایسی دُعا کرنی پڑے گی جو قبول ہوگی چنانچہ صاحبزادہ مبارک احمدؓ ایک دفعہ ایسے بیمار ہوئے کہ سب نے کہا کہ موت واقع ہو گئی ہے - حضور نے دُعا کرتے ہوئے جسم پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا تو سانس آنا شروع ہو گیا - اِس کے گواہوں میں بھی شیخ حامد علی صاحب شامل ہیں۔[۵۲]

ذکر تحریرات سلسلہ میں

۱ - حضرت اقدس علیہ السلام کی مسلسل رفاقت کی وجہ سے حضرت حافظ صاحب ابتدائی زمانہ میں آپ کا جُزوِ لاینفک نظر آتے تھے - سفر و حضر میں پاس ہوتے تھے - آغازِ بیعت کے تعلق میں محترم عرفانی صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

" حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ابتدائی صحبتیں اور مجلسیں آنکھوں کے سامنے آگئیں - اُن کی یاد ایک غم افزا مسرت سے ملی ہوئی ہے - انہی ایّام میں مجھے حضرت مولوی عبدالکریم حضرت حکیم الامۃ - حضرت حافظ حامد علی رضی اللہ عنہم سے ایک تعلّق محبّت و اخلاص پیدا ہوا ۔"[۵۳]

۲ - ربع صدی سے زائد عرصہ تک حضور کی خدمت میں رہنے کی وجہ سے تاریخی لحاظ سے آپ کی اہمیت ظاہر ہے - چنانچہ حضور کے سوانح کے ماخذ میں حضرت عرفانی صاحب نے آپ کا بھی ذکر کیا ہے۔[۵۴]

---

[۵۱] تریاق القلوب طبع اوّل ص ۳۲-۳۳ سن وقوع ۱۸۹۹ء (تذکرہ طبع دوم) [۵۲] "نزول المسیح" ص ۲۳۵-۲۳۶ پیشگوئی نمبر ۱۲۰

[۵۳] "حیات احمدؑ" جلد دوم نمبر دوم حاشیہ ص ۷ [۵۴] سیرۃ مسیح موعود حصہ اوّل (مرتبہ محترم عرفانی صاحب) صفحہ ۵۸/۵۹

پیر سراج الحق صاحب کا بیان ہے کہ حضرت اقدس ایک دفعہ سیر کو جانے لگے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب سر اور پاؤں سے ننگے تھے تو پیر صاحب نے عرض کیا کہ حافظ حامد علی صاحب کو بھجوا کر جوتی ٹوپی منگوائی جائے (تذکرۃ المہدی حصہ دوم ص ۱۷)

(باقی آگے)

۳ ۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضؓ نے درس میں بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرض نماز پڑھ کر مسجد سے چلے جاتے تھے اور گھر میں جاکر سب سے پہلے سُنّتیں پڑھتے تھے ۔ اور میرا عمل بھی یہی ہے ۔ اور فرمایا کہ کوئی ھے جو حضرت صاحبؑ کے اس عملدرآمد کے متعلق شہادت دے ۔ اس پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمدؓ صاحبؓ ۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ صاحبؓ ۔ حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ ۔ حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ اور

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۹ :۔ میاں عطاء اللہ صاحب سکنہ بھمبیاں بیان کرتے ہیں کہ :۔ "اوائل میں جب مہمان خانہ اس مکان میں تھا جو کہ اب تالیف و اشاعت کے پچھواڑے والے کنوئیں کے شمالی جانب واقع ہے ۔ یہ مکان اس وقت چھوٹا سا تھا ۔ باہر ایک اونچا سا تھل گاڑا ہوا تھا ۔ جس میں دو آدمی کھڑے ہو کر آٹا گوندھا کرتے تھے ۔ اور سالن کے لئے مٹی کی چھوٹی چھوٹی پیالیاں ہوتی تھیں ۔ ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام حافظ حامد علی کو ساتھ لے کر وہاں تشریف لائے اور لنگر خانہ کے کارکنوں کو ہدایت دی کہ مہمانوں کو کھانے وغیرہ کے متعلق کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہیئے"

(رجسٹر روایات صحابہ جلد اوّل صفحہ ۶۴)

حافظ صاحب کے بھائی شیخ زین العابدین صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ آتھم کی میعادِ ہلاکت کے آخری دن کثیر تعداد میں لوگ قادیان آئے تھے ۔ ہم نے دیکھا حضرت صاحب مسجد (مبارک) کی چھت پر حافظ حامد علی کے ساتھ ٹہل رہے تھے اور پھر حضور نے قریباً دو گھنٹے اس پیشگوئی کی حقیقت کے متعلق تقریر فرمائی ۔ (رجسٹر روایات صحابہؓ جلد یازدہم صفحہ ۷۴ - ۷۵ ۔

۵ نومبر ۱۹۰۶ء کو حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ کا نکاح پڑھا گیا ۔ اس مبارک تقریب پر تمام جماعت احمدیہ جو قادیان حاضر ہے نئے مہمان خانہ کے اوپر کے صحن میں جمع ہوئی جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خود صدر نشین تھے اور حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحبؓ نے خطبہ پڑھا (بدر $\frac{11}{1906}$ ۲ صفحہ ۲)

مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ بیان کرتے ہیں کہ ہم طلباء بھی اس تقریب میں شامل ہوئے تھے ۔ اعلانِ نکاح کے بعد طلباء کو جانے کا حکم ہوا لیکن ماموں حامد علی صاحب کے پاس بیٹھنے کی وجہ سے میں وہیں چھت پر حضرت صاحب کے پاس ہی ٹھہرا رہا ۔ ان دنوں اوپر چھت پر جانے کا راستہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے مکان کے اندر کی طرف سے تھا ۔ (الحکم $\frac{2}{38}$ ۲۸ صفحہ ۵ کالم ۲ و ۳)

مولوی صاحب موصوف زبانی ذکر کرتے ہیں کہ نئے مہمان خانہ سے مراد حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کا بعد میں ہونے والا رہائشی مکان جو مسجد اقصیٰ المسیح کے مغرب کی طرف کی گلی کے مغرب کی طرف ہے ۔ یہ نیا مہمان خانہ میری قادیان میں آمد کے بعد تعمیر ہوا تھا اور معزز مہمانوں کے لئے استعمال ہوتا تھا ۔ اس مکان کی بیٹھک جو جنوب مشرقی کونے میں ہے کسی وقت بعد میں تعمیر ہوئی ۔ اسی طرح وہ خشتی زینہ بھی جو چھت پر جانے کے لئے بیٹھک کے قریب باہر جنوب کی طرف اس وقت موجود ہے یہ بھی بہت بعد میں تعمیر کیا گیا تھا اس سے پہلے (باقی آگے)

حضرت اقدس علیہ السلام کے پُرانے خادم حافظ حامد علی صاحب نے بھی عینی شہادت کا اظہار کیا۔[۵۱]

۴۔ حافظ نور محمدؐ صاحب نے حافظ حامد علی صاحب سے روایت کی کہ :-

"حضرت اقدسؑ نے فرمایا ہے کہ اگر کبھی کسی مقدمہ میں یا اور کسی طرح کسی حاکم کے سامنے جانا ہو تو جانے سے پہلے سات مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھ لینی چاہیئے اور سات مرتبہ اپنی انگلی سے اپنی پیشانی پر "یاعزیز" لکھ لینا چاہیئے اس طرح اللہ تعالیٰ کامیابی دیتا ہے۔"[۵۲]

مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ کو حافظ حامد علی صاحب نے سُنایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میرے ساتھ کئی بار میرے گاؤں تھہ غلام نبی گئے۔ ایک دفعہ جاتے ہوئے موضع رجادہ پہنچے تو حضور شاید قضائے حاجت کے لئے گئے تو مَیں نے ایک بیری سے بیر اُتار کے حضور کی خدمت میں پیش کئے تو حضور نے

---

[۵۱] "سیرۃ مسیح موعودؑ" حصہ اوّل مؤلفہ حضرت عرفانی صاحب صفحہ ۵۸-۵۹۔

[۵۲] "سیرۃ المہدی" حصّہ دوم روایت نمبر ۴۶۵۔ حضرت مؤلف اسبارہ میں تحریر فرماتے ہیں :-

"یہ طریق غالباً حالتِ استغناء عن غیر اللہ اور حالتِ توکّل علی اللہ کے پیدا کرنے کے لئے ہے۔"

بقیہ حاشیہ صفحہ ٦٠ :- دالان کے اندر سے ایک چوبی سیڑھی اوپر چھت تک جاتی تھی جو دو تین ردے اینٹوں سے تعمیر کردہ اڈے پر رکھی ہوئی تھی۔ اس وقت یہ دالان ایک ہی طویل کمرہ غربی گلی تک تھا۔ بعد میں اس کمرہ کے مشرقی طرف اور غربی طرف کا ایک ایک حصہ الگ کرکے دو اور کمرے بنا دیئے گئے تھے جو اس وقت بھی موجود ہیں۔

آپ یہ بھی بتلاتے ہیں کہ مَیں جب تعلیم حاصل کرنے آیا تھا اس وقت لنگر خانہ دفتر تشحیذ الاذہان والی جگہ کے سامنے ہوتا تھا اور اُس وقت مہمانوں کے علاوہ مدرسہ تعلیم الاسلام کے بورڈنگ کے طلباء کو بھی یہیں سے کھانا ملتا تھا۔ بورڈنگ کا کھانے کا الگ انتظام نہیں تھا۔ نیز اسوقت دفتر تشحیذ الاذہان اور اس لنگر خانہ کے درمیان کی گلی کے مغرب کی طرف مکانات حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ (خلیفہ اوّل) حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ وغیرہ تو تعمیر ہو چکے تھے لیکن گلی کے مشرق کی طرف مکانات تعمیر نہیں ہوئے تھے۔ یہ جگہ ڈھاب تھی۔ جسے پُر کرکے مشرق کی طرف دفتر تشحیذ الاذہان والی عمارت۔ مکانات وزیر خان صاحبؓ۔ میاں نجم الدین صاحبؓ۔ حکیم قطب الدین صاحبؓ۔ چوہدری حاکم علی صاحبؓ۔ بھابھی زینب صاحبہؓ۔ سید احمد نور صاحبؓ کابلی وغیرہ حضرت اقدسؑ کے عہد مبارک میں ہی تعمیر ہوئے تھے۔ کچھ عرصہ بعد دفتر تشحیذ الاذہان کے سامنے والے مکان سے لنگر حضرت اقدسؑ کے زمانہ میں ہی اس مکان میں منتقل ہوگیا تھا جو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے مکان کے مغرب کی طرف گلی سے ملحقہ ہے اور جس میں حضرت سیدہ امّ طاہر صاحبہؓ تا وفات مقیم رہیں۔ اور اس کے صحن میں مجلس ارشاد کے اجلاسات بھی ہوتے تھے۔

حضرت ام المومنینؓ کی ایک روایت میں حافظ صاحب کا ذکر آتا ہے۔ (سیرۃ المہدی حصہ اوّل روایت نمبر ۱۸)

پوچھا کہ یہ کس کی اجازت سے لئے ہیں۔ عرض کیا کہ یہ تو عام بات ہے۔ لوگ بیر اتار لیتے ہیں اور کھا لیتے ہیں کوئی منع نہیں کرتا۔ فرمایا۔ یہ درست نہیں۔ آخر یہ درخت کسی کی ملکیت ہیں۔ اس سے پوچھے بغیر بیر نہیں اتارنے چاہئیں۔

۵۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ رقم فرماتے ہیں:۔

"حضرت اقدسؑ کو رؤیا ہوئی کہ حامد علی آکر کہتا ہے کہ باہر ایک ہندو کھڑا ہے اور دعا کے لئے درخواست کرتا ہے۔ حضور اقدس اسے کہتے ہیں کہ بے نذر لئے ہم دعا کرنے کے نہیں۔ پھر حامد علی دوبارہ واپس آتا ہے تو ایک چھوٹا بیگ اور دو چادریں ہیں۔ ان میں روپیہ بھر کر لاتا ہے۔ فرمایا۔ ہندو سے مراد ایسا شخص ہوا کرتا ہے جو دنیا کے ہم و غم میں مبتلا ہو اور چاہے کہ کسی دنیوی ابتلاؤں سے نجات ہو۔" [۵۱]

۶۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کپورتھلوی بیان کرتے ہیں کہ پہلی بار حضرت اقدسؑ جالندھر میں میری ملاقات ہوئی تو حضور کے ہمراہ حضرت مولوی عبداللہ صاحبؓ سنوری۔ حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ اور خاکسار ایک گاڑی میں سوار ہو کر منشی عبداللہ صاحب صدر واصل باقی نویس کے مکان پر گئے۔ وہ ہمارے رشتہ دار تھے۔ اس کے بعد میں قادیان جاتا رہا۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا رہا کہ جمعہ کی نماز میں پڑھاتا اور صرف حضرت صاحب اور حافظ صاحب مقتدی ہوتے۔ [۵۲]

جلسہ سالانہ ۱۸۹۱ء

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دسمبر ۱۸۹۱ء میں اپنی تالیف "آسمانی فیصلہ" میں سید نذیر حسین صاحب۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور دیگر ان کے ہمنوا صوفیاء سجادہ نشینوں۔ فقیروں اور پیرزادوں کو روحانی مقابلہ کی دعوت دی۔ یعنی قرآن مجید میں بیان کردہ کامل مومنوں کی علامات۔ امورِ غیبیہ کا اظہار۔ قبولیتِ دعا اور معارفِ قرآنیہ کا انکشاف وغیرہ میں وہ مقابلہ کریں۔ نیز یہ تجویز رقم فرمائی کہ پنجاب کے مرکز لاہور میں ایک انجمن قائم کی جائے جس کے ارکان بتراضئ فریقین مقرر ہوں جو ایک سال تک ان علامات کے متعلق فریقین کے کوائف کو جمع کریں۔ اور کثرت کے مطابق حق و صداقت کا فیصلہ کیا جائے اور اگر فریقین میں سے کوئی ایک سال کے عرصہ میں وفات پا جائے تو بھی اُسے مغلوب شمار کیا جائے۔ گویا کہ خاص ارادۂ الٰہی نے اُس کے بطلان کے اظہار کے لئے اس کے کام کو نا تمام رکھا۔

حضور نے اس مجوزہ انجمن کے متعلق مزید غور کرنے کے لئے ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء کو احباب کو قادیان آنے کا ارشاد فرمایا۔ اور اس روز مسجد اقصٰی میں اجلاس میں پہلے حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ سیالکوٹی نے "آسمانی فیصلہ" پڑھ کر سنایا اور اس بارے میں کہ اس انجمن کے رکن کون کون ہوں اور

---

۵۱ تشحیذ الاذہان جون ۱۹۱۲ء صفحہ ۲۴۷ و تذکرہ طبع دوم صفحہ ۲۳-۷۷-۷۶-۷۷۔ ۵۲ "اصحاب احمد" جلد چہارم صفحہ ۸۸-۸۹۔

کس طرح اس کی کارروائی کا آغاز ہو - بالاتفاق قرار پایا کہ فی الحال یہ رسالہ آسمانی فیصلہ" شائع کر دیا جائے اور مخالفین کا عندیہ معلوم کر کے فریقین کی رضامندی سے ارکان مقرر کئے جائیں - یہ احمدیہ جماعت کا اوّلین اجتماع اور اوّلین جلسہ سالانہ تھا - جس میں صرف پچھتر ۷۵ احباب نے شرکت کی تھی - ان میں حضرت حافظ حامد علی صاحب بھی تھے[۵۱]

جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء اور ۳۱۳ صحابہؓ میں شمولیت

بعدہٗ حضور نے ہمیشہ کے لئے ۲۷ تا ۲۹ دسمبر کو جلسہ سالانہ منعقد کرنے کا فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا :-

"بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولا کریم اور رسولِ مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت دل پر غالب آجائے اور ایسی حالتِ انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفرِ آخرت مکروہ معلوم نہ ہو - لیکن اس غرض کے حصول کے لئے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ اپنی عمر کا اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے - اور تا کسی بُرہان یقینی کے مشاہدہ سے کمزوری اور ضعف اور کسل دُور ہو ...... اور چونکہ ہر ایک کے لئے .... یہ میسّر نہیں آسکتا کہ وہ صحبت میں آکر رہے - یا چند دفعہ سال میں تکلیف اٹھا کر ملاقات کے لئے آوے .... لہٰذا قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسہ کے لئے مقرر کئے جائیں .... اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف کے سُنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں - نیز ان دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہوگی اور حتّی الوسع بدرگاہِ ارحم الراحمین کوشش کی جائیگی کہ خدائے تعالیٰ اپنی طرف ان کو کھینچے - اور اپنے لئے قبول کرے اور پاک تبدیلی ان کو بخشے .... آپس میں رشتۂ تودّد و تعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا - اور جو بھائی اس عرصہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کر جائیگا اس جلسہ میں اس کے لئے دُعا مغفرت کی جائے گی"۔[۵۲]

حضرت حافظ معین الدین صاحبؓ کے سوانح میں ۱۸۹۲ء کے جلسہ سالانہ کی تفصیل دی جا چکی ہے حضرت اقدس علیہ السلام نے اس جلسہ میں شرکت کرنے والوں کو مطابق حدیث نبوی ۳۱۳ صحابہ قرار دیا ہے (ضمیمہ نزول المسیح ص۱۴۱) اس فہرست میں حافظ حامد علی صاحبؓ اور آپ کے چچا صاحب اور دو برادران شامل تھے -[۵۳]

---

۵۱ آسمانی فیصلہ صفحہ ۲۷ -

۵۲ آسمانی فیصلہ سرورق اوّل صفحہ اندرون ؛ تبلیغ رسالت جلد دوم صفحہ ۸۶ - ۸۷ -

۵۳ آئینہ کمالات اسلام میں ۱۸۹۲ء کی فہرست میں آپکا نام یوں درج ہے :- "(۱۱۹) حافظ حامد علی صاحب قادیان ضلع گورداسپور"۔

ایک اشتہار میں ذکر

چونکہ حاسد - بد اندیش حکومت کے پاس حضرت اقدسؑ کے خاندان اور جماعت کے متعلق خلافِ واقعہ شبہات کرتے تھے اس لئے حضور نے ۲۴ر فروری ۱۸۹۷ء کو ایک اشتہار میں حکومت کو بتایا کہ یہ امور غلط ہیں - اور اپنے خاندان اور سلسلہ کے حالات بیان کئے اور بتایا کہ جماعت کے افراد ممتاز سرکاری ملازم رہ چکے ہیں اور ہیں - یا ان کے خدّام و احباب - نیز تاجر - وُکلاء - نو تعلیم یافتہ - نیک نام علماء و فضلاء و شرفاء ہیں یا میرے اقارب یا خدّام ہیں - آپ نے بطور نمونہ تین سو سولہ افراد کے اسماء درج کئے ہیں جن میں حافظ صاحب اور آپ کے چچا شیخ چراغ علی صاحب کے اسماء بھی ہیں [۱]۔

انصار اللہ میں شمار

حضرت اقدس علیہ السلام نے جماعت کو توجہ دلائی کہ جو کام حضور کے سپرد ہیں ان کے اہتمام کے لئے مالی امداد کریں۔ اس تعلق میں حضور نے اصحاب الصفہ خدام دین اور مہاجرین اور مالی اعانت کرنے والوں میں سے معدودے چند افراد کے نام تحریر کئے ہیں - ان میں سے بعض کا ذکر تالیفِ ہٰذا کے تعلق میں کیا جاتا ہے -

"ان کے سوا اور بھی مخلص ہیں ...... - جیسا کہ ان دنوں میں حبّی فی اللہ ڈاکٹر رحمت علی صاحب .... ممباسہ جو ہزارہا کوس سے اپنا اخلاص ظاہر کر رہے ہیں اور انہوں نے اور ان کے دوستوں نے ممباسہ ...... سے اپنی مالی امداد سے بہت سا ثواب حاصل کیا ہے اور ڈاکٹر صاحب پر امید ہے کہ وہ آئندہ بھی بہت توجہ سے خود اور اپنی جماعت سے یہ نصرتِ دین کا کام لیں گے - ایسا ہی میری جماعت میں سے شیخ حامد علی تھہ غلام نبیؐ اور میاں عبدالعزیز پٹواری سکند اوجلہ اور میاں جمال الدین اور خیر دین اور امام الدین کشمیریان ساکنان سیکھواں ...... اور اسی طرح اور بہت سے مخلص ہیں ......

ان سب کے حق میں دُعا کرتا ہوں کہ خدا ان کو دونوں جہان کی خوشی عطا کرے - جو کچھ وہ خدا کے لئے کرتے ہیں یا آئندہ کرینگے وہ سب خدا تعالیٰ کی آنکھ کے نیچے ہے" [۲]۔

حضرت عرفانی صاحب لکھتے ہیں کہ حافظ صاحب ان خوش قسمت آدمیوں میں سے تھے جن کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور ایک خاص قرب اور بے تکلف دوستانہ ہونے کی سعادت حاصل تھی کچھ شک نہیں کہ وہ حضرت کی خدمت میں ایک خادم کی حیثیت سے رہتے تھے - لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ حضور نے کبھی ان کو اپنا خدمتگار نہیں سمجھا بلکہ ان کے ساتھ نہایت ہی عزیز

---

[۱] تبلیغ رسالت جلد ہفتم صفحہ ۲۴-۲۶ میں آپ کا نام یوں مرقوم ہے :- "۲۵۶ - شیخ حامد علی صاحب زمیندار تھہ غلام نبیؐ ضلع گورداسپور"۔

[۲] تبلیغ رسالت جلد ہشتم صفحہ ۶۹-۷۰ (اشتہار "من انصاری الی اللہ" مؤرخہ ۴ر اکتوبر ۱۸۹۹ء)۔

دوستوں کا سلوک فرمایا کرتے تھے ۔ اور خود حافظ صاحب کا یہ خیال تھا کہ وہ حضور کی محبت میں گُم اور فانی تھے[51]
اپنے بعض خاص احباب کے خطوط میں حضور نے متعدد مرتبہ حافظ صاحب کا ذکر فرمایا ہے ۔ مثلاً ۱۹ جولائی ۱۸۸۹ء کے مکتوب میں حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ کو رقم فرماتے ہیں :۔

" حامد علی سخت بیمار ہو گیا تھا ۔ خدا تعالیٰ نے اس کو دوبارہ زندگی بخشی ہے ۔"[52]

حافظ صاحب کی طرف سے احباب کو حضور سلام بھی لکھ دیتے تھے اور بعض دفعہ حافظ صاحب اور ایک دو اور دوست خود اپنی طرف سے سلام لکھ دیتے تھے[53]

حضرت اقدسؑ کی خدمت میں
الاستقامۃ فوق الکرامۃ

حضرت عرفانی صاحب لکھتے ہیں کہ براہین احمدیہ کی چوتھی جلد کی اشاعت سے حضرت اقدسؑ کی زندگی میں ایک دورِ جدید شروع ہوا ۔ شادی کے بعد خدا تعالیٰ نے ایک موعود بیٹے کی بشارت دی اور خدا کی مشیت اور دعوے کی صحیح حقیقت ...... پر ایک پردۂ اخفاء رہا ۔ اور صاحبزادی عصمت پیدا ہوئی جس نے ایک ہنگامہ برپا کر دیا ۔ بالآخر بشیر اوّل پیدا ہوا ۔ لیکن پھر اس کی وفات نے ایک دوسرا طوفانِ بے تمیزی پیدا کیا ۔ مگر حضرت اقدسؑ کی صحبت اور ان نشانات کے معائنہ سے حافظ صاحب جیسے لوگوں پر اس شور و شر کا کچھ اثر نہ ہوا ۔ آخر وہ وقت آ گیا کہ حضرت صاحب نے بیعت کا اعلان کیا اور سلسلہ کی باقاعدہ ایک تنظیمی بنیاد رکھی گئی ۔ اس کے بعد مسیح موعود کا دعویٰ مشتہر ہوا ۔ تو بعض لوگوں کو کچھ ابتلاء آیا ۔ مگر حافظ صاحب اس وقت بھی انا اوّل المومنین کہنے والوں میں سے تھے ۔ اس طرح مختلف فتنے پیدا ہوتے رہے مگر وہ اپنے ایمان و اخلاص میں ترقی کرتے چلے گئے اور ہر موقعہ پر حضور کے ساتھ رہے ۔ سوائے اس دو سال کے عرصہ میں جبکہ وہ افریقہ چلے گئے تھے ۔ میری تحقیقات کا نتیجہ یہ ہے کہ حافظ صاحب ۱۸۷۸ء میں پہلی مرتبہ

---

[51] الحکم ۳/۳۴ ۲۱ ص ۷ کالم ۱ [52] مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲ ۔ مکتوب ۵۱ ۔

[53] مثلاً (۱) " فتح خان و حامد علی سلام علیکم " ۔ " از عبداللہ سنوری سلام علیکم پذیرد " ۔ " حامد علی صاحب کی طرف سے سلام علیک " (گویا حضرت سنوری صاحب نے اپنا اور حافظ صاحب کا سلام لکھا) (۳) " از عاجز حامد علی السلام علیکم " (۴) " کارڈ پہنچا تھا ۔ گبرون حامد علی کو پہنچ گیا " ۔ (۵ و ۶) " حامد علی السلام علیکم " (۷) " از طرف حامد علی و حافظ نور احمد السلام علیکم " (۸) " از بندہ خدا بخش جالندھری ۔ شیخ حامد علی السلام علیکم " (۹) " یہ الہامی الفاظ جس روز آپ کا خط پہنچا اس روز معلوم ہوئے " (مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر سوم ۔ مکتوب نمبر ۴ ۔ مورخہ ۸۷/۷ ۲۱ ۔ نمبر ۴/۹ مورخہ ۸۹/۴ ۱۵ ۔ نمبر ۱۷/۳ مورخہ ۹۰/۵ ۳ ۔ نمبر ۸۶/۴ مورخہ ۹۱/۱۲ ۱۸ ۔ نمبر ۱۹۲/۵ مورخہ ۹۲/۶ ۲۵ ۔ نمبر ۲۰۸/۶ مورخہ ۹۳/۱۱ ۲۸ ۔ جملہ مکتوبات بنام منشی رستم علی صاحبؓ مکتوب نمبر ۹۴/۲۳ مورخہ ۹۰/۲ ۲۲ ۔ نمبر ۱۰۵/۳۴ مورخہ ۹۱/۱ ۲ ۔ ہر دو بنام میاں عبداللہ صاحبؓ سنوری مندرجہ جلد پنجم نمبر پنجم ۔ نمبر ۱۷۸/۳ مورخہ ۹۱/۳ ۱۸ ۔ بنام شیخ فتح محمد صاحب جموں ۔ جلد مذکور و سیرۃ المہدی حصہ سوم ۔ روایت ۷۱۲ ۔

اور ۱۸۸۰ء سے مستقل حضرت کی خدمت میں آ ئے - اور انہوں نے قریبًا ۲۸ سال یا صحیح معنوں میں ۲۶ سال حضرت کی خدمت میں گذارے - زندگی کا یہ بہت بڑا زمانہ ہے - اور چوتھائی صدی ایک معمولی بات نہیں - وہ ایسے وقت آئے جب کہ حضرت صاحب تنہا تھے - انہوں نے خدا تعالیٰ کی ان بشارتوں اور وعدوں کو بلا واسطہ حضرت اقدس علیہ السلام سے سُنا جو آپ کی آئندہ زندگی اور فتوحات کی پیشگوئیوں پر مشتمل تھی - اور انہوں نے اپنی آنکھ سے ان کو پورا ہوتے ہوئے دیکھا - سو حافظ صاحب جماعت میں واحد شخص تھے جنہوں نے اسقدر نشانات حضور کے دیکھے ہیں کہ دوسرے کو وہ موقع میسّر نہیں آیا - اور یہ بہت بڑی فضیلت ہے باقی سب ان کے بعد آنے والے ہیں - جیسے حضرت مولوی عبد اللہ صاحبؓ سنوری حضرت صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحبؓ - اور ان لوگوں کو اس قدر لمبا زمانہ حضرت اقدس کی صحبت میں رہنے کا نہیں ملا جسقدر حافظ صاحب کو - اسلئے کہ وہ متواتر حاضرِ خدمت رہے - اور باقی مختلف اوقات میں آتے اور کچھ عرصہ رہ کر چلے جاتے تھے لیکن حافظ صاحب بلا فصل آپ کے حضور حاضر رہے - اس لئے یہ یگانہ امتیاز آپ کو حاصل ہے کہ آپ سب سے زیادہ حضور کے نشانات کے شاہد ہیں - اور حضور نے اپنے نشانات کے گواہوں میں کثرت سے آپ کا ذکر کیا ہے اور آپ کو یہ بھی فخر حاصل ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایک وحی میں آپ کو حضرت اقدس کا رفیق کہکر پکارا - جیسے حضرت مخدوم الملۃ مولانا عبد الکریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسلمانوں کا لیڈر فرمایا[1]

صبر و قناعت بھی استقامت کا حصّہ ہے - حضرت عرفانی صاحب لکھتے ہیں کہ حافظ صاحب نے مہمانخانہ کے ساتھ ایک چھوٹا سا حجرہ بنا لیا تھا - اور اُسی میں آپ اپنی رفیقۂ حیات اور لڑکیوں کے ساتھ رہتے تھے - جگہ نہایت تنگ تھی - اسے دیکھکر آپ کی قانع اور صابر فطرت کا اندازہ ہوتا ہے - آپ صرف زندگی کے ایام بسر کرنے کے لئے سر رکھنے کو جگہ چاہتے تھے اس سے زیادہ کچھ خواہش نہ تھی[2] (الحکم $\frac{4}{14}$ ۳۴ ء صفحہ ۹)

---

[1] الحکم ، ۷ اپریل ۱۹۳۴ء صـ۹ ۔ [2] الحکم $\frac{3}{14}$ ۲۸ میں حضرت عرفانی صاحب نے جو لکھا ہے کہ " ساری عمر میں اپنے رہنے کیلئے ایک کوٹھڑی بھی نہ بنا سکے ۔" (صـ۹ کالم ۲) یہ امر سفرِ افریقہ کے بیان میں ہے - گویا اس وقت تک یہ حال تھا -

محترم مولوی عبد الرحمٰن صاحب جٹ نے بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مہمانخانہ میں حافظ صاحبؓ کو ایک قطعہ زمین دیا جو زیادہ سے زیادہ پانچ مرلہ ہوگا - کچھ عرصہ حافظ صاحب نے اسپر قبضہ نہ کیا تو فرمایا - میری زندگی میں ہی اس جگہ پر قبضہ کر لو - میرے بعد کوئی نہ دیگا - چنانچہ حضور کے زمانہ میں موضع دانی وال میں دو تین روپے کا ایک پیپل کا درخت خرید کر اس کے شہتیر بالے اور دروازے بنوا کر مکان دو کوٹھڑیوں والا بنا لیا - اور حضرت اقدس کے زمانہ کے بعد مَیں حافظ صاحب کا داماد بنا تو انکی خواہش کے مطابق مَیں بھی اس مکان میں رہائش پذیر ہو گیا - اور ان کمروں کے اوپر چوبارہ تعمیر کرا لیا تھا - (زبانی و منقول از اصحاب احمد جلد پنجم حصہ دوم صفحہ $\frac{27}{2}$ و $\frac{27}{7}$) یہ دونوں کمرے $\frac{3}{4}$ ۱۳ فٹ لمبائی اور سوا نو اور سوا دس فٹ چوڑائی کے ہیں اور جلد مذکور میں مندرجہ نقشہ میں دکھائے گئے ہیں - بغرض توسیع مہمانخانہ یہ مکان بعوض چھ صد روپیہ صدر انجمن نے خرید لیا تھا - (رپورٹ سالانہ ۳؎

۳؎ صدر انجمن احمدیہ بابت ۳۶-۱۹۳۵ء صفحہ ۱۷۲) منہ

خلافت ثانیہ کے وقت استقامت اور ایک نکتۂ معرفت۔

(بیان حضرت عرفانی صاحب رضی اللہ عنہ) آپ اُن افراد میں سے تھے۔ جنہیں حضور یا سلسلہ کے متعلق کبھی کوئی ابتلاء نہیں آیا بلکہ وہ ہر روز نہیں ہر آن اپنے ایمان اور معرفت میں ترقی کرتے جاتے تھے۔ وہ ایک خادم کی طرح کام کرتے تھے مگر کبھی کسی دوست نے اُن کو خادم نہیں سمجھا۔ سب ان کی عزت اور احترام کرتے تھے۔ حضرت کی زندگی میں بعض پیشگوئیوں کے متعلق کئی قسم کے ابتلاء لوگوں کو آئے۔ انہوں نے ہر موقعہ پر اپنے ایمان کو ترقی کرتے ہوئے پایا۔ حضرت کے بعد سب سے بڑا زلزلہ جماعت پر خلافتِ ثانیہ کے انتخاب کے وقت آیا۔ حافظ صاحب اس وقت صدر انجمن کے ملازم تھے اور وہ لوگ جو صدر انجمن کے ملازم تھے بڑے آدمی تھے اور بعض اُن میں سے ذاتی طور پر حافظ صاحب کی خدمت بھی کرتے تھے اسلئے نہیں کہ وہ مہمان خانہ کے ایک خادم تھے بلکہ اس لئے کہ وہ ایک بزرگ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیارے دوست تھے۔ اور اس طرح پر تعلقات ان لوگوں کے بڑھے ہوئے تھے مگر جب خلافت کا سوال آیا تو آپ نے ان عمائد سے قطع تعلق کر لینا آسان تر سمجھا اور ان کا ساتھ نہیں دیا۔ بلکہ خلافتِ ثانیہ کی اطاعت قبول کی اور میں تو اپنے ذوق پر اسے ہمیشہ خلافتِ ثانیہ کی صداقت پر ایک دلیل سمجھا کرتا ہوں کہ وہ لوگ جنہوں نے حضرت اقدس کی صحبت میں اپنی عمروں کا بڑا حصہ گذارا اور اس خصوص میں کوئی ان کا شریک نہیں وہ حضور کے اکثر نشانات کے گواہ ہیں ان سب نے خلافتِ ثانیہ کی اطاعت قبول کی۔ جیسے حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوری۔ حضرت حافظ حامد علی صاحب۔ حضرت حافظ معین الدین صاحب۔ حضرت صاحبزادہ سراج الحق صاحب اور سینکڑوں ایسے لوگ ہیں۔ خاکسار عرفانی کو بھی یہ سعادت حاصل ہے کہ وہ ۱۸۸۹ء میں حضرت کی صحبت میں آیا اور خدا تعالیٰ نے اِس زلزلۂ عظیمہ کے وقت اسے بھی ثباتِ قدم عطا فرمایا۔[٥١]

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ رقم فرماتے ہیں:۔

"مولوی محمد علی صاحب نے مولوی سیّد محمد احسن صاحب کی نسبت جو یہ لکھا ہے کہ وہ زندہ لوگوں میں سب سے پُرانے احمدی ہیں یہ غلط ہے۔ اُن سے پہلے کے بیعت کرنے والے لوگ اور اس وقت کے حضرت مسیح موعودؑ سے اخلاص رکھنے والے لوگ جبکہ ابھی سیّد صاحب نے آپکا نام بھی نہ سُنا تھا اسوقت زندہ موجود ہیں اور میری بیعت میں شامل ہیں۔ چنانچہ شیخ حامد علی صاحب وہ ہیں جنہوں نے تیسرے نمبر پر حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کی تھی"۔[٥٢]

---

٥١ الحکم ۷؍ اپریل ۱۹۳۴ء صفحہ ۱۰ کالم ۲

٥٢ آئینہ صداقت صفحہ ۱۰۴ سب سے پہلے حافظ صاحب کا ذکر کرکے ساتھ دیگر احباب کا ذکر فرمایا ہے۔

حافظ صاحب اہل بیت کے جان نثار خادم تھے۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب رضی اللہ عنہ خلافت سے قبل ۱۹۱۲ء میں حج کرکے تشریف لائے تو اس بارہ میں حضرت ممدوح لکھتے ہیں:۔ (باقی آگے صفحہ ٦٨ پر)

کامیاب تبلیغی رُوح

(بیان محترم عرفانی صاحب) آپ علمی مذاق کے آدمی نہ تھے۔ اور حضرت اقدسؑ کی صداقت کے لئے آپ کو کسی دلیل کی حاجت نہ تھی۔ اور یہ حقیقت ہے کہ آپ کو نہ کوئی دلیل معلوم تھی اور آپ مباحثات اور ردّ و قدح کے مقام سے بالکل الگ تھے۔ آپ کی نگاہ میں حضرت کی صداقت کی دلیل خود حضور ہی کی ذات تھی۔ مَیں نے ایک مرتبہ پوچھا کہ حافظ صاحب! آپ نے کن دلائل سے حضور کو صادق سمجھا۔ تو فرمایا کہ سورج کی سچائی کی دلیل خود سورج ہے۔ میرے لئے حضور کا وجود اور عمل ہی دلیل صداقت ہے۔ اگر حضور کو دیکھ کر کسی کو اُن کے راستباز اور صادق ہونے کا یقین نہیں آتا تو اس بدقسمت کو مولویوں کے دلائل کیا سمجھائیں گے۔ حافظ صاحب اسی چیز کو اپنی تبلیغ میں پیش کرتے تھے اور اُن انعاماتِ الٰہیہ کا ذکر کرتے جو آپ پر نازل ہو رہے تھے۔ چنانچہ حضرت حافظ نور محمد صاحب ساکن فیض اللہ چک جو ابتدائی ایام میں حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہونے والوں میں سے ہیں کہا کرتے ہیں کہ حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہونے کی تحریک مجھے حضرت حافظ حامد علی صاحب کے ذریعہ ہوئی تھی۔ اور مجھ سے حضور کے اخلاقی و روحانی کمالات کا ذکر کیا اور بتایا کہ اللہ تعالےٰ حضور سے کلام کرتا ہے اور بھی بہت سی خوبیوں کا ذکر کیا۔ جس سے مجھے حضور کی خدمت میں حاضر ہونے کا شوق ہوُا۔ چنانچہ والد صاحب کی اجازت سے مَیں حضور کی خدمت میں اس زمانہ میں حاضر ہوُا جبکہ مسجد مبارک کی بنیاد رکھی گئی تھی لیکن ابھی تعمیر نہیں ہوئی تھی۔ (گویا ۱۸۸۳ء میں) پھر حافظ نور محمد صاحب خود ایک جماعت کو احمدیت میں لانے کا ذریعہ بنے۔

سو حافظ حامد علی صاحب کا طریق تبلیغ مولویانہ نہیں بلکہ عارفانہ تھا۔ اور یہ ایسا مؤثر طریق ہے کہ بہت ہی کم خطا جاتا ہے۔ اس لئے کہ اس میں فطرتِ انسانی کو اپیل ہوتی ہے۔ مولویانہ طریق تبلیغ کا دل پر نہیں بلکہ دماغ پر اثر پڑتا ہے۔ اور منطقی پیچیدگیاں اور حجّتیں بعض اوقات ایک سلیم الفطرت انسان کو بھی حق سے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۷ :- "ایک دن حضرت مسیح موعودؑ کے پُرانے خادم میاں حامد علی صاحب نے جو چالیس سال حضرت کے پاس رہے ہماری چائے کی دعوت کی۔ حضرت خلیفۃ اوّلؓ۔ میر ناصر نواب) صاحبؓ مَیں اور سید عبد الحیٔ عرب مدعو تھے" (آئینہ صداقت صفحہ ۹۲) چالیس سال یا سبقتِ قلم ہے یا سہو کاتب (حضرت میر صاحب اور عرب صاحب موصوف بھی سفر حج پر گئے تھے)

خلافتِ ثانیہ کے آغاز میں غلط فہمی کے ازالہ کے لئے اعلان کیا گیا کہ جو رقوم چندہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (رضی اللہ عنہ) کو وصول ہوتی ہیں داخل خزانہ کرا کے احباب کو رسیدات بھجوا دی جاتی ہیں۔ چنانچہ ترتیب میں چندہ بھیجنے والے احباب کے اسماء مع چندہ شائع کئے گئے۔ اُن میں شیخ حامد علی صاحب کا اسم گرامی بھی ہے۔ جنہوں نے ایک روپیہ چندہ دیا تھا۔ (الفضل ۱۴ر اپریل ۱۹۱۴ء صفحہ ۲ کالم ۳)

دُور ڈال دیتی ہیں۔ دراصل حافظ صاحب میں یہ ایمان و اخلاص اس امر نے پیدا کر دیا تھا کہ آپ نے حضرت اقدس عمل کو دیکھا اور حضور کی تائید میں بے شمار نشانات کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ آپ براہِ راست حضور کے مُنہ سے اُن الہامات کو سنتے جو غیب کی پیشگوئیوں پر مشتمل ہوتے تھے اور بعض اوقات یہ نشانات ایسے ہوتے کہ صبح کو حضور کے مُنہ سے ایک وحی سُنی اور چند گھنٹے بھی نہ گذرتے کہ وہ پوری ہو جاتی۔ ان نشانات سے حضور کی صداقت آپ پر آفتاب کی طرح کھل گئی تھی۔ اور آپ میں وہ قوتِ ایمان پیدا کر دی تھی کہ اُسے کوئی چیز ہلا نہ سکتی تھی۔ اس لئے آپ پر کبھی کوئی ایسی ساعت نہیں آئی کہ کسی موقعہ پر آپ کو کوئی ابتلاء آیا ہو یا پائے ثبات میں کوئی لغزش واقع ہوئی ہو[1]

دوستوں سے تعلقات

(بیان محترم عرفانی صاحب) یوں تو سلسلہ احمدیہ میں ہو کر حافظ صاحب ہر ایک سے محبت و اخلاص کا برتاؤ کرتے اور اخوت و خُلت کے مراتب کو مدّ نظر رکھتے اور مَیں نہیں جانتا کہ ایک بھی آدمی ایسا ہو جس کو حافظ صاحب کے متعلق کچھ شکایت ہو۔ آپ ہمیشہ خندہ پیشانی سے ملتے تھے۔ لیکن جیسا کہ انسانی فطرت ہے بعض لوگوں سے آپ کو خاص طور پر محبت تھی اور مَیں نے جہاں تک دیکھا اس محبت کا معیار خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے محبت و اخلاص تھا۔ جس قدر آپ کسی کو حضور کی محبّت میں فانی اور گم پاتے اُسی قدر آپ اس سے زیادہ محبت کرتے اور اس معیارِ محبت کا یہ امر بھی تھا کہ السابقون الاوّلون سے آپ کو ایک خاص ربط و تعلّق تھا۔ حافظ صاحب اُن کے پاس بیٹھ کر اُن سے باتیں کر کے بہت خوش ہوتے اور جیسے ایک جماعت کے طلباء اپنی زندگی کے کاروباری دَور میں ایک دوسرے سے مل کر بہت خوش ہوتے اور مدرسہ کی زندگی کے تذکروں یا اس عہد کی بے تکلّفیوں سے خوش ہوتے ہیں حافظ صاحب بھی جب ایسے دوستوں سے ملتے تو ان ایّام سابقہ کی خوشگوار یاد سے مسرت حاصل کرتے۔ جن احباب کے ساتھ آپ کے ایسے تعلقات تھے اُن کے تعلّقات میں کبھی کوئی فرق نہ آیا۔ بلکہ ہر روز محبت و اخلاص میں ترقی ہوتی چلی گئی۔ کبھی آپ نے اپنی کسی حاجت کو اپنے کسی دوست کے سامنے نہ رکھا۔ اور خود ان سے اپنے تعلقات بڑھانے کی کوشش کی۔ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ نہایت وفادار اور مخلص تھے۔ باوجودیکہ ابتداءً طبیعت پر تیزی تھی لیکن یہ کبھی نہیں ہُوا کہ کوئی شخص آپ سے ناراض ہُوا ہو[2]

حضرت اقدسؑ کے وصال کے بعد

حضرت اقدسؑ کے وصال کے بعد حافظ صاحب کی طبیعت پر غیر معمولی اثر ہُوا۔ وہ علی العموم پریشان رہتے تھے۔ صدر انجمن نے آپ کو لنگر خانہ میں منتقل کر دیا۔ جہاں آپ کے سپرد مہمانوں کو کھانا کھلانا ہوتا تھا۔ مہمانوں کی

---

[1] الحکم ۲۸ مارچ ۱۹۳۴ء صفحہ ۱۰ [2] الحکم ۷ اپریل ۱۹۳۴ء صفحہ ۹ کالم ۱ و ۲ و صفحہ ۱۰ کالم ۲۔

خدمت ان کا احترام اور دلداری تو ہمیشہ سے آپ کا معمول تھا۔ وہ اس خدمت کو نہایت دیانتداری اور اخلاص سے سرانجام دیتے رہے اور یقین رکھتے تھے کہ یہ میرے محبوب آقا کا لنگر ہے۔ جو الٰہی وعدوں کے تحت جاری ہوا ہے۔ لیکن مختلف احکام صادر ہوتے اور پابندیاں عائد ہوتیں جنہیں وہ برداشت کرتے لیکن اب وہ خوش نہیں تھے۔ آخر انہیں آٹھ روپے ماہوار کی پنشن دے دی گئی۔ اس قلیل رقم سے وہ اپنے کنبہ کے اخراجات پورا نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو تنخواہ ان کو دیتے تھے وہ تنخواہ کتنی ہی قلیل ہوتی تھی لیکن حضور کو ان کے اہل کی ضرورتوں کا بے حد خیال رہتا تھا۔ اور ہر قسم کی ضرورتوں کا حضور انتظام فرما دیتے تھے۔ لیکن اب صرف یہی آٹھ روپے تھے اس لئے باوجود پیرانہ سالی کے آپ نے پرچون کی دوکان کرلی۔ دوکانداری کے ساتھ اُن کی طبیعت کو مناسبت نہ تھی۔ آپ نے کبھی یہ کام نہ کیا تھا۔ لیکن خوب غور کرنے کے بعد انہوں نے سوچا کہ یہی ایک کام ہے جو میں کر سکتا ہوں حقیقت میں اس سے بھی انہوں نے ہمیں سبق دیا کہ کسب حلال سے آخر وقت تک روٹی کمانی چاہیئے۔ دوکانداروں کے ہتھکنڈوں سے تو وہ واقف نہ تھے اور اگر ہوتے بھی تو ان کی زندگی کے دستور العمل کے یہ بالکل خلاف بات تھی کہ کسی کا حق لیں یا کسی کو مغالطہ دیں اس لئے یہ دکان ان کے لئے کچھ زیادہ نفع کا موجب نہ تھی۔ دوکان پر بیٹھے رہنے نے آخر آپ کی صحت پر اثر ڈالا اور آپ دن بدن کمزور ہونے لگے۔ اور بالآخر دوکان بند کرنی پڑی [1]

دینداری اور اخلاقِ کریمہ

محترم عرفانی صاحب بیان کرتے ہیں :-

باوجودیکہ آپ بے حد مصروف رہتے تھے مگر یہ حیرت انگیز امر ہے۔ کہ ایک شخص جو دن بھر کام کرتے کرتے چُور ہو گیا ہو وہ رات کی آخری گھڑیوں میں تہجد کی نماز میں مصروف دیکھا جاتا ہے اور اسقدر خشوع وخضوع اور گریہ وزاری سے وہ آستانۂ الٰہی پر گرا ہوا ہے جیسے کوئی مجروح انسان دردوں سے چلّاتا ہے۔ مَیں نے خود انکی یہ حالت دیکھی ہے۔ مجھے تو بعض اوقات یہ حیرت ہوتی تھی کہ اس قدر قوت یہ شخص کہاں سے پاتا ہے اور رات کو کس وقت سوتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ سارا رنگ حضرت کی پاک صحبت میں چڑھ گیا تھا [2]

---

[1] الحکم ۷ راپریل ۱۹۳۴ء صفحہ ۹۔ (بیان محترم عرفانی صاحب) آپ یہ بھی لکھتے ہیں کہ حافظ صاحب ۱۹۱۶ء میں دکان کرتے تھے آپ کی دختر محترمہ سعیدہ بیگم صاحبہ اور مولوی عبدالرحمن صاحب جٹ بتاتے ہیں کہ آپ نے دکان قریباً دو سال کی تھی۔ مولوی صاحب بیان کرتے ہیں کہ حافظ صاحب کی دو گھماؤں زرعی اراضی گاؤں میں تھی۔ وہ حافظ صاحب نے فروخت کردی تھی خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ فروخت سے پہلے عرصہ میں بٹائی پر گو یا صرف ایک گھماؤں کی آمد آپ کو ملتی ہوگی تاہم ان کے مشاہرہ سمیت بھی گذارہ معمولی ہوتا ہوگا۔

[2] الحکم ۲۸ رمارچ ۱۹۳۴ء صفحہ ۹۔

شیخ یوسف علی صاحب عرفانی اپنے والد ماجد شیخ یعقوب علی صاحب رضؓ عرفانی سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ پہلی بار قادیان آئے تو یہ بستی نہایت مختصر تھی۔ چاروں طرف کھیت تھے اور بستی اور کھیتوں کے درمیان وسیع و عریض ڈھاب تھی۔ اور یہ بستی قرونِ اولیٰ کی چند گھروں پر مشتمل بستیوں کی مماثل تھی جن میں انبیاء کا ظہور ہوا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں جتنے بھی احباب تھے ملائکہ صفت تھے جو حضور کے ہر حکم کی بجا آوری کی آرزو ... لئے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے تائید و نصرت کے لئے بھیجے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس کے مبارک وجود کی وجہ سے آپ کے کپڑوں کو بھی ایسا بابرکت قرار دیا ہے کہ بادشاہ بھی ان سے برکت پائیں گے تو وہ تقویٰ شعار لوگ جو اخلاص و ایثار سے حضور کی خدمت میں رہے ان کا مرتبہ قابلِ صد رشک ہے۔ بچپن میں مجھے حضرت والدہ صاحبہ کی معیت میں حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ کے گھر پر جانے کا موقعہ ملتا رہا ہے۔ آپ کو ہمیشہ سادہ لباس کرتہ پاجامہ اور واسکٹ اور سفید پگڑی میں ملبوس پایا۔ جسم دُبلا اور لاغر۔ رنگ بہت پکا۔ پچکے ہوئے گال۔ ستواں ناک۔ داڑھی کو مہندی لگی ہوئی۔ مَیں نے اپنی ہوش سے حضرت حافظ صاحب کو ان کی وفات تک ہمیشہ دیکھا کہ مہمان خانہ والے اپنے مکان سے نمازوں کے لئے مسجد جاتے تو آتے اور جاتے قطعاً تنہا ہوتے۔ مَیں نے انہیں احباب سے یا احباب کو ان سے مصروف گفتگو نہیں پایا۔ بظاہر آپ گوشہ نشین نہ تھے لیکن اپنی تنہا اور خاموش طبیعت اتنی راسخ اور غالب تھی کہ آپ گوشہ نشین ہی معلوم ہوتے تھے۔

ایک صاحب کو گنواروں سے گنواروں کے رنگ میں تبلیغ کرنے کی عادت تھی اور زبان پر ضبط نہ رکھنے کی وجہ سے ایک لمبے عرصہ تک وہ جماعت سے خارج رہے تھے۔ حافظ صاحب کی دکان کے قریب ایک دیہاتی سے جو ایک روز انہوں نے گفتگو کی اور اس جاٹ نے بھی کچھ بے جا فقرے کس دیئے۔ بات ختم ہونے پر حافظ صاحب نے ان صاحب کو نصیحتاً کہا کہ یہ طریقِ تبلیغ غیر مناسب ہے اور اس طرح مقصدِ تبلیغ فوت ہو جاتا ہے۔ افسوس! کہ مخاطب نے یہ کہکر آپ کو قلبی اذیت پہنچائی کہ حافظ صاحب آپ اپنا نون تیل بیچو۔ ہمیں تبلیغ کا طریق بتانے کی ضرورت نہیں۔ حافظ صاحب کے چہرہ سے غصّہ کے آثار ظاہر ہوئے لیکن آپ نے ضبط کیا اور صرف یہ کہا کہ جو جی چاہے کرو۔[1]

ایک بچی نے آپ سے سودا لیا۔ ایک بیل یا گائے خوفزدہ حالت میں آ رہی تھی۔ بچی ڈر کر چلّانے لگی۔ حافظ صاحب نے جلدی سے اُسے گود میں اٹھا لیا۔ بچی حقیقۃً خرید کردہ چیز کے نالی میں گر جانے کی وجہ سے رو رہی تھی۔ آپ نے بغیر مزید پیسے لئے وہی چیز اور دے دی بلکہ کھانے کے لئے اُسے کھوپرے کا ٹکڑہ بھی دے دیا تا اُسے تسلّی ہو اور کہا کہ جاؤ اب رونے کی ضرورت نہیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ

---

[1] یہ صاحب ایسے ہی امور کی وجہ سے خلافتِ ثانیہ میں جماعت سے نکالے گئے اور مقاطعہ ہوا۔ منہ

تمہارا نقصان پورا ہو گیا - وہ ہمیں بھی برکت دے گا - ماں باپ ایسے چھوٹے بچوں کو بازار بھیجدیتے ہیں - یہ مناسب نہیں - ان بظاہر چھوٹی باتوں سے جو میں نے حضرت حافظ صاحب کی دیکھیں آپ کی پاک سیرت ظاہر ہوتی ہے - رفع اللّٰہ درجاتہ فی الجنّۃ - آمین

حضرت عرفانی صاحبؓ لکھتے ہیں :-

ہر شخص اپنی بعض کمزوریاں یا ہمعصری کی وجہ سے کم از کم اپنے علاقہ اور نواح میں خاص عزت کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا - حافظ صاحب ایک زمیندار خاندان کے فرد تھے - اور دولت و مال کے لحاظ سے آپ کا مرتبہ بلند نہ تھا بلکہ وہ غریب تھے مگر اس کے باوجود اپنی نیکی اور دینداری کی وجہ سے اپنے گاؤں اور نواح میں ہمیشہ عزت و محبت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے - اور آج ہم جو فیض اللہ چک اور تھہ غلام نبی وغیرہ دیہات میں احمدیت کی رونق اور اثر کو دیکھتے ہیں اس میں حافظ صاحب کی عملی زندگی کا بہت بڑا دخل ہے وہ ایک خاموش واعظ تھے اور مجسّم تبلیغ تھے - انہیں دیکھ کر خواہ مخواہ حضور کی صداقت کا یقین ہوتا تھا اور اندر ہی اندر محبت کا جذبہ بڑھتا تھا -

آپ نہایت ملنسار وفادار اور ہمدرد طبع تھے - دوسروں کی بھلائی چاہتے تھے - حضرت کی صحبت اور قرب نے آپ میں ایک خاص رنگ پیدا کر دیا تھا - آپ دعاؤں کی قوّت کو جانتے اور دعائیں کرنے کے عادی اور آدابِ دُعا سے واقف تھے - آپ کی زندگی ایک مخلص مومن اور خدا رسیدہ انسان کی زندگی تھی - حق کی اشاعت کے لئے آپ میں جوش اور غیرت تھی - دینی معاملہ میں کبھی کسی سے نہ دبتے تھے - حق کہنے میں ہمیشہ دلیر تھے - اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عامل تھے - غرض بہت سی خوبیوں کے مالک تھے - اور یہ جو کچھ تھا حضرت اقدس کی پاک صحبت کا اثر تھا - مرحوم اپنی زندگی کے بے شمار واقعات اور حالات سے واقف تھے مگر آپ کی عادت میں تھا کہ بہت کم روایت کرتے اور جب حضرت اقدس کے حالات کے متعلق کوئی سوال ہوتا تو چشم پُر آب ہو جاتے اور فرماتے کہ سراسر نور کی میں کیا حقیقت بیان کروں - کوئی ایک بات ہو تو کہوں[۵]

خاکسار مؤلف "اصحاب احمد" کو والد صاحب محترم ملک نیاز محمد صاحبؓ نے ۱۶ر جولائی ۱۹۶۱ء کو بمقام میاں چنوں ضلع ملتان روتے ہوئے یہ بات سُنائی کہ ایک دفعہ قادیان میں میں حافظ صاحب کے پاس گیا - وہ اس وقت دوکان کرتے تھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر آیا تو زار و قطار رونے لگے - اور کہنے لگے کہ حضور والدین سے زیادہ شفیق تھے - ابتداء میں حضور کے خادم میں اور مرزا اسمٰعیل بیگ صاحب صرف دو افراد تھے - تھوڑے تھوڑے عرصے کے بعد حضور مجھے اپنے گاؤں اہل و عیال کے پاس جانے کی اجازت مرحمت

---

[۵] الحکم ۷ر اپریل ۱۹۳۴ء صفحہ ۹ و ۱۰ - و بیان شہاب صاحب الفضل ۱۹/۱۱ ص ۵ کالم ۳

فرماتے۔ چند بار مرزا صاحب نے یہ شکوہ کیا کہ میں گاؤں چلا جاتا ہوں۔ اور کئی دن غیر حاضر رہتا ہوں۔ پہلے تو حضور نے توجہ نہ فرمائی۔ لیکن بارہا ایسا ذکر کرنے پر بالآخر حضور نے فرمایا کہ حامد علی نوجوان ہے۔ وہ اپنی بیوی کے پاس گھر جاتا ہے۔ ہم اسے کس طرح روک سکتے ہیں۔

مرض الموت اور انتقال

(بیان محترم عرفانی صاحب رضی اللہ عنہ)

دکان پر بیٹھے رہنے سے آپ کی صحت متاثر ہوئی۔ اور آپ دن بدن کمزور ہونے لگے۔ ۱۹۱۹ء کی آخری ششماہی میں آپ کی صحت نے جواب دے دیا اور جسمانی قوت قریباً سلب ہوگئی اور وہ دکان پر بیٹھنے سے عاجز آگئے۔ اور دکان بند کر دینی پڑی اور اس مختصر متاع کو مولوی عبد الرحمٰن صاحب جٹ نے جو اُن کے بھانجے اور داماد ہیں نیلام کر دیا۔ آپ ایام بیماری میں ہمہ تن رُو بخدا تھے۔ شروع سے ہی بہت کم گو تھے اور بہت آہستہ آہستہ بولتے تھے۔ اور اب جبکہ صحت نے جواب دے دیا اور جسمانی قوت بہت ہی کم ہوگئی اور جلوت میں خلوت میسر آگئی۔ تمام وقت درود شریف استغفار اور دعاؤں میں گذرتا یا قرآن مجید پڑھتے گویا ذکر الٰہی میں مصروفیت ہوگئی۔ میں عیادت کے لئے گیا تو مجھے دیکھتے ہی چہرے پر ایک خوشی مگر آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ میں نے حالات پوچھے تو نہایت دھیمی آواز میں الحمد للہ کہا۔ اور فرمایا کہ اب وقت قریب ہے۔ کئی مرتبہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو رؤیا میں دیکھا ہے اور میں آپ کے ساتھ جانے کی تیاری کر رہا ہوں۔ اب یہاں رہنے سے طبیعت سیر ہو چکی ہے۔ حضرت کے بعد زندگی کا لطف نہ رہا۔ اور یُوں تو جب تک مشیتِ الٰہی ہے زندگی کے دن بسر کرنے ہیں اور آخر وہ وقت آ گیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس رفیق نے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

۸ ستمبر ۱۹۱۹ء کی شب کو آپ نے خواب دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے ہیں اور قادیان سے بٹالہ جاتے ہوئے راستہ میں جو نہر کا پل ہے وہاں ٹھہر گئے اور حافظ صاحب کو بُلایا اور جب آپ گئے۔ تو بڑی محبت اور پیار سے حضور باتیں کرنے لگے۔ حضور کے ہمراہ دونوں سو وفات یافتہ افراد تھے۔ زندہ احباب میں سے کوئی نہ تھا۔ اور ان ہمراہیوں میں مائی تابی بھی تھیں۔ جو حافظ صاحب کی ہم قوم تھیں اور حضرت اقدس کے ہاں رہا کرتی تھیں۔ حضور اٹھے اور چند قدم پر جا کر پیشاب کیا اور چل دیئے۔ حافظ صاحب بیدار ہوئے تو گھر میں یہ خواب سُنائی اور کہا کہ میری وفات کا وقت قریب آ گیا ہے۔

چنانچہ اس کے کوئی چار یا پانچ گھنٹے کے بعد آپ نے خود اُٹھ کر پیشاب کیا۔ جس کے بعد چارپائی پر لیٹنا تھا کہ مُرغِ نفس قفسِ عنصری سے پرواز کر گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جو آپ کے ہاتھوں میں پیدا ہوئے۔ جوان ہوئے اور اللہ تعالےٰ کے فضل اور وعدوں کے موافق حضرت اقدس علیہ السلام کے جانشین ہوئے آپ کا جنازہ پڑھا۔ اور جنازے کو کندھا دیا۔ اور بہشتی مقبرہ میں دفن کرتے وقت فرمایا۔ کہ افسوس! حضرت اقدس علیہ السلام کے

پُرانے خادم ایک ایک کر کے رخصت ہو رہے ہیں[۵۱]

حضرت اقدس علیہ السلام کے اخلاق اور برتاؤ کا جو حضور حافظ صاحب سے کرتے تھے۔ اُن پر ایسا اثر تھا کہ وہ بارہا ذکر کرتے کہ مَیں نے تو ایسا انسان کبھی دیکھا ہی نہیں۔ بلکہ زندگی بھر حضرت اقدس کے بعد کوئی انسان اخلاق کی اس شان کا نظر نہیں آتا تھا۔ مجھے ساری عمر میں کبھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہ جھڑکا اور نہ سختی سے خطاب کیا۔ بلکہ مَیں بڑا ہی سُست تھا اور اکثر آپ کے ارشادات کی تعمیل میں دیر بھی کر دیا کرتا تھا۔ بایں سفر میں مجھے ہمیشہ ساتھ رکھتے تھے اور مَیں نے خود دیکھا ہے کہ حافظ حامد علی صاحب کو حضرت اقدس حاضر غائب اسی پورے نام سے پکارتے۔ یا میاں حامد علی کہتے[۵۲]

حضرت اقدسؑ کی اُن سے محبّت

حضرت اقدس اُن سے بہت محبت رکھتے تھے اور آپ سے ناراض نہ ہوتے اور بے حد نرمی کا سلوک کرتے تھے۔ حضرت عرفانی صاحبؓ لکھتے ہیں:—

"حضرت اقدسؑ حافظ صاحب سے بہت محبت رکھتے تھے۔ حافظ صاحب بھی حضور کے جاں نثار خادم تھے۔ یہ حافظ صاحب بہت کم سخن اور خاموش سیرت انسان تھے۔ عبادات میں انہوں نے حضرت اقدسؑ کے رنگ کو حاصل کیا تھا۔ انہیں ایام میں حافظ معین الدین صاحب بھی حضرت کی خدمت میں آ گئے تھے۔ حافظ معین الدین صاحب نابینا تھے ...... ان لوگوں کے علاوہ اور بھی بعض لوگ حضرت کی خدمت میں رہتے تھے۔ جیسے میاں جان محمّد صاحب۔ مرزا دین محمد صاحب۔ مرزا غلام اللہ صاحب

---

۵۱ الحکم ۲۸/۱۴/۳۴ ص ۷ ، ۹ تا ۱۰ ۔ الفضل ۱۹/۱۱ ص ۷ ، ۵ پر شہاب صاحب کی طرف سے تحریر ہے کہ ایک عرصہ سے حافظ صاحب کی قوّت گویائی میں کمی آ رہی تھی۔ حتیٰ کہ اب یہ حالت ہو گئی تھی کہ بات کرتے تو نہایت آہستہ جو بعض اوقات سُنائی نہیں دیتی تھی۔ ایک دن میں گیا۔ آپ نے میری طرف دیکھا۔ مَیں نے تیل سرسوں کا نام لیا۔ دام دیئے۔ آپ نے تیل وزن کر دیا۔ طاقتِ گویائی کے علاوہ چند ماہ سے طاقتِ جسمانی بھی سلب ہو چکی تھی اسلئے دکان پر آنے سے معذور ہو چکے تھے۔ ۱۹۱۴ء کی بات ہے کہ مَیں نے حضرت اقدس کے حالات سُنانے کو کہا۔ فرمایا۔ ایک بات ہو تو سُناؤں۔ آپ تو ایک نور ہی نور تھے۔ یہ کہکر آبدیدہ ہو گئے اور خاموش ہو گئے۔

الفضل ۱۳ ستمبر میں زیر "مدینۃ المسیح" مرقوم ہے:—" حافظ حامد علی صاحب جو حضرت مسیح موعودؑ بہت پرانے خادم تھے ۸ ستمبر کو فوت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ احباب جنازہ غائب پڑھیں۔"

بہشتی مقبرہ قادیان کے قطعہ ۴ حصہ ۱۱ میں آپ کی قبر جو تھی ہے۔ آپنے اور آپکی اہلیہ محترمہ نے ۸ رجولائی ۱۹۱۲ء کو ۱/۳ کی وصیّت کی تھی جو جائیداد منقولہ وغیر منقولہ چھ صد روپیہ کے دسویں حصہ کی تھی۔ کتبہ پر عبارت ذیل درج ہے: ←

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
شیخ حافظ حامد علی صاحب
ولد میاں فتح محمد صاحب قادیان
عمر ۶۵ برس وفات ۸ ستمبر ۱۹۱۹ء
نمبر وصیت ۵۸۹

۵۲ الحکم ۱۴ مارچ ۱۹۳۴ء صفحہ ۸ کالم ۲ و "سیرۃ مسیح موعودؑ" حصہ سوم مؤلفہ عرفانی صاحبؓ صفحہ ۳۴۴۔ ۳۵ ۔ ۳۲۲ ۔ ۳۲۱ ۔

مرزا اسمٰعیل بیگ صاحب وغیرہم۔ مگر ان سب میں حافظ حامد علی صاحب سب سے پیش پیش تھے[1]

حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحبؓ قادیانی تحریر فرماتے ہیں :۔

"حافظ حامد علی صاحب رضی اللہ عنہ جو حضرت کی خدمت میں عرصۂ دراز تک رہے اور حضرت کو اُن سے محبت تھی۔ آپ کی عبادتِ تہجد کے متعلق بیان کیا کرتے تھے۔ مجھ سے بھی یہ روایت انہوں نے بیان کی تھی اور حضرت (مفتی محمد) صادق صاحب بھی اُن سے روایت کرتے ہیں :۔

"اکثر ایسا ہوتا تھا کہ مَیں پہلی رات حضرت صاحب کے پاؤں دبانے کے لئے آپ کی چارپائی پر بیٹھ جاتا تھا۔ مگر پاؤں دباتے دباتے خود بھی اس چارپائی پر سو جاتا تھا۔ حضرت صاحب مجھے کبھی نہ جھڑکتے نہ خفا ہوتے اور نہ جگاتے بلکہ تمام رات میں وہاں سویا رہتا اور معلوم نہیں کہ حضرت خود کس حالت میں گذار دیتے تھے۔ مگر مَیں آرام سے سوتا تھا۔ تہجد کے وقت حضور ایسی آہستگی اور خاموشی سے اُٹھتے کہ مجھے کبھی خبر نہ ہوتی۔ لیکن گاہے گاہے جبکہ آپ کی آواز خشوع وخضوع کے سبب سے بے اختیار بلند ہوتی۔ مجھے خبر ہو جاتی۔ اور مَیں شرمندہ ہو کر اُٹھتا۔ لیکن بے خبری میں سویا رہتا تو حضور مجھے نماز فجر کے واسطے اٹھاتے اور مسجد میں ساتھ لے جاتے۔"

حافظ حامد علی صاحب یہ بھی بیان فرمایا کرتے تھے کہ حضور نماز میں اهدنا الصراط المستقیم کا بہت تکرار کرتے۔ بار بار یہی الفاظ بولتے جیسے کوئی بڑے الحاح اور زاری سے کسی بڑے سے کوئی شے مانگے۔ اور بار بار روتے ہوئے اپنی چیز کو دہرائے۔ ایسا ہی حضرت صاحب کرتے۔ عموماً پہلی رکعت میں آیۃ الکرسی پڑھا کرتے تھے اور سجدہ کو بہت لمبا کرتے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس گریہ وزاری میں آپ پگھل کر بہہ جائیں گے۔ نماز تہجد کے واسطے آپ پابندی سے اٹھا کرتے تھے فرمایا کرتے تھے تہجد کے معنے ہیں سو کر اٹھنا۔ جب ایک دفعہ آدمی سو جاوے اور پھر نماز کے واسطے اٹھے تو وہی اس کا وقت تہجد کا ہے۔ عموماً آپ تہجد کے بعد سوتے نہ تھے۔ صبح کی نماز تک برابر جاگتے تھے۔"[2]

حضرت مسیح موعودؑ کی رائے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق حضرت شیخ یعقوب علی صاحبؓ عرفانی لکھتے ہیں :۔

"ہر خادمِ دین کے لئے آپ کے دل میں ایک جوش اور سرور ہوتا تھا۔ ایسے لوگ ہیں جو دنیاداروں کی نظر میں شاید وہ کسی احترام کے مستحق نہ سمجھے جاتے ہوں۔ مگر حضرت اُن سے وہ محبت کرتے تھے کہ امراء کو بھی رشک آتا تھا۔ منشی عبداللہ سنوری رضی اللہ عنہ کا مقام اسلئے بلند تھا

---

[1] حیات احمدؑ جلد دوم نمبر اوّل ص۷۷ [2] الحکم ۲۱/۲۸ اکتوبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۵ کالم ۲ و ۳۔

کہ حضرت کے عشق میں گداز ہو کر خدمتِ دین کے لئے تیار رہتے تھے۔ ہمارے سیکھوانی بھائی مال و دولت کے لحاظ سے ممتاز نہ تھے مگر وہ سلسلہ کی ہر قسم کی خدمات میں اپنے وقت میں پیش پیش تھے۔ بابا قطب الدین صاحب کوٹلہ فقیر کے رہنے والے کو شاید آج کوئی جانتا بھی نہ ہو مگر حضرت کی نظر میں وہ بہت پیارے تھے۔ اور اس کا سِرّ یہی تھا کہ وہ مخلص فی الدّین تھے۔ حافظ حامد علی صاحب۔ حافظ معین الدین صاحب۔ حافظ غلام محی الدین صاحب رضی اللہ عنہم اجمعین بہت سے ایسے لوگ گذرے ہیں جو اپنی خدمتوں کے لحاظ سے ممتاز اور حضرت کے پیارے تھے۔ ورنہ دنیا کی عزتوں اور ذاتوں[۱] سے انہوں نے کوئی حصہ نہ پایا تھا۔ حضرت کے طرزِ عمل میں یہ بات عام طور پر نظر آتی ہے کہ غرباء کی جماعت سے آپ بہت محبت کرتے۔ ان کی دلداری فرماتے۔ بارہا فرماتے کہ یہ غریب لوگ بظاہر میلے کچیلے کپڑوں میں نظر آتے ہیں۔ مگر میں ان کو دیکھتا ہوں کہ خدمتِ دین کے جوش سے ان کے دل لبریز ہیں"۔[۲]

محترم عرفانی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ حضرت اقدس علیہ السلام کو حافظ صاحب سے بہت محبت تھی اور اُن پر کامل اعتماد تھا اور حافظ صاحب کو بہت ہی قرب کا مقام حاصل تھا۔ حضور نے ان کی جو تعریف فرمائی ہے اس کے بعد کوئی اَور کیا لکھ سکتا ہے۔ اور مَیں تو اُسے حافظ صاحب کی نجات کا ذریعہ یقین کرتا ہوں۔ اور یہ حقیقت بھی ہے کہ حضرت اقدسؑ نے فرمایا تھا کہ

"جیسی خدمت شیخ حامد علی نے کی ہے وہ میری خدمت کسی دوسرے نے نہیں کی۔ اور یہ میرے ساتھ ہمیشہ رہا ہے جنّت میں بھی میرے ساتھ اسی طرح ہو گا"۔

اس بشارت کے بعد حضرت حامد علی کی وفات کا کیا غم؟ ہاں غم اس بات کا ہے کہ ایسے لوگ جو خدا تعالیٰ کی ایک نعمت اور مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کے زندہ گواہ تھے وہ کم ہو رہے ہیں۔ اب مَیں حضرت اقدس کی رائے درج کر کے اس کو ختم کر دیتا ہوں اور اپنے ایک مخلص اور وفادار بھائی کے حالات محفوظ کر دینے کے فرض سے سبکدوش ہوتا ہوں۔ والحمد للہ علیٰ ذالک

یہ بشارت بہت ہی کم لوگوں کو آپ کے منہ سے ملی ہے۔ گو مفصلہ کی جماعت السابقون الاوّلین کو بھی حضور نے یہ بشارت دی تھی اور اس میں شبہ نہیں کہ حافظ حامد علی ان لوگوں میں سے تھا جو حضرت کے عشق و محبت میں سب کچھ قربان کر چکا تھا۔ اور حضور کے بیان میں جو ان کی کمزوریوں کا ذکر ہے وہ حضور کی دُعا اور برکتِ صحبت سے بالآخر دُور ہو گئی تھیں[۳] حضور علیہ السلام رقم فرماتے ہیں:۔

---

[۱] یہ سہوِ کتابت معلوم ہوتا ہے کہ "دولتوں" کو "ذاتوں" لکھ دیا۔ [۲] الحکم ۷ رفروری ۱۹۳۶ء صفحہ ۵، ۶

[۳] خاکسار مؤلف "اصحاب احمد" عرض کرتا ہے کہ حضور کا مقصد کمزوریاں بیان کرنے سے محض یہی ہو سکتا ہے کہ حافظ صاحب اُن دُور کرنے[۴]

[۴] کی طرف خاص توجہ دیں۔ ورنہ اور کوئی مقصد نہیں ہو سکتا تھا۔ منہ

"حِبّی فی اللہ شیخ حامد علی۔ یہ جوان صالح اور ایک صالح خاندان کا ہے۔ اور قریبًا سات آٹھ سال سے میری خدمت میں ہے۔ اور میں یقینًا جانتا ہوں کہ مجھ سے اخلاص اور محبت رکھتا ہے۔ اگرچہ دقائقِ تقویٰ تک پہنچنا بڑے عرفاء اور صلحاء کا کام ہے مگر جہاں تک سمجھ ہے اتباعِ سنّت اور رعایت تقویٰ میں مصروف ہے۔ میں نے اس کو دیکھا ہے کہ ایسی بیماری میں جو نہایت شدید اور مرض الموت معلوم ہوتی تھی اور ضعف اور لاغری سے میّت کی طرح ہو گیا تھا التزامِ ادائے نماز پنجگانہ میں ایسا سرگرم تھا کہ اس بے ہوشی اور نازک حالت میں جس طرح بن پڑے نماز پڑھ لیتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ انسان کی خدا ترسی کا اندازہ کرنے کے لئے اس کے التزامِ نماز کو دیکھنا کافی ہے کہ کس قدر ہے اور مجھے یقین ہے کہ جو شخص پورے پورے اہتمام سے نماز ادا کرتا ہے اور خوف اور بیماری اور فتنہ کی حالتیں اس کو نماز سے روک نہیں سکتیں۔ وہ بیشک خدا تعالیٰ پر ایک سچا ایمان رکھتا ہے۔ مگر یہ ایمان غریبوں کو دیا گیا۔ دولتمند اس نعمت کو پانے والے بہت ہی تھوڑے ہیں۔ شیخ حامد علی نے خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس عاجز کے کئی نشان دیکھے ہیں۔ اور چونکہ وہ سفر و حضر میں ہمیشہ میرے ساتھ ہی رہتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ اس کے لئے ایسے اسباب پیدا کرتا رہا اور وہ اپنی آنکھ سے دیکھتا رہا کہ کیونکر خدا تعالیٰ کی عنائتیں اس طرف رجوع کر رہی ہیں۔ اور کیونکر دعاؤں کے قبول ہونے سے خارق عادت نشان ظہور میں آئے۔ شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار پوری کے ابتلاء اور نزول بلا کی خبر جو پورے چھ مہینے پہلے شیخ صاحب کو بذریعہ خط دی گئی تھی۔ اور پھر ان کے انجام بخیر ہونے کی بشارت جو حکم سزائے موت ہونے کی حالت میں پہنچائی گئی تھی یہ سب باتیں حامد علی کی چشم دید ہیں بلکہ اس پیشگوئی پر بعض نادان اس سے لڑتے اور جھگڑتے رہے کہ اس کا پورا ہونا غیر ممکن ہے۔ ایسا ہی دلیپ سنگھ کے روکے جانے کی پیشگوئی اور کئی دوسری پیشگوئیاں اور نشان جو صبح صادق کی طرح ظاہر ہو گئیں اس شخص کو معلوم ہیں۔ جن کا خدا تعالیٰ نے اُسکو گواہ بنا دیا ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ جسقدر اس کو نشان دکھائے گئے وہ ایک طالب حق کا ایمان مضبوط کرنے کے لئے ایسے کافی ہیں کہ اس سے بڑھ کر حاجت نہیں۔ حامد علی بے شک ایک مخلص ہے مگر فطرتی طور پر اشتعال طبع اس میں زیادہ پایا جاتا ہے۔ صبر و ضبط کی عادت اس میں کم ہے۔ ایک غریب اور ادنیٰ مزدور کی سخت بات پر برداشت کرنا ہنوز اس کی طاقت سے باہر ہے۔ غصّہ کے وقت کسی قدر جبّارہ کا رگ و ریشہ نمودار ہو جاتا ہے۔ کاہلی اور کسل بھی بہت ہے مگر متدیّن۔ متّقی اور وفادار ہے خدا تعالیٰ اس کی کمزوریوں کو دُور کرے آمین۔ حامد علی صرف تین روپیہ مجھ سے تنخواہ پاتا ہے اور اس میں سے اس سلسلہ کے چندہ کے لئے ۴؍ بطیب خاطر محض للّٰہی شوق سے

ادا کرتا ہے۔ اور حبّی فی اللہ چراغ علی چچا اس کا اس کی تمام خوبیوں میں شریک ہے اور یکرنگ، اور بہادر ہے ۔"[۵]

۵ الحکم ۷ ,۲۱مارچ ۱۹۳۴ء صفحہ ۹ و ۷ ,۲ اپریل ۱۹۳۴ء صفحہ ۱ ۔ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اتالیس افراد کے اس رنگ میں تفصیلی کوائف دیئے ہیں۔ حافظ صاحب کا نمبر ۳۴ پر ذکر ہے (ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ ۸۱۳ تا ۸۱۶) حضور آغاز میں رقم فرماتے ہیں:۔

"میرا فرض بھی ہے کہ جو کچھ مجھے دیا گیا وہ دوسروں کو بھی دوں اور دعوتِ مولیٰ میں ان سب کو شریک کر لوں جو ازل سے بُلائے گئے ہیں۔ میں اس مطلب کے پورا کرنے کے لئے قریباً سب کچھ کرنے کے لئے مستعد ہوں۔ اور جانفشانی کے لئے راہ پر کھڑا ہوں .... میں مشاہدہ کر رہا ہوں کہ ایک دستِ غیبی مجھے مدد دے رہا ہے اور اگرچہ میں تمام فانی انسانوں کی طرح ناتواں اور ضعیف انسان ہوں تاہم میں دیکھتا ہوں کہ مجھے غیب سے قوت ملتی ہے اور نفسانی قلق کو دبانے والا ایک صبر بھی عطا ہوتا ہے۔ اور میں جو کہتا ہوں کہ ان الٰہی کاموں میں قوم کے ہمدرد مدد کریں وہ بے صبری سے نہیں بلکہ صرف ظاہر کے لحاظ سے اور اسباب کی رعایت سے کہتا ہوں ورنہ خدا تعالےٰ کے فضل پر میرا دل مطمئن ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ وہ میری دعاؤں کو ضائع نہیں کرے گا اور میرے تمام ارادے اور امیدیں پوری کر دے گا .... میں ان مخلصوں کا نام لکھتا ہوں جنہوں نے حتّی الوسع میرے دینی کاموں میں مدد دی۔ یا جن پر مدد کی امید ہے۔ یا جن کو اسباب میسّر آنے پر تیار دیکھتا ہوں۔" (صفحہ ۷۷۶، ۷۷۷)

آخر پر حضور تحریر فرماتے ہیں:۔

"اے قادر خدا! میرے اس ظنّ کو جو میں اپنے ان تمام دوستوں کی نسبت رکھتا ہوں سچا کر کے مجھے دکھا اور ان کے دلوں میں تقویٰ کی سبز شاخیں جو اعمال صالحہ کے میوے سے لدی ہوئی ہیں پیدا فرما۔ ان کی کمزوریوں کو دُور فرما۔ اور ان کا سب کسل دُور کر دے۔ اور اُن کے دلوں میں اپنی عظمت قائم کر۔ اور ان میں اور ان کے نفسوں میں دُوری ڈالی دے اور ایسا کر کہ وہ تجھ میں ہو کر بولیں اور تجھ میں ہو کر سنیں۔ اور تجھ میں ہو کر دیکھیں اور تجھ میں ہو کر ہر ایک حرکت و سکون کریں۔ ان سب کو ایک ایسا دل بخش جو تیری محبت کی طرف جھک جائے اور ان کو ایک ایسی معرفت عطا کر جو تیری طرف کھینچ لیوے۔ اے بارِ خدا! یہ جماعت تیری جماعت ہے اس کو برکت بخش اور سچائی کی رُوح ان میں ڈال کہ سب قدرت تیری ہی ہے۔ آمین۔ (صفحہ ۸۲۲)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذکر خیر

محترم عرفانی صاحبؓ رقم فرماتے ہیں کہ :-

اتنی ہی بات نہیں کہ حافظ صاحبؓ نے نشانات پورے ہوتے دیکھے تھے بلکہ بعض اوقات حضرت اقدسؑ کی ذات کے متعلق کوئی وحی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے حافظ صاحب کو بھی اس میں شریک کر لیا۔ چنانچہ ایک الہام میں حافظ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس کا "رفیق" کہہ کر پکارا ہے۔ اور یہ بہت بڑی عزت اور مرتبہ ہے اور ہر شخص کو یہ مقام نہیں مل سکتا۔ اور یہ امر دال ہے کہ حضرت اقدس کے ساتھ آپ کو کس قدر اخلاص تھا۔ اور حضور کی اطاعت میں آپ کس قدر محو تھے۔ اور آپ کو کیسی یکرنگی حاصل تھی۔ ان نشانات نے حافظ صاحب میں وہ قوتِ ایمان پیدا کر دی تھی کہ اُسے کوئی چیز ہلا نہیں سکتی تھی اس لئے آپ پر کوئی ایسی ساعت نہیں آئی کہ کسی موقعہ پر کوئی ابتلاء آیا ہو یا آپ کے پائے ثبات میں کوئی لغزش واقع ہوئی ہو[1]

اولاد حافظ صاحب
۵ - محترمہ زینب بیگم صاحبہ
۶ - محترمہ عائشہ بیگم صاحبہ

منشی زین العابدین صاحب بیان کرتے ہیں کہ :-

ایک دفعہ حضور علیہ السلام نے حافظ حامد علی صاحب کو فرمایا کہ آپ دوسری شادی کر لیں کیونکہ آپ کے ہاں اولاد نہیں ہو رہی۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں کمزور ہوں۔ جسمانی طاقت نہیں کہ دوسری شادی کر سکوں۔ اسپر حضور خاموش ہو گئے[2]

آپ کی اولاد صرف چار بیٹیاں تھیں۔ تین بڑی کو صحابیات ہونے کا شرف حاصل تھا۔ حسب ترتیب ولادت یہاں تذکرہ لکھا جاتا ہے :-

(۱) محترمہ زینب بیگم صاحبہ :- آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت کا خوب موقعہ ملا ساری بہنوں میں سے آپ زیادہ دیندار ہیں۔ چندہ دینے کا جذبہ زیادہ ہے۔ انہوں نے مسجد جرمنی کی تعمیر کے لئے چندہ دیا تھا۔ موصیہ ہیں۔ اسوقت بطور مہاجرہ ساہیوال شہر میں قیام پذیر ہیں[3]

---

[1] الحکم ۲۸ مارچ ۱۹۳۴ء صفحہ ۱   [2] رجسٹر روایات صحابہ نمبر ۱۱

[3] - بیان حضرت مولوی عبدالرحمن صاحب جٹ - آپ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ موصوفہ کی شادی اس زمانہ میں ہوئی تھی جبکہ ابھی غیر احمدیوں میں لڑکیوں کی شادی کرنا ممنوع نہیں ہوا تھا۔ آپ کے خاوند بابو محمد شریف صاحب ولد حاجی محمد بخش صاحب بٹالوی توم ککّے زئی نے خلافت ثانیہ میں احمدیت قبول کی تھی اور باب الانوار قادیان میں میرے مکان کے ملحق مکان تعمیر کر لیا تھا + بابو محمد شریف صاحب ریٹائرڈ ایس - ڈی - او کا نام "پنجہزاری مجاہدین" تحریک جدید کے دفتر اوّل میں موجود ہے (صفحہ ۴۰۶/۴۰۷) آپ تقسیم ملک کے بعد ساہیوال شہر میں فوت ہوئے - موصوفہ نے ۲۳ مارچ ۱۹۲۹ء کو زیور قیمتی تین صد روپیہ اور حق مہر نصف کنال قطعہ زمین مالیتی ساڑھے چار صد روپیہ کے حصہ کی وصیت (۳۰۵۷) بعمر اکتالیس سال کی تھی[*]

[*] گویا اس وقت اناسی اسی سال اُن کی عمر ہے۔ منہ

۲۔ محترمہ آمنہ بیگم صاحبہ:۔ آپ کے حالات آپ کے خاوند شیخ عبداللہ صاحب پسر حضرت حافظ نور محمد صاحبؓ میں اسی جلد میں درج کئے گئے ہیں۔

۳۔ محترمہ عائشہ بیگم صاحبہ:۔ اہلیہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ (حال امیر مقامی و ناظر اعلیٰ قادیان) نے والدین کی خدمت کا موقعہ خوب پایا۔ مال و دولت کی حرص نہیں رکھتی تھیں۔ کوئی روپیہ ملتا تو اپنے خاوند کو دے دیتی تھیں۔ مسجد جرمنی کے لئے انہوں نے چندہ دیا تھا۔ موصیہ تھیں۔ آپ کی شادی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تحریک پر ہوئی تھی۔ اور حضور ہی نے چارصد روپیہ مہر پر مسجد مبارک میں نکاح پڑھا تھا حضور کے حرم محترم حضرت سیدہ امۃ الحی صاحبہؓ بنت حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ خلیفہ اوّل سے ان کا بہت سہیلی پن تھا۔ اور ان کے ہاں دارالمسیح میں کثرت سے آمد و رفت رکھتی تھیں۔[1] ۲۷ فروری ۱۹۵۳ء کو بعمر پچپن برس وفات پاکر مقبرہ خاص ربوہ میں دفن ہوئیں۔[2]

۴۔ محترمہ سعیدہ بیگم صاحبہ مہاجرہ ساہیوال شہر۔[3]

۱؎ (بیان مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ) بچے وفات پا جاتے تھے۔ صرف ایک فرزند ملک بشارت احمد صاحب بی۔ایس سی تھے انہوں نے زندگی وقف کی اور بعد تقسیم ملک عالم جوانی میں وفات پاکر مقبرہ خاص ربوہ میں دفن ہوئے۔ ان کے رخصتانہ اور ولیمہ کا ذکر الفضل مؤرخہ ۶ و ۷ نومبر ۱۹۴۲ء میں زیر "مدینۃ المسیح" ہے۔ ولیمہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے شرکت فرمائی تھی۔ (ان کے مفصل حالات کے لئے دیکھیے تابعین اصحاب احمد جلد اوّل) افسوس! ان کے ہاں اولاد نہیں ہوئی۔

۲؎ ریکارڈ بہشتی مقبرہ۔ ان کی وصیت (نمبر ۱۵۵۰ مؤرخہ یکم نومبر ۱۹۱۸ء) زیور مالیتی دوصد روپیہ اور گھر کے اثاثہ مالیتی تیس روپے کے ایک تہائی کی ہے۔ آپ ربوہ میں قطعہ نمبر ۱ حصہ نمبر ۲ میں دوسری قبر میں مدفون ہیں۔ والدہ صاحبہ اور نانا و نانی بشارت احمد پسر مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل قادیان کے نام سے چندہ برائے تعمیر مسجد لنڈن علی الترتیب دس روپے ساڑھے آٹھ آنے اور پانچ روپے الفضل ۲۹ ستمبر ۱۹۳۱ء ص۷ کالم ۳ میں مرقوم ہے۔ بالآخر میں مرقوم ہے کہ مؤرخہ ۲۷ فروری کو منٹگمری میں حرکت قلب بند ہو جانے سے فوت ہوئیں۔ ربوہ میں سیدنا حضرت امیر المومنین (خلیفہ ثانیؓ) نے نماز جنازہ پڑھائی اور تدفین عمل میں آئی (مؤرخہ ۷ مارچ ۱۹۵۳ء ص۲)

۳؎ موصوفہ بھائی شیر محمد صاحب صحابی درویش کی دوسری اہلیہ ہیں۔ ان سے شادی اپنی پہلی بیوی محترمہ فاطمہ صاحبہ (موصیہ نمبر ۱۰۴۳۔ وفات ۲۸ اکتوبر ۱۹۱۸ء) کی وفات کے کوئی ڈیڑھ سال بعد کی تھی۔ موصوفہ سال رواں میں جولائی تا ستمبر قریباً تین ماہ اپنے خاوند کی تیمارداری کے لئے دارالمسیح میں مقیم رہی ہیں۔ ان کی وصیت (نمبر ۱۷۷۸ مؤرخہ ۲۵ مارچ ۱۹۲۰ء) زیور قیمتی ساڑھے چارصد روپے اور گھر کے سامان پچاس روپے کے ایک تہائی حصہ کی ہے۔ (ریکارڈ بہشتی مقبرہ)

موصوفہ نے بتایا کہ میری ولادت قریباً ۱۹۰۵ء کی ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دیکھنا یا کوئی بات سننا صغر سنی کی وجہ سے یاد نہیں حالانکہ والدین دارالمسیح میں ہی قیام رکھتے تھے۔ مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ سیر کو حضرت ام المومنین تشریف لے جاتیں تو والدہ صاحبہ ساتھ ہوتی تھیں اور وہ مجھے بھی ساتھ لے جاتیں البتہ یہ یاد ہے کہ حضور کے وصال کے بعد حضرت ام المومنین سیر کیلئے مواضعات بسراں، بھینی، ننگل، باغبانان کی طرف جاتی تھیں تو والدہ صاحبہ اور ہم بہنیں اور بعض اور مستورات کو ساتھ جانے کا موقعہ ملتا تھا۔

برادران و ہمشیرگان حافظ حامد علی صاحب رضی اللہ عنہ

حافظ حامد علی صاحب رضی اللہ عنہ اور آپ کے بہن بھائیوں کے اسماء حسب ترتیب ولادت یوں ہیں (۱) حافظ صاحب (۲) میاں فقیر علی صاحب (۳) محترمہ فقیر بی بی صاحبہ (۴) میاں برکت علی صاحب (۵) محترمہ اللہ رکھی صاحبہ (۶) منشی زین العابدین صاحب (۷) میاں محمد دین صاحب (۸) میاں مہر علی صاحب۔

بابو عبداللہ صاحب جٹ (اندازاً ولادت ۱۸۸۹ء) اور انکے بھائی مولوی عبدالرحمن صاحب جٹ (ولادت اندازاً ۱۸۹۳ء) دونوں بیان کرتے ہیں کہ ماسوا ماموں مہر علی صاحب کے جو ہماری ہوش سے پہلے وفات پا چکے تھے باقی سب ماموؤں کو بچپن میں اپنی ہوش کی عمر سے احمدی پایا[۵]

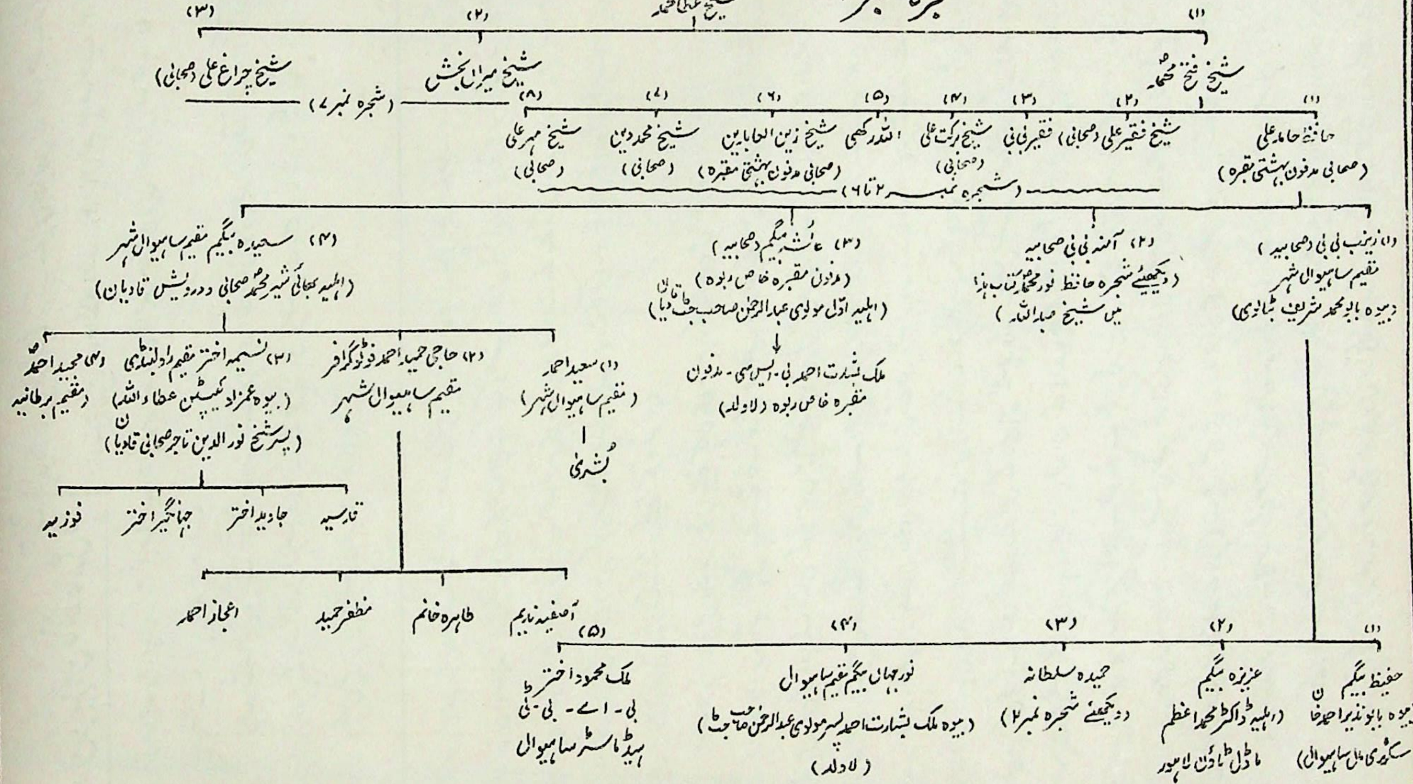
---

[۵] مولوی عبدالرحمن صاحب جٹ (خلف حضرت شیخ برکت علی صاحب ساکن فیض اللہ چک) بیان کرتے ہیں کہ والدہ محترمہ فقیر بی بی صاحبہ احمدی تھیں لیکن بحالت بیعت آپ کو حضرت اقدس کی زیارت کرنے کا موقعہ ملنا میرے علم میں نہیں۔ میں انفلوانزا میں مبتلا ہوا۔ آپ بھی غلام نبی سے میری عیادت کے لئے آئیں۔ اور اس مرض میں مبتلا ہو کر حکیم محمد زمان صاحب کی وفات (۲۶ اکتوبر ۱۹۱۸ء) کے قریب فوت ہوئیں۔ اور قادیان میں روڑی قبرستان میں دفن کی گئیں۔ (مرحومہ کی اولاد کے لئے دیکھئے شجرہ نمبر ۳)

موصوفہ کی اولاد میں سے یہ دونوں بیٹے صحابی ہیں۔ ہر دو کو قادیان میں حضرت اقدس کے عہد مبارک میں تعلیم پانے کا موقعہ ملا۔ برادر اکبر آجکل اپنے بیٹے ملک محمد یحییٰ صاحب اوورسیر کے پاس بنگلہ نہر ہنڈی ہیر استگمھ ضلع ساہیوال میں مقیم ہیں۔ ان کا نام ایک نشان کے گواہوں میں حقیقۃ الوحی میں "عبداللہ جٹ" درج ہے۔ مولوی عبدالرحمن صاحب تعلیم حاصل کر کے یہیں لگ گئے۔ مدرس مدرسہ احمدیہ۔ لیکچرار جامعہ احمدیہ۔ سپرنٹنڈنٹ مدرسہ احمدیہ۔ ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ۔ ناظم دار القضاء۔ قاضی اور صدر عمومی کے طور پر تقسیم ملک تک۔ اور ۱۶ نومبر ۱۹۴۷ء سے اسوقت تک امیر جماعت قادیان اور مارچ ۱۹۴۸ء سے اس وقت تک ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ و وکیل الاعلیٰ انجمن تحریک جدید اور قیام انجمن تحریک وقف جدید سے اس کے رکن ہیں تقسیم ملک سے قبل سلسلہ کی خدمت میں کچھ عرصہ قید و بند کی صعوبت بھی حاصل کر چکے ہیں۔ ہر دو بھائیوں اور ان کے والد ماجد کا مفصل تذکرہ کسی اور جلد میں آئیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

ان کی ہمشیرہ زادی محترمہ سارا بیگم صاحبہ کے چھوٹے سے مکان کی بنیاد (جو شیخ مظہر حسین صاحب سکنہ دھر کوٹ رندھاوا ضلع گورداسپور۔ موصی نمبر ۳۳۵۸۔ مدفون بہشتی مقبرہ قادیان۔ برادر مولوی ظہور حسین صاحب فاضل مبلغ بخارا کی بیوہ تھیں) حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے دار البرکات میں رکھی تھی اور دعا فرمائی تھی۔ (الفضل ۲۴ اپریل ۱۹۳۶ء زیر "مدینۃ المسیح")

بابو عبداللہ صاحب اور مولوی عبدالرحمن صاحب بیان کرتے ہیں کہ ہماری خالہ محترمہ اللہ رکھی صاحبہ اور ان کے خاوند شیخ برکت علی صاحب ککے زئی سکنہ بھی غلام نبیؔ دونوں احمدی نہیں تھے۔ خالہ صاحبہ جلد بیوہ ہو گئی تھیں۔ اور والدہ صاحبہ سے قبل وفات پا گئی تھیں۔ صرف انکی بیٹی محترمہ عصمت صاحبہ مرحومہ احمدی ہوئیں اور انکی اور محترمہ آمنہ صاحبہ کی اولاد احمدی ہے۔ (اولاد کیلئے دیکھیے شجرہ نمبر ۵)


شجرہ نمبر ۱
شیخ علی محمد
(۱) شیخ شیخ محمد
(۲) شیخ میراں بخش
(شجرہ نمبر ۷)
(۳) شیخ چراغ علی (صحابی)
(۱) حافظ حامد علی
(صحابی مدفون بہشتی مقبرہ)
(۲) شیخ فقیر علی (صحابی)
(۳) فقیر بی بی
(۴) شیخ برکت علی
(صحابی)
(۵) اللہ رکھی
(۶) شیخ زین العابدین
(صحابی مدفون بہشتی مقبرہ)
(۷) شیخ محمد دین
(صحابی)
(۸) شیخ مہر علی
(صحابی)
(شجرہ نمبر ۲ تا ۶)
(۱) زینب بی بی (صحابیہ)
مقیم ساہیوال شہر
(بیوہ بابو محمد شریف بٹالوی)
(۲) آمنہ بی بی صحابیہ
(دیکھیئے شجرہ حافظ نور محمد کتاب ہذا
میں شیخ عبداللہ)
(۳) عائشہ بیگم (صحابیہ)
(مدفون مقبرہ خاص ربوہ)
(اہلیہ اول مولوی عبدالرحمن صاحب جٹ قادیان)
ملک بشارت احمد بی-ایس سی- مدفون
مقبرہ خاص ربوہ (لاولد)
(۴) سعیدہ بیگم مقیم ساہیوال شہر
(اہلیہ بھائی شیر محمد صحابی درویش قادیان)
(۱) سعید احمد
(مقیم ساہیوال شہر)
بشریٰ
(۲) حاجی حمید احمد فوٹوگرافر
مقیم ساہیوال شہر
(۳) نسیمہ اختر مقیم راولپنڈی
(بیوہ عمزاد کیپٹن عطاء اللہ
پسر شیخ نور الدین تاجر صحابی قادیان)
(۴) جمیل احمد
مقیم برطانیہ
قدسیہ
جاوید اختر
جہانگیر اختر
فوزیہ
آصفہ ناہید
طاہرہ خانم
مظفر حمید
اعجاز احمد
(۱) حفیظ بیگم
(بیوہ بابو نذیر احمد خان
سکریٹری مال ساہیوال)
(۲) عزیزہ بیگم
(اہلیہ ڈاکٹر محمد اعظم
ماڈل ٹاؤن لاہور)
(۳) حمیدہ سلطانہ
(دیکھیئے شجرہ نمبر ۲)
(۴) نورجہاں بیگم مقیم ساہیوال
(بیوہ ملک بشارت احمد پسر مولوی عبدالرحمن صاحب جٹ)
(لاولد)
(۵) ملک محمود اختر
بی-اے-بی-ٹی
ہیڈ ماسٹر ساہیوال

شیخ عطا محمد

- (۱) شیخ فتح محمد
- (۲) شیخ میراں بخش
- (۳) شیخ چراغ علی

(شجرہ نمبر ۷)

شیخ فتح محمد:

- (۱) حافظ حامد علی (شجرہ نمبر ۱)
- (۲) شیخ فقیر علی (صحابی)
- (۳ تا ۷) دیگر برادران و ہمشیرگان
- (۸) شیخ مہر علی

(شجرہ نمبر ۳ تا نمبر ۶)

شیخ فقیر علی (صحابی):

- (۱) محمد اسمٰعیل — مہاجر موضع منڈھیالہ تارڑ تحصیل و ضلع گوجرانوالہ (اولاد دس لڑکے لڑکیاں)
- (۲) محمد عمر (ع والا پنڈ)
- (۴) فاطمہ بی بی
- (۵) حرمت بی بی (دونوں صاحب اولاد)
- (۶) محمد اسحٰق (گوجرانوالہ بلاک نمبر ۱۴ سب بلاک ۱۴ے) (ناظم آباد کراچی)
- (۷) محمد دین (انسپکٹر پولیس لاہور)
- (۸) فضل دین (پتہ نمبر ۱ والا)
- (۹) رحمت اللہ (ریلوے ہسپتال راولپنڈی)

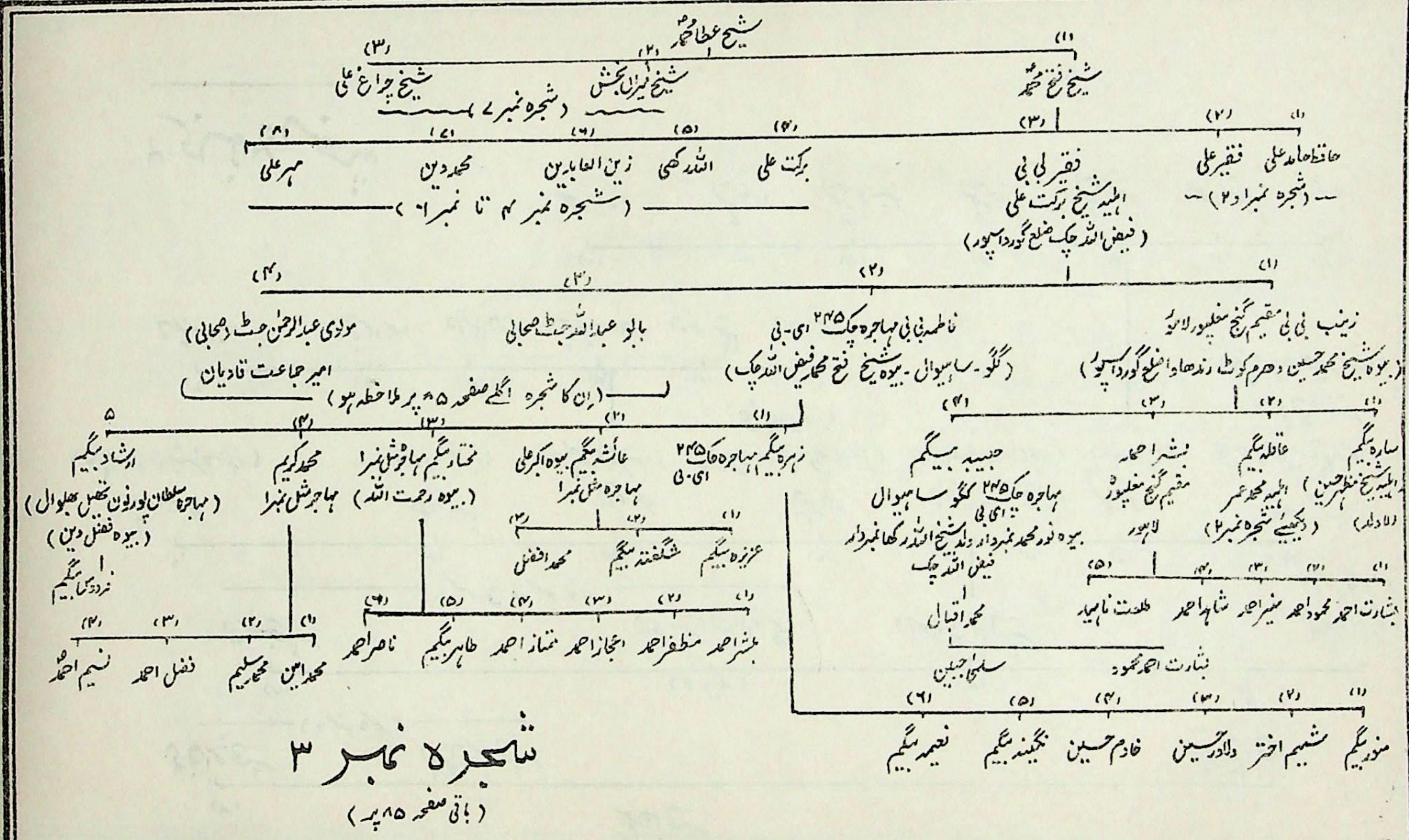
محمد دین:

- (۱) امۃ المنان
- (۲) نعیم الدین
- (۳) سعادت کوثر
- (۴) معین الدین
- (۵) امۃ الرفیع
- (۶) امۃ السبوح

محمد عمر:

- (۱) غلام احمد
- (۲) نصیر احمد
- (۳) نصیرہ بیگم
- (۴) شریفہ بیگم
- (۵) بشریٰ بیگم
- (۶) ناصرہ بیگم
- (۷) منور احمد

شجرہ نمبر ۲



شجرہ نمبر ۳
(باقی صفحہ ۸۵ پر)

بقیہ شجرہ نمبر ۳

- بابو عبداللہ جٹ (صحابی)
  - (۱) امۃ الرفیق (بیوہ مولانا غلام حسین اعجاز) مجاہد سنگاپور ملایا وغیرہ
    - (۱) خیر النساء (اہلیہ ملک عبداللطیف ستکوہی) (سیکرٹری اصلاح وارشاد لاہور)
      - (۱) منور احمد
      - (۲) نصرت جہاں بیگم
      - (۳) مبارکہ بیگم
    - (۲) امۃ النصیر
    - (۳) نسیم احمد عابد
  - (۲) عنایت اللہ تاجر (بمقام سانگلا ہل)
    - (۱) نزہت ثریا - (۲) ضیاء الدین - (۳) نصرت جہاں - (۴) طاہرہ - (۵) طاہر محمود - (۶) عاصف محمود - (۷) عارف محمود
  - (۳) محمد یحییٰ اوورسیر (بنگلہ نہر منڈی ہیرا سنگھ) (ضلع ساہیوال)
    - (۱) ناصر محمود
    - (۲) اعجاز محمود
    - (۳) مبشرہ یاسمین
    - (۴) خالد محمود
    - (۵) امۃ الحفیظ
    - (۶) محمد محمود

- مولوی عبدالرحمٰن جٹ (صحابی) امیر جماعت احمدیہ قادیان
  - (از بطن اہلیہ اول)
    - بشارت احمد (مدفون مقبرہ خاص ربوہ) (لاولد)
  - (از بطن اہلیہ دوم)
    - (۱) سعادت احمد
    - (۲) ساجدہ
    - (۳) ارادت احمد
    - (۴) راشدہ

(شجرہ نمبر ۳ ختم ہوا)

شجرہ نمبر ۴

شیخ عطا محمدؒ

(۱) شیخ فتح محمد (۲) شیخ میراں بخش (۳) شیخ چراغ علی

(شجرہ نمبر ۵ و ۱)

شیخ فتح محمد کی اولاد:

(۱) حافظ حامد علی (۲) شیخ نقیر علی (۳) نقیر بی بی (شجرہ نمبر ۱ تا ۳)

(۴) شیخ برکت علی دھجابی

(۵) اللہ رکھی (۶) زین العابدین (۷) محمد دین (۸) شیخ مہر علی (شجرہ نمبر ۵ و ۶)

شیخ برکت علی دھجابی کی اولاد:

(۱) فاطمہ بی بی دھجابیہ
اہلیہ عبدالعزیز گکے زئی
(مہاجر چک ۲۴۵ ای بی براستہ گگو ضلع ساہیوال ہائیلم)

عبدالرحمٰن ٹیلہ ماسٹر
(بمقام اوکاڑہ ضلع ساہیوال)

محمد شریف
(مالک شریف کلاتھ مارکیٹ ساہیوال شہر)

عبدالرحمٰن ٹیلہ ماسٹر کی اولاد:

(از بطن اہلیہ اول مرحومہ)

(۱) نثار احمد
ملازم نیشنل بنک آف پاکستان
متعین ضلع ساہیوال

(۲) جمیلہ خانم (اہلیہ اول عبدالسلام بٹالوی)

(۳) مشتاق احمد

(۴) نسیم بیگم
(اہلیہ رشید الدین انور)

۵ ممتاز احمد
قائد مجلس خدام الاحمدیہ خانپور
(پسر مؤلف کتاب ہذا)

جمیلہ خانم کی اولاد: (۱) علی بانیگی (۲) مبشرہ (۳) ظہور احمد

نثار احمد کی اولاد: (۱) اعجاز احمد (۲) امۃ الباسط (۳) امۃ الکریم (۴) امۃ السبوح (۵) امۃ الشافع (۶) مبشر احمد

ممتاز احمد کی اولاد: (۱) رفیع الدین (۲) نصیر الدین

(از بطن اہلیہ دوم)

(۱) خالد جاوید (۲) مصباح (۳) نوزیہ (۴) طاہر احمد

صبیح الدین عامر

محمد شریف کی اولاد:

(۱) سرور عقیلہ
(اہلیہ جلال الدین اظہر)
(ساکن سُرخ ڈھیری علاقہ ایبٹ آباد)

(۲) شمیم اختر
(اہلیہ حاجی حمید احمدؐ)
(دیکھئے شجرہ نمبر ۱)

(۳) محمد لطیف - (۴) نعیمہ فردوس - (۵) کوثر الماس - (۶) قیصرہ الماس - (۷) غضنفر محمود

شجرہ نمبر ۵

شیخ عطا محمدؒ

(۱) شیخ فتح محمدؒ
(۲) شیخ میراں بخش
(۳) شیخ چراغ علی
شجرہ نمبر ۷

(۱) حافظ حامد علی
(۲) فقیر بی بی
(۳) فقیر علی
(۴) برکت بی بی
شجرہ ہائے نمبر ۱ تا ۴

(۵) اللہ رکھی
اہلیہ شیخ برکت علی سکنہ تھہ غلام نبی ضلع گورداسپور
(ان کی ساری زندہ نسل چک $\frac{245}{\text{ای-بی}}$ ڈاکخانہ گگو ضلع ساہیوال
میں بطور مہاجر آباد ہے)

(۶) زین العابدین
(۷) محمد دین
(۸) مہر علی
(شجرہ نمبر ۶)

(۱) آمنہ بی بی
(بیوہ عطا محمد)

(۲) عصمت بی بی اہلیہ منشی عبدالغنی خان مرحوم
(عم بالو نادیہ احتکار خان مرحوم)
سیکرٹری مال ساہیوال

(۳) امۃ اللہ بی بی مرحومہ
(اہلیہ محمد دین)

سردار بیگم
فضل خیر

(۱) عبدالرحمٰن
(۲) فیض الرحمٰن
(۳) حمیدہ احمد
(۴) مبارکہ بیگم

(۱) رشید احمد
(ریلوے گارڈ ملتان)

(۲) منظور احمد
(ملازم بنیادی جمہوریت قصور)

(۳) مظفر احمد
(ملازم محکمہ بجلی بمقام کوٹ ادو
ضلع مظفر گڑھ)

(۴) رفیق احمد
(ملازم محکمہ بجلی بمقام جڑانوالہ)

(۵) منظورہ بیگم
(۶) مبارکہ بیگم
(۷) محمودہ بیگم

۷۔ شیخ فقیر علی صاحب رضؓ

شیخ فقیر علی صاحب صحابی تھے۔ چونکہ اوّلین جلسہ سالانہ میں صرف پچھتر افراد نے شرکت کی تھی اس لئے جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء میں جب پانصد احباب مکفّر علماء کی تکفیر کے باوجود شامل ہوئے تو حضرت اقدس علیہ السلام نے اسے نہایت کامیاب قرار دیا تھا۔ ان میں سے بھی جو اخلاص سے شریک ہوئے تھے حضور نے اُن کے اسماء درج فرمائے تھے۔ اس طرح میاں فقیر علی صاحب بھی ۳۱۳ صحابہ میں شمار ہوئے۔

پھر آپ نے ۲۰ تا ۲۲ جون ۱۸۹۷ء کے جلسہ احباب میں بھی شمولیت کی۔ حضور نے ان احباب کے اسماء محفوظ کرتے ہوئے شدید گرمی میں بخوشی شریک ہونے والوں کی تعریف فرمائی ہے جبکہ اکثر افراد کو چارپائیوں کی قلت کی وجہ سے فرش زمین پر سونا پڑا تھا۔ ہر دو امور سے ظاہر ہے کہ میاں صاحب موصوف بالکل ابتداء میں ہی سلسلہ احمدیہ سے وابستگی اختیار کر کے اس کی سرگرمیوں میں حصہ لینے لگے تھے۔ آپ کی تصویر دی جا رہی ہے۔ آپ مارچ ۱۹۴۰ء میں ٹھٹھہ غلام نبی میں فوت ہوئے اور موضع بازید چک میں دفن کئے گئے تھے۔[1]

---

[1] (الف) "آئینہ کمالات اسلام" میں جلسہ ۱۸۹۲ء کے شرکاء میں آپ کا نام (۱۵۶۔ "میاں فقیر علی صاحب ٹھٹھہ غلام نبی ضلع گورداسپور) درج ہے۔ [۶۲۹-۶۳۰]

(ب) "تحفہ جلسہ احباب" میں نام " ۱۴۰۔ شیخ فقیر علی صاحب زمیندار " " " (یعنی ٹھٹھہ غلام نبی ضلع گورداسپور) درج ہے۔

(ج) مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ (امیر مقامی قادیان) بیان کرتے ہیں کہ میرے چار ماموؤں کی شکل جن کو میں نے دیکھا ہے بہت مشابہ تھی۔ اس لئے اس تصویر سے سب کی صورتوں کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

(د) ان کی وفات کے متعلق بیان مرحوم کے بیٹے ملک محمد دین صاحب کا ہے جو یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ والدہ محترمہ رحمت بی بی صاحبہ قوم ککّے زئی سکنہ موضع بازید چک ستمبر ۱۹۴۷ء میں لاہور میں فوت ہوئیں اور گڑھی شاہو کے مقبرہ میں دفن کی گئی تھیں۔

۸ تا ۱۰۔ شیخ برکت علی صاحب رضی اللہ عنہ

محترمہ اللہ رکھی صاحبہ رضی اللہ عنہا (اہلیہ) و محترمہ فاطمہ صاحبہ رضی اللہ عنہا (دختر)

محترم مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ (ولادت اندازاً ۱۸۹۳ء) مکرم شیخ برکت علی صاحب رضی اللہ عنہ اپنے ماموں کے متعلق بتاتے ہیں کہ میری ہوش سے قبل کے وہ احمدی تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایک دفعہ پہلے خاص فضل سے شفایاب کیا۔ چنانچہ آپ کے بھائی شیخ زین العابدین صاحب بیان کرتے ہیں کہ ہماری یہ عادت تھی کہ جب کوئی چارہ نہ رہتا اور کوئی علاج کارگر نہ ہوتا تو ہم بیمار کو قادیان حضور علیہ السلام کے پاس لے آیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ہمارے بڑے بھائی برکت علی صاحب شدید بیمار ہوگئے اور جسم پنجر اور ہڈیاں ہی ہڈیاں رہ گیا تھا۔ بڑے بڑے زخم ہوگئے تھے۔ انہیں یہاں لے آئے۔ حضرت صاحب دو ماہ تک علاج کرتے رہے آخر ناامید ہوگئے۔ حضور نے بھائی حامد علی صاحب کو فرمایا کہ تمہارے بھائی کا بچنا محال ہے اسے واپس لے جاؤ گڑ ڈولی میں لے جانا۔ آدمی بھیجدو تاکہ کہار آجائیں۔ ہماری والدہ صاحبہ بھی یہیں تھیں۔ کہار لانے کے لئے آدمی گاؤں کو روانہ ہوگیا۔ ابھی غالباً موضع رجادہ ہی پہنچا ہوگا کہ آپ کو الہام ہوگیا کہ برکت علی صحت یاب ہو جائیگا۔ حضور نے اسی وقت بھائی حامد علی صاحب کو بلا کر فرمایا کہ جس آدمی کو آپ نے بھیجا ہے واپس بلا لو۔ الہاماً بتایا گیا ہے کہ آپ کا بھائی اچھا ہو جائے گا۔ آدمی واپس آگیا اور دوسرے دن بخار ٹوٹ گیا۔ مگر کمزوری بہت رہی۔ ایک مہینہ کے بعد طاقت آنے لگی۔ پھر ہم انہیں گاؤں لے گئے اور چھ ماہ بعد وہ بالکل صحت یاب ہوگئے۔[1]

مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ بیان کرتے ہیں کہ ماموں برکت علی صاحب مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان میں بطور خادم ملازم ہوگئے تھے۔ جب عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ حیدر آبادی کو سگ گزیدگی کی وجہ سے دورہ ہوا اور کسولی والوں نے اُسے لاعلاج قرار دیا تو انہیں سید محمد علی شاہ صاحب کے اس مکان کے چوبارہ میں رکھا گیا تھا جس کے نچلے حصہ میں اخبار بدر کا مطبع تھا۔ اور ماموں صاحب موصوف کو تیمارداری اور خدمت کیلئے مقرر کیا گیا تھا۔ ہم طلباء جاکر انہیں دیکھتے تو خوف کھاتے کہ مبادا وہ ہمیں کاٹ کھائیں۔ حضرت اقدس کے اپنے علاج سے ان پر غنودگی طاری ہوگئی۔ حضور نے کوئی تیز مسہل بھی دیا تھا جس سے بستر پر ہی بول و براز خارج ہو جاتا

---

[1] رجسٹر روایات صحابہ رضی اللہ عنہم جلد ۱۱ و اختصاراً تذکرہ طبع دوم صفحہ ۸۱۱ و ۸۱۲۔ چونکہ آپ ۱۹۰۳ء کے قریب قادیان میں ملازم ہوئے۔ اور خلافتِ ثانیہ کے آغاز تک ملازم رہے اس لئے یہ واقعہ شفایابی کا قادیان میں ملازمت سے پہلے کا ہوگا۔ منہ

تھا اور ماموں صاحب پوری طرح خدمت بجا لاتے تھے اور اللہ تعالےٰ نے انہیں معجزانہ شفا عنایت کی تھی۔ جس وقت خلافتِ اولیٰ کے اواخر میں بیرون قصبہ میں مدرسہ تعلیم الاسلام اور بورڈنگ کی تعمیر ہوئی تو یہ مدرسہ اور بورڈنگ وہاں منتقل ہو گئے تو پھر ماموں صاحب کے ذمہ شہر کے بورڈنگ مدرسہ احمدیہ اور لنگرخانہ کے لئے اردگرد کے علاقہ سے ایندھن خرید کر لانا سپرد ہوا۔ خلافتِ ثانیہ میں بھی کچھ عرصہ آپ یہی کام کرتے رہے۔ اور پھر آپ ملازمت ترک کر کے گاؤں چلے گئے اور وہاں ایک معمولی دوکان کھول لی اور وہیں آپ کی اہلیہ محترمہ سے سات آٹھ سال پہلے وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔[1]

آپ کی رفیقۂ حیات محترمہ اللہ رکھی صاحبہ حضرت حافظ حامد علی صاحب کی چھوٹی نسبتی ہمشیرہ تھیں اور موضع کرالیاں ضلع امرتسر ان کا وطن تھا۔ اور ان کے اپنے خاندان میں سے صرف یہ دونوں بہنیں ہی احمدیت میں داخل ہوئی تھیں اور دونوں صحابیہ تھیں۔ آپ کی دختر محترمہ فاطمہ بی بی صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں والد صاحب قادیان میں ملازم تھے اس وقت آپ کو حضرت اقدس کی طرف سے اپنا ایک البیتی مکان احمد آباد عرف نواں پنڈ نزد کوٹھی دارالسلام ملا ہوا تھا۔ جہاں آپ مع اہل و عیال رہائش رکھتے تھے۔ حضرت ام المومنینؓ کئی بار وہاں ہمارے ہاں تشریف لاتیں۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ حضرت ام المومنینؓ کو والدہ صاحبہ نے دودھ پلایا اور بعض دفعہ انڈے اور شکر پیش کرنے کی سعادت پائی۔ اس زمانہ میں حضرت اقدس علیہ السلام کی زیارت والدہ محترمہ اور میں نے کی۔ ایک دفعہ میری آنکھیں دکھنے لگیں تو تایا حامد علی صاحب مجھے حضور کے پاس لے گئے۔ حضور نے سرمہ زنگاری استعمال کرنے کا مشورہ دیا جس سے مجھے شفا ہو گئی۔[2]

---

[1] الحکم ۲۸ر فروری ۱۹۳۸ء صفحہ ۵ کالم ۳ میں مرقوم بیان مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ میں آپ سے دریافت کر کے اضافہ کیا گیا۔ اور وفات و تدفین کے متعلق مرحوم کے بیٹے ملک عبدالرحمٰن صاحب کا بھی یہی بیان ہے ملک صاحب ان کی عمر قریباً پینسٹھ ۶۵ سال بتلاتے ہیں۔

مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ ۱۹۰۳ء میں لازماً قادیان تعلیم کے لئے آ گئے تھے اور آپ کے برادر اکبر بابو عبداللہ صاحب جٹ آپ کے کچھ عرصہ بعد غالباً اسی سن میں۔ ہر دو بیان کرتے ہیں کہ ہمارے قادیان آنے کے بعد ماموں شیخ برکت علی صاحب قادیان آئے اور بورڈنگ مدرسہ تعلیم الاسلام میں ملازم رکھے گئے تھے۔

[2] موصوفہ کا بیان حاصل شدہ معرفت برادرش ملک محمد شریف صاحب۔ موصوفہ اپنے خاوند ملک عبدالعزیز صاحب ککّے زئی ساکن قصبہ غلام نبی کے پاس بطور مہاجر چک ۲۴۵ ای۔ بی ڈاکخانہ گگو ضلع ساہیوال میں مقیم ہیں۔ ملک صاحب وہی ہیں جن کا چندہ دفتر اوّل میں قریباً ایک صد چالیس روپے "پانچہزاری مجاہدین" میں صفحہ ۲۴۰ - ۴۲۱ پر درج ہے۔

آپ نے موضع ٹھٹھہ غلام نبیؐ میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئیں[۱]
آپ کے فرزند ملک عبدالرحمٰن صاحب بیان کرتے ہیں کہ والد صاحب موضع احمد آباد نزد کوٹھی دارالسلام میں عرصہ تک مقیم رہے۔ وہاں کے ساکنین آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔ آپ محنت مشقت کے عادی تھے۔ گاؤں میں مجھے تپ محرقہ ہوا۔ ان ایام ذرائع سفر مفقود تھے۔ آپ روزانہ بٹالہ پیدل جاتے۔ اور میرے لئے اکیس دن دوا لاتے رہے۔ چند دن کے وقفہ سے پھر اکیس روز بخار رہا اور پھر آپ پیدل جا کر بٹالہ سے ہر روز دوا لاتے۔ قادیان میں جب لنگرخانہ میں ملازم تھے تو بہت نیک نیتی سے کام کرتے رہے۔ ماحول قادیان سے ایندھن خرید کے لانا اُن کے ذمہ تھا۔ آپ کے متعلق یہ شہرت تھی کہ گالی نہیں دیتے۔ کچھ عرصہ تایا حافظ حامد علی صاحب اور والد صاحب دونوں کے خاندان ایک ہی مکان میں مقیم رہے۔ اپنے گاؤں میں بھی آپ معزز شمار ہوتے تھے۔

گاؤں کے ایک بچہ نے آپ کے کھیت سے کماد توڑا۔ اُس وقت ابھی وہ کچا تھا۔ اور اُس کے چوسنے سے بخار ہونے کا اندیشہ تھا۔ آپ نے اُسے منع کیا۔ تو اس نے اپنی والدہ کے پاس جھوٹی شکایت کی کہ مجھے شیخ صاحب نے پیٹا ہے۔ اور اُس کی والدہ نے طبعاً بُرا منایا۔ اس کا علم ہوا تو آپ دوسرے روز شہر سے مٹھائی اور بھیری پائے لائے اور منانے کے لئے بچے کو مٹھائی کھلائی اور اُس کی والدہ کو بیسری پائے بھجوائے آپ اس قسم کے صلح جو اور امن پسند بزرگ تھے[۲]

میاں بیوی دونوں بہت مہمان نواز تھے اور تیمارداری کرنے میں بہت ممتاز تھے۔ گاؤں میں جو بھی بیمار ہوتا وہ اس کی صحت یابی یا صورت آخر تک اس کی تیمارداری میں منہمک رہتے تھے۔ خاموش طبع تھے اور بالخصوص جمعہ کی نماز قادیان آکر پڑھتے تھے[۳]

---

[۱] بیان ملک عبدالرحمٰن صاحب و ملک محمد شریف صاحب۔
آپ کے کتبہ بر بہشتی مقبرہ میں مرقوم ہے :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یادگار ۲۶۸ نمبر وصیت ۱۷۷

اللہ رکھی صاحبہ

زوجہ شیخ برکت علی صاحب قوم ککے زئی ساکن ٹھٹھہ غلام نبیؐ

ضلع گورداسپور

وفات ۵/۲۷ ۱۳ مطابق ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ

[۲] بیان پسرش ملک محمد شریف صاحب۔ [۳] بیان محترمہ سعیدہ بیگم صاحبہ دختر حافظ حامد علی صاحبؓ۔

۱۱- منشی زین العابدین صاحب رضؓ

حضرت منشی شیخ زین العابدین صاحب رضؓ کی ولادت اندازاً ۱۹۴۲ء سے ستر سال قبل ہوئی۔ گویا آپ کم وبیش پینتیس برس حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عمر میں چھوٹے تھے۔ حضور کے دعویٰ سے قبل آپکو حضور سے شرفِ زیارت وملاقات ہوتا رہا۔ چنانچہ آپ بیان کرتے ہیں کہ حضور کے دعویٰ سے قبل کی بات ہے جبکہ میری عمر پندرہ سولہ سال یا اس سے کم ہوگی کہ حضور ہمارے گاؤں میں تشریف لائے۔ ہم نے آپ کیلئے بہت سے کھانے تیار کئے۔ لیکن آپ نے صرف سرسوں کے ساگ کے ساتھ روٹی کھائی۔ اور ہمشیرہ حافظ حامد علی صاحب سے ذکر فرماتے کہ آپ کی والدہ ساگ بہت اعلیٰ پکاتی ہیں۔ کھانے کے بعد آپ نے بہت دیر تک اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ...... صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ پر تقریر کی۔ آپ چھینہ سے پیدل آئے تھے اور پھر گاؤں سے پیدل ہی قادیان تشریف لے گئے۔ گاؤں کے تمام احباب مشائعت کے لئے دُور تک گئے تھے۔ ہم نے سواری کے لئے گھوڑا پیش کرنے کی لاکھ کوشش کی مگر آپ نہ مانے۔ [۱]

گو آپ نے بیعت تو سولہ سترہ سال کی عمر میں (۱۸۹۴ء میں) کی تھی کیونکہ درخواست کے باوجود آپکی کم عمری کے باعث والدین کے احمدی ہونے کی وجہ سے آپ کو بھی حضور نے فرمایا کہ جماعت میں شامل ہیں۔ آپ نے ۱۸۹۲ء کے جلسہ سالانہ میں صغر سنی میں شرکت کی تھی۔ اس سے گذشتہ سال اولین جلسہ سالانہ میں صرف پون صد افراد شامل ہوئے تھے۔ ۱۸۹۲ء میں باوجود مکفر علماء کی تکفیر ومخالفت کے پانصد افراد حاضر ہوئے تھے۔ جن میں سے مخلصین کے اسماء حضور کی طرف سے آئینہ کمالاتِ اسلام میں رقم ہوئے ان تین صد تیرہ ۳۱۳ پر خلوص رفقاء میں آپ کا نام بھی درج ہے۔ جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گا۔
ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء [۲]

بیعت

آپ بیان کرتے ہیں کہ میری بیعت تقریباً ۱۸۹۴ء کی ہے۔ میں ابھی بارہ تیرہ سال کا تھا کہ میں نے حضور کی خدمت میں عرض کی کہ میری بیعت لی جائے۔ فرمایا تم ابھی بچے ہو۔ اور تمہارے والدین احمدی ہیں۔ تم احمدی ہی ہو۔ بڑے ہوگے تو بیعت بھی کر لینا۔

---

[۱] رجسٹر روایات صحابہ نمبر ۱۱ صفحہ ۳۷۔ اس نمبر میں جو روایات آپنے لکھوائی ہیں ان کے ابتداء میں آپ نے لکھوایا کہ:-
"سن بیعت ۱۸۹۴ء سے پہلے زیارت جس وقت سے ہوش سنبھالا"

[۲] آپ کا نام ۱۹۴ نمبر پر یوں مرقوم ہے:-
"منشی زین العابدین صاحب ،، ،، ،، (یعنی کھر غلام نبی ضلع گورداسپور)"

اِس کے کوئی چار سال بعد حضور نے میری بیعت قبول فرمائی۔[۵۱]

آپ بیان کرتے ہیں کہ جب مَیں افریقہ سے واپس آیا[۵۲] اور حضرت صاحب سے ملاقات کی خواہش کی۔ تو معلوم ہوا کہ حضور بہت بیمار ہیں اور ملاقات کی اجازت نہیں مگر مَیں نے کوشش کی اور جس کمرے میں حضور سوئے ہوئے تھے اُس طرف بڑھا۔ مجھے آتے دیکھ کر دربان نے دُور سے ہی اشارہ سے مجھے روکنے کی کوشش کی۔ مگر میں آگے ہی بڑھتا گیا اور اُسے کہا کہ مَیں حضور سے ملنا چاہتا ہوں۔ اُس نے کہا حضرت صاحب بیمار ہیں اور ملاقات کی اجازت نہیں۔ مَیں نے کہا کہ آپ کنڈی کھٹکھٹا دیں۔ اگر حضرت صاحب ناراض ہوئے تو میرا ذمہ مگر وہ ڈیوٹی پر تھا اس نے میری بات نہ مانی۔ مَیں نے آہستہ سے کنڈی ہلا دی۔ حضرت صاحب نے اندر سے آواز دی۔ کون صاحب ہیں؟ عرض کیا۔ حضور زین العابدین! افریقہ سے آرہا ہوں۔ حضرت صاحب نے گھر والوں کو دوسرے کمرہ میں بھیجدیا اور فرمایا کہ ابھی دروازہ کھولتا ہوں اور فوراً اُٹھ کر دروازہ کھولا اور مجھ سے بغلگیر ہو گئے۔ اور پھر کرسی پر بٹھایا اور افریقہ کی باتیں پوچھتے رہے۔ آپ کے پاس ٹوکرے دو میں شہتوت پڑے تھے۔ فرمایا۔ ہم سے ختم نہیں ہوتے۔ آپ زمیندار آدمی ہیں سب ختم کر دیں۔ پھر مَیں نے عرض کیا کہ حضور مَیں نے ایک کپڑا اندر بھیجا ہے۔ کیا حضور کو پہنچ گیا ہے۔ فرمایا۔ مجھے تو علم نہیں مگر پوچھتا ہوں۔ اس پر آپ نے ایک بڑھیا کو آواز دی کہ افریقہ سے آمدہ ایک شخص نے جو کپڑا بھیجا ہے وہ لاؤ۔

---

۵۱ رجسٹر روایات صحابہ نمبر ۱ صفحہ ۸۷۔ عمر کے بارے میں سہو معلوم ہوتا ہے۔ یہ روایات رجسٹر کی رُو سے غالباً ۱۹۳۸ء میں اور ۱۹۳۹ء میں قلمبند کی گئی تھیں۔ ہر دو بار آپ نے عمر ستّر برس تبلائی اور وصیت کی رُو سے کتبہ پر ۱۹۴۲ء میں وفات پر آپ کی عمر ستّر برس ہی درج ہے۔ ۱۹۴۲ء میں اتنی عمر ہونے کی صورت میں آپ کی ولادت ۱۸۷۲ء کی بنتی ہے اور ۱۸۸۴ء اور ۱۸۸۵ء میں آپ بارہ تیرہ برس کے ہونگے حالانکہ اس وقت ابھی بیعت شروع نہ ہوئی تھی۔ اگر یوں شمار کریں کہ ۱۸۹۴ء میں عمر سولہ یا سترہ سال + بقیہ عمر ۴۸ سال = چونسٹھ یا پینسٹھ سال کی عمر بنتی ہے۔

ایک اور روایت میں قبل دعویٰ جب حضور انکے گاؤں گئے تھے اندازاً اپنی عمر پندرہ سولہ سال یا اس سے کم تبلاتے ہیں۔ اگر حضور ۱۸۸۸ء میں بھی گئے ہوں تو گویا پندرہ یا سولہ سال + بقیہ عمر شیخ صاحب چوّن سال = ستّر سال یا ایک برس کم بنتی ہے۔ گویا اپنی عمر کا صحیح اندازہ انہیں نہیں تھا۔ البتہ ان کا یہ اندازہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ بارہ تیرہ سال کے تھے اس لئے حضرت صاحب نے بیعت والدین کی کافی سمجھی اور چار سال بعد ۱۸۹۴ء میں بیعت قبول کی۔ منہ

۵۲ اس بارہ میں تفصیل اور آپ کی روایت حافظ صاحب کے حالات میں درج ہے۔ محترمہ سعیدہ بیگم صاحبہ دختر حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ بیان کرتی ہیں کہ والد صاحب اور چچا زین العابدین صاحب دونوں مشرقی افریقہ سے اکٹھے واپس آئے تھے۔ ۱۸۹۶ء میں منشی صاحب کی عمر تقریباً اٹھارہ سال کی تھی۔

اور ہمیں بھی دکھلاؤ۔ جب کپڑا آیا تو حضور نے بڑی تعریف کی اور بڑے خوش ہوئے اور فرمایا۔ میاں زین العابدین! آپ تو غریب آدمی تھے۔ اتنا مہنگا کیوں خریدا؟ عرض کیا۔ حضور وہاں تو بڑے قیمتی کپڑے ملتے ہیں۔ فرمایا یہ ہم جانتے ہیں مگر آپ کو اتنا مہنگا خریدنے کی کیا ضرورت تھی؟ پھر فرمایا۔ آپ اپنی واسکٹ کے لئے یہاں سے کپڑا لے جائیں۔ عرض کیا کہ حضور! مَیں نے رکھ لیا ہُوا ہے۔ حضرت صاحب اونچی آواز سے بول رہے تھے۔ اور باہر لوگ حیران تھے کہ یہ کون شخص آگیا جس کی خاطر حضور بیماری میں بول رہے ہیں [۱]

شادی

آپ بیان کرتے ہیں کہ مَیں قریب البلوغ تھا کہ حضرت صاحب کی خدمت میں قادیان آیا فرمایا۔ میاں زین العابدین! کیا آپ کی شادی کا کوئی انتظام ہُوا ہے یا نہیں؟ عرض کیا کہ منگنی ہوئی تھی۔ لیکن میرے احمدیت کی طرف میلان کی وجہ سے ٹوٹ گئی۔ مسکرا کر فرمایا کہ تم نے تو ابھی تک بیعت نہیں کی پھر احمدیت کی وجہ سے کیسے رشتہ نہ ہو سکا۔ عرض کیا کہ وہ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کو کافر کہو۔ اور مَیں یہ نہیں کہہ سکتا۔ مَیں نے جواب دیا کہ اگر تم ایک لڑکی بجائے دس لڑکیاں دو تو بھی مَیں حضرت مرزا صاحب کو ولی اللہ ہی کہونگا۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ جو کچھ کریگا بہتر ہی کرے گا۔ کچھ عرصہ بعد میری سگی پھوپھی نے رشتہ پیش کیا۔ مَیں نے آکر حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا۔ فرمایا۔ لڑکی میں کوئی عیب تو نہیں؟ عرض کیا کہ لڑکی تو بڑی خوش شکل ہے۔ لیکن بچپن میں مٹی کھایا کرتی تھی۔ مگر اسوقت مٹی نہیں کھاتی۔ فرمایا۔ ایسی لڑکی سے شادی کرنے کی مَیں اجازت نہیں دیتا۔ کیونکہ جو عورتیں بچپن میں مٹی کھاتی ہیں وہ فطرتاً کمزور ہوتی ہیں اور اُن کی اولاد بھی کمزور ہوتی ہے۔ ایک دو سال تک تو ہم خاموش رہے مگر پھر بار بار حضور سے اجازت مانگنے پر فرمایا۔ اچھا! اس سے شادی کر لو مگر اولاد کمزور ہو گی۔ مَیں نے شادی تو کر لی مگر اولاد اب تک کمزور ہے۔

مزید بیان کرتے ہیں کہ میری بیوی کو اٹھرا کی بیماری تھی اور اس کے چار لڑکے فوت ہو چکے تھے۔ علاج سے افاقہ نہیں ہوتا تھا۔ مَیں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ تو فرمایا کہ اب تک تم نے اس بارے میں اطلاع کیوں نہ دی۔ تم میاں بیوی تو چار سال تک جہنم میں پڑے رہے۔ مجھے فوراً اطلاع کرنی چاہیئے تھی۔ مولوی نورالدین صاحب کا علاج کرو۔ بیماری انشاء اللہ ہٹ جائے گی۔ عرض کی کہ حضور! مَیں اس قابل نہیں غریب آدمی ہوں۔ مولوی صاحب کا علاج نہیں کر سکتا۔ فرمایا۔ کیا میرا علاج کرنا چاہتے ہو۔ عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا۔ پھر کیا چاہتے ہو۔ عرض کیا کہ حضور دُعا فرمائیں۔ حضرت صاحب دروازہ پر ہی کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا۔ آپ بھی دُعا کریں۔ مَیں بھی دُعا کرتا ہوں اور ہاتھ اٹھا کر ظہر کی نماز کے بعد سے

---

[۱] رجسٹر روایاتِ صحابہ نمبر ۱۱ صفحہ ۵۴ وغیرہ میں سفر افریقہ سے متعلق آپ کی روایت ہے۔ صفحہ ۵۴ کی روایت کا ذکر تذکرہ طبع نو صفحہ ۸۰۴ و ۸۰۵ پر آیا ہے۔

عصر کی اذان تک رو رو کر دُعا کی۔ آنسو آپ کی داڑھی مبارک سے ٹپک کر گرتے پر پڑتے رہے۔ مَیں تو تھک کر دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا رہا۔ اور دل میں سوچنے لگا کہ کیوں مَیں نے حضور کو اس قدر تکلیف دی۔ اگر اولاد نہ ہوتی تب بھی کوئی حرج نہیں تھا۔ مگر حضور کو اتنی تکلیف ہرگز نہیں دینی چاہیئے تھی۔ حضور نے دُعا ختم کی۔ اور فرمایا۔ تمہاری دُعا قبول ہو گئی ہے۔ اور اٹھرا کی بیماری دُور ہو گئی ہے۔ اس حمل میں لڑکا ہوگا۔ آپ کی بیوی کی شکل اور بچہ کی شکل بھی مجھے دکھائی گئی ہے۔ آپ کوئی فکر نہ کریں۔ پھر فرمایا۔ کیا اب مجھے اندر جانے کی اجازت ہے۔ مَیں نے عرض کیا کہ حضور! بعض یونانی حکیم کہتے ہیں کہ حاملہ عورت کے ساتھ محبت کرنے سے اٹھرا ہو جاتا ہے۔ کیا پرہیز بھی کرنا چاہیئے۔ قرآن شریف کی ایک آیت پڑھ کر فرمایا کہ اس میں بیان ہوا ہے کہ انسان کو صبر کرنا چاہیئے۔ اگر صبر نہ کر سکے تو بدکاری کی طرف مائل نہ ہو اپنی عورت کے پاس ہی جائے۔ پھر فرمایا کہ سب کچھ کھاؤ پیئو۔ اللہ تعالیٰ فضل کرے گا۔ اور اٹھرا کی بیماری ہرگز نہ ہو گی۔ پھر حضور اندر تشریف لے گئے اور فرمایا۔ مَیں اب وضو کر کے واپس آتا ہوں۔ عصر کا وقت ہو گیا ہے۔ گو میرا وضو ہے۔ مگر مَیں دوبارہ کر آتا ہوں۔

دو چار سال کے بعد حضور نے دریافت کیا کہ میاں زین العابدین! کیا اولاد ہوئی ہے؟ عرض کی کہ اب تو اولاد ہو رہی ہے۔ اور حضور کی دعا کا نتیجہ ہے۔ فرمایا۔ ہم نے کب دُعا کی تھی ہمیں تو یاد نہیں۔ اس پر مَیں نے یاد دلایا۔ آپ مزید بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے دُعا کے بعد اب تک میرا کوئی بچہ فوت نہیں ہوا۔ چار لڑکے اور تین لڑکیاں زندہ موجود ہیں۔[1]

---

[1] رجسٹر روایاتِ صحابہ نمبر ۱۱ و اختصاراً تذکرہ طبع دوم صفحہ ۸۱۱۔ حضرت ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب جالندھری سناتے ہیں کہ مَیں ان کے گاؤں گیا تو انہوں نے سُنایا کہ میرا یہ بچّہ الٰہی نشان ہے۔ میرے گھر میں اٹھرا کی مرض تھی۔ مَیں نے عشاء کے وقت عرض کیا۔ فرمایا۔ کل جمعہ کے وقت یاد کرانا۔ جمعہ سے واپسی پر مَیں نے حضور کا دامن پکڑ لیا اور عرض کی حضور دوائی دیں۔ فرمایا۔ مَیں دُعا کرتا ہوں۔ تم بھی کرو اور آمین کہتے جاؤ۔ مَیں تو تھک گیا مگر حضور نہ تھکے۔ حضور کے آنسو جاری ہو گئے۔ دوا بھی دی۔ اور پھر یہ بچّہ پیدا ہوا۔ اور خدا کے فضل سے زندہ ہے۔ اس کے بعد لوگوں کو یہ نسخہ دیا۔ فائدہ نہ ہوا کیونکہ دُعا ساتھ نہ تھی۔ (اصحاب احمدؐ جلد ہفتم حاشیہ ص ۱۴۱)

مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ بتاتے ہیں کہ مَیں اپنے ننھیال ننھ غلام نبی سے ماموں زین العابدین صاحب کی شادی میں جو بہبل چک میں ہوئی تھی بطور سربالے کے شریک ہوا تھا۔ گویا چار پانچ سال کا ہونگا۔ اور اس میں شرکت مجھے اچھی طرح یاد ہے جبکہ منشی صاحب کے مشرقی افریقہ (۱۸۹۶ء میں) جانیکا بچپن میں قطعاً علم نہیں ہوا۔ اس سفر کے وقت (بوجہ ولادت اندازاً ۱۸۹۳ء میں ہونے کے) مَیں بمشکل تین سال کا ہونگا۔ اس لئے مَیں سمجھتا ہوں کہ ماموں جان کی شادی افریقہ سے واپس آکر ہوئی ہو گی۔ (باقی اگلے صفحہ ۹۶ پر)

حضرتؑ کی مشفقانہ توجہات

منشی صاحب کی روایات جو پہلے یا آئندہ درج ہیں ظاہر کرتی ہیں کہ حضرت اقدس علیہ السلام اور آپ ایک دوسرے سے بے تکلفی سے گفتگو کرتے تھے۔ حضرت اقدسؑ کا قلبِ مطہر آپ کے لئے شفقت و ترحم کے جذبات سے معمور تھا۔ یہ معلوم ہونے پر کہ کوئی تکلیف دیر سے لاحق ہے حضور فرماتے کہ اس سے قبل مجھے کیوں اطلاع نہیں دی گئی۔ اور اس کے ازالہ کے لئے سعیٔ بلیغ فرماتے اور آپ اور آپ کا خاندان ہر کٹھن معاملہ اور صبر آزما تکلیف کے وقت حضور کو حقیقی ملجاء و ماوی اور شفیق اور رحیم و کریم پاتے ہوئے آپ کی طرف رجوع کرتے اور دعاؤں اور ظاہری تدابیر سے مستفیض ہوتے ہوئے آپ کے فیوض و برکات کے مورد ہوتے۔

آپ بیان کرتے ہیں:۔

۱۔ ایک دفعہ میں قادیان آیا۔ حضرت صاحب گول کمرہ میں ٹہل رہے تھے۔ مجھے شدید کھانسی تھی اور کسی طرح ہٹتی نہیں تھی۔ کئی علاج کر چکا تھا حضور نے جیسا کہ حضور کی عادت تھی فرمایا۔ میاں زین العابدین! کیسے آئے؟ عرض کیا کہ حضور! کھانسی ہے اور اس قدر شدید ہے کہ کھانسی کے وقت پتہ نہیں تھا کہ دوسرا سانس آئیگا یا نہیں۔ فرمایا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ کتنے عرصہ کی ہے؟ عرض کیا کہ

بقیہ* حاشیہ* صفحہ ۹۵:۔ سن شادی کا یوں بھی اندازہ ہوتا ہے کہ مولوی صاحب موصوف منشی صاحب کے بڑے بیٹے شیخ بشیر احمد صاحب کی عمر اپنی عمر سے اندازاً دس سال کم تبلاتے ہیں۔ گویا ولادت ۱۹۰۳ء میں ہوئی جبکہ چار سال میں چار بچے ضائع ہو چکے تھے اور شیخ بشیر احمد صاحب کے حمل کی مدت قریباً ایک سال = کل پانچ سال ۱۹۰۳ء سے منہا کرکے شادی کا سال ۱۸۹۸ء نکلتا ہے۔

منشی صاحب کی اہلیہ محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ نے ۵ مارچ ۱۹۳۲ء کو بعمر پینتالیس سال اپنی جائیداد زیور مالیتی یکصد روپیہ کے آٹھویں حصہ کی وصیت کی تھی۔ حق مہر انہوں نے معاف کر دیا ہوا تھا۔ ان کی بیعت ۱۹۲۷ء کی تھی (دیکھئے ان کی وصیت نمبر ۳۶۳۳ مندرجہ الفضل ۷ جنوری ۱۹۳۵ء ص ۱)۔ گویا وہ صحابیہ نہ تھیں۔

آپ تقسیم ملک پر لاہور پہنچیں۔ تین چار ماہ بعد وہ حواس بجا نہ ہونے کی وجہ سے گھر سے نکلیں اور واپس نہ آئیں۔ الفضل میں اعلان کرائے گئے۔ لیکن ان کی تلاش میں کامیابی نہ ہوئی۔ (بیان پسر خورد عبدالرشید صاحب) گویا اسوقت ان کی عمر تقریباً ساٹھ سال تھی۔ آپ کے داماد بابو محمد حمید احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ موصوفہ اپنے خاوند کی بہت مطیع اور دینی امور میں آپ کی معین۔ بہت ہی نیک اور عابدہ اور اپنے گاؤں کی مستورات کے لئے نمونہ تھیں۔ تقسیم ملک کے وقت گھر چھن جانے اور کیمپوں کے مصائب اور تکلیف دہ زندگی نے انکی صحت پر بہت برا اثر ڈالا حتیٰ کہ اختلالِ دماغ کے عارضہ میں آپ مبتلا ہو گئیں۔ وہ ایک روز گھر سے باہر گئیں اور بھٹک گئیں اور ان کا سراغ نہ مل سکا۔ ربّ اغفر وارحم وانت خیر الرّاحمین۔ آمین

چھ ماہ کی۔ فرمایا۔ اب تک اطلاع کیوں نہیں دی۔ اب تو بیماری پُرانی ہو چکی ہے۔ پھر فرمایا۔ اچھا۔ امیرانہ علاج کروانا ہے یا غریبانہ؟ عرض کیا جیسے آپ مناسب سمجھیں۔ فرمایا۔ زمیندار بالعموم غریب ہی ہوتے ہیں۔ اچھا! علاج کے لئے آپ کتنے پیسے لائے ہیں؟ عرض کیا۔ پانچ روپے۔ فرمایا۔ لاؤ۔ مَیں نے دیدئے۔ فرمایا جاؤ۔ اب آپ کو آئندہ کبھی کھانسی نہ ہوگی۔ مَیں نے عرض کیا —— (جیسی کہ میری عادت تھی کہ بڑی بے تکلفی سے سب کچھ کہہ دیتا تھا اور حضور جانتے تھے کہ زمیندار سادہ طبیعت ہوتے ہیں اس لئے حضور بُرا نہیں مناتے تھے)۔ کہ کیا حضور کے پاس کوئی جادو ہے کہ حضور کا صرف زبان سے کہہ دینا بیماری دُور کرنے کے لئے کافی ہے۔ فرمایا۔ مَیں جو کہتا ہوں کہ اب بیماری نہیں ہوگی۔ تھوڑی دیر کے بعد میرے بھائی حافظ حامد علی آگئے۔ حضور نے فرمایا۔ حافظ حامد علی! ہم نے آپ کے بھائی سے پانچ روپے لئے ہیں۔ اور ان کو کہہ دیا ہے کہ آپ کو اب کھانسی نہیں ہوگی۔ مگر گاؤں کے لوگوں کو تسلّی نہیں ہوتی۔ جب تک انکو دوا نہ دی جائے۔ ان کو بازار سے ملٹھی دھیلہ کی۔ بادام دھیلہ کے۔ الائچی دھیلہ کی اور منقّی دھیلہ کا لاکر دیں۔ اور جب وہ لے آئے تو حضرت صاحب نے خود گولیاں بنا دیں اور فرمایا۔ میاں زین العابدین! آپ کی کھانسی بھی دُور ہو جائیگی اور پانچ روپے میں موٹے تازے بھی ہو جاؤ گے۔ کھانسی تو آپ کی دُور ہو چکی ہے۔ اب یہ پانچ روپے لو اور ان کا گھی استعمال کرو۔ موٹے بھی ہو جاؤ گے۔ مَیں نے بہت اصرار کیا (یعنی کہ مَیں نہیں لیتا۔ حضور رکھیں) مگر حضور نے واپس کر دیئے ہیں[1]

۲ — عبداللہ آتھم کی موت کی پیشگوئی والی میعاد کے آخری روز (۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کو) مخالف و موافق کثیر تعداد میں قادیان آئے ہوئے تھے۔ اور ہجوم اس قدر تھا کہ تل دھرنے کو جگہ نہیں ملتی تھی۔ ہم قادیان کے راستہ میں تھے کہ دس بارہ سکھ جو امیر معلوم ہوتے تھے گھوڑوں پر سوار قادیان آرہے تھے۔ اور کہتے تھے کہ آتھم نہیں مرا۔ ہم دیکھنے چلے ہیں کہ مرزا صاحب کا انجام کیا ہوگا؟ کیا تم ہمیں مرزا صاحب کی زیارت کرا دوگے۔ ہم نے کہا کہ ہم وعدہ تو نہیں کرتے مگر انشاء اللہ کوشش کریں گے تو زیارت کرا دیں گے۔ ہم قادیان پہنچے تو مَیں اور شیخ غلام قادر صاحب (مرحوم والد مولانا غلام حسین صاحب ایاز مبلّغ سنگاپور جو بعد میں لنگر خانہ میں کام کرتے تھے) گول کمرہ کے باہر ٹہلنے لگے۔ حضرت صاحب حافظ حامد علی صاحب مسجد (مبارک) کی چھت پر ٹہل رہے تھے۔ آپ نے ہمیں دیکھ کر ان سے پوچھا کہ یہ دو آدمی جو ٹہل رہے ہیں کون ہیں۔ انہیں اِدھر بلاؤ۔ حافظ صاحب کے آواز دینے پر ہم مسجد (مبارک) کی چھت پر پہنچے۔ فرمایا آپ نے بہت اچھا کیا جو آ گئے۔ مَیں چاہتا تھا کہ کوئی غلام نبی کا کوئی شخص آجائے تاکہ اُسے عبداللہ آتھم کی پیشگوئی کی حقیقت سمجھا دوں۔ چنانچہ حضور نے قریباً دو گھنٹے تک تقریر فرمائی۔ اور شروع سے آخر تک آتھم کی پیشگوئی کی موٹی موٹی

---

[1] رجسٹر روایات صحابہ نمبر ۱۱۔ خطوط وحدانی کے الفاظ خاکسار مؤلّف نے تشریحًا لکھے ہیں۔

باتیں بیان فرمائیں ۔ پھر پوچھا ۔ کیا آپ سمجھ گئے ۔ ہم نے عرض کیا کہ سمجھ گئے ۔ فرمایا ۔ اچھا باری باری مجھے سُنا دو تا مجھے معلوم ہو جائے کہ تم سمجھ گئے ہو ۔ ہمیں بڑی شرم آئی مگر یہ حضور کا حکم تھا ۔ پہلے مَیں نے سُنایا ۔ پھر شیخ غلام قادر صاحب نے ۔ فرمایا ۔ بہت اچھا ۔ آپ لوگ خوب سمجھے ۔ مجھے بڑی خوشی ہے ۔ ان ایام میں حضور تمام لوگوں کو فرداً فرداً بھی سمجھایا کرتے تھے تاکہ اپنے گاؤں میں وہ دوسروں کو بتا سکیں ۔ دوسرے دن ہم نے عرض کی کہ کثرت سے موافق و مخالف لوگ آئے ہوئے ہیں ۔ دوستوں نے تو حضور کو دیکھا ہؤا ہے مگر مخالف حضور کا چہرہ مبارک دیکھنا چاہتے ہیں حضور چھت پر کچھ دیر تشریف رکھیں ۔ چنانچہ آپ قریباً ایک گھنٹہ تک مسجد (مبارک) کی چھت پر کھڑے رہے ۔ اور تمام لوگ عش عش کر اُٹھے وہ کہتے تھے کہ یہ شخص جھوٹا نہیں ہو سکتا ۔[۱]

۴۳ ۔ حضور کے زمانہ میں مہمانوں کے لئے کھانے کا خاص انتظام ہوتا تھا ۔ حضور کو ان کی خاطر و مدارات کا خاص خیال رہتا تھا ۔ میرے بھائی حافظ حامد علی صاحب نے بیان کیا کہ ایک دفعہ غالباً جلسہ سالانہ پر دو دو دیگیں زردے اور پلاؤ کی پک رہی تھیں حضور علی الصبح لنگر خانہ میں گئے اور باورچی کو کہا کہ ڈھکنا اٹھاؤ ہم چاول دیکھنا چاہتے ہیں ۔ اُس نے ڈھکنا اٹھایا ۔ حضور کو خوشبو اچھی نہ آئی ۔ آپ نے دیگر دیگیں بھی دیکھیں ۔ پھر فرمایا کہ زردے کی دونوں دیگیں ڈھاب میں پھینک دو ۔ ہمیں ان کی خوشبو پسند نہیں آئی تو ہمارے مہمانوں کو کیسے پسند آئیں گی ۔ سو فوراً تعمیل حکم کی گئی ۔[۲]

۴۴ ۔ ایک دفعہ ہماری ایک بھاوج شدید بیمار ہو گئیں ۔ ہم نے سوچا کہ اب سوائے قادیان جانے کے اور کوئی ٹھکانا نہیں ۔ والد اور بھائی سمیت ہم روانہ ہوئے اور بھاوجہ کو سمجھا دیا کہ حضرت صاحب کہیں گے کہ حضرت مولوی نور الدین صاحب سے علاج کرواتے ہیں مگر تم کہنا کہ مَیں تو حضور ہی کا علاج چاہتی ہوں ۔ اُن سے علاج ہرگز نہ کراؤنگی ۔ حضرت صاحب نے یہی فرمایا ۔ مگر بھاوج نے جواب دیا کہ حضور! مَیں تو مولوی صاحب کا علاج کرنے کیلئے تیار نہیں حضور خود ہی علاج کریں ۔ حضور نے ایک دوائی لکھدی اور شہد کی تین بوتلیں گھر سے لاکر دیں ۔ اور فرمایا کہ مَیں کل لدھیانہ جا رہا ہوں ۔ آپ یہ علاج شروع کر دیں بیماری خطرناک ہے ۔ اس لئے مجھے بذریعہ خط اطلاع دینا یا خود پہنچنا ۔ ہم نے نسخہ حضرت مولوی صاحب کو دکھایا ۔ آپ نے فرمایا کہ یہ نسخہ اس بیماری کے لئے سخت مضر ہے ۔ اور اگر مَیں کسی ایسے بیمار کو یہ نسخہ دوں تو وہ ایک منٹ میں مر جائے ۔ مگر یہ نسخہ حضور کا ہے ۔ اس لئے یہ لڑکی ضرور صحت یاب ہو جائیگی ۔ چنانچہ اس نسخہ سے اُسے دو تین دن میں آرام آگیا ۔[۳]

---

[۱] رجسٹر روایات صحابہ نمبر ۱۱ ص ۷۶ ۔ خطوط وحدانی کے الفاظ خاکسار مؤلف کی طرف سے تشریح کے لئے ہیں ۔

[۲] رجسٹر روایات صحابہ نمبر ۱۱   [۳] رجسٹر روایات صحابہ نمبر ۱۱

۵ - آپ سے آپ کے داماد بابو محمد حمید احمد صاحب روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ نے اپنے گاؤں میں عید کا چاند دیکھا۔ لیکن کسی اور کو نظر نہ آیا۔ آپ صبح قادیان چلے گئے۔ راستہ کے کسی گاؤں میں بھی اپنے عید ہوتی نہ دیکھی۔ معلوم ہوا کہ قادیان میں بھی صرف ایک شخص نے چاند دیکھا ہے آپنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر شہادت دی۔ فرمایا۔ چونکہ رؤیت ہلال کی دو معتبر شہادتیں میسر آگئی ہیں اسلئے آج عید ہونے کا اعلان کر دیا جائے۔ لوگوں نے روزے رکھے ہوئے تھے۔

٦ - آپ اور منشی محمد دین صاحب واصل باقی نویس کی روایات کی بناء پر تذکرہ طبع نو میں مرقوم ہے:-

(۱) ۷ رجنوری ۱۹۰۰ء کی صبح کی نماز کے وقت حضرت اقدس نے فرمایا کہ پرسوں نماز میں جب میں التحیات کے لئے بیٹھا تو بجائے التحیات کے یہ پڑھنے لگ گیا

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلَيْكَ يُرَدُّ دُعَاءُ اَعْدَاءِكَ عَلَيْهِمْ

حضرت فرماتے تھے کہ میں نے خیال کیا کہ یہ کیا پڑھ رہا ہوں تو معلوم ہوا کہ الہام ہے [1]

(۲) - حضرت مسیح موعودؑ کو نماز عصر التحیات میں الہام ہوا:-

وَاجْعَلْ لِّيْ غَلَبَةً فِي الدُّنْيَا وَالدِّيْنِ [2]

(۳) - حضرت مسیح موعودؑ کو ظہر کی نماز میں سنّت بعد از فرض کے التحیات میں یہ الہام ہوا:- وَاجْعَلْ لِّيْ نَافِعًا هٰذِهِ التِّجَارَةَ [3]

(۴) حضرت مسیح موعودؑ کو الہام ہوا:-

اِنِّيْ اَعْذَرْتُ وَاَكْرَمْتُ وَيَسُرُّنِيْ قَوْلُكَ اِنِّيْ عُلِّمْتُ [4]

---

[1] رجسٹر روایات صحابہ نمبر ۱۱ صفحہ ۱۰۴ و نمبر ۱۴ صفحہ ۱۴۲ و تذکرہ صفحہ ۷۷۴ ترجمہ:- اے اللہ! محمدؐ پر صلوٰۃ بھیج اور تجھ پر بھی۔ اور تیرے دشمنوں کی بد دعا اُن پر لوٹا دی جائے گی۔

[2] رجسٹر روایات صحابہ نمبر ۱۱ (ص ۱۰۴ و ۱۰۵) و نمبر ۱۴ (ص ۱۴۲) و تذکرہ صفحہ ۷۷۴

ترجمہ:- اور دنیا اور دین میں مجھے غلبہ دے۔

[3] رجسٹر روایات صحابہ نمبر ۱۱ صفحہ ۱۰۶ و نمبر ۱۴ صفحہ ۱۴۳۔
و تذکرہ صفحہ ۷۷۵۔ تاریخ الہام ۷ رجنوری ۱۹۰۰ء۔

ترجمہ:- اور میرے لئے یہ تجارت نفع والی بنا۔

[4] رجسٹر روایات صحابہ نمبر ۱۱ صفحہ ۱۰۹ و نمبر ۱۴ صفحہ ۱۴۶
و تذکرہ صفحہ ۷۷۵۔ تاریخ الہام ۱۳ رجنوری ۱۹۰۰ء

ترجمہ:- میں نے معذرت کی اور عزت دی اور آپ کی بات مجھے پسند آتی ہے مجھے اسکا علم دیا گیا ہے۔

(۵) حضرت مسیح موعودؑ کو الہام ہوا:۔

اُمْتِنِیْ فِی الْمُحَبَّۃِ وَ الْوِدَادِ - وَکُنْ لِّیْ فِیْ ھٰذِہٖ الدُّنْیَا وَالْمَعَادِ
وَلَمْ یَبْقَ الْھُمُوْمُ لَنَا فَاِنَّا - تَوَکَّلْنَا عَلٰی رَبِّ الْعِبَادِ [۱]

(۶) حضرت مسیح موعودؑ کو الہام ہوا

لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِہٖ وَ لَوْ کَانَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ ظَھِیْرًا [۲]

انتقال آپ کے انتقال اور تدفین کے متعلق ۳۰ ستمبر ۱۹۴۲ء کے الفضل میں زیر "مدینۃ المسیح ۲۸ تبوک (ستمبر)" کے تحت مرقوم ہے:۔

" افسوس میاں زین العابدین صاحب برادر خورد حضرت حافظ حامد علی صاحب مرحوم ساکن تھہ غلام نبی ضلع گورداسپور آج صبح اپنے گاؤں میں فوت ہو گئے۔ جنازہ یہاں لایا گیا۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور مرحوم بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔ احباب بلندیٔ درجات کے لئے دعا کریں"۔ [۳]

سیرت اس زمانہ میں دیہات میں ہتھ چکّی سے آٹا اور وہ بھی بالعموم روزانہ کی ضروریات کے لئے روزانہ پیسا جاتا تھا۔ مرکز سے تربیت وغیرہ کے لئے جو احباب آتے آپ اپنے ہاتھ سے آٹا پیس کر روٹی پکا کر ان کی تواضع کرتے اور اس میں بہت مسرت محسوس کرتے تھے۔ آپ کا ذریعہ معاش زمینداری تھا [۴]۔ تمام بھائیوں میں سے حافظ حامد علی صاحب کے بعد آپ سب سے زیادہ حضرت

---

[۱] رجسٹر روایات صحابہ نمبر ۱۱ صفحہ ۱۰۹ و نمبر ۱۴ صفحہ ۱۴۶ و تذکرہ صفحہ ۷۷۵ و ۷۷۶ تاریخ الہام یکم فروری ۱۹۰۱ء ترجمہ:۔ مجھے اپنی محبت میں مار اور اس دنیا اور آخرت میں تو میرا ہو جا۔ اور ہمیں کوئی غم نہ رہے کیونکہ ہم نے رب العباد پر توکّل کی۔

[۲] رجسٹر روایات صحابہ نمبر ۱۱ صفحہ ۱۱۶ و نمبر ۱۴ صفحہ ۱۵۱ و تذکرہ صفحہ ۷۷۹ تاریخ الہام ۱۷ دسمبر ۱۹۰۱ء۔
ترجمہ:۔ وہ اس کی مانند نہیں لا سکیں گے۔ خواہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں۔

[۳] کتبہ پر مرقوم ہے:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
شیخ زین العابدین صاحب ولد شیخ فتح محمد صاحب
تھہ غلام نبی عمر ۷۰ برس $28 \frac{9}{42}$
وصیت نمبر ۳۶۴۴

قطعہ نمبر ۵ حصہ ۳ میں آپ کی قبر آٹھویں ہے۔ آپ نے ۵ مارچ ۱۹۳۲ء کو جائیداد دو گھماؤں اراضی ایک سکونتی مکان معہ ایک منفیاد توڑ دو عدد راس بیل۔ ایک راس بھینسا اور ایک راس بچھڑے کے دسویں حصہ کی وصیت کی تھی۔ (ریکارڈ دفتر بہشتی مقبرہ)

[۴] بیان محترمہ سعیدہ بیگم صاحبہ دختر حافظ صاحب۔

مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہونے والوں میں سے تھے۔ شائد ایک دو جماعت تک تعلیم پائی ہوگی البتہ قرآن مجید ناظرہ پڑھے ہوئے تھے لیکن قریبًا ناخواندہ ہونے کے باوجود آپ زیادہ سُوجھ بوجھ کے مالک تھے۔ اور آپ کی سوچ بچار گہری ہوتی تھی [1] ۱۹-۱۹۱۸ء میں آپ اپنے گاؤں کی جماعت کے سیکرٹری تھے۔[2]

آپ کے داماد بابو محمد حمید احمد صاحب کراچی بیان کرتے ہیں کہ:-

حضرت منشی زین العابدین صاحب کا رنگ پکا گاہی تھا۔ اس پر سفید لباس و سفید ریش بہت پھبتی تھی۔ میرے نانا جان مولوی محمد اعظم صاحب انصاری مرحوم بھٹہ غلام نبی میں نہ معلوم کب سے قیام پذیر تھے پہلے غیر احمدی ہونے کی حالت میں مسجد میں پیش امام نیز طبیب ہونے کی وجہ سے ذی عزت تھے آپ کے مراسم منشی صاحب سے دوستانہ تھے۔ لیکن ناناجان قبول احمدیت کے بعد غیر احمدیوں کی پختہ مسجد ترک کر کے جماعت احمدیہ کی کچی مسجد میں آ گئے۔ اور منشی صاحب کے ساتھ تعلقات اخوت کا رنگ اختیار کر گئے۔ یہ مسجد منشی صاحب کے مکان کے ملحق تھی اور آپ ہی کے خاندان کی تعمیر کردہ تھی۔ اس میں ایک کمرہ مستورات کے لئے تھا جس کا دروازہ آپ کے مکان کے صحن میں کھلتا تھا۔ خواتین جمعہ میں پابندی کے ساتھ شریک ہوتی تھیں اور گھر میں سے گذر کر کمرہ میں جاتی تھیں۔ قربِ مسجد کی وجہ سے آپ کو خدمت کا بہت موقعہ

---

[1] بیان مولوی عبد الرحمٰن صاحب جٹ۔ نیز بیان کیا کہ انہیں جوع البقر کی مرض تھی (اس کا ذکر خود ان کی ایک روایت میں جو حالات حافظ صاحب میں درج ہو چکی ہے آیا ہے) تعلیم اور قرآن مجید ناظرہ جاننے کے متعلق محترمہ سعیدہ بیگم صاحبہ کا بھی یہی بیان ہے۔ منشی صاحب کی دختر محترمہ زینب خاتون صاحبہ اور ان کے خاوند بابو محمد حمید احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ منشی صاحب قرآن مجید ناظرہ پڑھتے تھے اور عمدہ تلاوت کرتے تھے۔ خطوط دوسروں سے لکھواتے اور پڑھواتے تھے۔ اور چندہ کی رسیدات بھی دوسروں سے لکھواتے تھے اور تحریرات پر دستخط کرنے کی بجائے انگوٹھا ثبت کرتے تھے۔

آپ جبکہ ۱۸۹۲ء میں کم وبیش پندرہ سال کے تھے آئینہ کمالات اسلام میں آپ کے نام کے ساتھ "منشی" لکھا گیا جو ظاہر کرتا ہے کہ اس صغرسنی کے باوجود آپ کو زیادہ ذی فہم سمجھا جا کر یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ میں نے محترم مولوی عبد الرحمٰن صاحب جٹ سے اپنے اس خیال کا ذکر کیا تو انہوں نے اسکی تصدیق کی اور انکی سُوجھ بوجھ اور سوچ بچار کے متعلق مندرجہ متن ذکر کیا۔ نیز منشی صاحب کے چھ الہامات ایسے بیان کئے ہیں جو حضور نے اڑتیس انتالیس سال قبل بیان فرمائے تھے اور منشی صاحب کے بیان بابت الہامات کی تصدیق منشی محمد دین صاحب واصل باقی نویس کی روایات سے ہوتی ہے اور یہ تمام تذکرہ میں درج ہوئے ہیں۔ اس سے منشی زین العابدین صاحبؓ کی قوت حافظہ اور غور و فکر کی بھی تصدیق ہوتی ہے (آپ کے بھائی شیخ برکت علی صاحب کی صحت یابی کے متعلق آپکی روایت تذکرہ میں حضور کا الہام درج ہوا ہے۔ نیز آپکی بعض روایات حافظ حامد علی صاحب اور شیخ مہر علی صاحب آپکے دو برادران کے حالات میں شامل کی گئی ہیں۔

[2] رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ صـ۵۴ آپ کی معرفت خواتین بھٹہ غلام نبی کا چندہ برائے تعمیر مسجد لنڈن تین روپے پانچ آنے مرکز میں جمع ہوا۔ (الفضل ۲۹ ستمبر ۱۹۳۱ء صـ۷ کالم ۳)

ملتا تھا۔ اور آپ اُس کی جملہ ضروریات کا خاص خیال رکھتے تھے اور خود ہی پورا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ بہت مہمان نواز تھے۔ مرکز سلسلہ سے آنے والوں کے علاوہ ریل گاڑی سے آنے جانے والے مسافروں کی بھی بالنشراح خدمت کرتے تھے۔

مرکز سے عشق تھا۔ جمعہ اور عیدین قادیان میں ادا کرتے۔ سردی ہو کہ گرمی، بارش ہو یا آندھی آپ کے اس معمول میں فرق نہ آتا تھا۔ بیان کرتے تھے کہ میری زرعی زمین (وصیت کے ریکارڈ کی رو سے صرف دو گھماؤں) بہت تھوڑی تھی جو گذر اوقات مشکل سے ہوتا تھا۔ آپ نے فراخیٔ رزق کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کیا۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈال دیگا۔ چنانچہ بعد میں کنبہ کے بڑھ جانے پر بھی آپ اسی تھوڑی سی اراضی پر ہی گذارہ کرتے تھے۔ باوجود لکھنا پڑھنا نہ جاننے کے ہمیشہ جماعت کے سیکرٹری مال رہے اور اس ذمہ داری کو کمال ذمہ داری کے ساتھ نبھاتے تھے۔ آپ وصیت میں حصہ آمد باقاعدگی سے ادا کرنے کے علاوہ دیگر مالی تحریکات میں بھی اپنی وسعت کے مطابق بشاشت سے حصہ لیتے اور دوسروں کو بھی تحریک کرکے شریک کرتے تھے۔

مزید بیان کرتے ہیں کہ باوجود ان پڑھ ہونے کے آپ کو صداقتِ احمدیت کے موٹے موٹے دلائل یاد تھے اور تبلیغ کا بے پناہ جذبہ رکھتے تھے۔ اور اس کا کوئی موقعہ ضائع نہ ہونے دیتے تھے۔ یہ خداداد وصف تھا کہ آپ کا بات سمجھانے کا طریقہ بہت دلنشین تھا اور مخالف سے مخالف بھی بات سُنکر نرم ہو جاتا اور قائل ہو جاتا تھا۔ علاقہ کے لوگ آپ کی ایمان داری کے قائل تھے اور لوگ آپ کو ثالث بنانا پسند کرتے تھے۔ اور آپ اُن کے تنازعات نپٹاتے تھے۔ اولاد کو ہمیشہ نیک کاموں کی ترغیب دیتے تھے۔

آپ صحبتِ صالحین کو اختیار کرتے تھے۔ قادیان میں فارغ وقت میرے ناناجان کے پاس اور اُن کی وفات کے بعد حکیم رحمت اللہ صاحب کے پاس (جو دارالرحمت میں رہائش پذیر تھے اور احمدیہ بازار میں ان کی دوکان تھی اور بوقت تقسیم ملک ہجرت کرکے ربوہ میں مقیم ہو گئے تھے) بیٹھتے تھے۔ جو نیک باتیں سُنتے یاد بھی رکھتے خطباتِ جمعہ اکثر گاؤں واپس جاکر سُناتے۔ غرور سے عاری تھے۔ سب سے عاجزی اور فروتنی سے بات کرتے جھگڑے سے نفور تھے۔ اپنے حق سے دستبردار بھی ہونا پڑے تو دریغ نہ کرتے۔ طمع اور نفسانی اغراض سے کوسوں دُور اور بہت قناعت پسند تھے۔ ایک دفعہ جلسہ سالانہ پر آئے۔ اجلاس شروع ہو چکا تھا۔ جہاں کھانا کھانے کا انتظام تھا وہاں گئے۔ کھانا ختم ہو چکا تھا۔ چند سوکھے ٹکڑے اور دال کے خالی پیالے پڑے ہوئے تھے۔ آپ نے یہ کہتے ہوئے کہ مسیح کے لنگر کے یہ ٹکڑے بھی بابرکت ہیں بہت رغبت سے کھائے اور شکرِ باری ادا کرتے ہوئے فوراً جلسہ گاہ میں پہنچ گئے۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔ مرض الموت میں بھی نماز ادا کرتے رہے۔ جس رمضان شریف میں وفات پائی اُس کے شروع میں بھی چند روزے رکھے تھے۔

شجرہ نمبر ۶

شیخ عطا محمد

- (۱) شیخ فتح محمد
- (۲) شیخ میراں بخش — شجرہ نمبر ۷
- (۳) شیخ چراغ علی

اولاد شیخ فتح محمد

- (۱) حامد علی (۲) فقیر علی (۳) فقیر بی بی (۴) برکت علی (۵) اللہ رکھی — شجرہ نمبر ۱ تا ۵
- (۶) شیخ زین العابدین (صحابی)
- (۷) محمد دین
  - (۱) عبد الحق (۲) سراج الدین (۳) عبد الرحمن (۴) اور زینب اور چند اور لڑکیاں
- (۸) شیخ مہر علی صحابی (وفات در جوانی قبل شادی)

اولاد شیخ زین العابدین

- (۱) بشیر احمد — چار پانچ سال بیمار رہ کر فوت ہوئے (مریض رہنے کی وجہ سے شادی نہیں کی)
- (۲) سرداراں بیگم (موصیہ) (اہلیہ حکیم محمد فضل کریم) (بمقام نیاز بیگ ضلع لاہور)
- (۳) عبد الرشید (ملازم ریلوے لاہور شہر)
  - طارق نجم، طاہرہ انجم
- (۴) زینب خاتون (موصیہ) اہلیہ بابو محمد حمید احمد مہاجر کراچی
- (۵) عبد الحمید ملازم باٹا شو فیکٹری لاہور
  - (۱) عبد المجید (۲) عبد الوحید (۳) پروین بیگم
- (۶) عبد الکریم مقیم لاہور
- (۷) زہرہ بیگم بیوہ ملک نصیر الحق بمقام جامکے ضلع سیالکوٹ
  - ارشاد الحق، شاہدہ پروین

اولاد زینب خاتون

- (۱) خالد لطیف احمد (۲) امۃ الوحید خالدہ (۳) شوکت امین (۴) محمود کریم احمد (۵) طارق سلیم احمد (۶) طاہر نسیم احمد (۷) امۃ النصیر باسط

اولاد سرداراں بیگم

- (۱) مریم صدیقہ اہلیہ دوم عبد الرحمن ٹیلر ماسٹر اوکاڑہ دیکھئے شجرہ نمبر ۲
- (۲) ضیاء الدین (مقیم لاہور)
  - (۱) ستارہ جبین (۲) زاہد سعید (۳) رفعت جبین (۴) شائستہ جبین (۵) راحت جبین (۶) فرحت جبین
- (۳) مریم صغریٰ (اہلیہ غفور الحق مقیم برطانیہ)
  - (۱) بشریٰ (۲) ممتاز (۳) شہناز (۴) نسرین (۵) جہانگیر خاں
- (۴) صلاح الدین (مقیم لالہ موسیٰ ضلع گجرات)
  - زاہدہ
- (۵) مریم بتول اہلیہ مولوی محمد دین مربی جماعت احمدیہ
  - سلیمہ بشریٰ، شاہدہ صدیقہ
- (۶) مبارکہ بیگم (اہلیہ مولوی عبد الحکیم مربی ضلع ڈیرہ غازیخاں)
  - عبد الرحمن
- (۷) محمودہ بیگم

۱۲۔ شیخ محمد دین صاحبؓ

شیخ محمد دین صاحب بھی (مطابق بیان مولوی عبداللہ صاحب جٹ اور ان کے بھائی مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ کہ ہمارے بچپن اور ہوش کے زمانہ میں) احمدیت سے وابستہ تھے۔ شیخ صاحب بیان کرتے ہیں کہ (اپنے بھائی) حافظ حامد علی صاحب کی وجہ سے مَیں اکثر اپنی والدہ صاحبہ کے ساتھ حضور کے گھر میں آیا جایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ جب مَیں گیا تو حضرت صاحب ٹہل رہے تھے۔ میز پر بہت سی کھانے کی چیزیں پڑی تھیں۔ مَیں جب اندر گیا تو حضور بھی کرسی پر بیٹھ گئے اور بڑی محبت سے مجھے پکڑ کر فرمایا کہ یہ کھانا کھاؤ۔[۱]

تقسیم ملک کے بعد آپ بطور مہاجر ضلع ساہیوال (سابق منٹگمری) کے ایک گاؤں میں مقیم تھے۔ ۱۹۶۵ء میں وہاں فوت ہو کر مدفون ہوئے۔ آپ کی اہلیہ محترمہ مجیدہ بی بی صاحبہ (جو بھتی غلام نبی کے آپ کے اقارب میں سے تھیں) تقسیم ملک کے ہولناک ایّام میں اُن دیہات کے مسلمانوں کے انخلاء کے وقت پیچھے رہ گئیں اور پھر اُن کا کوئی سُراغ نہیں مل سکا۔ اس وقت اُن کی عمر اندازاً پینتالیس سال تھی۔[۲]

۱۳۔ شیخ مہر علی صاحب

شیخ مہر علی صاحب سب سے چھوٹے بھائی تھے۔ اُن کی علالت و انتقال کے متعلق آپکے بھائی شیخ زین العابدین صاحب بیان کرتے ہیں کہ وہ آٹھویں جماعت میں پڑھتے تھے کہ بیمار ہو گئے انہیں چھ ماہ تک دست آتے رہے۔ علاج سے کوئی افاقہ نہ ہؤا۔ اور ہم بالکل نا امید ہو گئے۔ تو اسے قادیان لے آئے حضرت صاحب کو الہام ہو چکا کہ مَیں اس جگہ ایک پیارے بچّہ کا جنازہ پڑھوں گا اور اس الہام کو اپنے

۱؎ رجسٹر روایات صحابہ نمبر ۱۳ صفحہ ۸۴۔ آپ نے یہ روایت ۱۹۳۸ء کے قریب بعمر ساٹھ سال (جو اندازاً ہوگی) لکھوائی۔ گویا آپ کی ولادت ۱۸۷۸ء کے قریب کی ہوئی اور آغاز بیعت (۱۸۸۹ء) کے وقت آپ گیارہ سال کے ہونگے۔ اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آپ کے والدین اندازاً ۱۸۹۰ء میں احمدی تھے۔ سوبجہ ہونے کی وجہ سے شیخ محمد دین صاحب بھی احمدی تھے۔ البتہ آپ نے ہوش آنے پر جو بیعت کی ہوگی اس کا انہوں نے روایت لکھواتے وقت ذکر کیا ہے کہ تقریباً ۱۸۹۸ء کی ہے۔

۲؎ بیان مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ و ملک محمد شریف صاحب سکنہ ساہیوال شہر (ان کی اولاد کے لئے دیکھیے شجرہ نمبر ۶)

کسی بچہ کے متعلق سمجھتے تھے۔ حضور نے عزیز مہر علی کا علاج مہینہ ڈیڑھ مہینہ کیا۔ مرض بڑھ گئی مگر حضور کو الہام ہوا کہ یہ بچہ نہیں بچ سکیگا۔ اس پر آپ نے حافظ صاحب کو کہا کہ اپنے بھائی کو گھر لے جاؤ۔ یہ بچ نہیں سکیگا اور اگر یہاں فوت ہوا تو تمہارے رشتہ داروں کو یہاں آنے کی تکلیف ہوگی۔ ہم نے ڈولی تیار کروا کے اُس میں بٹھا کے لے چلے۔ ابھی بازار تک گئے تھے کہ اُس نے کہا کہ میں ہرگز واپس نہیں جاؤں گا۔ میں تو حضرت صاحب کی خدمت میں ہی رہونگا۔ اور اگر آپ لوگ مجھے واپس نہ لے جاؤ گے تو میں چھلانگ لگا دوں گا چنانچہ ہم اُسے واپس لے آئے۔ اور حضرت صاحب کو اطلاع بھجوائی۔ فرمایا۔ اچھا رہنے دو۔ یہ یہاں ہی فوت ہوگا۔ مگر یہ خیال رکھنا یہ چلتا پھرتا مرے گا۔ لیٹا ہوا نہیں مرے گا۔

وفات کے روز وہ بازار گیا۔ اور ایک سیر دودھ اُس نے پیا اور شام کے قریب گھر آیا۔ اور والدہ صاحبہ کو کہنے لگا کہ دیا (چراغ) گُل ہو چلا ہے۔ وہ سمجھیں کہ اس نے کہا ہے کہ شام ہو گئی ہے۔ دیا جلاؤ۔ مگر اُس نے کہا کہ میرا یہ مطلب ہے (یعنی یہ کہ میں فوت ہونے لگا ہوں) والدہ نے اُسے کھڑے کھڑے چھاتی سے لگایا۔ مگر اُسی حالت میں اس کی جان نکل گئی۔ حضرت صاحب نے جنازہ پڑھایا جو اس قدر لمبا تھا کہ ہم لوگ تھک گئے۔ لوگ رو رہے تھے۔ میرے ایک چچا زاد برادر نے جو یہاں پڑھتا تھا جنازہ میں ہی دُعا کی کہ اے اللہ! مجھے بھی حضور کی زندگی میں ایسی ہی موت دے تا حضور میرا بھی جنازہ پڑھیں۔ چنانچہ وہ فوت ہو گیا۔ مگر اُس کے رشتہ دار اُسے گاؤں لے گئے۔ یہ مجھے یاد نہیں کہ حضرت صاحب نے اُس کا جنازہ پڑھا تھا یا نہیں۔[۵]

---

[۵] رجسٹر روایات صحابہ جلد ۱۱۔ خطوط وحدانی کے الفاظ خاکسار مؤلف کی طرف سے ہیں۔ دوسرے فوت ہونے والے صاحب کے متعلق معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ کون تھے۔

مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ماموں مہر علی صاحب کو نہیں دیکھا۔ میرے قادیان میں تعلیم پانے سے پہلے وہ وفات پا چکے تھے (مولوی صاحب ۱۹۰۳ء میں یقیناً قادیان میں تعلیم پاتے تھے) اور انہیں روڑی قبرستان میں دفن کیا گیا تھا۔

رجسٹر بیعت میں ۱۲ر جنوری ۱۸۹۰ء کی بیعت کرنے والے مہر علی صاحب ولد رحیم بخش صاحب ککے زئی ساکن محلہ غلام نبی غالباً وہی صاحب ہیں جن کا ذکر تبلیغ رسالت جلد دوم میں بغیر ولدیت کے آتا ہے (حاشیہ صفحہ ۶۶) مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ ان صاحب سے لاعلمی ظاہر کرتے ہیں۔ مولوی صاحب کے ماموں فوت ہوئے تو وہ مڈل میں تعلیم پاتے تھے۔ تیرہ چودہ سال کے ہونگے اس لئے صغر سنی میں ایک صاحب حداعیان میں تبلیغ رسالت جلد دوم میں ان کا نام نہیں آ سکتا تھا کیونکہ یہ ۱۸۹۱ء کی بات ہے۔ اس وقت آپ سے ایک درجہ بڑے بھائی میاں محمد دین صاحب اندازاً تیرہ سال کے تھے۔ منہ

۱۴ و ۱۵ ۔ شیخ عبداللہ صاحبؓ و شیخ رحمت علی صاحبؓ

پسران شیخ میراں بخش صاحب

حافظ حامد علی صاحبؓ کے چچا شیخ میراں بخش صاحب حضرت اقدس علیہ السلام کے دعویٰ سے قبل وفات پا گئے تھے ۔ ان کے دونوں بیٹے حضرت اقدسؑ کے صحابی تھے ۔

۱ ۔ شیخ عبداللہ صاحب ۔ ۱۹۱۲ء یا ۱۹۱۳ء کے قریب وفات پائی ۔ انکی اہلیہ محترمہ مریم بیگم صاحبہ جو انکی عمزاد تھیں ان کے بعد فوت ہوئیں ۔

۲ ۔ شیخ رحمت علی صاحب ۔ بہت عرصہ کی بات ہے کہ عالم جوانی میں وہ رحلت کر گئے اس وقت ان کی اہلیہ امید سے تھیں ۔ ان کی یادگار اکلوتی محترمہ مجیدہ بیگم صاحبہ مرحومہ کی ولادت ہوئی ۔[1]

۱۶ تا ۲۲ ۔ شیخ چراغ علی صاحبؓ

ہر دو اہلیہ و اولاد وغیرہ

حافظ حامد علی صاحب کے خاندان کے متعدد افراد کو سابقون میں شامل ہونے کا قابلِ صد فخر شرف حاصل ہے ۔ چنانچہ آپ کے چچا حضرت شیخ چراغ علی صاحب جو قبول احمدیت سے قبل موحّد اہلحدیث تھے

---

[1] ہر دو صاحبان کے متعلق سارا بیان انکے عمزاد شیخ عبدالعزیز صاحب پسر شیخ چراغ علی صاحبؓ کا ہے ۔ البتہ شیخ عبداللہ صاحب اور ان کی اہلیہ صاحبہ کی وفات کے متعلق بیان مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ کا ہے ۔ جلسہ منعقدہ ۱۸۹۷ء میں " ۱۲۶ ۔ میاں عبداللہ تحفہ غلام نبی ضلع گورداسپور " نام (بحوالہ تقریر جلسۂ احباب) کے متعلق مولوی صاحب سے استفسار کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ یہی مراد ہونگے کیونکہ میرے ننھیال کے موضع میں اس نام کا کوئی اور صحابی نہیں تھا (اولاد کے لئے دیکھیئے شجرہ نمبر ۷)

مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ شیخ عبداللہ صاحب کی عمر میں شیخ عبدالعزیز صاحب پسر شیخ چراغ علی صاحب سے بڑا بتلاتے ہیں ۔

ان کی بیعت ۱۰۸ نمبر پر ۴ر اگست ۱۸۸۹ئ میں درج ہے۔ اسوقت آپ اپنے گاؤں میں تیسرے اور سارے ضلع میں پانچویں احمدی تھے۔ گاؤں میں چوتھے شخص نے ۱۲ر جنوری ۱۸۹۱ء کو بیعت کی تھی۔ اندراج یوں ہے:۔
"چراغ علی ولد عطا محمد قوم ککے زئی (وطن) تھہ غلام نبی ضلع گورداسپور (پیشہ) زمینداری" [۵۱]

اگست ۱۸۹۱ئ میں مسلمانانِ لدھیانہ اور حضور کے مریدوں وغیرہ ایک صد چھ افراد کی طرف سے اشتہار دیا گیا تھا کہ علماء و اکابر صوفیاء حضرت مرزا صاحب سے بحث میں مغلوب اور چودہ متبحر علماء آپ کی جماعت میں شامل ہو چکے ہیں۔ آپ لدھیانہ میں موجود ہیں۔ ہم نے اُن سے لکھوا لیا ہے۔ سو اکابر اور جلیل القدر صوفیاء اُن سے ظاہری و باطنی طور پر مقابلہ کریں۔ ان اعیان میں شیخ صاحب بھی شامل تھے [۵۲]

اولین جلسہ سالانہ ۱۸۹۱ئ میں آپ شامل ہوئے۔ جس میں صرف پون صد احباب نے شرکت کی تھی۔[۵۳] اور جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ئ میں بھی شریک ہوئے۔ اور تین صد تیرہ صحابہ میں شمولیت کا فخر پایا [۵۴] یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ آپ ان معدودے چند خوش قسمت احباب میں سے ہیں جن کے اسماء دو بار تین صد تیرہ احباب میں شمار ہوئے ہیں [۵۵]

جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ئ پر جو فہرست چندہ برائے قیام مطبع مرتب ہوئی تھی اس میں آٹھ صد اٹھاسی روپے سالانہ گویا چوہتر روپے ماہوار کے وعدے ہوئے تھے۔ جس میں سے ترپن روپے دس آنے نقد جمع ہوئے تھے (یہ اس ابتدائی زمانہ کی بات ہے اور اب مشاورت ۱۹۶۷ئ میں ربوہ میں اٹھاسی لاکھ روپے سالانہ کا بجٹ منظور ہوا ہے۔ سبحان اللہ!) اکثر احباب دنیوی لحاظ سے معمولی درجہ کے تھے۔ لیکن تقویٰ اللہ سے ان سب کے قلوب معمور تھے۔ شیخ چراغ علی صاحب نے دو آنے ماہوار یعنی ڈیڑھ روپیہ سالانہ

---

۵۱ موحد اہلحدیث ہونا (بیانِ پسرش شیخ عبدالعزیز صاحب)

۵۲ "تبلیغ رسالت" جلد دوم۔ حاشیہ صفحہ ۶۲ تا ۶۶۔ آپ کا نام یوں مرقوم ہے:۔
"شیخ [۵۶] چراغ علی ساکن گورداسپور"

۵۳ "آسمانی فیصلہ" میں اس طرح نام مذکور ہے:۔
"میاں چراغ علی صاحب ساکن تھہ غلام نبی"

۵۴ "آئینہ کمالاتِ اسلام" کی فہرست میں ۱۳۷ نمبر پر یوں مرقوم ہے:۔
"میاں چراغ علی صاحب تھہ غلام نبی ضلع گورداسپور (زمیندار)"

۵۵ دوسری فہرست میں آپ کا نام یوں مرقوم ہے:۔
"۱۱۵۔ شیخ چراغ علی نمبردار تھہ غلام نبی"
(ضمیمہ انجام آتھم)

چندہ لکھوا کر چھ آنے گویا ایک سہ ماہی کا چندہ نقد ادا کر دیا تھا[۱] - اور پھر آپ نے یہ چندہ دوگنا کر دیا تھا اس کا ذکر آگے آئے گا -

ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی سے مئی و جون ۱۸۹۳ء میں بمقام امرتسر حضرت اقدسؑ کا مباحثہ ہوا تھا جس کے بعد آپ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پیشگوئی بیان کی کہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق آتھم نے دجّال کا لفظ تحریر کیا ہے - اگر اُس نے اس شوخی اور گستاخی سے توبہ اور رجوع نہ کیا تو وہ پندرہ ماہ میں ہاویہ میں گرایا جائیگا - اس پیشگوئی کو سُنکر آتھم نے ستّر آدمیوں کی موجودگی میں رجوع کیا جس کی شہادت میں حضور نے بیس احباب کے اسماء رقم فرمائے - جن میں "شیخ چراغ علی صاحبؓ" بھی ہیں[۲] گویا آپ اُن اخص معدودے چند احباب میں شامل تھے جو اس مباحثہ کے وقت حاضر ہوتے تھے - ۲۰ تا ۲۲ جون ۱۸۹۷ء قادیان میں منعقدہ جلسہ احباب میں آپ بھی شامل ہوئے تھے[۳] حضور نے سخت گرمی میں خوشی کے ساتھ تکلیف اٹھا کر جبکہ اکثر دستوں کو فرش زمین پر سونا پڑا تھا شمولیت کی تعریف فرمائی ہے -

حضرت اقدس علیہ السلام ۷ مارچ ۱۸۹۸ء کے ایک اشتہار میں رقم فرماتے ہیں کہ اس زمانہ کے بعض نام کے مولوی عمداً جھوٹ کی نجاست پر مُنہ مارتے ہیں - مولوی محمد حسین بٹالوی نے بمقام بٹالہ عدالت میں کرسی مانگی تو کپتان ایم - ڈبلیو - ڈگلس ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے تین بار جھڑکیاں دیں - اور کرسی دینے سے انکار کیا - اور کہا کہ بک بک مت کر اور پیچھے ہٹ - ہمارے پاس تمہارے کرسی ملنے کے بارے میں کوئی ہدایت نہیں - چونکہ مولوی موصوف نے مجھے صاحب ڈپٹی کمشنر کے رُوبرو کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو بے اختیاری میں بڑے جوش سے آکر کرسی کی درخواست کی - اب مولوی صاحب نے خط لکھ کر مجھ سے کرسی نہ ملنے کا ثبوت مانگا ہے - وہ جھوٹ پر کمر بستہ ہیں - انہوں نے پادریوں کا ساتھ دیا - اور میری ذلت چاہی - اللہ تعالےٰ نے اُسے عین عدالت میں ذلیل کیا -

حضور لکھتے ہیں کہ دو طرح سے تصفیہ ہو سکتا ہے - اوّل وہ ہر ایک صاحب سے جن کا ذکر کیا گیا ہے

---

[۱] آپ کا نام یوں مرقوم ہے :- "(۴۲) شیخ چراغ الدین صاحب ساکن تھہ غلام نبی ضلع گورداسپور" - گویا چراغ علی کی بجائے سہواً چراغ الدین رقم ہوا - سہو کا یہ ثبوت ہے کہ فہرست حاضرین جلسہ میں تھہ غلام نبی کے چراغ الدین کوئی صاحب مرقوم نہیں بلکہ چراغ علی موصوف ہیں - مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ کو میں نے یہ حوالہ دکھایا ہے وہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بات درست ہے، چراغ دین نام کے کوئی صحابی میرے ننھیال کے گاؤں میں نہیں تھے -

[۲] "نزول المسیح" پیشگوئی ۴۲ صـ ۱۶۸

[۳] آپ کا نام ۱۴۲ نمبر پر درج ہے - منہ

حلفیہ تحریر منگوائیں۔جس میں میرے بیان کی تردید ہو۔ اور بمقام بٹالہ ایک جلسہ میں مجھے طلب کریں۔ میں حاضر ہونگا۔ میں ایسے رقعے دیکھنا چاہتا ہوں۔ یہ طریق منظور نہ ہو تو وہ بلا توقف ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ مجھ پر کردیں۔ ہمیں ایسے شخصی امر کے متعلق قلم اٹھانے سے طبعی نفرت تھی۔ اگر وہ مجالس میں میرا ذکر نہ کرتے تو مجھے کچھ لکھنے کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن مولوی صاحب نے ہر مجلس میں میری تکذیب شروع کی اور بیان کیا کہ میں کاذب ہوں اور میں نے کرسی کے معاملہ میں جھوٹ باندھا ہے۔ اس کے دروغ سے اکثر نادانوں کے قلوب کو متأثر دیکھکر محض حمایت حق میں ... یہ اشتہار لکھا ہے تا بعض نادان ایک راستگو کو جھوٹا سمجھ کر ہلاک نہ ہو جائیں۔ حضور نے ایک صد تین "معزز گواہوں" کے نام درج کئے ہیں جنہوں نے واقعہ مذکورہ بالا بچشم خود دیکھا یا عین موقعہ پر سُنا اور جو کچہری میں حاضر تھے۔ اُن میں شیخ صاحب کا نام بھی ہے[۱] آپ کا نام حضور کی طرف سے اشتہار ۲۴ر فروری ۱۸۹۸ء میں بھی مرقوم ہے[۲]

اہلیہ اولیٰ سے مصالحت

حضرت حافظ نور محمد صاحب فیض اللہ چکوی نے بیان کیا کہ شیخ چراغ علی صاحب رضی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ مجھے اجازت عنایت فرمائیں کہ میں افریقہ جاکر شیخ سنوسی کے مجاہدین میں شامل ہو کر جہاد کردوں۔ تو حضور نے فرمایا کہ آپ اپنے ملک میں ہی ٹھہریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو یہیں خدمت دین کی توفیق دیگا حضور کے علم میں یہ امر آیا تھا کہ شیخ صاحب کے تعلقات اپنی اہلیہ سے کشیدہ ہو کر منقطع ہو چکے ہیں۔ اس پر حضور اُن کے سسرال موضع کرالیاں ضلع امرتسر تشریف لے گئے اور مصالحت کرا دی۔ اور ان کی ساری اولاد اس کے بعد پیدا ہوئی۔

اس بیان کی تصدیق محترمہ رسول بی بی صاحبہ اہلیہ حافظ حامد علی صاحب سے ہوتی ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ میرے خاوند کے چچا کا نکاح ہونے والا تھا۔ حضور نے بھی برات کے ساتھ جانا تھا۔ میرے خاوند کو حضور نے پہلے بھجوایا تھا کہ وہ حضور کا کھانا تیار کر کے لائیں۔ میری ساس سے چالیس پچاس پراٹھے۔ دس بارہ سادہ روٹیاں۔ آم کا اچار اور بارہ سیر شکر لے کر حافظ صاحب تھہ غلام نبی پہنچ گئے۔ وہاں حضور نے کھانا کھایا۔ پھر حضور نے حافظ صاحب کو ...... ⁂ ...... بھیجا کہ جاکر صلح کراؤ۔ ہم آکر نکاح

---

[۱] آپ کا نام " ۔ (یعنی شیخ) چراغ علی صاحب تھہ غلام نبی ۔ (یعنی گورداسپور) مرقوم ہے۔ (تبلیغ رسالت جلد ہفتم صفحہ ۳۴ کالم ۲)

[۲] اس کی تفصیل حافظ حامد علی صاحب کے حالات میں آچکی ہے۔ ان تین صد افراد کی فہرست میں آپکا نام یوں رقم ہے:-

" ۱۷۴ ۔ شیخ چراغ علی صاحب نمبردار تھہ غلام نبی گورداسپور"

⁂ روایت میں یہاں جگہ خالی ہے۔ یہ روایت موصوفہ نے محترمہ مراد خاتون صاحبہ اہلیہ حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کو لکھوائی ہوگی۔ خالی جگہ پر گاؤں کا نام درج کرنا تھا جو معلوم ہوتا ہے کہ محترمہ مراد خاتون صاحبہ دوبارہ دریافت کر کے رقم نہیں کر سکیں۔ شیخ چراغ علی صاحب کی اہلیہ صاحبہ کا گاؤں موضع کرالیاں تھا جس کا ریلوے اسٹیشن تھہ غلام نبی تھا۔

کر دیں گے۔ شام کو حضور پہنچ گئے۔ اور نکاح کرا دیا۔ دولہا کو کہا کہ اپنے گھر جاؤ۔ اور حافظ صاحب کو کہا کہ اپنے گھر جاؤ۔ حضور وہیں دالان میں سو گئے۔[۱]

صبح اٹھ کر حضور پیشاب کرنے گئے تو مٹی کا ڈھیلا ڈلوانی کے لئے مانگا۔ ایک شخص مہر دین نے ایک دیوار سے مٹی اکھیڑ کر دے دی۔ حضور نے دریافت فرمایا کہ مٹی کہاں سے لائے ہو۔ اُس نے کہا کہ ایک ارائیں کی دیوار سے لایا ہوں۔ فرمایا۔ اس سے پوچھ لیا تھا؟ اس نے کہا کہ وہ تو ہمارا موروثی ہے۔ فرمایا۔ کہ وہیں رکھ دو۔ میں نہیں لیتا۔

شیخ چراغ علی صاحب کی اِن اہلیہ محترمہ حسن بی بی صاحبہ کی اولاد میں سے تین کو صحابیات کا شرف حاصل ہوا۔ وہ خود بھی صحابیہ تھیں۔ اپنے خاوند کی وفات کے سات آٹھ سال بعد بعمر اندازاً پینسٹھ ستر سال وفات پا کر موضع تھہ غلام نبی میں مدفون ہوئیں۔[۲]

---

[۱] گویا ایسی طلاق ہوئی تھی کہ جس کے بعد نکاح ہو سکتا تھا۔ مصالحت میں جو کسر باقی تھی اس کے پورا کرنے کے لئے حضور نے حافظ صاحب کو بھیج دیا تھا۔ ممکن ہے حضور لوگوں کی ملاقات کے لئے کچھ دن تھہ غلام نبی ٹھہر گئے ہوں نا کھانے کی مقدار سے یہ اندازہ ہوتا ہے ورنہ حافظ صاحب جیسے شخص اور پھر اس زمانہ کے خصوصاً دیہات کے لوگ نمائش سے کوسوں دُور تھے۔ اتنا کھانا صرف ایک دو افراد کے لئے نہ لاتے۔ اس گاؤں میں حافظ صاحب کا سسرال تھا۔ غالباً حافظ صاحب کی ساس یا "میری والدہ" کی بجائے "میری ساس" سہواً درج ہوا ہے۔

دوبارہ نکاح کے سال کی تعیین ایک حد تک یوں ہوتی ہے کہ گویا شیخ عبدالعزیز صاحب نے مئی ۱۹۶۷ء عندالملاقات اپنی عمر اندازاً پچھتر سال بتائی تھی۔ لیکن ان کے چہرہ سے ان کی عمر اسّی سال کے قریب معلوم ہوتی تھی۔ چنانچہ بابو عبداللہ صاحب جٹ (ولادت اندازاً ۱۸۸۹ء) شیخ عبدالعزیز صاحب کی عمر اپنی عمر سے قدرے زیادہ بتلاتے ہیں۔ جبکہ دو سال تصوّر کرنے پر شیخ صاحب کی ولادت ۱۸۸۷ء اور شیخ صاحب کی ہمشیرہ مریم بیگم صاحبہ ان سے قریباً چھ سال بڑی ہیں۔ گویا ہمشیرہ صاحبہ کی ولادت ۱۸۸۱ء کی ہو گی۔ سو اندازاً ۱۸۸۱ء سے ادھر یا اُدھر قریب میں یہ نکاح ہوا ہو گا۔ نیز شیخ عبدالعزیز صاحب کا اپنی عمر کے اندازہ میں یوں بھی سہو نظر آتا ہے کہ شیخ صاحب اپنے مرحوم بھائی شیخ عبدالغنی صاحب کی عمر قریباً چھ سال چھوٹی بتاتے ہیں۔ اور مولوی عبدالرحمن صاحب جٹ (ولادت اندازاً ۱۸۹۳ء) اپنے تئیں شیخ عبدالغنی صاحب سے ایک دو سال چھوٹا اور شیخ عبدالعزیز صاحب کو اپنے سے زیادہ سال بڑا بتلاتے ہیں۔ منہ

[۲] بیان شیخ عبدالعزیز صاحب پسر شیخ چراغ علی صاحب۔

۱۸ تا ۲۰۔ مریم بیگم صاحبہؓ ۔ شیخ عبد العزیز صاحب و آمنہ بیگم صاحبہ

(اولاد شیخ چراغ علی صاحب)

حضرت شیخ چراغ علی صاحب کی اولاد کی تفصیل یہ ہے :۔

۱۔ محترمہ مریم بیگم صاحبہؓ ۔ ان کی شادی اپنے عمزاد شیخ عبد اللہ صاحب سے ہوئی تھی ۔ صحابیہ تھیں ۔ حضرت اقدس کی زیارت کی توفیق پائی تھی ۔ تقسیم ملک سے سات آٹھ سال قبل وفات پا کر اپنے گاؤں میں دفن ہوئیں ۔ شیخ عبد العزیز صاحب سے اندازاً چھ سال بڑی تھیں ۔ شیخ صاحب اس وقت اندازاً اسی سال کے ہیں ۔

۲۔ شیخ عبد العزیز صاحب (ان کا ذکر آخر میں تفصیلاً کیا گیا ہے)

۳۔ محترمہ آمنہ بیگم صاحبہ ۔ اپنے بھائی سے اندازاً تین سال چھوٹی تھیں ۔ ۱۹۶۷ء سے سات آٹھ سال قبل سیالکوٹ میں فوت ہوئیں ۔ صحابیہ تھیں ۔ حضور کی زیارت کی توفیق پائی تھی افسوس کہ موصوفہ کے خاوند احمدی نہ تھے ۔ اور نہ اولاد احمدی ہے ۔

(۴) شیخ عبد الغنی صاحب صحابی نہ تھے [۵]

شیخ عبد العزیز صاحب اس وقت بطور مہاجر موضع نون ڈاکخانہ منڈی مریدکے ضلع شیخوپورہ میں مقیم ہیں وہاں آپ کو متبادل اراضی ملی ہوئی ہے ۔ آپ نے بیان کیا کہ :۔

" میں مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان میں تعلیم پاتا رہا ہوں ۔ حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب (خلیفۃ ثانیؓ) مدرسہ میں مجھ سے آگے تعلیم پاتے تھے ۔ میرے اساتذہ حضرت بھائی عبد الرحیم صاحب اور بھائی عبد الرحمٰن صاحب وغیرہما تھے ۔ چوہدری جمیل احمد صاحب سکنہ موضع ننگل باغباناں متصل قادیان ۔ شیخ عبد الرشید صاحب پسر شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر لاہور اور شیخ سمیع اللہ صاحب سکنہ فیض اللہ چک میرے ہم جماعت تھے ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو میں نے بارہا دیکھا کہ سیر سے واپس آکر

---

[۵] اولاد کے متعلق سارا بیان شیخ عبد العزیز صاحب کا ہے ۔ وہ مزید بیان کرتے ہیں کہ شیخ عبد الغنی صاحب مجھ سے تقریباً چھ سال چھوٹے تھے ۔ اور چار پانچ سال قبل ان کی وفات ہوئی ہے ۔ مولوی عبد الرحمٰن صاحب جٹ بیان کرتے ہیں کہ شیخ عبد الغنی صاحب مجھ سے ایک دو سال بڑے تھے ۔

مطب حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ (خلیفہ اوّلؓ) کے پاس آکر کھڑے ہو جاتے تھے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی پُر لطف نماز اور اذان مجھے خوب یاد ہے۔ کھانا لنگر خانہ اور حضرت اقدس کے ہاں کا ہمیشہ کھانے کا موقعہ ملتا تھا۔ مدرسہ تعلیم الاسلام میں تعلیم کے دوران جو واقعات میرے سامنے ہوئے وہ یہ ہیں :—

۱۔ صاحبزادہ مبارک احمدؐ کی ولادت (۱۴ر جون ۱۸۹۹ء)

۲۔ سردار فضل حق صاحب کا قبولِ اسلام (بتاریخ ۱۲ر نومبر ۱۸۹۹ء) سردار صاحب نے اسلام قبول کرتے وقت قادیان میں تقریر کی تھی۔ اور مسجد اقصیٰ میں اذان دی تھی۔ ان کے والد نے قادیان آکر انہیں سمجھایا تھا کہ گائے کا گوشت نہ کھانا۔ تو انہوں نے کہا کہ مَیں کھا چکا ہوں۔

۳۔ مسجد مبارک کا راستہ دیوار بنا کر بند کیا جانا۔ (بتاریخ ۵ر جنوری ۱۹۰۰ء) اور اس دیوار کا عدالت کے حکم سے گرایا جانا (بتاریخ ۱۲ر اگست ۱۹۰۰ء)

۴۔ ولادت صاحبزادی امۃ النصیر (بتاریخ ۲۸ر جنوری ۱۹۰۳ء)

۵۔ ولادت صاحبزادی امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ (بتاریخ ۲۵ر جون ۱۹۰۴ء)

۶۔ حضرت اقدس کا سفر سیالکوٹ (اکتوبر و نومبر ۱۹۰۴ء)

۷۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی وفات (بتاریخ ۱۱ر اکتوبر ۱۹۰۵ء)

۸۔ فنانشل کمشنر کی قادیان میں (۲۱ر مارچ ۱۹۰۸ء کو) آمد کے موقعہ پر ریتی چھلّہ میں استقبال کرنے والے طلباء میں مَیں بھی شامل تھا۔

میرے عرصۂ تعلیم میں حضرت مسیح موعودؑ کا لاہور میں انتقال ہوا اور مَیں حضور کی نماز جنازہ اور اوّلین بیعتِ خلافتِ اولیٰ میں شامل ہوا تھا۔[لے]

لے (بیان شیخ عبدالعزیز صاحب) یہ بھی ذکر کیا کہ میری شادی ۱۹۱۳ء یا ۱۹۱۴ء میں محترمہ عائشہ بیگم صاحبہ دختر میاں غلام حسن صاحب ککّے زئی ساکنہ موضع کرالیاں ضلع امرتسر سے ہوئی تھی اور استفسار پر موصوفہ نے بتایا کہ میرے والد احمدی نہیں تھے اور مَیں نے حضرت اقدس کی زیارت کا موقعہ نہیں پایا۔

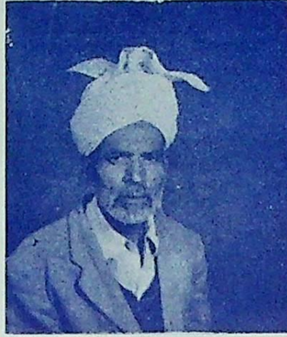
ہر دو سے خود ان کے پاس پہنچکر حالات معلوم کرنے کا موقعہ شیخ رحمت اللہ خاں صاحب شاکر کے ذریعہ میسّر آیا۔ جنہوں نے خاکسار کی درخواست پر ٹیکسی کا انتظام کیا اور خود اپنے سسرال کے ہاں لے گئے چونکہ وقت صرف نصف گھنٹہ ملا۔ اور اُس میں جلدی جلدی سوالات کے جوابات حاصل کئے تھے اس لئے بوقت ترتیب حالات جو کمی محسوس ہوئی اس بارہ میں میرے محررہ سوالات کو لے کر شیخ خالد سیف اللہ خالد صاحب نے تکلیف کر کے شیخ عبدالعزیز صاحب کے پاس پہنچکر جوابات حاصل کئے بلکہ میری درخواست کے مطابق انکی تصویر بھی کھنچی جو ان کی اپنی عمر میں اوّلین تصویر ہے۔ فجزاھما اللہ احسن الجزاء



مکرم فقیر علی صاحب



مکرم شیخ عبدالعزیز صاحب
ابن حضرت میاں چراغ علی صاحب



مکرم ابوالمبارک مولوی محمد عبداللہ صاحب
پسروروی - فاضل



مکرم شیخ محمد عبداللہ صاحب
دارلبرکات ربوہ

موضع تھہ غلام نبیؑ میں کسی سکھ جاٹ نے ایک مسلمان لڑکی کو چھیڑا - اور پہلے بھی مسلمانوں کی سکھوں سے کھٹ پٹ رہتی تھی - اِس واقعہ نے جلتی پر تیل کا کام دیا - تمام مسلمانوں کا مشتعل ہونا حق تھا اور انہوں نے اس فتنہ سازی کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کے لیے سکھوں کو دعوتِ مقابلہ دی اور وقتِ مقررہ پر فریقین مسلح ہوکر میدان میں نکل آئے - لڑائی میں شیخ عبدالعزیز کے ہاتھوں ایک سکھ وہیں ڈھیر ہو گیا - چنانچہ قتل کے الزام میں انہیں گرفتار کر لیا گیا -

حضرت حافظ نور محمد صاحب فیض اللہ چکوی نے اُن کی بریّت کے لئے دُعا کی تو ایک آیت قرآنیہ اور الفاظ "ملحوظ خاطر" الہام ہوئے - آپ نے سمجھ لیا کہ وہ بری ہو جائیں گے - چنانچہ کسی اصطلاحی وجہ سے اُن کی بریّت عمل میں آگئی۔[۵۱]

دوسری شادی اور وفات

حافظ نور محمد صاحب فیض اللہ چکوی بیان کرتے ہیں کہ ہمارے دوستوں میں سے ایک شخص چراغ علی نام تھہ غلام نبی کے رہنے والے تھے اور وہ حافظ حامد علی صاحب کے چچا تھے انکو شادی کی ضرورت تھی - ہم نے متفق ہو کر ان کی شادی موضع کھارہ میں کروا دی - مگر وہ اس شادی کے چند روز بعد ہی فوت ہو گئے - ہم نے شادی کے موقعہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مشورہ نہ کیا تھا - جب حضور کو معلوم ہوا کہ اُن کی شادی ہو چکی ہے تو آپ نے فرمایا کہ میاں حامد علی! تم نے ہم کو کیوں نہ بتایا کہ اس کی شادی کرنے لگے ہیں - اس کی شادی نہیں کرنی چاہیئے تھی - کیونکہ اس کو ضعفِ جگر کا مرض تھا اور موجودہ حالت میں وہ شادی کے قابل نہیں تھا - چنانچہ وہ شادی کے چند روز بعد فوت ہو گئے۔[۵۲]

---

۵۱ بیان شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر و شیخ خالد سیف اللہ خان صاحب -

۵۲ سیرۃ المہدی حصہ سوم روایت ۸۷۶ - مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ (امیر مقامی قادیان) اور شیخ عبدالعزیز صاحب بتاتے ہیں کہ شیخ چراغ علی صاحب نے قیام بہشتی مقبرہ سے پہلے وفات پائی تھی - مولوی صاحب کہتے ہیں کہ میں قادیان میں (اندازاً ۱۹۰۳ء میں) تعلیم پانے آیا تو اس کے بعد میں نے شیخ صاحب کو دیکھا تھا - شیخ عبدالعزیز صاحب اور انکے داماد شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر بیان کرتے ہیں کہ شیخ چراغ علی صاحب نے گاؤں میں جو مسجد تعمیر کی تھی اور اسکے ملحق جو دس گیارہ کنال اراضی اس کے نام لگوا دی تھی وہاں انہیں دفن کیا گیا تھا - تقسیم ملک تک وہاں قبر محفوظ تھی - اور یہی واحد قبر وہاں تھی - اور دوسری شادی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی -

بابو عبداللہ صاحب برادر مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ بیان کرتے ہیں کہ جب میں ۱۹۰۳ء کے قریب قادیان تعلیم پانے کیلئے گیا تو شیخ چراغ علی صاحب ابھی زندہ تھے - مجھے ان کی وفات کا سال یاد نہیں البتہ بوقت وفات اُن کی عمر ستر سال کے قریب ہوگی -

شیخ چراغ علی صاحب کے ربیب شیخ عبداللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ میرے والد صاحب ۱۹۰۴ء میں فوت ہوئے اور اس کے بعد اقارب میں شیخ چراغ علی صاحب سے میری والدہ کی شادی ہوئی - زاہلیہ دوم کا نام محترمہ فضل بی بی صاحبہ تھا - [ح]

[ح] ان کے حالات شیخ صاحب کے حالات کے بعد درج ہیں)

سیرۃ شیخ چراغ علی صاحب

حافظ نور محمد صاحب رضی اللہ عنہ موصوف بیان کرتے ہیں کہ شیخ چراغ علی صاحب کاروبار کرتے تھے۔ آسودہ حال تھے۔ لوگوں کو بلا سود قرض دیتے تھے اور انہیں تلقین کرتے تھے کہ ساہوکاروں سے سود پر قرض نہ لیا کرو۔ مجھ سے بلا سود قرض لے لیا کرو۔ حافظ صاحب اُن کی بہت تعریف کیا کرتے تھے کہ بہت نیک تھے اور اُن سے بہت محبت کیا کرتے تھے۔ اور اُن کے ذکر پر آبدیدہ ہو جاتے تھے۔[۵۱]

شیخ چراغ علی صاحب بہت تبلیغ کرتے تھے۔ اپنے عزم کے پکّے تھے۔ خود کسی سے نہیں اُلجھتے تھے لیکن کوئی اُن سے اُلجھے تو اسے اس کا مزہ چکھا دیتے تھے۔ قبولِ احمدیت کے بعد انہوں نے شاملات دیہہ میں مسجد احمدیہ تعمیر کرنی چاہی۔ جس قدر حصہ آپ ہر روز تعمیر کرتے مخالف اسے منہدم کر دیتے۔ بعض اقارب نے یہ صورتِ حال دیکھ کر آپ کو تعمیر سے باز رکھنا چاہا۔ کیونکہ بظاہر مسجد کی تعمیر کی تکمیل ممکن نہ تھی لیکن آپ نے یہ مشورہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ قریب ہی موضع منڈی کراں کے (جو ککے زئی قوم کا ایک گاؤں تھا) ایک نہایت با اثر غیر احمدی ہم قوم زمیندار چوہدری غلام غوث صاحب سے آپ نے کہا کہ یُوں جھگڑا پیدا کیا جا رہا ہے۔ اس کے بڑھ جانے پر آپ لوگوں کو دخل دینا پڑے گا۔ بہتر ہے کہ ابتداء میں ہی اس میں دخل دیں۔ مَیں خانۂ خدا تعمیر کرنا چاہتا ہوں اور یہ لوگ مخالفت کرتے ہیں۔ چنانچہ چوہدری صاحب نے فیض اللہ چک کے مخالفین کے سرغنہ غلام محی الدین ککے زئی کو (جو بہت ذی اثر تھا اور بعد میں اس کا بیٹا اثر و رسوخ ہونے کی وجہ سے سفید پوش بن گیا تھا) سمجھایا۔ لیکن وہ نہ مانا۔ اس پر چوہدری صاحب نے سر سے اپنی پگڑی اتار دی اور یہ کہتے ہوئے روٹھ کر وہاں سے چلدئے کہ اب مَیں اس وقت ہی سر پر پگڑی رکھوں گا۔ جب شیخ چراغ علی صاحب مسجد تعمیر کریں گے۔ یہ دھمکی انتہائی شدید تھی۔ گویا کہ عزت کا خیال نہیں کیا گیا۔ اب بحالیٔ عزت کے لئے ہر طرح کی قوت آزمائی کی جائے گی۔ یہ ایک قسم کی دعوتِ مقابلہ تھی۔ اُن کے اثر و رسوخ کی وجہ سے لوگ اُن کے پیچھے بھاگے اور انہیں واپس لائے اور اُن سے کہا گیا کہ مسجد کی تعمیر ہی مقصود ہے۔ اس جگہ نہیں فلاں جگہ یہ مسجد تعمیر کریں ہمیں اعتراض نہیں۔ شیخ صاحب نے کہا کہ مجھے کسی خاص مقام کے متعلق اصرار نہیں۔ چنانچہ آپ نے دوسری جگہ مسجد تعمیر کر لی اور مسجد کے نام پر دس گیارہ کنال اراضی بھی ہبہ کر دی۔[۵۲]

حضرت اقدس علیہ السلام نے آپ کو بیرونِ ملک جانے سے منع کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ

---

۵۱ روایت شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر۔

۵۲۔ بیان شیخ عبدالعزیز صاحب خلف شیخ چراغ علی صاحب و شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر خلف حافظ نور محمد صاحب [illegible] تبلیغ کے متعلق بیان شیخ عبدالعزیز صاحب کا ہے۔

آپ یہیں ٹھہریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خدمتِ دین کی توفیق دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے یہ بات پوری کر دی۔ آپ کو آغاز بیعت کی پہلی ششماہی میں سلسلہ احمدیہ سے وابستگی اور پھر خدمات کی توفیق عطا کی۔ حضور نے ان کے چندہ کا ذکر فرمایا ہے۔ جو گو اس وقت قلیل معلوم ہوتا ہے لیکن ابتدائے قیامِ جماعت کے وقت باقاعدگی کی یہ پابندی ایک نئی بات ہونے کی وجہ سے بہت کٹھن معلوم ہوتی ہوگی۔ اس وقت زائد از پون صدی کی تربیت کے نتیجہ میں بفضلہ تعالیٰ جماعت احمدیہ نسلاً بعد نسلٍ عادی ہو گئی ہے۔[1]

حضور کے قلم مبارک سے آپ کا ذکرِ خیر بھی ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گیا ہے۔ "ازالہ اوہام" کا یہ اقتباس حافظ حامد علی صاحب کے تذکرہ میں نقل کیا جا چکا ہے۔ حضور کے نزدیک شیخ صاحب بھی حضور سے اخلاص و محبت رکھنے والے۔ اتباعِ سنّت اور رعایتِ تقویٰ میں معروف اور التزام ادائے پنجگانہ نماز میں سرگرم یہ شمائلِ حسنہ حافظ صاحب میں موجود تھے۔ آخر پر حضور رقم فرماتے ہیں :-

"حبّی فی اللہ چراغ علی چچا اس کا اس کی تمام خوبیوں میں شریک ہے اور یکرنگ اور بہادر ہے۔"

حضرت اقدس علیہ السلام نے "ازالہ اوہام" میں جن احباب کے مفصّل تذکرے رقم فرمائے ہیں ان کے بعد پینتیس احباب کے اسماء میں پھر "حبّی فی اللہ شیخ چراغ علی صاحب تھہ وی" کا نام مرقوم ہے۔ (صفحہ ۸۲۱) ان خوش قسمت احباب کے متعلق حضور تحریر فرماتے ہیں :-

"بعض ان میں سے اعلیٰ درجہ کا اخلاص رکھتے ہیں۔ اسی اخلاص کے موافق جو اس عاجز کے منتسب دوستوں میں پایا جاتا ہے۔ اگر مجھے طول کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں جداگانہ ان کے مخلصانہ حالات لکھتا۔ انشاء اللہ القدیر کسی دوسرے مقام پر لکھوں گا۔" (صفحہ ۸۲۲)

اور حضور نے ان تمام کے لیے بہت دعا فرمائی ہے۔

---

[1] حضور نے چندہ دہندگان اُنیس افراد کے اسماء مع تفصیل چندہ رقم فرمائے ہیں وہاں ۲۶ نمبر پر مرقوم ہے :-

"شیخ چراغ علی صاحب سکنہ تھہ غلام نبی - مہر ۔ " (یعنی ماہوار)

(ازالہ اوہام حصّہ دوم صفحہ ۸۱۴)

شجرہ نمبر ۷

- شیخ عطا محمدؓ
  - (۱) شیخ فتح محمدؓ (صحابی) (اولاد کے لئے دیکھئے شجرہ نمبر ۱ تا ۶)
  - (۲) شیخ میراں بخش (وفات قبل دعویٰ حضورؑ)
    - (۱) عبد اللہ (صحابی) (از بطن عمزاد مریم بیگم دختر شیخ چراغ علی)
      - (۱) (وفات) اقسیم ملک
      - (۲) محمود احمدؐ (ریٹائرڈ پولیس کنسٹبل) مقیم لائل پور
      - (۳) رشیدہ بیگم (اہلیہ ڈاکٹر بشیر احمد ککے زئی) (پسر کرم الٰہی بمقام بہاولپور)
    - (۲) رحمت علی (صحابی) مجیدہ بیگم مرحومہ (اہلیہ عبد الغفار موضع بھیل چک ضلع گورداسپور)
  - (۳) شیخ چراغ علی (صحابی)
    - از بطن حسن بی بی اہلیہ اوّل
      - (۱) مریم بیگم مرحومہ (صحابیہ) دیکھئے عمزاد عبد اللہ ولد شیخ میراں بخش
      - (۲) عبد العزیز (صحابی)
        - (۱) عبد الرشید کنڈکٹر ڈسٹرکٹ ٹرانسپورٹ لاہور
          - انور بیگم
          - شمیم بیگم
        - (۲) رشیدہ بیگم (اہلیہ شیخ رحمت اللہ خان شاکر) (دیکھئے شجرہ مجاہد حافظ نور محمد فیض اللہ چکوی)
        - (۳) عبد الحمید (ملازم ریلوے لاہور) (اولاد تین لڑکے اور دو لڑکیاں)
        - (۴) محمد ابراہیم
          - (۱) صفدر علی
          - (۲) شاد بیگم
          - ۳ خالدہ بیگم
          - (۴) شکریہ بیگم
          - (۵) بشریٰ بیگم
        - (۵) محمد اسلم
          - محمد نعیم
        - (۶) علی احمد
          - زاہدہ
          - امۃ الباسط
        - (۷) نصیر احمد (اولاد دو لڑکے دو لڑکیاں)
        - (۸) عبد الرحمٰن
          - ثریا
          - اللہ رکھی
      - (۳) آمنہ بیگم مرحومہ صحابیہ
    - از بطن فضل بی بی اہلیہ دوم (لاولد)
      - (۴) عبد الغنی مرحوم
        - عبد المجید مقیم لاہور
        - محمد صدیق مقیم لاہور

۲۱ و ۲۲ ۔ محترمہ فضل بی بی صاحبہ رضؓ (اہلیہ شیخ چراغ علی صاحب رضؓ)

شیخ محمد عبد اللہ صاحب (ربیب شیخ صاحب رضؓ)

محترمہ فضل بی بی صاحبہؓ اہلیہ دوم شیخ چراغ علی صاحبؓ اور شیخ صاحب کے ربیب شیخ محمد عبد اللہ صاحب کے حالات شیخ محمد عبد اللہ صاحب کی زبانی درج کئے جاتے ہیں :۔

"میرے دادا شیخ یار محمد خان صاحب ککّے زئی ساکن موضع دلیر پور نزد کلانور ضلع گورداسپور کا کاروبار تجارت اور زمینداره تھا ۔ میرے والد شیخ حسین بخش صاحب حضرت حافظ شیخ حامد علی صاحب کے حقیقی خالہ زاد بھائی تھے ۔ میری والدہ محترمہ فضل بی بی صاحبہ حضرت شیخ نور احمد صاحبؓ ککّے زئی ساکن موضع کھارا نزد قادیان (جو صحابی اور خاندان حضرت اقدسؑ کے مختار عام تھے اور بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں) کی چھوٹی بہن تھیں ۔ اور صحابیہ تھیں ۔ والدہ صاحبہ کی طفولیت میں ہی ان کے والد شیخ مہتاب خان صاحب وفات پا گئے تھے ۔ اور ماموں جان نے ہی ان کی پرورش کی تھی ۔ ہم دونوں بہن بھائی کو لیکر والدہ صاحبہ کھارا آئی ہوئی تھیں والد صاحب دلیر پور سے ہمیں لینے آئے لیکن ایک ہی روز کی علالت کے بعد راہئ ملکِ بقا ہوئے ۔ یہ ۱۹۰۴ء کی بات ہے ۔ وہ احمدی نہ تھے ۔ ماموں جان نے ہمیں اپنی کفالت میں لے لیا ۔ مَیں پانچ برس کا اور میری ہمشیرہ تین برس کی تھیں ۔ ماموں جی نے والدہ صاحبہ کی شادی اپنے اقارب میں حضرت شیخ چراغ علی صاحب سے کر دی ۔ لیکن وہ پھر بیوہ ہو گئیں (اور اب ربوہ ۲۵ ر اگست ۱۹۶۲ء کو وفات پا کر عام قبرستان میں دفن ہوئی ہیں)

والدہ صاحبہ ہم دونوں اپنے بچوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں دار المسیح میں لے جایا کرتی تھیں ۔ مجھے باوجود بچپن کی عمر کے حضور کی شکل و صورت یاد ہے اور حضور کی یہ باتیں یاد ہیں :۔

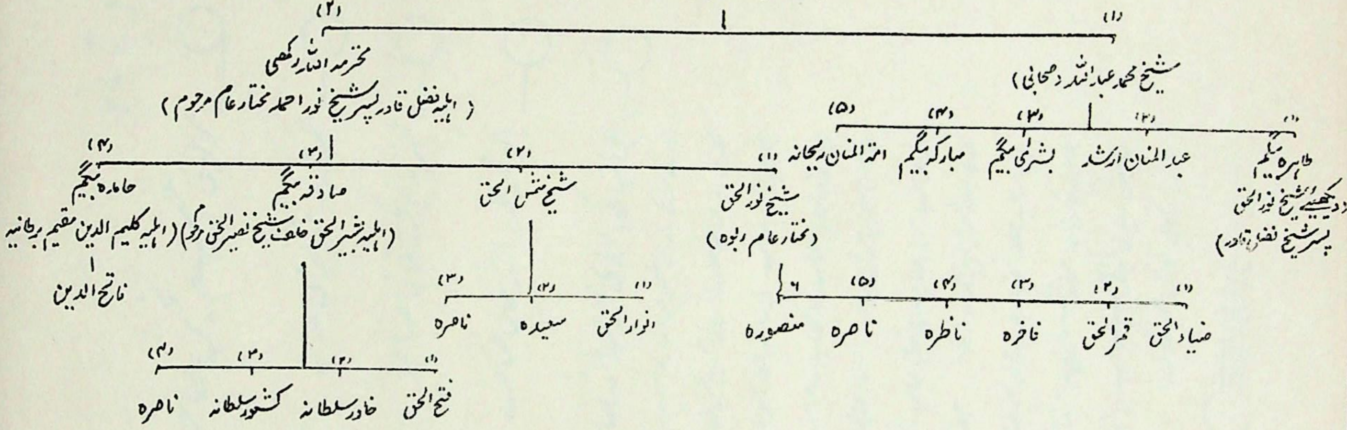
(۱) مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ حضور علیہ السلام اکثر گھر میں ٹہلا کرتے تھے اور عموماً حضور کے ہاتھ میں کوئی نہ کوئی کتاب ہوتی تھی ۔ جس کا مطالعہ فرما رہے ہوتے تھے مَیں حضور کی خدمتِ اقدس میں السلام علیکم عرض کرتا اور حضور ہاتھ سے مجھے پیار کرتے ۔

(۲) پرانے مدرسہ احمدیہ میں ایک جلسہ ہوا تھا ۔ وہاں حضور کی تقریر ہوئی تھی ۔

۴۲ - میرے ماموں شیخ نور احمد صاحب کے بڑے بیٹے شیخ فضل قادر صاحب بچپن میں بہت بیمار ہو گئے ماموں جی انہیں قادیان لائے۔ ڈاکٹروں کے جواب دینے سے وہ بہت پریشان تھے۔ حضرت اقدس کی خدمت میں دوا اور دُعا کے لئے حاضر ہوئے۔ جس سے وہ صحت یاب ہو گئے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے وصال کے بعد حضرت ام المومنینؓ نے کچھ یتامیٰ کی پرورش کی خواہش ظاہر کی ماموں جی اور حافظ حامد علی صاحب کی تحریک پر حضرت ام المومنینؓ ہم دونوں بہن بھائی کو حافظ صاحب کے ذریعہ کھارا سے منگوا لیا۔ ہم دونوں کم سن تھے۔ بہن کے بہت اوداس ہو جانے کی وجہ سے والدہ صاحبہ کو بھی حضرت ام المومنینؓ نے اپنے ہاں بلوا لیا۔ جو کچھ عرصہ ہمارے پاس رہیں۔ اس طرح ہم دونوں کی پرورش آپ کے ہاں ہوئی۔ جب آپ سیر کے لئے تشریف لے جاتیں تو میں بطور خادم ساتھ جاتا جب میں بڑا ہو گیا اور کام کے قابل ہو گیا تو میں کھارا چلا گیا۔ لیکن ہمشیرہ آپ کے پاس ہی رہیں۔ کئی دفعہ یوں ہوتا کہ آپ بعض دفعہ سیر کو کھارا کی طرف تشریف لے جاتیں اور میں کام پر قادیان آ رہا ہوتا۔ سلام عرض کرتا۔ اس طرح ملاقات ہو جاتی۔ ایک دو بار والدہ صاحبہ کی باجرہ کی میٹھی روٹی میں نے اصرار کے ساتھ تبرک کرنے کے لئے پیش کی۔ میرٹی آپ کھارا جاتیں تو میری والدہ صاحبہ کے پاس بھی از راہِ شفقت و برکت تشریف لے جاتیں۔ ان بزرگوں کی برکات سے مجھے قادیان میں عمارتی لکڑی کا اچھا کاروبار کرنے کا موقعہ ملا۔ اور میں نے وہاں اپنا مکان بھی تعمیر کر لیا تھا۔ ہجرت کے بعد ۱۴ سال تک بمقام ڈسکہ (ضلع سیالکوٹ) یہی کاروبار کیا۔ لیکن دمہ سے زیادہ بیمار ہو جانے کی وجہ سے ربوہ میں قیام اختیار کر لیا۔ اور اس کے قریب کچھ اراضی ٹھیکہ پر لے رکھی ہے۔ ہمشیرہ صاحبہ کا نام اللہ رکھی تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نام تبدیل کر کے سلیمہ بیگم کر دیا تھا۔ ہمیں حضرت مسیح موعودؑ کے گھرانے میں کبھی یتیم ہونے کا احساس نہیں ہوا۔ ہمیں ماں باپ سے زیادہ اور بے حد پیار اور شفقت ملی ہمشیرہ صاحبہ کو کچھ عرصہ حضرت امّ ناصرؓ کی خدمت کا بھی موقعہ ملا۔؎

۵؎ محترمہ فضل بی بی صاحبہ کی وفات و تدفین کے متعلق بیان شیخ نور الحق صاحب کا ہے۔ شیخ محمد عبداللہ صاحب کی شادی محترمہ ائرہ بیگم صاحبہ بعمر ۱۸ سال ساکن وزیر چک سے اپنی حقیقی خالہ کے گھر ہوئی تھی۔ اور شیخ صاحب کی ہمشیرہ صاحبہ کی شادی شیخ فضل قادر صاحب مرحوم پسر شیخ نور احمد صاحب سے ہوئی تھی ہمشیرہ کو حضرت مسیح موعودؑ کا دیکھنا یاد نہیں۔


شیخ حسین بخش
(از بطن محترمہ فضل بی بی صاحبہؓ صحابیہ)
(1) شیخ محمد عبد اللہ صحابیؓ
(1) طاہرہ بیگم (دیکھیے شیخ نور الحق پسر شیخ فضل قادر)
(2) عبد المنان ارشد
(3) بشریٰ بیگم
(4) مبارکہ بیگم
(5) امۃ المنان ریحانہ
(2) محترمہ امۃ اللہ رکھی
(اہلیہ فضل قادر پسر شیخ نور احمد مختار عام مرحوم)
(1) شیخ نور الحق
(مختار عام ربوہ)
(1) ضیاء الحق
(2) قمر الحق
(3) فاخرہ
(4) ناظرہ
(5) ناصرہ
6 منصورہ
(2) شیخ شمس الحق
(1) انوار الحق
(2) سعیدہ
(3) ناصرہ
(3) صادقہ بیگم
(اہلیہ شبیر الحق خلف شیخ نصیر الحق مرحوم)
(1) فتح الحق
(2) خاور سلطانہ
(3) کشور سلطانہ
(4) ناصرہ
(4) حامدہ بیگم
(اہلیہ کلیم الدین مقیم برطانیہ)
فاتح الدین
شجرہ

۲۳ تا ۲۷

○ مولوی رحیم بخش صاحبؓ

○ محترمہ شریفاں صاحبہ (والدہ)

○ محترمہ برکت بی بی صاحبہؓ (اہلیہ)

○ بابو محمد عبداللہ خان صاحب (پسر)

○ ابوالمبارک مولوی محمد عبداللہ صاحب (برادرزادہ)

ان کے سوانح کے لئے خصوصاً ذیل کے احباب سے رابطہ پیدا کیا گیا تھا:-

محترمہ اہلیہ صاحبہ حضرت مولوی رحیم بخش صاحب۔ پسران بابو محمد عبداللہ خان صاحب: حکیم عبدالرحیم صاحب۔ ڈاکٹر عبدالقدوس صاحب۔ ڈاکٹر عبدالقدیر صاحب، برادرزادہ مولوی ابوالمبارک محمد عبداللہ صاحب پسروری فاضل۔ میاں علی گوہر صاحب برادر نسبتی حضرت مولوی صاحب۔ ماموں زاد برادر میاں حبیب دین صاحب، چوہدری قائم علی صاحب (صحابی) ولد چوہدری کھیڑا صاحب۔ منشی شاہ دین صاحب، ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب صدر جماعت احمدیہ کنجر جاپانگ (سندھ) حضرت چوہدری محمد امین صاحب، چوہدری محمد دین صاحب خلف حضرت چوہدری نور محمد صاحب، مولوی عبدالرحمن صاحب جٹ (امیر جماعت قادیان)، مولوی قمر الدین صاحب سیکھوانی فاضل، مرزا عبداللطیف صاحب درویش، بھائی عبدالرحیم صاحب دیانت درویش۔ احمد چوہدری برکت علی صاحب سابق مدرس تلونڈی جھنگلاں،

مولوی رحیم بخش صاحب
مختصر تعارف

حضرت مولوی رحیم بخش صاحبؓ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اوّلین زیارت اس وقت نصیب ہوئی جب حضور صرف ۳۵ برس کے تھے۔ اور مولوی صاحب تیرہ برس کے طالب علم تھے یہ آج سے قریباً ایک صدی قبل ۱۸۷۰ء کی بات ہے۔ ۱۸۷۰ء میں آپ کی میل ملاقات بھی ثابت ہے جو نہ معلوم کب سے جاری تھی۔ ۱۸۷۰ء میں حضور کو ایک الہام ہوا جس کا حضور نے آپ سے اور لالہ شرمپت سے ذکر فرمایا۔ اس وقت مولوی صاحب کی عمر ۲۰ سال کی تھی اور جب مولوی صاحب ۲۷ برس کے تھے تو حضور نے براہین احمدیہ کی طباعت اور الیس اللّٰہ بکافٍ عبدہٗ کے تعلق میں امرتسر جاتے ہوئے بٹالہ کے رستہ میں آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی ۱۸۹۱ء میں جب دہلی میں حضور کی شدید مخالفت علماء و عوام کی طرف سے ہوئی جس کا مظاہرہ حضور کے جامع مسجد دہلی میں مناظرہ کے لئے جانے پر ہوا۔ تو حضور نے مولوی صاحب کے متعلق ذکر ہونے پر فرمایا کہ وہ مجھ سے ابتداء سے محبت رکھتے ہیں مولوی صاحب کو بہادر حسین اور تلونڈی جھنگلاں وغیرہ متعدد مواضعات میں احمدیت کو فروغ دینے کی توفیق ملی اور موضع تلونڈی جھنگلاں میں آپ، اخلاقی، روحانی اور دنیوی انقلاب برپا کرنے کا باعث بنے تھے آپ کے ذریعہ ایک صد احباب کو شرف صحابیت حاصل ہونے کا علم ہو چکا ہے، اور ابھی یہ فہرست نامکمل ہے۔

خاندانی حالات

حضرت مولوی رحیم بخش صاحب کے جدّ اعلیٰ افغانستان غالباً علاقہ غزنی سے موضع بہادر حسین تحصیل بٹالہ میں جو قادیان سے نو میل کے فاصلہ پر ہے منتقل ہوئے تھے آپ کا تعلق قبیلہ جنڈراں سے تھا جو روسا کی اور دوسری شاخ میل جنڈراں کی عوام کی سمجھی جاتی تھی اس موضع میں آپ کی ملکیتی اراضی پینتیس گھماؤں اور دو کنوئیں تھے جن میں آپ کے نام کی تختیاں نصب تھیں۔ برطانوی راج میں بندوبست اراضی کے وقت مولوی صاحب کے والد نے سادگی سے یہ بتا کر کہ کاشت سکھ کرتے ہیں ان کے نام اندراج کا عذر مہیا کر کے ان کی ملکیت ضائع کر لی تھی[1]

مولوی رحیم بخش صاحب "خود نوشت" حالات میں بیان کرتے ہیں کہ یہ عاجز دراصل موضع بہادر حسین کا رہنے والا ہے جو متصل مسانیاں ہے عاجز کا پڑ دادا میاں غلام حیدر کے متعلق سنا ہے کہ درویش صفت تھے[2]۔ ایک دفعہ اپنے گاؤں سے بٹالہ میں حاکم شیر سنگھ کے پاس پہنچے جو بارہ دری میں رہتے تھے اور دروازے پر ننگی تلواروں سے سکھ سپاہیوں کا پہرہ رہتا تھا۔ انہیں

---

[1] بیان بابو محمد عبد اللہ خان صاحب پسر مولوی صاحب

[2] مراد درویش صفت (مؤلف)

کہا کہ فقیر کو اندر جانے دو۔ میں نے حاکم کو ملنا ہے۔ وہ جھڑکیاں دیتے اور اندر نہ جانے دیتے تھے آواز سُن کر حاکم نے پوچھا یہ کون ہے! اسے آنے دو۔ چنانچہ آپ نے روبرو جا کر کہا کہ میں آپ کو بڑے حاکم کا پیغام پہنچانے آیا ہوں۔ یہ کہ آپ نماز پڑھا کریں۔ یہ سنتے ہی سکھوں نے سرخ سرخ آنکھیں نکال لیں اور مارنے کو تیار ہو گئے۔ حاکم نے کہا کہ کچھ نہ کہو یہ فقیر ہے اسے جانے دو۔ باہر نکلے تو ایک سکھ نے پتھر مارا جس سے خون نکلنے لگا۔ آپ نے کہا الحمد للہ۔ فقیر نے نوح علیہ السلام کی سنّت ادا کر دی۔ اگر کسی نے نوح علیہ السلام کو دیکھنا ہو تو فقیر کو دیکھ لے (یہ سکھوں کی حکومت کا واقعہ ہے)

میرے دادا میاں غلام محمد بڑے کامل ولی اللہ مشہور تھے۔ مانیاں میں دو گھر ان کے مرید تھے۔ وہ بھی ان کی تعریف میں رطب اللسان تھے کہ ایسا بزرگ دیکھنے میں نہیں آیا۔ اسیطرح موضع ہمرا ہجوہ کے آپ کے مرید ایک مولوی نے بتایا کہ ہم بہادرحسین جاتے تو احتراماً موضع مانیاں سے جوتے اتار کر گویا ننگے پاؤں جاتے تھے۔ ہمیں کوئی ایسا کامل نظر نہیں آتا[1]

آپ کے والد میاں کریم بخش صاحب گرانڈیل جوان تھے۔ مہدی سوڈانی کی لڑائی کے وقت برطانوی فوج میں بھرتی ہو کر افریقہ گئے پھر واپس نہیں آئے۔ غالباً وہیں کام آئے۔ مرحوم کے دو بچے رحیم بخش اور خیرالدین تھے بچوں کی والدہ جو موضع بہادرحسین کے ایک کشمیری خاندان کی خاتون تھیں پنشن لگوانے کے لئے لاہور جاتیں۔ نوجوان رحیم بخش اس بار بار کے سفر نما سفر اور سعی لاحاصل سے اکتا گیا کیونکہ اس سے اس کی تعلیم کو نقصان پہنچتا تھا۔ اس لئے پنشن کے حصول میں کامیابی نہ ہوئی۔ البتہ اس بیوہ کے نیک نہاد بھائی میاں بہادری اور میاں قادری نے جو زمیندار تھے اپنی بہن اور اس کے بچوں کے اخراجات کی کفالت کی۔[2]

مولوی رحیم بخش صاحب

موضع بہادرحسین میں میاں کریم بخش صاحب کے ہاں محترمہ شرلیفاں[1] صاحبہ کے بطن سے مولوی رحیم بخش صاحب جیسے گوہر نے ۱۹۱۴ بکرمی مطابق ۱۸۵۷ء میں جنم لیا۔[3] آغاز جوانی میں آپ کشتی کرتے تھے اور بہت قوی تھے حتیٰ کہ

---

[1] الحکم ۱۴ر جون ۱۹۳۶ء (ص ۹)

[2] بیان بابو محمد عبداللہ صاحب:

ہر دو ماموؤں میں سے میاں قادری صاحب کے متعلق ابوالمبارک مولوی محمد عبداللہ صاحب پسر ذری مولوی فاضل (حضرت مولوی رحیم بخش صاحب کے برادر زادہ) سے علم ہوا ہے کہ ہمشیرہ صاحبہ میاں علی گوہر صاحب اور میاں قادری صاحب کے بھتیجے میاں حبیب دین صاحب بتاتے ہیں کہ وہ احمدی نہ تھے اور مولوی ابوالبارک صاحب بیان کرتے ہیں کہ میاں بہادری صاحب حضور کے دعویٰ سے قبل وفات پا گئے تھے۔ البتہ ان کے تینوں بیٹے بابا امیرالدین صاحب (مدفون بہشتی مقبرہ) میاں حبیب الدین صاحب اور میاں حفیظ الدین صاحب کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی۔ [3] آپ کی روایت نمبر ۸۹، سیرۃ المہدی حصہ سوم

مطابق جنتری ۱۹۱۴ بکرمی میں ۱۱ر مارچ تا ۱۳ر دسمبر ۱۸۵۷ء آتا ہے۔

اڑھائی من وزنی لبوری (بوری) تک اٹھا لے جانے کے علاوہ کبھی بول و براز کی حاجت ہوتی تو اسی حالت میں بیٹھ کر بعد فراغت خود ہی کھڑے ہو جاتے۔[1]

خاکسار مؤلف نے آپ کو آپ کی عمر کے آخری سالوں میں نہایت قریب سے دیکھنے کا موقع پایا۔ آپ درمیانہ قد۔ بھاری جسم۔ چوڑے چکلے ڈیل ڈول والے جن سے اندازہ ہوتا تھا کہ آپ جوانی میں قوی الجثہ ہوں گے۔ لمبا چہرہ اور بہت شکیل تھے۔ اور خوبصورت لمبی داڑھی سے مزیّن۔ متین و پر وقار۔ تشکر و امتنان اور انکسار کے آثار چہرے سے عیاں۔ آہستہ آہستہ کلام کرتے کم سخن البتہ ذکر الحبیب حبیب کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے ذکر میں رطب اللسان رہتے باوجودیکہ آپ نے حضرت کا بہت ابتدائی زمانہ دیکھا تھا لیکن کبھی تعلّی اور شیخی اور خودستائی کا لفظ منہ سے نکلتے نہیں دیکھا۔ جیسا کہ آگے ذکر آئے گا آپ کو ۱۸۷۰ء میں حضور کی اوّلین زیارت کا شرف حاصل ہوا تھا۔ اور خاکسار کو بیرون قادیان کے کسی صحابی کا ابھی تک علم نہیں ہو سکا جو ۱۸۷۰ء یا اس سے قبل کے حضور کے ملاقاتی ہوں (حضور کے والد ماجد ابھی زندہ تھے ان کی وفات جون ۱۸۷۶ء میں ہوئی تھی)[2] وذالك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم۔

---

[1] بیان بابو محمد عبد اللہ خان صاحب

[2] جب محلہ دار الفضل قادیان ۱۹۱۵ء میں آباد ہونے لگا مولوی صاحب نے ابتداء میں ہی کماسات مرلے میں بعد میں بننے والی کالج روڈ کے قریب ایک کچا مکان تعمیر کر لیا تھا (بحوالہ تشحیذ الاذہان بابت اکتوبر ۱۹۱۶ء (ص ۵۱، ۵۲۔ و "قادیان گائیڈ" شائع کردہ محمد یامین صاحب تاجر کتب ص ۱۱) اس مکان میں آپ کے پسران مولوی عبد الرحمٰن صاحب (جو مولوی فاضل میں خاکسار کے ہم جماعت ہو گئے تھے اور قبل ازیں حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ) کے ہم جماعت رہے تھے) ڈاکٹر عبد القدوس صاحب اور حکیم عبد الغفور صاحب تعلیم کے لئے رہائش پذیر تھے۔ حضرت مولوی صاحب اکثر پیدل ہی قادیان آتے اور کئی کئی روز قیام کرتے اور ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق باتیں سنا کر محظوظ فرماتے چنانچہ الیس اللہ بکاف عبدہٗ کی مہر اور براہین احمدیہ کے تعلق میں آپ کے حضور کی رفاقت میں سفر امرتسر اور دہلی باغ کی سیر اور حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے تحصیلداری میں کامیابی کے متعلق الہام وغیرہ آپ سے سنے آخری تین چار سال مجھے آپ کو بہت قریب سے دیکھنے اور آپ کی آمد پر بہت سا وقت آپ کے قریب میں رہنے کا موقع ملا۔ آپ ہمیں تعلیم میں مصروف دیکھ کر مسرور ہوتے چند بار میں آپ کے پاس تلونڈی جھنگلاں بھی گیا۔ آپ اور آپ کے اہل بیت مجھ سے اور میرے بھائیوں سے اپنے بچوں

(باقی اگلے صفحہ پر)

ابتدائی تعلیم

آپ کا بیان ہے کہ میرے والد بے علم تھے۔ چھوٹی عمر میں مجھے موضع مسانیاں لے گئے اور ایک استاد کے پاس مجھے پڑھنے بٹھا دیا۔ راستے میں کہتے گئے کہ تم بٹالہ پڑھو گے تو لوگ تم کو یہاں بھی کہا کریں گے کہ ضرور پڑھو۔ میں نے کچھ تھوڑا سا اردو پڑھا والد صاحب ملازم ہو کر ملک حبشہ چلے گئے۔ اور اُدھر ہی فوت ہو گئے۔ والدہ صاحبہ ہمیشہ تاکید کرتیں کہ بیٹا علم حاصل کرو۔ تمہارے بزرگ علم والے تھے۔ میں پرواہ نہیں کرتا تھا ایک مدت تک میرے اوقات ضائع ہو گئے۔ اتفاقاً ایک حافظ محمد نام بہادر حسین آگئے۔ میں نے قرآن شریف اور تھوڑی سی فارسی ان سے پڑھی۔[۵]

حضرت اقدس کی زیارت اور عرصہ قبل دعویٰ کی روایات

آپ بیان کرتے ہیں :۔

۱۔ پھر حافظ محمد صاحب (حضرت اقدس کے صاحبزادگان) مرزا سلطان احمد صاحب اور مرزا فضل احمد صاحب کی تعلیم کے لئے مقرر ہو کر قادیان آگئے۔ میں اپنے استاد کی ملاقات کے لئے (قادیان) آیا اور تین چار روز ٹھہرا۔ حافظ محمد صاحب اور یہ عاجز جس کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے۔ اور دروازے پر کھڑے ہو کر پوچھا۔ حافظ صاحب! آپ نے کھانا کھایا۔ تو انہوں نے کہا مرزا صاحب! کھا لیا۔ اتنی گفتگو کے بعد حضور واپس تشریف لے گئے۔ حافظ صاحب نے اس عاجز کو کہا کہ یہ لڑکے (حضرت مرزا غلام احمد صاحب) مرزا (غلام مرتضیٰ) صاحب کے بڑے ہی نیک ہیں۔ گوشہ نشین ہیں۔ ہمیشہ یاد الٰہی کرتے ہیں دنیوی کاروبار

حاشیہ بقیہ صفحہ ۱۲۴ : جیسی محبت و شفقت فرماتے تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما وجزاھما عنا احسن الجزاء۔ آمین۔

آپ کے حالات جو آگے درج ہیں ان سے اولیں ملاقات (۱۸۷۰ء) کے بعد زیادہ سے زیادہ تقریباً ۱۸۷۷ء میں (جب کہ الیس اللہ بکاف عبدہ کا الہام آپ نے سنا) دوبارہ اور بار بار کی ملاقاتیں شروع ہو چکی تھیں جن کا (حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے تحصیلداری میں پاس ہونے سے متعلق الہام کی تاریخ) تخمیناً فروری ۱۸۸۴ء تک قطعی ثبوت ملتا ہے پھر اسی سال آپ تعلیم کے لئے باہر چلے گئے اور ۱۸۹۴ء میں واپس آئے۔

۵ الحکم ۱۴ ؍جون ۱۹۳۸ء (ص ۹)

آپ کے حالات میں کتاب ہذا میں خطوط وحدانی کے الفاظ خاکسار مؤلف کی طرف سے ہیں ما سوا اس کے کہ اس کے خلاف کسی نے تحریر کیا ہو

سے کچھ تعلق نہیں رکھتے۔

میں نے بہادر حسین میں ایک نمبردار کو حافظ صاحب کی بیان کردہ تعریف سنائی اس وقت حضور کی عمر ۲۵، ۳۰ سال کے درمیان ہوگی اور مرزا غلام مرتضٰی صاحب آپ کے والد ماجد ابھی زندہ تھے۔ اس نمبردار نے بھی کہا کہ وہ بہت نیک ہیں۔ ایک دفعہ مرزا غلام قادر صاحب اور مرزا غلام احمد صاحب (دونوں بھائی) اس جگہ آئے تھے یہ گاؤں ان کی جاگیر تھی۔ اور یہاں سے غلہ بٹائی کرتے تھے۔ مرزا غلام قادر صاحب ہمارے ساتھ کھیلتے اور جو جو کھیلیں ہم کرتے وہ بھی کرتے تھے۔ لیکن مرزا غلام احمد صاحب نہ لڑکوں کے ساتھ کھیلتے اور نہ شوخی وغیرہ کی باتیں کرتے بلکہ چپ چاپ بیٹھے رہتے[۵]

---

۵ ابو المبارک مولوی محمد عبد اللہ صاحب پسروری فاضل بیان کرتے ہیں کہ تایا جی (حضرت مولوی رحیم بخش صاحب) کا مکان تپی ناناں میں تھا جس کے نمبردار فضل دین نام تھے اور وہی یہاں مراد ہیں۔ تریاق القلوب میں حضور یہ بیان کرکے کہ آپ کے خاندان کی ملکیت کئی سو دیہات سے کم ہوتے ہوتے پورا کی رہ گئی تحریر فرماتے ہیں:۔

"اور سکھوں کے زمانہ میں وہ بھی ہاتھ سے جاتے رہے اور پانچ گاؤں باقی رہ گئے۔ اور پھر ایک گاؤں ان میں سے جس کا نام بہادر حسین تھا جس کو حسین نامی ایک بزرگ نے آباد کیا تھا۔ انگریزی سلطنت کے عہد میں ہاتھ سے جاتا رہا۔ کیونکہ ہم نے خود اپنی غفلت سے ایک مدت تک اس گاؤں سے کچھ وصول نہیں کیا تخفاً (حاشیہ ص ۱۲۷۔ نیز لکھا ہے کہ بہادر حسین بٹالہ سے شمال کی طرف تین کوس کے فاصلہ پہ واقع ہے)

اولین ملاقات کی تعیین ایک حد تک بیان بالا سے ہو سکتی ہے:۔

۱۔ حضور کی عمر ۲۵ تا ۳۰ برس + ولادت ۱۸۳۵ = ۱۸۶۰ء تا ۱۸۶۵

۲۔ راوی کی ولادت (۱۸۵۷ء) کے مطابق ۱۸۶۰ء تا ۱۸۶۵ء عمر ہوئی = ۳ تا ۸ سال بیان میں ذکر ہے کہ مولوی صاحب (راوی) نو میل کا فاصلہ طے کرکے (اپنے استاد کی ملاقات کے لئے قادیان آئے۔ اور اس زمانہ میں پا پیادہ آئے ہوں گے۔ حضور کی نیکی کے متعلق استاد نے راوی سے ذکر کیا اور راوی نے یہ بات موضع بہادر حسین کے نمبردار سے گویا ایک نومعلوم عجوبہ کے طور پہ بیان کی۔ نمبردار نے راوی سے حضور کی نوجوانی کا یہ واقعہ بیان کیا کہ آپ ہمارے گاؤں میں اپنے بھائی کے ساتھ آئے اور کھیلوں میں شریک نہ ہوئے اور شوخی وغیرہ نہیں کی اور چپ چاپ بیٹھے رہے یہ تمام باتیں راوی کی تین تا آٹھ سال تک کی عمر کی نہیں ہو سکتیں اس کے کچھ ہی عرصہ بعد راوی حضرت مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی کی (وفات فروری ۱۸۸۱ء) کے پاس ضلع امرتسر جا کر بیعت کرنے کا ذکر آتا ہے لیکن مولوی غزنوی صاحب کی موصوف کی وفات سے چار سال قبل "یہود السکریوطی" کا الہام (تخمیناً ۱۸۷۷ء میں) حضور سے راوی کا سننا ثابت ہے گویا ان کی زندگی میں گہری میل ملاقات

باقی اگلے صفحہ پہ

۲۔ ان دونوں باتوں نے جو عاجز نے سُنی تھیں عاجز کے دل میں مرزا صاحب کی ملاقات کا شوق پیدا کر دیا۔ لیکن نہ جا سکا۔ کچھ مدت کے بعد امرتسر چلا گیا اور وہاں (حضرت) مولوی عبد اللہ غزنوی کا مرید ہو گیا۔ وہ بڑے مشہور عارف تھے ان کے پاؤں دباتا رہتا۔ بزرگ سمجھ کر دل کی خوشی سے خدمت کرتا تھا۔ لوگ ان کو عبد اللہ ہی کہتے۔ ایک روز عاجز نے ان کو مولوی صاحب کہا تو فرمایا: مولوی مگو۔ عبد اللہ بگو۔ از مولوی۔ عبد اللہ بہتر است" ان کی صحبت کے بعد عاجز گاؤں میں واپس آ گیا۔ تقویۃ الایمان (حضرت) مولوی اسمٰعیل صاحب شہید میں شرک و بدعت کا پورا رد لکھا ہے اس زمانہ میں شرک و بدعت کا عام رواج تھا۔ قبر پرستی کثرت سے تھی۔ اس کتاب کے مطالعہ نے مجھے شرک و بدعت اور قبر پرستی سے نجات دی۔ مولوی محمد حسین بٹالوی کی مسجد میں (بٹالہ میں) جمعہ کی نماز ادا کرنے جاتا۔ ان سے مسائل توحید سُن کر خوش ہوتا۔ وہ قرآن شریف اور حدیث شریف سناتے۔ انہیں

حاشیہ بقیہ صفحہ ۱۲۶ :۔ ہو چکی تھی نہ معلوم کب سے ہو چکی تھی۔

۲۔ یہ اولیں ملاقات بہرحال ۱۸۶۸ء یا اس کے بعد ہوئی ہو گی (حضور ۱۸۶۴ء سے ۱۸۶۸ء تک سیالکوٹ میں سلسلہ ملازمت رہے) اور وفات حضرت مرزا غلام مرتضٰی صاحبؓ (جون ۱۸۷۶ء) سے قبل ہوئی ہو گی مرزا سلطان احمد صاحب اور مرزا فضل احمد صاحب کی ولادت علی الترتیب ۱۸۵۳ء اور ۱۸۵۵ء کی ہیں۔ حضرت عرفانی صاحب نے اولین ملاقات کو ۱۸۷۰ء کی قرار دیا ہے اور یہ ضرور صحیح ہو گا اس لئے بھی کہ حضرت عرفانی صاحب کو حضرت مرزا سلطان احمد صاحب سے بھی واقعات کا علم حاصل تھا۔

۱۸۷۰ء میں مولوی رحیم بخش صاحب کی عمر تیرہ سال کی ہو گی۔ اور وہ اس وقت تک مولوی محمد صاحب سے قرآن شریف اور تھوڑی سی فارسی پڑھ چکے ہوں گے۔ اور اتنی عمر کا نوجوان خصوصاً اس زمانہ کا نو میل کا فاصلہ پیادہ کر سکنے کے قابل تھا۔

یہ امر قابل توجہ ہے کہ اول بالفرض اولیں ملاقات ۱۸۷۰ء میں ہوئی ہو تو ۱۹۳۴ء میں راوی نے ۶۴ سال بعد حضور کی اس وقت کی عمر کا اندازہ بتایا۔ اس میں سہو ممکن ہے دوم[۲]۔ گویا اس اولیں زیارت کے موقع پر حافظ محمد صاحب نے ذکر کیا کہ حضور دنیوی کاروبار سے کچھ تعلق نہیں رکھتے حالانکہ حضور ۱۸۵۴ء تا ۱۸۶۴ء اور ۱۸۶۸ء تا ۱۸۷۶ء جائداد کے مقدمات کی پیروی میں مصروف رہے اور درمیان میں سیالکوٹ میں ملازم رہے۔ حافظ کے نزدیک حافظ محمد صاحب کا یہ مطلب ہو گا کہ حضور کا انہماک دنیوی امور میں نہ تھا حضرت والد صاحب کے حکم کی تعمیل میں کر یہ کام کرتے تھے جیسا کہ حضور نے بھی تحریر فرمایا ہے (ملاحظہ ہو کتاب البریہ حاشیہ ص ۱۵۰ تا ۱۵۲) سوم[۳] موضع بہادر حسین کی غلہ کی بٹائی کا واقعہ سکھ حکومت کے زمانہ کا ہو گا اور پنجاب کے علاقہ پر ۲۹ مارچ ۱۸۴۹ء کو انگریز غالب ہو گئے تھے اور سکھ حکومت ختم ہو گئی تھی جب کہ حضور ۱۴ برس کے تھے۔

شمس الہند کا خطاب ملا ہُوا تھا[۵۱] میرا ان پر بہت اعتقاد ہوگیا۔ مولوی صاحب کی آمد و رفت قادیان میں
حضرت مرزا صاحب کے پاس ہوئی (تھی) اور وہ حضور کی بے حد تعریف کرتے تھے کہ ایسا شخص
کبھی (نہیں) گزرا۔ ایک دفعہ مولوی صاحب کے والد شیخ رحیم بخش صاحب قادیان سے
ہوکر گئے۔ میں بھی جمعہ پڑھنے گیا۔ تو اُن سے حضرت مرزا صاحب کا حال پوچھا۔
لیٹے لیٹے سینے پر ہاتھ مارا اور کہا کہ مرزا صاحب کا حال کیا پوچھتے ہو! اللہ تعالیٰ
نے ان کا سینہ نور سے بھر دیا ہے۔ دیگر لوگوں کو بھی آپ کی تعریف کرتے پایا۔ عاجز
کے دل میں آپ کی خدمت میں جانے کا شوق ہوا۔ اور حضور کے پاس پہنچا تو حضور
کے اخلاق و عادات رحیمانہ اور سادگی طبیعت کو دیکھ کر باربار آنے کا شوق ہوا۔[۵۲]

۳۔ ایک مرتبہ آیا تو فرمایا رحیم بخش! مولوی نورالدین صاحب آئے تھے بڑے حکیم
ہیں جموں کی رہتے ہیں کہتے تھے پھر آؤں گا۔ ایک مرتبہ آیا میری عادت تھی جب
آتا تو آپ کے پاؤں دباتا رہتا۔ فرمایا رحیم بخش! دریائے بیاس کے پاس ضلع
تلونڈی ڈڈیال سے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے اُستاد آئے تھے۔ تین روز ٹھہرے
رہتے تھے اور پوچھتے تھے کہ یہ نعمت آپ کو کیسے مل گئی میں تو ۳۲ سال سے عبادت
کر رہا ہوں میرے نصیب نہیں ہوئی۔ میں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کا
فضل ہے جسے چاہے دیدے۔[۵۳]

۴۔ ان ایام میں حضور کو الہامات کا سلسلہ کثرت سے جاری تھا۔ ایک مرتبہ
فرمایا کہ حضرت ابو سعیدؒ پیرانِ پیر یعنی (حضرت شیخ) عبدالقادر (جیلانیؒ) کے چلتے
چلتے قصاب کی دکان پر کھڑے ہوگئے۔ قصاب نے کہا کیا دیکھتا ہے گوشت لے لے
انہوں نے فرمایا پیسہ نہیں ہے۔ حضرت ابو سعیدؒ پتلے دبلے تھے۔ قصاب نے کہا کہ
تیری شکل گوشت کھانے والا نظر آتی ہے۔ کبھی موٹے تازے ہو۔ آپ نے فرمایا
کہ کیڑوں کو گوشت کھانا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ زندگی میں بزرگوں کی قدر لوگ ایسی
ہی کرتے ہیں۔[۵۴]

---

۵۱ شمس الہند خطاب ملنا غالباً سہو ہے۔ اس کا کہیں سے علم نہیں ہو سکا ممکن ہے ان کے اعزاز کی خاطر لوگ انہیں شمس الہند کہتے ہوں گے

۵۲ عنوان سے یہاں تک کے لئے دیکھئے الحکم ۲۱ جولائی ۱۹۳۴ء (ص ۳) و ۱۴ جنوری ۱۹۳۶ء (ص ۹)

۵۳ الحکم ۱۴ جنوری ۱۹۳۶ء (ص ۹) و ۲۱ جولائی ۱۹۳۴ء (ص ۳) ایک جگہ ۳۲ اور ایک جگہ ۲۲ سال درج ہے

۵۴ الحکم ۱۴ جنوری ۱۹۳۶ء (ص ۹)

۵۔ ایک دفعہ ایک شامی عرب نے حضور کے سامنے بخاری شریف کی یہ حدیث پیش کی کہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بچہ پیدا ہوتا ہے اسے شیطان مس کرتا ہے صرف حضرت عیلےٰ اور ان کی والدہ اس سے بچے رہے۔ شامی کا مطلب یہ تھا کہ یہ دونوں اعلیٰ مرتبہ کے ہیں اور یہی مس سے بچے ہیں۔ فرمایا کہ اس حدیث کو صحیح مان لیا جائے تو مُراد ہر وہ بچہ ہے جو حضرت عیلےٰ اور ان کی والدہ کی خو اور خصلت رکھتا ہو۔ کیونکہ اگر یہ معنی نہ لئے جائیں تو حدیث غلط ٹھہرتی ہے کیونکہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مس شیطان سے محفوظ ہے۔ اور تمام انبیاء اور بزرگ محفوظ رہتے ہیں۔ ایک مرتبہ خاکسار نے پوچھا کہ مرزا صاحب! آپ کو کس طرح الہامات ہوتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ میں ولی ہوں۔ ولی تو اپنے آپ کو ظاہر نہیں کیا کرتے فرمایا۔ میں تو ظاہر کرتا ہوں۔ مجھے یہی حکم ہے۔[۱]

۶۔ ایک مرتبہ عاجز نے عرض کی کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں ولی ہوں۔ ولی تو بڑے بڑے مجاہدے کرتے ہیں تب ولی بنتے ہیں۔ فرمایا ولی دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک تو بہت مجاہدے کرکے ولی بنتے ہیں جیسے باوا فرید۔ اور دوسرے وہ ہوتے ہیں جن اللہ تعالےٰ کا خاص فیضان ہوتا ہے اور موہبت الہٰی انہیں اس مقام پہ کھڑا کرتی ہے وہ محدث کہلاتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن سے کلام کرتا ہے اور بڑے بڑے فیضان ان پہ نازل ہوتے ہیں۔ یہ انعام الٰہی ہوتا ہے اور بلا مجاہدہ یہ فضل ہوتا ہے۔ جیسے حضرت مجدد الف ثانیؒ، ابوالحسن خرقانی اور محمد اکرم ملتانی، اور حضرت مجدد الف ثانی کی بہت تعریف فرماتے۔ اور فرماتے کہ وہ اپنے مرشد خواجہ باقی باللہؒ سے بھی بڑھ گئے تھے اور حضرت محی الدین ابن عربی کے متعلق فرماتے کہ کشف میں ان کا قدم بہت آگے بڑھا ہوا تھا۔ اور فرماتے کہ میرے ساتھ بھی اللہ تعالےٰ کا خاص معاملہ ہے ہر شخص اس کو نہیں سمجھ سکتا۔ میں نے مجاہدات شاقہ نہیں کئے مگر اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے میرے ساتھ بکثرت کلام کرتا ہے اور قبل از وقت بہت سے امور جو غیب پر مشتمل ہوتے ہیں مجھ پر کھولے جاتے اور یہ سب اس کا کرم ہے[۲]

ایک دفعہ فرمایا کہ ایک بزرگ کے دل میں آیا کہ میلہ دیکھوں۔ جب گھر سے چلے تو کشفی حالت میں معلوم ہوا کہ میلہ میں ایک سادھو بیٹھا ہوا ہے۔ اُدھر سادھو کو کشف ہوا

---

[۱] الحکم ۲۱ جولائی ۱۹۳۴ء (ص ۳) و ۲۸ جون ۱۹۳۶ء (ص ۹) یعنی حکم الٰہی ہے گوشہ نشینی سے باہر آ۔
[۲] الحکم ۲۸ اگست ۱۹۳۴ء (ص ۳)

کہ ایک بزرگ چلا آرہا ہے۔ دونوں نے ایک دوسرے کو کشف کے ذریعہ دیکھا۔ آخر یہ بزرگ قریب پہنچے۔ تو سادھو نے اپنے چیلوں سے کہا کہ جلدی سے تہہ بند باندھ لو۔ چیلے حیران ہوئے کہ کیوں مسلمانوں کی طرح ہمیں تہہ بند بندھواتا ہے۔ سادھو نے کہا کہ ایک مسلمان بزرگ آ رہے ہیں۔ مجھے ان کا ادب مجبور کرتا ہے۔ چیلوں نے تہہ بند باندھ لئے۔ وہ بزرگ آ پہنچے سادھو نے کہا کہ آپ مجھ سے زیادہ نہیں۔ آپ کی طرح مجھے بھی کشف ہوتا ہے۔ اس بزرگ نے اپنی چھوٹی انگلی سے قطرہ خون نکال کر سادھو کو سونگھنے کو کہا۔ اس نے کہا کہ خوشبو آتی ہے۔ پھر اس بزرگ کے کہنے پر سادھو نے اپنا خون نکال کر سونگھا تو اس میں بدبو معلوم ہوئی بزرگ نے فرمایا کہ میرے اور تیرے درمیان اتنا ہی فرق ہے۔ تم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانا۔ اس واسطے یہ بدبو ہے اس پر وہ مسلمان ہو گیا۔ اور اس کی کشفی قوتیں بھی موجود رہیں[۵۱]

۷۔ زمانہ حال کے علماء کے فتاویٰ کی حیثیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس زمانہ کے علماء (مولوی)، جن کا تہہ بند ٹخنوں پر گرتا ہے جھٹ کہہ دیتے ہیں کہ اس کے ٹخنے دوزخ کی آگ میں جلا دیئے جائیں گے۔ حالانکہ حضرت ابوبکرؓ کا تہہ بند پیٹ بڑھا ہوا ہونے کی وجہ سے اکثر نیچے اتر کر ٹخنوں پر آجاتا تھا۔ اگر کسی کی مونچھیں بڑھی ہوئی ہوتیں تو جھٹ کفر کا فتویٰ لگا دیتے ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ مونچھوں کا کٹوانا سنت ہے۔ کفر کیسے لازم آیا[۵۲]

۸۔ ایک مرتبہ ایک لنگڑا فقیر آیا وہ نمازی تھا۔ اس کے واسطے کھانا اور پانی لائے۔ اچھی طرح کھانا کھلا کر فرمایا کہ شاہ جی! آپ نے وضو کرنا ہے میں آپ کے واسطے پانی گرم کر کے

---

۵۱ الحکم ۲۸ اگست ۱۹۳۴ء (ص ۳) و ۱۴ رجون ۱۹۳۶ء (ص ۱۰) حضرت عرفانی صاحب لکھتے ہیں کہ اس واقعہ سے کئی امور معلوم ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ ایک ولی کا کام بظاہر قابل اعتراض نظر آتا ہے جیسے میلہ دیکھنا لیکن اس ولی کا مقصد سادھو کو تبلیغ کرنا تھا۔ بعض ریاضتوں سے اسلام سے بے بہرہ افراد کی کشفی طاقتیں بھی بڑھ جاتی ہیں اصل مقصد ہے حقیقت اسلام پر عمل پیرا ہونا اور تزکیہ نفس کرنا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں گم ہو جانا یہاں تک کہ قطرات خون سے بھی حضور صلعم کی محبت کی بو آئے اس لئے حضرت اقدس ؑ سے جو کہتے کہ حضور دعا فرمائیں کہ خواب آیا کرے یا الہام ہوا کریں تو حضور اسے ناپسند فرماتے تھے۔

۵۲ الحکم ۲۸ اگست ۱۹۳۴ء (ص ۳) و ۱۴ رجون ۱۹۳۶ء (ص ۱۰)

لاؤں! اور تہجد کے واسطے بھی گرم پانی لادوں گا۔ اور آپ کے پاس اس وقت بھی چند مہمان رہتے تھے اور اس وقت بھی ابتدائی حالت میں لنگر جاری تھا۔ ایک شخص موٹا تھا کوڈا چل نہیں سکتا تھا حضور کو کہتا تھا کہ میری ٹانگیں نہیں ہیں۔ آپ سواری کی گھوڑی لے دیں۔ تب جاؤں گا۔ اس وقت مال کی کمزوری تھی۔ فرمایا اللہ تعالےٰ کہیں سے روپیہ بھیج دے گا گھوڑی لے دوں گا۔ تم ٹھہرے رہو۔ ایک مدت تک ٹھہرا رہا۔ اس کو گھوڑی لے دی تو گیا۔ حضور کو دنیوی اموال کی طرف دھیان نہ تھا۔[۱]

۹۔ ایک مرتبہ یہ عاجز کوٹھے پہ بیٹھا ہوا تھا۔ اور آپ ادھر ادھر ٹہل رہے تھے مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم کا خط آیا کہ آپ دعا کریں کہ میں پاس ہو جاؤں پہلے خط کو پھینک دیا فرمایا دنیا کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ پھر آپ کو وحی ہوئی کہ پاس ہو گیا۔ فرمایا لکھ دیتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ پاس ہو گیا۔[۲]

---

[۱] الحکم ۷ راگست ۱۹۳۴ء (ص ۳) و ۱۴ رجون ۱۹۳۶ء (ص ۱۰):۔
محترم عرفانی صاحب نے یہ بیان کرتے ہوئے کہ حضرت اقدس کو درویشوں کی مجلس کا شوق قبل از بعثت تھا بروایت مولوی رحیم بخش صاحب دو افراد کا ذکر کیا ہے۔ ایک کوڈے شاہ جو لنگڑا تھا اور اس کے مطالبہ پر حضور نے اسے گھوڑے پہ سوار کر کے بھیجا۔ دوسرے گھٹے شاہ ساکن کیل متصل دہاریوال (ضلع گورداسپور) جو حضور کے پاس آتے اور ٹھہرتے انہی سے حضور نے گرم پانی کے لئے پوچھا تھا اور لا کر دیا تھا۔ اسطرح دیگر ضروریات اور آسائش و آرام کے امور کے متعلق بھی پورا التزام فرماتے تھے۔

(حیات احمد جلد اوّل نمبر سوم مؤلفہ محترم موصوف۔ ص ۶۶ تا ۶۸)

[۲] الحکم ۱۴ رجون ۱۹۳۶ء (ص ۱۱) معلوم ہوتا ہے کہ سہو کتابت سے کچھ الفاظ آگے پیچھے ہو گئے ہیں۔ خاکسار نے اپنی سمجھ کے مطابق درست کر کے لکھ دیئے ہیں حضرت اقدس ۱۱ رمئی ۱۸۸۴ء کے مکتوب میں فرماتے ہیں "مجھ کو وہ خط پڑھ کر بجائے رحم کے غصہ آیا کہ اس شخص کو دنیا کے بارے میں کس قدر ہم اور غم ہے چنانچہ اس عاجز نے وہ خط پڑھتے ہی بتمام تر نفرت و کراہت چاک کر دیا۔ اور دل میں کہا کہ ایک دنیوی غرض اپنے مالک کے سامنے کیا پیش کروں اس خط کے چاک کرتے ہی یہ الہام ہوا کہ "پاس ہو جاوے گا" ... چنانچہ وہ لڑکا پاس ہو گیا"۔ (تذکرہ طبع ثانی۔ ص ۱۲۴۔ تاریخ الہام تخمیناً فروری ۱۸۸۴ء)
بغیر راوی کے نام کے الحکم ۳ ر اپریل ۱۹۰۵ء میں اس الہام کا ذکر ہے کہ عصر کی نماز کا وقت تھا۔ حضور وضو کر رہے تھے کہ ان کا عریضہ دعا کے لئے ملا۔ حضور نے وضو کر کے اسے دیکھا۔ (ص ۸ کالم ۱) گویا موقع کے راوی صرف آپ ہیں)

۱۰۔ ایک مرتبہ رات کو حضور ایک کمرے میں تشریف رکھتے تھے اور خاکسار اس کمرہ کے دروازے کے باہر ایک تخت پوش پر سویا ہوا تھا۔ حضور قرآن شریف کی تلاوت فرما رہے تھے۔ رات کو جو عاجز کی آنکھ کھلی تو کیا سنتا ہے۔ حضور چلّا چلّا کر قرآن کریم کی تلاوت فرما رہے ہیں جیسے کوئی عاشق اپنے محبوب سے ملاقات کے وقت عشق کا اظہار کرتا ہے۔ حضور کے عشق کی کیفیت عاجز کے بیان سے باہر ہے۔[1]

۱۱۔ اس زمانہ میں ایک ہندو جٹ ساکن لوٹر آیا کرتا تھا۔ آپ اسلام کی خوبیاں ہر ایک کے پاس بیان کرتے تھے۔ وہ سن کر مسلمان ہو گیا۔ اور اس کا نام عبدالرحمٰن رکھا گیا۔[2] ملاوا مل اور شرمپت ہندو بھی آپ کے پاس آتے تھے۔ حضور ان کو بھی اسلام کی خوبیاں اور برکات سناتے تھے۔ ایک مرتبہ ملاوا مل اور میں دونوں حضور کے پاس تھے۔ ملاوا مل نے مجھ سے ختم اللہ علیٰ قلوبہم کی آیت پڑھی۔ پھر وہ چلا گیا۔ میرے دل میں اس کے ملنے کا شوق پیدا ہوا کہ تو اسلام کے قریب ہے ظاہر کیوں نہیں ہوتا اس کی دکان پر پہنچا۔ وہ خط لکھ رہا تھا اس میں اس نے لعنت اللہ لکھا۔ میں نے کہا کہ لعنت کرنی اسلام میں جائز نہیں اس پر اس نے قلم پھیر دی۔ اور سنایا کہ تپ دق سے موت تک میری نوبت پہنچ گئی تھی لوگ

---

[1] الحکم ۲۱ر جولائی ۱۹۳۴ء (ص ۲)

الحکم ۱۴ر جون ۱۹۳۶ء میں ان کا بیان ہے کہ "خاکسار اس کمرے کے دروازے کے باہر ایک تخت پوش پر بیٹھا ہوا تھا۔ رات کا وقت تھا حضور قرآن شریف کی تلاوت فرما رہے تھے رات کو جو عاجز کی آنکھ کھلی تو کیا سنتا ہے کہ حضور چلّا چلّا کر قرآن شریف کی تلاوت فرما رہے ہیں۔۔۔" (ص ۹) عبارت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ "بیٹھا" کا لفظ سہواً "لیٹا" کی جگہ مرقوم ہوا ہے۔

بیان سے بھی ظاہر ہے کہ حضور کی شادی (نومبر ۱۸۸۴ء) سے قبل کی بات ہے بوقت شادی مولوی صاحب دہلی میں تعلیم پا رہے تھے اور پھر ۱۸۹۴ء میں واپس آئے تھے۔

[2] بحوالہ حاشیہ سابق چونکہ نومبر ۱۸۸۴ء تک مولوی رحیم بخش صاحب دہلی جا چکے تھے اس لئے لازماً عبدالرحمٰن صاحب نے اسلام اس سے قبل قبول کر لیا ہوگا ــــ حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی بھی ان کے ذریعہ قبول اسلام بیان کرتے ہیں (اصحاب احمد جلد ۹ حاشیہ ص ۱۴۸) حضرت عرفانی صاحب لکھتے ہیں کہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب سابق سنت سنگھ حضرت اقدس کی ابتدائی زندگی کے نمونہ اور آپ کی تبلیغ سے مسلمان ہوا تھا۔ اور حضور نے اعلان اسلام کے لئے انہیں بٹالہ کے سجادہ نشین کے پاس بھیجا تھا۔ رجسٹر بیعت سے معلوم ہوا کہ میاں عبدالرحمٰن نومسلم ساکن لوٹر دیہہ متصل قادیان نے ۱۳ر دسمبر ۱۸۹۱ء کو احمدیت قبول کی تھی۔

حکیم، اور ڈاکٹر سب کی رائے تھی کہ صبح یا شام کا مہمان ہے۔ مرجائے گا۔ میں مرزا صاحب کے پاس گیا اور بہت رویا۔ کہ میں نے زندگی کا کچھ نہیں دیکھا۔ آپ ادھر ادھر ٹہل رہے تھے فرمایا کہ ملاوا مل تو اچھا ہوگیا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ ملاوا مل اچھا ہوگیا ہے اس کے بعد میں نے کوئی دوائی نہیں کھائی۔ تپ جاتا رہا۔[۵۱]

۱۲۔ ایک مرتبہ عاجز اور شرمپت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد اقصےٰ میں تھے۔ آپ ادھر ادھر ٹہل رہے تھے۔ ساتھ ساتھ ہم بھی پھرتے۔ شرمپت کو مخاطب کر کے فرمایا کہ مجھ کو الہام ہوا ہے کہ ملاوا یہودا اسکریوطی ہے۔ اور یہودا اسکریوطی وہ تھا جس نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو پکڑوایا تھا۔ یہ ہمارا دوست ہے اس کو نہ بتانا۔ شاید یہ الفاظ سن کر رنجیدہ ہوگا۔ تاریخ اور الہام لکھ رکھو۔ اس کے ایک مدت بعد ملاوا مل آپ کا سخت مخالف ہوگیا تھا۔"[۵۲]

۱۳۔ بعض مولوی اکثر اعتراض کرتے کہ وحی سوائے نبیوں کے نہیں ہوتی۔ آپ کہتے ہیں کہ مجھے وحی ہوتی ہے۔ اس وقت آپ یہ جواب دیا کرتے واوحینا الیٰ امِّ موسیٰ۔ کیا وہ نبیہ تھیں[۵۳]

۱۴۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ کسی بزرگ کے پاس جاؤ تو کچھ نہ کچھ تحفہ لے کر جاؤ۔ وہ سنتا ہے خوش ہوکر دعا کرتے ہیں۔ اور وہ قبول ہو جاتی ہے۔ گزشتہ بزرگوں کے متعلق حضور کا یہ طرز عمل تھا کہ اگر کوئی شخص کسی بزرگ کے کسی لفظ پر بغیر سمجھ طعن کرتا تو آپ اس کے صحیح معنے کرکے اس سے طعن اٹھا دیتے۔ ایک مرتبہ یہ عاجز کسی سے یہ شعر سن کر آیا۔

راہ حق ہرگز نیابی تا نہ گیری چہار ترک
ترکِ دنیا، ترکِ عقبیٰ، ترکِ مولیٰ، ترکِ ترک

---

۵۱ الحکم ۷/ اگست ۱۹۳۴ء (ص ۳) و ۱۴/ جون ۱۹۳۶ء (ص ۹ و ۱۰) لالہ ملاوامل کی شفایابی کا الہام ۱۸۸۱ء کو ہوا (تذکرہ طبع ثانی۔ ص ۳۹)

۵۲ الحکم ۱۴/ جون ۱۹۳۶ء (ص ۹، ۱۰)
اس الہام میں ملاوامل کا نام نہیں (الحکم دسمبر ۲۲/۷) البتہ حضور نے بتادیا تھا کہ یہ ملاوامل کے متعلق ہے۔ بروئے تذکرہ طبع دوم الہام کا سن تخمیناً ۱۸۷۷ء ہے (صفحہ ۱۸)
مولوی رحیم بخش صاحب اس وقت ۲۰ برس کے تھے۔

۵۳ الحکم ۱۴/ اگست ۱۹۳۴ء (ص ۳) و ۱۴/ جولائی ۱۹۳۶ء (ص ۱۰)

عاجز نے کہا حضور اس میں کسی نے کفر کہا ہے فرمایا اس میں کوئی کفر نہیں ترک دنیا تو تم سمجھتے ہو۔ ترک عقبیٰ پہ تمہارا خیال ہوگا کہ عاقبت سے لاپرواہ ہوا تو اس کے پاس کیا رہا۔ اور مولیٰ کا ترک کیا تو بالکل گیا۔ فرمایا طالب الدنیا مخنث وطالب العقبیٰ مونث وطالب المولیٰ مذکر۔ ترک مولیٰ کا یہ مطلب ہے کہ معشوق نہ ملے تو اس کا عشق سست ہو جائے گا اور رفتہ رفتہ جاتا رہے گا۔ لیکن عشق ایسا ہونا چاہیئے کہ عاشق کا ارادہ ہو کہ معشوق ملے یا نہ ملے میں اسی راہ میں جان دے دوں گا۔ کمال عشق والے جان کی پرواہ نہیں کیا کرتے خوش ہو کر جان دے دیتے ہیں۔ [1]

۱۵۔ ایک دفعہ ایک گڑھ شنکر سے مولوی عمر الدین آیا۔ وہ پرانی چال کا فقیر تھا۔ آپ کے پاس ایک دو روز رہا۔ جب اس نے دیکھا کہ حضور کی طبیعت میں سادگی اور بے تکلفی ہے اور ہر شخص جو آتا ہے آپ اس سے بے تکلفی سے باتیں کرتے ہیں تو اس نے کہا یہ درویش نہیں۔ میں نے سمجھا تھا کہ درویش ہوگا اور بد عقیدہ ہو کر چلا گیا [2]

۱۶۔ اسی طرح ایک مرتبہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا ایک رشتہ دار حضور کی تعریف سن کر حاضر ہوا کہ مرزا صاحب بزرگ ہیں آپ کی بیعت کرتا ہوں لیکن آپ کے پاس آکر اس نے دیکھا کہ آپ ہر امیر و غریب اور عالم و جاہل سے کھلی کھلی باتیں کرتے ہیں۔ اور آپ کے منہ سے نبیوں کی سی باتیں نکلتی ہیں اور لوگوں میں رواج تھا کہ وہ اسے بزرگ سمجھتے جو ملاقاتی سے تنہائی میں ملتے اور خاموش رہتے اس نے جب حضرت مسیح موعود میں ایسے تکلفات کو نہ پایا تو بے اعتقاد ہو کر چلا گیا۔ [3]

۱۷۔ میں نے سنا تھا کہ آپ کے پاس ایک عامل آکر رہا۔ اس نے آپ کے اخراجات کو دیکھا کہ بہت زیادہ ہیں تو اس نے کہا کہ مرزا صاحب! آپ کو ایک عمل بتادوں۔ آپ کا خرچ بہت ہے۔ آمدنی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی میرے عمل سے آپ کو پانچ روپے روزانہ مل جایا کریں گے۔ دو تین دن تک آپ اس کی باتیں سنتے رہے۔ آخر ایک دن آپ نے فرمایا

---

[1] الحکم ۱۴۔ اگست ۱۹۳۴ء (ص ۳) و ۱۴ جون ۱۹۳۶ء (ص ۱۰)

[2] الحکم ۲۸۔ اگست ۱۹۳۴ء (ص ۳) و ۱۴ جون ۱۹۳۶ء (ص ۱۰) حضرت عرفانی صاحب لکھتے ہیں کہ زمانہ حال کے بدعتی فقراء کی طرح حضور محبوس الوجہ نہ تھے۔ حضور منہاج النبوۃ پر مبعوث ہوئے تھے۔

[3] الحکم ۲۸۔ اگست ۱۹۳۴ء (ص ۲، ۳)

کہ وہ روپیہ آپ کو کہاں سے آتا ہے اس نے جواب میں ملائکہ کہا یا جن لاکر دیتے ہیں: آپ نے فرمایا کہ وہ کسی کا مال اٹھا لاتے ہوں گے یہ تو حرام ہے۔ اور ایسا خیال کرنا شرک ہے۔ پھر جوش سے فرمایا۔ اس سے توبہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کے کلام کا دنیا میں مول لینا چاہتے ہو۔[51]

۱۸۔ ایک دفعہ میں قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا حضرت صاحب نے فرمایا کہ چلو ذرا سیر کر آئیں چنانچہ حضرت صاحب بڑے بازار میں سے ہوتے ہوئے اس طرف تشریف لے گئے جہاں اب ہائی سکول ہے جب سیر کرتے کرتے واپس شہر کو آئے تو حضرت صاحب نے فرمایا کہ مجھے الہام ہوا ہے یُنَجِّیْکَ مِنَ الْغَمِّ وَکَانَ رَبُّکَ قَدِیْرًا۔ اور آپ نے فرمایا کہ رحیم بخش! ہمیں خدا کے فضل سے غم تو کوئی نہیں ہے (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ غم سے نجات دوں گا۔ شائد آئندہ کوئی غم پیش آئے جب مکان پر آئے تو ایک شخص امرتسر سے یہ خبر لایا کہ آپ کا وہ نگینہ جو الیس اللہ بکاف عبدہٗ لکھنے کے واسطے حکیم محمد شریف صاحب کے پاس امرتسر بھیجا ہوا تھا وہ گم ہو گیا ہے اور نیز ایک ورق براہین احمدیہ کا لایا جو بہت خراب تھا۔ اور پڑھا نہیں جاتا تھا۔ یہ معلوم کر کے آپ کو بہت تشویش ہوئی۔ اور فرمایا کہ حکیم محمد شریف ہمارا دوست ہے اور اس کو دل کی بیماری ہے نگینہ گم ہو جانے سے اسے بہت تشویش ہوئی ہوگی اور اندیشہ ہے کہ اس کی بیماری زیادہ نہ ہو جاوے اور کتاب کے ورق کے متعلق فرمایا کہ بہت ردی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب بالکل خراب چھپتی ہے۔ اس طرح لوگ اسے نہیں پڑھیں گے (اور خرچ بھی ضائع ہوگا) اور ہمارے پاس پیسے بھی نہیں ہیں کہ دوبارہ اچھی کر کے چھپوائیں (چلو امرتسر چلیں)، المختصر حضرت صاحب اسی وقت بٹالہ کی طرف پاپیادہ روانہ ہو گئے۔ اور میں اور دو اور آدمی جو اس وقت موجود تھے ساتھ ہو لیے۔ جب ہم دیوان والی کے تکیہ پر پہنچے (جو برلب سڑک ہے)، تو حضور نے فرمایا کہ نماز پڑھ لیں (وہاں وضو کیا)، اور حضور نے خاکسار کو فرمایا کہ رحیم بخش! تو نماز پڑھا۔ چنانچہ میں نے ظہر اور عصر کی نماز جمع کرائی۔[52] جس کے بعد ہمارے ساتھی تو علیحدہ ہو گئے اور حضرت صاحب اور یہ خاکسار

---

[51] الحکم ۲۸۔ اگست ۱۹۳۴ء (ص ۴) و ۱۴ جون ۱۹۳۶ء (ص ۱۱)

[52] اگر یہ واقعہ ۱۸۸۴ء کا ہو تو اس وقت مولوی رحیم بخش صاحب کی عمر قریباً ۲۷ برس کی تھی اور یہ مسجد تکیہ قادیان سے بٹالہ جاتے ہوئے دائیں طرف ہے۔ (مؤلف اصحاب احمد)

بٹالہ سے گاڑی پر سوار ہو کر امرتسر پہنچے۔ جب حکیم صاحب کے مکان پر پہنچے تو حکیم صاحب کھڑے ہو گئے اور ہنسے اور انہوں نے بہت خوش ہو کر کہا کہ یہ آپ کا نگینہ گم ہو گیا تھا مگر ابھی مل گیا ہے۔ (کوئی دے گیا ہے) اور جب مطبع میں جا کر کتاب دیکھی تو وہ اچھی چھپ رہی تھی۔ جس پر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے ہم کو پہلے سے بشارت دے دی تھی کہ ہم تجھے غم سے نجات دے دیں گے۔ سو وہ یہی غم تھا۔

"اس کے بعد آپ نے فرمایا رحیم بخش! چلو رام باغ کی سیر کر آئیں۔ شہر سے باہر سیر کرتے کرتے خاکسار نے عرض کیا! مرزا جی! جو ولی ہوتے ہیں کیا وہ بھی باغوں کی سیر کیا کرتے ہیں؟ وہ تو عبادت الٰہی میں دن رات گزارتے ہیں آپ نے فرمایا باغ کی سیر منع نہیں ہے پھر ایک قصہ سنایا کہ ایک بزرگ تھے وہ عمر بھر عبادت الٰہی کرتے رہے اور جب آخر عمر کو پہنچے تو خیال آیا کہ اپنے پیچھے کچھ نیکی چھوڑ جائیں۔ چنانچہ ایک کتاب لکھنے کا ارادہ کیا (تا لوگوں کو فائدہ ہو) مگر کتاب لکھنے بیٹھے تو چونکہ دنیا کا کچھ بھی دیکھا ہوا نہیں تھا۔ کوئی مثال نہیں دے سکتے تھے کہ کس طرح نیکی اور بدی کو پرکھا جیسا کہ سونا وغیرہ پرکھے جائیں۔ آخر ان کو دنیا میں پھر کر دنیا کو دیکھنا پڑا۔ اور پھر انہوں نے میلے وغیرہ بھی دیکھے۔ (تب انہوں نے کتاب لکھی) پھر آپ نے مجھ سے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ رحیم بخش! ہم نے براہین میں گلاب کے پھول کی مثال دی ہوئی ہے۔ (پھر حضور قادیان واپس تشریف لے آئے)"[۱]

ـلہ سیرۃ المہدی حصہ دوم (روایت ۴۵۰) و تذکرہ طبع ثانی ص ۵۷/۵۶۔

یہ روایت بالفاظ دیگر الحکم ۱۴؍۸؍۳۴ میں بھی درج ہے جس سے متن میں خطوط وحدانی میں خاکسار نے اضافہ کیا ہے۔ الحکم میں یہ بھی ہے کہ موضع بہادر حسین کے دو آدمی بھی سیر کے لئے حضور کے ساتھ گئے تھے۔ اور وہاں تفصیلات مرقوم ہے۔ نیز امرتسر میں حکیم صاحب کے مطب پر جانے کا ذکر ہے ممکن ہے مطب مکان میں ہو۔

سیرۃ المہدی کی روایت کے بعد مؤلف حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی رقم فرماتے ہیں:۔

"یہ واقعہ ۱۸۸۲ء یا ۱۸۸۳ء یا ۱۸۸۴ء کا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن یہ بات حیرت میں ڈالتی ہے کہ اس روایت میں الیس اللہ بکاف عبدہٗ والے نگینہ کی تیاری کا زمانہ بھی یہی بتایا گیا ہے حالانکہ حضرت صاحب کی تحریرات سے ایسا معلوم ہوتا ہے (گو اس معاملہ میں صراحت نہیں ہے) کہ جب ہمارے دادا صاحب کی وفات ہوئی۔ اور اس سے قبل حضرت صاحب کو یہ الہام ہوا تو اسی زمانہ میں حضرت صاحب نے یہ انگوٹھی تیار کروالی تھی (سو یا تو اس

(باقی اگلے صفحہ پر)

السیارہ میں آپ کی ذیل کی روایت مفصل ہے۔ اس میں احمدیت سے وابستگی اور حضور پر ایمان کا بھی ذکر ہے۔ آپ بیان کرتے ہیں :-

"جب حضرت مسیح موعود علیہ السّلام امرتسر براہین احمدیہ کی طباعت دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے تو کتاب کی طباعت دیکھنے کے بعد مجھے فرمایا۔ میاں رحیم بخش ! چلو سیر کر آئیں۔ جب آپ باغ کی سیر کر رہے تھے تو خاکسار نے عرض کیا کہ حضرت آپ سیر کرتے ہیں۔ ولی لوگ تو سنا ہے کہ شب و روز عبادت الہٰی کرتے رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ولی اللہ دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک مجاہدہ کش جیسے حضرت بابا فرید شکر گنج۔ اور دوسرے محدث جیسے ابوالحسن خرقانی۔ محمد اکرم ملتانی۔ مجدد الف ثانی وغیرہ یہ دوسری قسم کے ولی بڑے مرتبہ کے ہوتے ہیں اللہ تعالےٰ ان سے بکثرت کلام کرتا ہے میں بھی ان میں سے ہوں۔ اور آپ کا اس وقت محدثیت کا دعویٰ تھا اور فرماتے تھے کہ محدث بھی ایک طرح نبی ہوتا ہے۔ اس کی وحی بھی مثل وحی نبی کے ہوتی ہے۔ اور آیت وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطٰن فی اُمنیتہ الخ

حاشیہ بقیہ صفحہ ۱۳۶ : روایت میں جو نگینہ کی تیاری کا ذکر ہے یہ کوئی دوسرا واقعہ ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید یہ نگینہ دو دفعہ تیار کرایا گیا ہے، اور یا اسکی پہلی تیاری ہی بعد میں براہین احمدیہ کے زمانہ میں ہوئی ہے۔ یعنی الہام ۱۸۷۶ء میں ہوا ہے جب کہ دادا صاحب کی وفات ہوئی اور انگوٹھی چند سال بعد میں تیار کرائی گئی ہے اور اس روایت کو تسلیم کرتے ہوئے بھی موخر الذکر صورت زیادہ درست معلوم ہوتی ہے واللہ اعلم"

مندرجہ ذیل حوالہ جات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ انگوٹھی صرف ایک دفعہ تیار کرائی گئی تھی حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں

"یہ الہام الیس اللہ بکاف عبدہ ہوا تھا ... مرزا صاحب (یعنی حضرت والد صاحبؒ) مرحوم کی وفات کے بعد وہ عبارت الہام ایک نگین پر کھدوائی تھی ... ... جو اب تک میرے پاس موجود ہے" (تریاق القلوب طبع اوّل ص ۳۴، ۳۳) (۲) حقیقۃ الوحی میں حضور لالہ ملاوامل کے ذریعہ اس کے بنوانے کا ذکر کرکے لکھتے ہیں کہ یہ انگشتری اب تک آپ کے پاس موجود ہے (ص ۲۱۱) (۳) نزول المسیح آپ کی تصنیف جو آپ کی وفات کے بعد شائع ہوئی اس میں بھی ایک ہی بار نگینہ میں اس الہام کے کھدوانے کا ذکر ہے۔ (ص ۱۱۲)

میں نبی کے ساتھ ایک قراءت میں محدّث کا لفظ بھی آیا ہے اور اس کی وحی محفوظ ہوتی ہے الغرض جب آپ کی یہ کلام خاکسار نے سُنی تو عرض کیا کہ آپ میری بیعت لے لیں۔ آپ اس وقت بیعت نہ لیتے تھے۔ فرمایا کہ بیعت تو دلی اعتقاد کا نام ہے۔ اگر تمہارا دلی اعتقاد اور پورا ایمان ہے تو تم بیعت میں ہو۔ عرض خاکسار تو اس وقت سے ہی آپ کی بیعت میں تھا۔ پھر جب حضور سے اجازت لے کر طالب علمی کے واسطے ہندوستان گیا۔ اور ایک مدّت تک وہاں رہا۔ اور جب کانپور سے آکر دہلی طب پڑھتا تھا تو حضور دہلی تشریف لے گئے۔ اس وقت میرا آپ پر یہی اعتقاد رہا۔ پھر جب میں پنجاب میں آیا تو اپنے والد کو جو بوڑھے تھے بیعت میں داخل کروایا۔ اور بیوی اور دیگر رشتہ داروں کی بیعت بھی کروائی۔ اور آپ کے ہر الہام اور وحی پر میرا ایمان تھا۔ کہ وہ صادق ہے۔ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے آپ کو مرتبۂ نبوت ملا تھا۔ تا خدمت قرآن اور احیاء اسلام آپ کے ہاتھ سے ہو اور مجھ کو اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ جو کچھ آپ کا دعویٰ تھا وہ سچ ہے۔"[1]

مزید بابت تعلیم

آپ بیان کرتے ہیں:۔

[illegible] بہادر حسین [illegible] قادیان سے [illegible] کے فاصلہ پر ہے بڑے شوق سے آتا اور دو چار روز رہ کر حضور کی باتیں سُن کر چلا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ عرض کیا کہ حضرت میرا جی چاہتا ہے کہ علم پڑھوں۔ فرمایا کہ ترجمہ قرآن شریف اور مشکوٰۃ پڑھ لینا۔ زیادہ علم آدمی کو متکبر بنا دیتا ہے۔ پھر میں والدہ صاحبہ سے اجازت لے کر موضع ماڑی بوچیاں جو کہ دریائے بیاس کے کنارے ہے۔ مولوی نظام الدین صاحب کے پاس گیا۔ پوچھنے پر انہوں نے دو سال میں ترجمہ قرآن شریف اور مشکوٰۃ شریف ختم کرانے کا وعدہ کیا۔ دو چار روز کے بعد انہوں نے کہا کہ کچھ صرف ونحو پڑھ لو۔ تو پھر عربی سمجھ میں آجاتی ہے۔ چنانچہ یہ بھی

---

[1] سیرۃ المہدی حصہ سوم (روایت ۹۰۷) مؤلفہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب اس کے آخر پر رقم فرماتے ہیں:۔

مولوی رحیم بخش صاحب اب کچھ عرصہ ہوا فوت ہو چکے ہیں۔ ان کا گاؤں تلونڈی جھنگلاں قادیان سے چار میل کے فاصلہ پر جانب غرب واقع ہے۔ اور خدا کے فضل سے اس گاؤں کا بیشتر حصہ احمدی ہے"

روایت میں سہو کتابت سے والد کی بیعت مرقوم ہوا ہوگا۔ والدہ مراد ہیں۔

مجھے آپ کی روایات جو حضور کی بعثت سے قبل (۱۸۷۰ تا نومبر ۱۸۹۲ء) کی معلوم ہوئی ہیں یہاں تک درج کر دی ہیں نومبر ۱۸۸۸ء میں حضور کی دہلی میں شادی کے وقت مولوی صاحب دہلی تعلیم پا رہے تھے۔

شروع کر دی اور کچھ پڑھی۔ مولوی صاحب بیمار تھے۔ ایک روز کہنے لگے کہ مرزا صاحب کے پاس چلیں۔ کوئی دوائی ان سے لائیں۔ ان کے والد بڑے حکیم تھے۔ مولوی صاحب حضور کے پاس دو تین دن رہے۔ اور آپ کی حالت کو دیکھا۔ دوائی لے کر واپس گئے۔ میں ساتھ تھا۔ کہنے لگے کہ رحیم بخش! مرزا صاحب کا سینہ تو اللہ تعالیٰ نے کھولا ہوا ہے۔ ہمارا علم تو ان کے سامنے کچھ چیز نہیں۔ حالانکہ انہوں نے کچھ زیادہ نہیں پڑھا۔ ہم لوگوں نے انتہا تک کتابیں پڑھی ہیں۔ جس قدر علم مولوی محمد حسین صاحب کو ہے اتنا میں نے بھی پڑھا ہوا ہے لیکن مرزا صاحب نے تو اس قدر تعلیم نہیں پائی۔ ان کو غیبی علم ہے۔ مولوی صاحب کم و بیش ایک سال زندہ رہے اور حضرت علیہ السلام کے عاشق رہے اور آپ کی تعریف کرتے رہے۔[1]

مولوی نظام الدین صاحب کی وفات کے بعد یہ عاجز ایک سال ادھر ادھر پھرتا رہا۔ خاطر خواہ سبق نہ ہوتا تھا خوشاب پہنچا۔ مولوی غلام نبی صاحب کے پاس ایک مہینہ رہ کر راولپنڈی پہنچا۔ وہاں ایک مہینہ رہا۔ یہ لوگ حضرت صاحب کے مخالف تھے۔ وہاں سے سہارنپور سے ہوتا ہوا کانپور پہنچا۔ وہاں تعلیم اچھی ہوتی تھی۔ شرح وقایہ، قطبی اور مشکوٰۃ شریف پڑھی۔ حکیم عبد الحمید خان صاحب کا دہلی سے ایک اشتہار پہنچا کہ مدرسہ طبیہ کھولنے لگے ہیں۔ طالب علم آجائیں۔ خواب میں مولوی فضل الرحمٰن صاحب مراد آبادی کو دیکھا لوگ ان کی تعریف کرتے تھے۔ کہ بڑے نمازی ہیں لیکن کسی کو اپنے پاس نہیں آنے دیتے گالیاں دیتے اور نکال دیتے ہیں۔ عاجز اُن کے پاس گیا۔ حاضر ہونے کی اجازت مانگی کہنے لگے مسجد میں بیٹھو۔ تھوڑی دیر بیٹھا رہا۔ پھر اجازت مانگی۔ غرض تیسری دفعہ اجازت دے دی کہ آجاؤ۔ حجرے میں ان کے پاس گیا۔ فرمایا کیوں آئے۔ عاجز نے کہا کہ آپ کو خواب میں دیکھا تھا ملنے آیا ہوں۔ فرمایا ہم بھی شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو کئی مرتبہ دیکھا کرتے ہیں۔ عاجز نے کہا کہ میں نے سُنا ہے کہ آپ کسی کو پاس پھٹکنے نہیں دیتے۔ کیا وجہ ہے۔ فرمایا میں کیا کروں جو آتا ہے دُنیا کا کُتّا آتا ہے کوئی کہتا ہے نوکر ہو جاؤں۔ کوئی کہتا ہے بیٹا ہو۔ دین کے واسطے نہیں آتے۔ اس لئے میں نکال دیتا ہوں۔

پھر یہ عاجز کانپور واپس چلا گیا۔ وہاں خواب میں ایک مست سے ملا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایسی شان میں دیکھا کہ آج تک میری آنکھوں کے سامنے وہ نقشہ موجود ہے۔ آپ کے سر پہ سنہری تاج ہے جس سے سورج کی طرح کرنیں نکلتی ہیں اور سورج کی طرح آپ کا چہرہ چمکتا ہے۔

---

[1] الحکم ۲۸ اگست ۱۹۳۴ء (ص ۴) و ۱۴ رجون ۱۹۳۶ء (ص ۱۱) حضرت مولوی رحیم بخش صاحب رضی اللہ عنہ کی اولاد نے بتایا کہ مولوی نظام الدین صاحب موصوف ماسٹر نذیر احمد صاحب رحمانی مرحوم مدرس مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان ثم ربوہ مدفون مقبرہ خاص ربوہ کے بزرگوں میں سے تھے اور ان کے والد صاحب ماسٹر صاحب سے بہت محبت اور خلوص سے پیش آتے تھے

عاجز آپ کے پاس گیا۔ سلام کیا۔ فرمایا بیٹھ جاؤ۔ میں آپ کے پاس بیٹھ گیا۔ اور عرض کی۔ مرزا صاحب! میں نے سُنا ہے کہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس آئے ہوئے ہیں فرمایا ہاں ہمارے پاس ہیں۔ اوپر ہیں۔ چھت کی طرف اشارہ کیا فرمایا۔ مل لینا۔[51]

پھر آپ دہلی چلے آئے تا طب پڑھ سکیں اور اس طرف آپ کی توجہ یوں پھری کہ آپ نے عربی اور فارسی کے علوم کی تحصیل کا ارادہ کر لیا۔ اور مراجعت فرمائے وطن ہونے والے تھے کہ ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ تعلیم کہاں تک پائی ہے اور جواب سن کر کہا پھر تو مسجد کے مُلاں ہی بنے۔ ہنر تو کوئی نہ سیکھا۔ یہ ناصحانہ قول آپ کے دل میں اتر گیا۔ طبیہ کالج کا آغاز ہی ہوا تھا۔ آپ اس کے اوّل درجہ میں داخل ہو گئے۔ اور حضور (۱۸۹۱ء میں) دہلی تشریف لائے تو حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ اور جب حضور مع رفقاء جامع مسجد دہلی میں مولوی سید نذیر حسین صاحب سے مباحثہ کرنے کے لئے تشریف لے گئے تو آپ بھی اس اجتماع میں تھے۔ دہلی کے قیام میں حضور کی خدمت میں حامد علی صاحب نے ذکر کیا کہ مولوی رحیم بخش صاحب کے سامنے حضور کے خلاف بات کہی جائے تو وہ برداشت نہیں کر سکتے اس پر حضور نے مولوی صاحب کی تعریف فرمائی جس میں یہ بھی فرمایا کہ وہ شروع سے ہمارے ساتھ محبت رکھتے ہیں اس سے قبل حضور اپنی شادی کے لئے (نومبر ۱۸۸۴ء میں) دہلی تشریف لائے تھے اس وقت بھی مولوی صاحب دہلی میں تعلیم کے لئے آ چکے تھے[52]

آپ اپنے مطبوعہ بیان میں اس تسلسل میں ذکر کرتے ہیں کہ دہلی آ کر میں نے حکیم عبد الحمید خاں صاحب سے قانون شیخ۔ اور ان کے منجھلے بھائی حکیم واصل خان صاحب سے کلیات، حمیات اور شرح اسباب نفیسی وغیرہ پڑھیں۔

اس جگہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا اشتہار دیکھا جس میں لکھا تھا کہ پنجاب میں (معاذ اللہ) ایک دجّال نکلا ہے میں نے اسے خوب ذلیل کیا ہے۔ پھر مولوی محمد حسین دہلی آیا اور شاہی مسجد میں حضرت مرزا صاحب کا نام لے کر بڑے بُرے الفاظ کہتا تھا پھر چلا گیا۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام تشریف لائے اور مولویوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میرا مذہب اہل سنت والجماعت ہے مگر میں ایک مسئلہ میں مخالف ہوں وہ یہ کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں، میں نے محض اپنے الہام پر ہی اعتماد نہیں رکھا بلکہ قرآن شریف کی تیس آیات سے ان کی وفات ثابت ہو گئی ہے۔ اگر مولوی صاحبان قرآن شریف اور صحیح حدیث شریف سے کسی قوی دلیل سے حیات عیسٰی ثابت کر دیں تو

---

[51] الحکم ۱۴؍جون ۱۹۳۶ء (ص ۱)

[52] بیان اہلیہ محترمہ مولوی صاحب، ابوالمبارک مولوی عبداللہ صاحب و ابو محمد عبداللہ خان صاحب

[53] یہاں سہو کتابت ہوگا۔ صحیح نام حکیم عبدالمجید خان ہے۔

میں اپنا اعتقاد بدل لوں گا۔ میری تین شرائط ہیں۔ ایک یہ کہ وفات وحیات عیسیٰ پہ بحث ہو۔ دوسرے بحث تحریری ہو۔ تیسرے حکام کی طرف سے حفاظت کا انتظام ہو۔

مولوی نذیر حسین صاحب اور مولوی عبدالمجید صاحب نے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو بلوایا کہ جلد آؤ۔ انہوں نے آکر دہلی والوں کو خوب بھڑکایا۔ کہ اگر امن پسند گورنمنٹ کا رواج نہ ہوتا تو دہلی والے دست اندازی سے فرق نہ کرتے۔ حضور کی بیان کردہ شرائط نہ مانیں۔ اور ایک روز السیحا حیالبازی کی کہ شہر والوں کو جوش دِلایا اور جامع مسجد دہلی میں جاکر شور مچایا۔ کہ مرزا صاحب کو کوئی میرے سامنے لائے۔ حضور نے فرمایا کہ چلو ہم بھی ان کے مقابلہ پہ چلتے ہیں۔ منشی غلام قادر صاحب فصیح کو حفاظت کے لئے پولیس لانے کے لئے فرمایا وہ لے آئے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب۔ فصیح صاحب اور شیخ حامد علی صاحب وغیرہم کے ہمراہ حضور شاہی مسجد میں پہنچے لوگ بطور تماشبین اس کثرت سے آگئے۔ کہ مسجد بھر گئی۔ لوگ مولویوں کے کہنے سننے سے جوش میں آچکے تھے۔ تالیاں بجاتے تھے اور دست درازی پہ تیار تھے۔ اگر حفاظت کے لئے پولیس نہ ہوتی تو ضرور نقصان ہوتا۔

اس واقعہ کے بعد حضور پنجاب واپس آگئے۔ یہ عاجز حکیم اجمل خان صاحب کے پاس اپنی جماعت میں سبق پڑھنے گیا تو انہوں نے عاجز کو مخاطب کر کے بطور طعن کہا کہ تم بھی اس دلیمی حضرت مرزا صاحب) کے پاس رہتے تھے۔ پھر یہ عاجز لکھنؤ چلا گیا۔ اور وہاں ایک بزرگ مولوی محمد یحییٰ کے پاس حضور کی تعریف کی۔ انہوں نے کہا کہ وہ صادق ہیں۔ اللہ والوں کے ساتھ دنیا ایسا ہی کیا کرتی ہے وہاں سال بھر رہ کر سند طب لے کر میں اپنے گاؤں بہادر حسین آگیا۔[۵۱]

ایک دفعہ حکیم اجمل خان کو اپنی جماعت کا امتحان لینے کے لئے ان کے والد نے مقرر کر دیا۔ طلباء بگڑ بیٹھے کہ کیوں اپنے ہی ہم سبق کو امتحان دیں۔ اُدھر ان کے والد طلباء کی حکم عدولی پہ سخت ناراض ہوئے اور کہا کہ اب ہم امتحان ہی نہیں لیں گے۔ طلباء گھبرائے کہ ہمارا وقت ضائع گیا اور آئندہ ہم سند سے محروم رہیں گے مولوی رحیم بخش صاحب طلباء میں ہوشیار اور مخلص تھے اور ان کا اساتذہ پر اثر تھا۔ سب نے آپ سے کہا کہ استاد صاحب سے بات کریں۔ چنانچہ آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے پہلے تو انہوں نے بات سننے سے ہی انکار کر دیا لیکن بالآخر اجازت دے دی۔ آپ نے کہا کہ ہم آپ کے حکم سے منحرف نہیں البتہ کسی دوسرے کے امتحان لینے سے آپ کو یہ معلوم نہ ہو سکے گا کہ آپ نے اپنے شاگردوں پر جو اتنی محنت کی وہ بر آئی یا

---

۵۱ الحکم ۱۴ جون ۱۹۳۶ء (ص ۱۱) حضور دہلی ۲۹ ستمبر ۱۸۹۱ء کو تشریف لے گئے تھے اگر مولوی صاحب فوراً دہلی سے لکھنؤ چلے گئے ہوں تو ۱۸۹۲ء میں وطن واپس آگئے۔ لیکن فوراً جانے کا علم نہیں ہوتا۔ اور عرصہ بالعموم اندازاً بیان ہوتا ہے اس لئے ۱۸۹۲ء میں واپسی ہوئی ہوگی۔

نہ آئی اور انہوں نے کماحقہٗ استفادہ کیا یا نہیں۔ ہم آپ کے ارشاد کے مطابق جیسے چاہیں امتحان دینے کو تیار ہیں۔ یہ سُن کر حکیم صاحب خوش ہو گئے اور انہوں نے خود امتحان لیا۔[۱]

چونکہ حکیم واصل خان نے احمدیت کی مخالفت کی تھی اس لئے مولوی رحیم بخش صاحب نے طبیہ کالج کا آخری امتحان نہیں دیا بلکہ وہاں سے لکھنؤ چلے گئے اور کامل الطب والجراحت وحاذق الطب وغیرہ کی سند حاصل کی۔[۲]

[۱و۲] بیان بالو محمد عبداللہ صاحب۔ آپ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ کمال پر خوشخط فصیح عربی میں مرقوم یہ سند جس پر چار اساتذہ کی مہریں ثبت تھیں تقسیم ملک تک ہمارے گھر میں محفوظ تھی اس میں آپ کا نام عبدالرحیم ولد کریم بخش درج تھا البتہ مبارکہ مولوی محمد عبداللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ سند پر عبدالرحیم نام درج تھا۔ اور اسی نام کی مہر آپ ہندوستان سے بنوا کر لائے تھے۔

حکیم اجمل خان کی "سوانح اجمل" ۱۹۵۰ء میں مشہور مصنف قاضی محمد عبدالغفار کی تالیف میں شائع ہوئے۔ افسوس کہ حکیم صاحب کے علم وفضل کی بنیادوں یعنی بنیادی تعلیم کی تفصیل ضروری نہ سمجھی کہ انہوں نے شامل کتاب نہیں کی (ص ۱۱۱) پھر بھی بہت سی مفید باتوں کا علم ہوتا ہے خصوصًا اس امر کا کہ کس وقت مولوی رحیم بخش صاحب نے طب کی تعلیم پائی اور ان کے اساتذہ کس پایہ کے تھے۔ یہ تالیف بہت مستند ہے اس کا ایک ایک لفظ مشہور سیاسی رہنما ڈاکٹر مختار احمد انصاری نے پڑھا۔ انہوں نے ہی اس مسودہ کو ضائع ہونے سے بچایا تھا اور اس کی اشاعت میں مولانا ابوالکلام آزاد اور موجودہ صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر ذاکر حسین خان نے دلچسپی لی تھی صفحہ ۱ تا ۷)

حکیم اجمل خان کے مشہور شریفی خاندان کے جد امجد ملا علی قاری جیسے نابغۂ زمان تھے۔ اس خاندان کے اوّلین طبیب حکیم محمد واصل خان صاحب عہد شاہ اورنگ زیب میں آگرہ سے دہلی آئے ان کے بعد ان کے بیٹے حکیم اکمل خان کو پٹنہ میں دو لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر اور حاذق الملک کا خطاب عطا ہوا۔ جو اپنے ملک میں حاذق الملک اوّل تھے۔ ان کے بیٹے حکیم شریف خان (ولادت ۱۷۱۴ء) کو پانی پت وغیرہ میں پچیس ہزار روپے سالانہ کی جاگیر ملی۔ اور شاہ عالم کی وفات کے چار ماہ بعد وہ ۱۲۳۱ھ میں فوت ہوئے۔ علاوہ فنی کمالات کے ان کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے سلطنت مغلیہ کے زوال کے ساتھ ہی طب یونانی کی بربادی کو بڑی حد تک روک لیا اور یہ سمجھ کر کہ اب شاہی دربار کی سرپرستی سے یہ فن محروم ہو گیا ہے انہوں نے سوچنا شروع کیا کہ بغیر اس سرپرستی کے بھی طب یونانی کو کس طرح باقی رکھا جا سکتا ہے۔ ان کے بیٹے حکیم صادق علی خان (وفات ۱۲۶۴ھ) اپنے والد کی طرح اس فن کی خدمت میں بہت مصروف رہے ان کی متعدد تصانیف سے فن طب زبان عربی اور فارسی کی ان کی اعلیٰ قابلیت کا علم ہوتا ہے۔ ان کے تین بیٹے تھے:۔

(۱) حکیم غلام محمد خان جو ریاست پٹیالہ سے بالعموم روپیہ ماہوار کے وظیفہ یاب تھے۔ وہ اپنے والد کی زندگی میں وفات پا گئے۔ اور پھر ان کے بڑے بیٹے حکیم غلام اللہ خان بھی پٹیالہ میں رہے۔

(۲) حکیم مرتضٰے خان وفات (۱۲۹۲ھ) بھی عرصہ تک اسی ریاست سے وابستہ رہے (باقی اگلے صفحہ پر)

بخارا کا ایک شہزادہ حدیث شریف کی خاطر لکھنؤ آیا۔ اسکی زبان فارسی تھی۔ اسے ایسا استاد میسر نہ آسکا جو عربی فارسی دونوں زبانوں میں ماہر ہو۔ اسکی خدمت کا مولوی صاحب کو موقع ملا آپ نے اسے مشکوٰۃ شریف پڑھائی۔ یہ شہزادہ گھڑ سواری کا بہت شائق تھا۔ ایک گھوڑے کے بیخ پا ہونے سے اُسے

حاشیہ بقیہ ص ۱۴۲ :- (۴۲) حکیم محمود خان ریاست جیند سے وظیفہ پاتے تھے ان کے علم و فضل کی داستان کے بیان کرنے کے لئے ایک علیحدہ تالیف درکار ہے اور ہندوستان میں آج تک اُن کے علم و فضل اور کمالِ فن کے افسانے زبان زد ہیں۔ ان کی تشخیص و معالجہ کے عجیب و غریب قصے بیان کئے جاتے ہیں۔ جو ان کے فنی کمالات پر سند ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر ایسی غیر معمولی شخصیت عطا نہ ہوتی تو زوال سلطنتِ مغلیہ کے بعد طب یونانی کی بقا ناممکن تھی وہ عجیب نگ دید مند طبیعت کے مالک تھے۔ غریبوں کے حال پر خاص التفات کرتے لیکن امیروں کے لئے بہت تند خو تھے۔ مطب میں مجال نہ تھی کہ کوئی امیر کسی غریب سے آگے بڑھ کر نبض دکھادے۔ اور والیان ریاست کی ہزار خوشامد کے بعد علاج کے لیے جاتے تھے۔ وہ مسلسل اپنے فن کے متعلق تصنیف و تالیف میں مصروف رہے انہوں نے بادشاہوں اور امراء کی سرپرستی کے بغیر اپنے فن کو ترقی دینے کا ارادہ کیا۔ اور اپنے درس کو جس میں طلباء کسب فن کرتے تھے ایک مدرسہ طبیہ کی صورت میں منتقل کر دیا۔ جس کی ابتداء ۱۸۸۳ء میں اور باقاعدہ افتتاح ۱۸۸۹ء میں ہوا۔ ان کے بیٹے حکیم عبد المجید خان اور حکیم واصل خان طلباء کو درس دیتے تھے۔ اپنے والد کے بعد حکیم عبد المجید خان نے مطب سنبھالا اور انہوں نے۔ ان کے بھائیوں حکیم واصل خان اور حکیم اجمل خان نے یونانی طب کو زمانہ کی ضرورتوں کے مطابق رکھا چاہا۔ حکیم عبد المجید خان کا مقام حکیم محمود خان کے جانشین کی حیثیت سے بہت بلند تھا۔ سرکار انگریزی کی طرف سے حاذق الملک کا خطاب پایا ۱۹۰۱ء میں فوت ہوئے اور ۳ سال بعد حکیم واصل خان نے وفات پائی۔ "واصل خان کا مزاج اپنے والد ماجد کی طرح بے پروا اور آزاد تھا وہ بہت آتش مزاج ... تھے ... (والد) کے مزاج اور طبیعت سے زیادہ حصہ واصل خاں نے ہی پایا تھا۔ واصل خان کا مزاج آتش گیر تھا۔"

عالی مرتبہ ہونے کی وجہ سے حکیم محمود خان، حکیم مرتضیٰ خان، اور ان کے عم زاد حکیم عبد الحکیم خان کی ۱۸۵۸ء میں گرفتاری اور پھر رہائی کا ذکر مرزا غالب نے کیا ہے۔ مولانا حالی نے حکیم محمود خان کی رحلت پر ایک درد انگیز مرثیہ میں خراج عقیدت پیش کیا جس کے ابتدائی بند حکیم موصوف کے متعلق عام احساسات کے آئینہ دار ہیں۔

علم والے علم کے دریا بہا کر چل دیئے   واعظانِ قوم سوتوں کو جگا کر چل دیئے
کچھ سخنور تھے کہ سحر اپنا دکھا کر چل دیئے   کچھ مسیحا تھے کہ مردوں کو جلا کر چل دیئے
ایک تجھ پر رہ گیا تھا تیری تھی گویا نادکا !
لے گیا پہلے فنا اس کو بھی لے دل لیا
جا چکی تھی تجھ سے گو اے شہر عظمت قوم کی   ہو چکی تھی آبرو مدت سے رخصت قوم کی

(باقی اگلے صفحہ پر)

شدید ضربات پہنچیں۔ اور آپ کے علاج سے صحت یاب ہوا۔ آپ اپنی تعلیم طب مکمل کر چکے تھے اور وطن واپس آنے والے تھے۔ شہزادہ نے حج کرتے ہوئے وطن جانا تھا وہ آپ کو ساتھ لے جانے کا خواہاں تھا اور اس نے نذر کثیر انعام واکرام دے کر اپنے وطن سے پہرے میں سرحدِ ہند تک بھجوانے کا عزم ظاہر کیا تھا۔ مولوی صاحب نے والدہ ماجدہ سے اجازت چاہی۔ والدہ محترمہ کے مشیروں نے کہا کہ آپ کا بیٹا واپس نہ آئے گا اور آپ اس سے ہاتھ دھو بیٹھیں گی۔ چنانچہ اس سعید بیٹے نے الجنۃ تحت اقدام الامہات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے معذرت کر دی اور مراجعت فرمائے وطن ہوئے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۳:-

پر کچھ ایک محمود خان کے دم سے تھا پتہ قوم کا — اٹھ گیا وہ بھی جہاں سے آہ قسمت قوم کی

کیا دکھا کر اب دلائے گا سلف کو یاد تو

ناز اب کس پر کرے گا اے جہاں آباد تو

حکیم محمود خان کے سب سے چھوٹے فرزند حکیم اجمل خان (۱۸۶۳ء تا ۱۹۲۷ء) نے اٹھارہ یا انیس سال کی عمر تک منطق۔ طبیعات۔ ادب۔ فلسفہ۔ حدیث۔ تفسیر۔ اور فقہ کی تمام منازل طے کر لی تھیں انہوں نے خاندانی فن کی کتب اپنے بھائیوں سے پڑھیں طب حکیم محمود خان کے پاس بیٹھ کر سیکھتے تھے۔ مطبع اکمل المطابع سے ایک اخبار اکمل الاخبار ۱۸۶۵ء، ۱۸۷۰ء کے درمیان جاری ہوا۔ مطبع کے مہتمم مرزا غالب کے شاگرد منشی بہاری لال مشتاق تھے۔ اس میں حکیم اجمل خان کے خیالات ظاہر ہوتے تھے۔ اس اخبار میں (حضرت) مرزا غلام احمد صاحب قادیانی شمس العلماء منشی ذکاء اللہ۔ سید حالب دہلوی وغیرہ کے مضامین شائع ہوتے تھے۔ (ص ۱ تا ۲۸، ۳۱ تا ۳۷، ۷۳، ۷۴، ۷۵)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک الہام میں حکیم داصل خان کا ذکر آتا ہے۔

۱۱ اپریل ۱۹۰۷ء کا الہام ہے:

"دہلی میں داصل جہنم۔ داصل خان فوت ہو گیا۔"

حضور مسیح فرماتے ہیں:-

"حکیم داصل خان دہلی کا تو فوت ہو چکا ہوا ہے۔ تفہیم یہ تھی کہ داصل خان نام ایک شخص کے عزیزوں میں سے کوئی طاعون سے مر جائے گا۔" (تذکرہ ص ۷۱۰)

خاکسار مؤلف اصحاب احمد کے نزدیک حکیم داصل خان کی آتشی مزاجی کے باعث ہی ان کے کسی رشتہ دار کی مماثلت کو داصل خان کے نام کے طور پر بیان کیا گیا ہے!

اور بیوہ والدہ کے کلیجے کو ٹھنڈک پہنچائی۔ وہ قریباً چودہ سال تک اس کے بعد زندہ رہیں[۱]

زمانہ بعثت کی روایات

جو روایات زمانہ بعثت کی معلوم ہوتی ہیں وہ ذیل میں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔ مولوی رحیم بخش صاحب فرماتے تھے :۔

۱۔ اس زمانہ میں عیسائیت کا بڑا زور تھا۔ اور مسلمانوں کے سینکڑوں بچے عیسائیت کا شکار ہو گئے۔ ملکہ وکٹوریہ وائسرائے ہند اور دوسرے بڑے بڑے انگریز افسروں اور راجہ فرید کوٹ کو رجسٹری خطوط میں حضور نے دعوت اسلام دی۔ اور لکھا کہ دنیا میں صرف اسلام ہی سچا مذہب ہے۔ ان میں سے بعض کے جواب بھی آ گئے[۲]

۲۔ ایک دفعہ آپ نے یہ اعلان سنا کہ جاپان والوں کا ارادہ ہے کہ ہر مذہب کے لائق افراد کو بلوا کر وہاں جلسہ کیا جائے جس میں وہ اپنے اپنے مذہب کی صداقتیں بیان کریں اور تحقیقات سے جو مذہب سچا نکلے اسے تمام سلطنتوں میں رواج دیا جائے۔ حضور نے فرمایا کہ اگر جاپان ایسا کرے تو ہم بھی وہاں جا کر صداقت اسلام بیان کریں گے۔ لیکن جاپان اور روس کی جنگ ہونے کی وجہ سے جاپان والوں کی یہ تحریک ملتوی ہو گئی[۳]

۳۔ ایک مرتبہ ایک پہاڑیا پیرا یہم آپ کے پاس آیا جو بہت بیمار تھا اس کا پیٹ پھولا ہوا تھا آپ نے اس کا علاج کیا اور بڑی شفقت سے اپنے پاس رکھا۔ آپ کی مہربانیوں کی وجہ سے وہ آپ پر قربان تھا اور بالآخر وہ یہاں ہی فوت ہو گیا[۴]

۱ھ بیان بابو محمد عبد اللہ خان صاحب:
جب حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کا امتحان تحصیلداری کے متعلق حضرت اقدس کو تخمیناً فروری ۱۸۸۴ء میں الہام ہوا اس وقت مولوی رحیم بخش صاحب موجود تھے لیکن حضور کی شادی (نومبر ۱۸۸۴ء) کے وقت دہلی میں زیر تعلیم تھے تو گویا مولوی صاحب فروری تا نومبر کے عرصہ میں کسی وقت تعلیم کے لئے گئے اور کم و بیش ۹۔ دس سال سے یکم تحصیل علوم کی

۲ھ الحکم ۱۴ر جون ۱۹۳۶ء (ص۹) و ۷ر اگست ۱۹۳۴ء (ص۳)

۳ھ الحکم ۱۴ر جون ۱۹۳۶ء (ص۱۰) و ۷ر اگست ۱۹۳۴ء (ص۳)

۴ھ الحکم ۷ر اگست ۱۹۳۴ء (ص۳) حضرت عرفانی صاحب بیان لکھتے ہیں کہ حضور پیرا کے تعلقات کے علاوہ اس کی غربت اور مہمانوں کی خدمت کرنے کی وجہ سے اسے بہت عزیز رکھتے تھے۔ اس کی آخری بیماری میں علاج میں کسی قسم کے خرچ کی آپ نے پرواہ نہ کی اور ایک مخلص دوست سے اس کے علاج میں جو معمولی غفلت ہوئی تو اس پر ناراض ہوئے۔

۴ ایک مرتبہ حافظ حامد علی صاحب نے کہا کہ مرزا جی آٹا نہیں ہے لانا ہے فرمایا کتنا روپیہ لاؤں۔ حافظ صاحب نے کہا ایک سو روپیہ لے آئیں۔ آپ گھر سے بغیر گنتی دونوں ہاتھوں میں روپیہ اٹھا لائے اور فرمایا ایک سو روپیہ ہی ہوں گے۔ جب حافظ صاحب نے روپے گنے تو ایک سو بیس ہوئے۔ حافظ صاحب نے باقی روپے واپس کر دیئے۔ پہلے غریب عورتیں لنگر کا آٹا پیسا کرتی تھیں۔ کسی نے شکایت کی کہ عورتیں آٹا چرا لیتی ہیں۔ بہتر ہے کہ خراس بنا لیا جاوے۔ فرمایا یہ بے چاری کہاں سے کھاویں۔ ان کا گزارہ اسی طرح ہو رہا ہے [۵۱]

۵۔ ایک مرتبہ کسی نے شکایت کی کہ لنگر سے نانبائی روٹیاں چرا کر لے جاتا ہے۔ فرمایا وہ زندہ ہی دوزخ پہ بیٹھا ہوا ہے اگر روٹیاں لے جاتا ہے تو لے جانے دو [۵۲]

۶۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ آدمی جب اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے تو وہ غیب سے اس کی مدد کرتا ہے لوگ خود بخود اس کی خدمت کرتے ہیں فرمایا بندہ کو چاہیئے کہ بیٹھا۔ کھڑا۔ لیٹا ہوا ہر وقت اس سے دعائیں کرتا رہے۔ وہ سنتا اور قبول کرتا ہے [۵۳]

۷۔ حضرت اقدس نے اپنے دست مبارک سے ازالہ اوہام حصہ اوّل تحفۃً عطا فرمایا کہ اسے پڑھا کریں یہ قریب میں طبع ہوئی ہے [۵۴]

(۲۴) والدہ محترمہ مولوی رحیم بخش صاحب کی والدہ محترمہ شرلقیاں صاحبہ کو آپ کی اہلیہ صاحبہ بیعت کے لئے حضرت صاحب کی خدمت میں لے گئیں۔ حضور نے بہت عزت کی اور فرمایا کہ مولوی صاحب کی والدہ ہیں۔ کرسی پر بٹھاؤ۔ اور کھانا کھلایا اور بیعت لی۔ بیعت کے اندازاً ۲ سال بعد ۱۹۰۷ء میں انہوں نے بعمر ۸۰، ۸۵ سال تلونڈی جھنگلاں میں وفات پائی۔ بیعت کے بعد غالباً پھر کبھی قادیان نہیں جا سکیں [۵۵]

مردِ علاج جسمانی و روحانی اور تلونڈی جھنگلاں میں نقلِ مکانی تکمیل تعلیم کے بعد واپس آکر حضرت مولوی صاحب نے اپنے گاؤں بہادر حسین میں ہی طبابت کا کام شروع

---

۵۱ تا ۵۳ الحکم ۱۴ اگست ۱۹۳۴ء (ص ۳) و ۱۴ جون ۱۹۳۶ء (ص ۱۰)

۵۴ بیان حکیم عبد القدیر صاحب و حکیم عبد الرحیم صاحب۔ موخر الذکر کہتے ہیں کہ تقسیم ملک تک یہ نسخہ میرے پاس محفوظ تھا۔ گویا انقلاب کی نذر ہو گیا۔

۵۵ بیان اہلیہ صاحبہ مولوی صاحب۔

سیرۃ المہدی حصہ سوم (روایت ۷۸۹) میں غالباً سہو کتابت سے والدہ کی بجائے والد کی بیعت کرانا مرقوم ہے والد مولوی صاحب کے اپنے بیان کے مطابق اوائل میں بہت پہلے وفات پا گئے تھے۔

اور شادی بھی کر لی۔ (آپ کے اہل بیت کے حالات بعد میں درج کئے گئے ہیں) اردگرد کے دیہات تلونڈی جھنگلاں۔ لوہ چب، سیکھواں، وڈالہ گرنتھیاں، شیخ اللہ چک، الکھوال اور ورگ وغیرہ میں علاج کے سلسلہ میں آپ کی آمد و رفت ہونے لگی۔ تبلیغ آپ کی روح کی غذا تھی۔ آپ ہر جگہ تبلیغ بھی کرتے تھے علاج ہی کے تعلق میں تلونڈی جھنگلاں کے چوہدری دین محمد صاحب ولد چوہدری کھیڑا صاحب سے رابطہ ہوا اور سب سے پہلے انہوں نے وہاں احمدیت قبول کی۱ے ان کے جماعت احمدیہ کے ساتھ منسلک ہونے پر مخالفت بھڑک اٹھی۔ گاؤں میں ان کے اقارب میں ان کے علاوہ دو اور نہایت با اثر افراد چوہدری نور محمد صاحب ولد چوہدری بڈھا صاحب اور چوہدری کریم بخش تھے۔ مولوی صاحب نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی ایک کو احمدیت سے وابستگی کی توفیق مرحمت کرے اور آپ کی توجہ چوہدری نور محمد صاحب کی طرف منعطف ہوئی جن کے کان میں آپ تلطف سے کلمہ حق ڈالتے رہے اور ایک دفعہ انہیں کہا کہ آپ کی پیشانی میں نور تو ہے معلوم نہیں کب ظاہر ہو گا۔ ایمان قبول کرنے کی ساعت آچکی تھی چنانچہ انہوں نے بیعت کی سعادت حاصل کر لی۔ ہر دو چوہدری صاحبان باوجود قرابت کے باہم عناد شدید تھے اب احمدیت کی سلک میں منسلک ہونے پر ایمان نے ان کے قلوب کی کدورت و بغض کو یوں پرے پھینک دیا جیسے ایک تیز و تند سیلاب خس و خاشاک کو ہمیشہ کے لئے کسی مقام سے بہا لے جاتا ہے ان دونوں بزرگوں نے اتحاد کامل سے فاصبحتم بنعمتہ اللہ اخوانا کا قابل رشک اور اعلیٰ نمونہ دکھایا۔ چوہدری دین محمد صاحب شہ زور بھی تھے اس وجہ سے بھی اغیار خم کھاتے۔ چوہدری کریم صاحب وہاں اور ایک اور گاؤں میں مجموعہ چھ مربع اراضی کے مالک ہونے کی وجہ سے علاقہ گورداسپور کے لحاظ سے بہت بڑے اور متمول زمیندار تھے۔ اور بڑے زمینداروں سے علاقہ و قرابت داری بھی رکھتے تھے۔ لیکن ہر دو چوہدری صاحبان کی بنیان مرصوص کے تئیں چوہدری کریم بخش کی یورشیں قطعاً ناکام رہیں۔ بلکہ یہ صاحب ذلیل اور بالآخر دنیوی امور میں ایک طرح کے مولوی صاحب اور جماعت کے تابع ہو گئے تھے۲ے

۱ے بیان چوہدری قائم علی صاحب (صحابی) برادر چوہدری دین محمد صاحب موصوف۔ چوہدری قائم علی صاحب کی بیعت ۱۸۹۵ء تا ۱۸۹۷ء کے عرصہ کی ہے ان کے بھائی کی بیعت اس سے پہلے کی تھی۔ یہاں سے آخر پیرا تک بیان مولوی صاحب کے اہل بیت و اولاد کا ہے، جنہوں نے دیہات کے نام بھی بتلائے ہیں۔

۲ے اولاد مولوی صاحب کا بیان ہے کہ ۱۹۴۵ء کے پنجاب اسمبلی کے انتخابات کے وقت باوجودیکہ چوہدری کریم بخش صاحب کے ذاتی مراسم دوسرے امیدوار سینکھے جو بٹالہ کے گدی نشین اور سب جج اور سید بدر محی الدین صاحب تھے لیکن چوہدری صاحب کو لانے کا کام حضرت خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ نے ہمارے سپرد کیا۔ اور ہم دو طمانیت کی چنانچہ موصوف آئے اور حضرت چوہدری شیخ محمد صاحب سیالؓ کے حق میں ووٹ ڈالا اور حضور کی طرف سے اعزاز و اکرام اور ضیافت طعام سے خوش ہوئے افسوس کہ نور احمدیت کی شناخت سے محروم رہے اور تقسیم ملک کے وقت قافلہ میں پاکستان جاتے ہوئے راستہ میں جاں بحق ہو گئے۔

حضرت مولوی صاحب تبلیغ سے پیر دِ شاہ میں اللہ دتہ، فضل دین، فوجدار اور دلدار صاحبان اور بہادر حسین میں میاں امیر دین صاحب اور میاں حبیب دین صاحب اور میاں نفیس دین صاحب نے بھی احمدیت قبول کر لی اور وہاں جماعتیں قائم ہو گئیں۔ موضع لوہ چب کے فضل دین صاحب مع اہل و عیال بھی جماعت میں داخل ہوئے؎۔ چوہدری برکت علی صاحب حال مہاجر شیخوپورہ سابق مدرس تلونڈی جھنگلاں بیان کرتے ہیں کہ رڈالہ گرنتھیاں کے میاں اللہ دتہ صاحب اور بھاگی ننگل کے میاں عبد الرحیم صاحب عرف پودہلہ، چراغ دین

؎ بیان چوہدری قائم صاحب (صحابی) نیز وہ بتاتے ہیں کہ پیر دِ شاہ اور بہادر حسین کے یہ احباب ادائیگی نماز جمعہ کے لئے بعض دفعہ ہمارے گاؤں میں آجاتے تھے اور قبولِ احمدیت اور قیام کے متعلق ان احباب مذکورہ نے خود ذکر کیا تھا۔ بابو محمد عبد اللہ خان صاحب بتلاتے ہیں کہ پیر دِ شاہ کے ان احباب کا علم نہیں کہ زندہ ہیں یا نہیں۔ ڈاکٹر عبد القدوس؎ صاحب سناتے ہیں کہ والد صاحب کے ماموں زاد برادر میاں امیر الدین صاحب موصوف نے بتایا تھا کہ ان کے اپنے خاندان نے حضرت والد صاحب کے ذریعہ احمدیت قبول کی تھی۔ بابو محمد عبد اللہ خان صاحب بیان کرتے ہیں بابا امیر الدین صاحب، میاں حبیب الدین صاحب اور میاں حفیظ الدین صاحب (جنہیں پنجابی لہجہ میں نفیس دین کہا جاتا تھا) تینوں والد صاحب کے ماموں میاں بہادری صاحب کے بیٹے تھے۔ ابو المبارک؎ مولوی محمد عبد اللہ صاحب سے معلوم ہوا کہ میاں حبیب الدین صاحب مغربی پاکستان میں زندہ ہیں۔ کوائف مرتبہ بر موقعہ دعوت عید الفطر جنوری ۱۹۳۵ء میں میاں امیر الدین صاحب ولد میاں بہادری صاحب سکنہ بہادر حسین نے اپنی عمر ۶۵ برس اور بیعت و زیارت ۱۸۹۵ء درج کی ہے۔ موصوف نے حضرت مولوی صاحب کی بیوہ بھاوج سے شادی کر لی تھی۔ میں نے دار الفضل قادیان میں انہیں بار ہا دیکھا بہت نیک باجماعت نماز ادا کرنے والے خوش طبع اور مخلص تھے۔ مطابق بیان ان کے ربیب مولوی ابو المبارک صاحب۔ موصوف ۱۹۱۴ء میں قادیان ہجرت کر آئے تھے قطعہ نمبر ۸ حصہ نمبر ۱۶ یا قبر نمبر ۱ میں بہشتی مقبرہ میں دفن ہیں۔ ۱۸ دسمبر ۱۹۴۷ء کو بعمر ۷۵ سال وفات پائی۔ الحکم مورخہ ۳۱ مارچ ۱۹۰۰ء میں ذیل کے احباب کی بیعت کا اندراج موجود ہے۔

(۷) حفیظ الدین (یعنی موضع بہادر حسین)
(۸) حسینا " " " (یعنی ضلع گورداسپور)
مولوی رحیم بخش صاحب " " (ص ۷ ک ۱)

معلوم ہوتا ہے مولوی صاحب ان احباب کو بیعت کرانے لائے تھے۔ تبھی سہواً ان کا نام بیعت کنندگان میں شامل ہو گیا؛ کیونکہ احمدیت قبول کرنے والوں کے علاوہ دیگر حاضرین بھی شاملِ بیعت ہو جایا کرتے تھے۔

حضرت مولوی صاحب کی اولاد نے بتایا کہ تلونڈی کے چوہدری کریم بخش صاحب نمبردار اور ان کی برادری کے ایک دو افراد اور محمد بخش صاحب قوم باگڑی جٹ اور چار پانچ اَور مسلم گھرانوں اور ساٹھ ستر سکھوں اور چوڑھوں کے گھرانوں کے کے سوا باقی سارے گاؤں نے حضرت والد صاحب کے ذریعہ احمدیت قبول کر لی تھی۔ اور موضع مرسیاں کے بعض افراد بھی آپ کے ذریعہ احمدی ہوئے تھے۔

صاحب، اقبال صاحب عرف بالا اور دوست علی صاحب عرف ددلا۔ آپ کے ذریعے سے نعمت احمدیت سے مستفیض ہوئے۔ ابو المبارک مولوی محمد عبد اللہ صاحب فاضل بیان کرتے ہیں کہ تلونڈی جھنگلاں کے نوے فی صدی نہیں بلکہ مواضعات پیروشاہ، گلانوالی، مسانیاں اور سرسیاں، وغیرہ میں بھی حضرت مولوی صاحب کی تبلیغ سے ایک کثیر تعداد احمدیت میں داخل ہوئی اور میری تحقیق میں آپ نے تعلیم حاصل کر کے واپس آنے پر زیادہ سے زیادہ تین سال تک بہادر حسین میں قیام رکھا اور پھر تلونڈی میں منتقل ہو گئے تھے۔

موضع چوہدری والہ نزد قادیان کے ایک باشندہ چوہدری الہی بخش نے آج سے قریباً پینسٹھ سال قبل صوبہ سندھ میں بہت سی اراضی حاصل کی تھی۔ اور ان کے بھائی چوہدری ماہی بخش ضلع لائل پور میں امیر کبیر بن چکے تھے مؤخر الذکر نے مولوی رحیم بخش صاحب کو اپنے بچوں کی تعلیم کے لئے اپنے پاس لے جانا چاہا اور پیشکش کی کہ میں آپ کے نام ایک مربع اراضی منتقل کرا دوں گا۔ اور آپ کو مطب کرنے کی بھی اجازت ہوگی لیکن تلونڈی جھنگلاں کے سارے نمبردار خواہاں تھے کہ مولوی صاحب ان کے گاؤں میں سکونت اختیار کر لیں تا آپ سے استفادہ کیا جا سکے اور خصوصاً چوہدری دین محمد صاحب موصوف مصر تھے۔ اور انہوں نے آپ کو لائل پور جانے سے روکا اور اپنی نصف اراضی اور نصف حصہ مکان دینے کی پیشکش کی۔ اور ان کا اصرار یہاں تک بڑھا کہ ایک روز وہ آپ کی کتب اٹھا کر اپنے گاؤں لے گئے۔ چونکہ بہادر حسین کے لوگ بدعمل اور شرابی تھے اور مسانیاں کی گدی کے زیر اثر احمدیت کے مخالف تھے اور آپ وہاں نفوذِ احمدیت کے لئے حالات ساز گار نہ پاتے تھے۔ اور اب ایک میدان عمل خود بخود ہی آپ کو مل رہا تھا۔ جہاں آپ کے ذریعہ ایک فعال اور مخلص اور با اثر اور باہمت جماعت قائم ہو چکی تھی اس لئے آپ نے ابتغاءً لوجہ اللہ ترکِ وطن کیا۔ اپنا حصہ اراضی بھی اور اپنا نو تعمیر کردہ مکان بھی چھوڑ دیا اور تلونڈی جھنگلاں میں ایک چھوٹا سا قطعہ زمین خرید کر رہائش کے لئے آپ نے ایک خام مکان جیسا کہ اس زمانہ میں طریق تھا تعمیر کر لیا اور آپ کی غیور اور قانع فطرت نے چوہدری دین محمد صاحب کی پیشکش کو قبول کرنا پسند نہ کیا۔[5]

آپ کی تربیت و تبلیغ اور اسوہ حسنہ بے حد مثمر ہوا اور اس کے ثمراتِ حسنہ اس صورت میں ظاہر ہوئے کہ ماسوا سکھوں اور خاکروبوں اور سات آٹھ مسلم گھرانوں کے بالآخر بقیہ سارے مسلم خاندان حصار احمدیت میں پناہ گزین ہوئے۔ آپ نے وہاں ایک جامع مسجد اور پھر ایک اور مسجد تعمیر کرائی اور ١٩٠٧ء میں پرائمری کی اندر

---

٥ بیان اہل بیت مولوی صاحب و بابو محمد عبد اللہ خان صاحب۔ ابو المبارک مولوی محمد عبد اللہ صاحب بھی مولوی رحیم بخش صاحب کی نقل مکانی کا محرک چوہدری دین محمد صاحب موصوف کو ہی بتاتے ہیں منشی شاہ دین صاحب اور بابو صاحب موصوف کے نزدیک سال انتقالِ مکانی علی الترتیب ١٩٠١ء اور ١٨٩٩ء ہے لیکن مولوی صاحب کے اہل بیت کے نزدیک ١٨٩٨ء ہے سنین اور تاریخوں کے متعلق میں نے موصوفہ کی یادداشت کو صحیح پایا ہے جیسا کہ ان کی روایات سے ظاہر ہے؛

کھلوایا۔ پھر اسے مڈل تک ترقی دلائی۔ اور بچیوں کے لئے بھی پرائمری مدرسہ کھولا۔ اور جب کہ اس گاؤں میں ایک متنفس خط پڑھنے والا بھی نہ تھا آپ نے سارے گاؤں کو نورِ علم سے بہرہ ور کیا۔ قرآن مجید بھی پڑھایا ان احباب کی اولاد نے بہت ترقی کی اس گاؤں کے بعض زمیندار علاقہ سندھ میں آباد ہو گئے تھے۔ ان میں سے متعدد آپ کے ذریعہ احمدی ہوئے مثلاً چوہدری مولا بخش صاحب اور ان کے بیٹے چوہدری غلام حیدر صاحب اور ان کے بھائی۔ چوہدری غلام حیدر صاحب نے ضلع حیدرآباد سندھ میں ایک گاؤں کوٹ احمدیاں آباد کیا تھا۔ جہاں مضبوط جماعت قائم ہے۔ چونکہ حضرت اقدس کے ساتھ آپ کے مراسم قبل دعویٰ کے تھے۔ اس لئے تلونڈی جھنگلاں کے احباب بالعموم آپ کی معیت میں حضور کی ملاقات کرتے تھے۔[1]

جامع مسجد کا قیام

ایک خاتون نے علاج کی وجہ سے مولوی صاحب کو ایک صد روپیہ دیا۔ جو آپ نے گھر میں الگ رکھوا دیا۔ اور احباب میں جامع مسجد کی تعمیر کے لئے تحریک کی۔ اور بتایا کہ میں نے اس کے لئے ایک صد روپیہ رکھا ہوا ہے۔ چنانچہ اس طرح یہ مسجد تعمیر ہو گئی۔[2] اس میں خصوصاً چوہدری محمد امین صاحب نے امداد کی۔ یہ مسجد ۱۹۰۵ء میں تعمیر ہو چکی تھی۔ چوہدری صاحب نے اپنی ایک گھماؤں اراضی اس مسجد کے متولی کے لئے ہمیشہ کے لئے ہبہ کر دی تھی اور اسی بارہ میں کتبہ لگوا دیا تھا۔[3]

گاؤں میں مدرسہ کا قیام

مولوی رحیم بخش صاحب کے اہل بیت بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت صاحب کی خدمت میں مارچ یا اپریل ۱۹۰۷ء میں عرض کیا کہ ہمارے گاؤں میں مدرسہ نہیں۔ ہم عبد اللہ کو تعلیم کہاں دلائیں! فرمایا کہ مدرسہ تعلیم الاسلام کی ایک شاخ اپنے گاؤں میں کھلوا لینی چاہیئے۔ اسی طرح حافظ حسین بخش صاحب (اور بروایت محترم عرفانی صاحب مولوی صاحب رحیم بخش صاحب) نے بھی شاخ کھلوانے کے لئے حضور کی خدمت میں عرض کیا۔ قادیان سے محترم شیخ یعقوب علی صاحب اور مکرم مفتی فضل الرحمٰن صاحب آئے اور انہوں نے مدرسہ کا موقع دیکھا اور جب وہ ہمارے مکان پر آئے تو میں نے مدرسہ کی خوشی میں ہر دو کی خدمت میں ایک ایک روپیہ اور ایک ایک کوزہ مصری کا ہدیہ دیا۔ میرے میاں نے گاؤں کے احباب سے مدرسہ کی تعمیر کے لئے تین صد روپیہ جمع کر کے دیا۔ مئی یا جون ۱۹۰۷ء میں مدرسہ ابتداً مسجد احمدیہ کے قریب چوہدری قائم علی صاحب

---

[1] بیان منشی شاہ دین صاحب داہل بیت و اولاد مولوی صاحب

[2] آپ کے اہل بیت کا بیان

[3] بیان ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب وصدر جماعت سنجر چانگ ضلع حیدرآباد سندھ) نبیرہ چوہدری محمد امین صاحب (پھر ایک اور مسجد بھی گاؤں میں تعمیر کر لی گئی تھی۔ (مطابق بیان عرفانی صاحب) جامع مسجد میں ہی (۱۹۰۷ء میں) مدرسہ تعلیم الاسلام کی شاخ کا افتتاح کیا گیا تھا۔

کی حویلی میں قائم کیا گیا تھا اور پھر جلد ہی مدرسہ کی عمارت تیار کرلی گئی تھی۔ مرکز کی طرف سے اوّلین مدرس منشی سکندر علی صاحب متعین ہوئے تھے میرا بچہ علیہ السلام اس میں داخل کیا گیا۔ ابوالبشارت مولوی عبدالغفور صاحب رض مرحوم مبلغ سلسلہ و پسر میاں فضل محمد صاحب رض ہرسیاں والے بھی وہاں تعلیم پاتے رہے۔[1]

---

[1] بیان بابو عبداللہ خان صاحب ان کے عم زاد ابوالمبارک مولوی عبداللہ صاحب اور مولوی ابوالبشارت صاحب کے برادر عبدالرحیم صاحب دیانت درویش۔ مولوی ابوالبشارت صاحب کے متعلق تصدیق کرتے ہیں۔ مولوی ابوالمبارک صاحب اور مولوی ابوالبشارت صاحب وہاں اور مدرسہ احمدیہ قادیان میں ہم جماعت تھے۔ مولوی ابوالمبارک صاحب اور بابو صاحب کے بیان کے مطابق مدرسہ تلونڈی میں محمد سلیمان صاحب جالندھری اور شیخ عبداللہ صاحب پسر حافظ نور محمد صاحب فیض اللہ چکوی بھی مدرس رہے اور مولوی قمرالدین صاحب سیکھوانی فاضل بیان کرتے ہیں کہ ہر دو صاحبان اوائل خلافت اولیٰ میں علی الترتیب ہیڈ مدرس اور نائب مدرس تھے (محمد سلیمان صاحب کے متعلق متعدد افراد ذکر کرتے ہیں کہ یہاں سے جانے کے بعد ان کا علم نہیں کہ کہاں گئے) لیکن خاکسار مؤلف کو اتفاقاً ان کا ایک خط حضرت عرفانی صاحب کے نام کا ملا ہے جس پر ڈاک کی مہر ۱۳ر نومبر ۱۹۱۵ء کی ہے اس میں انہوں نے اپنے نام کے ساتھ "از اسلامیہ سکول ابوہر ضلع فیروزپور لکھا ہے"۔ ماسٹر شاہ دین صاحب اور حکیم عبدالرحیم صاحب بیان کرتے ہیں کہ مولوی رحیم بخش صاحب نے بچوں کے لئے پرائمری مدرسہ اپنے گھر کے ساتھ ۱۹۱۹ء میں کھول لیا تھا جو آپ کی وفات تک جاری رہا۔ اور آپ اس کے مینیجر اور مدرس تھے اور گھر پر بچیوں کو قرآن مجید پڑھانے کا انتظام کر رکھا تھا۔ لڑکوں کے مدرسہ کو آپ نے مڈل تک ترقی دے دی تھی۔ اس ترقی کی تصدیق کرتے ہوئے مولوی ابوالمبارک صاحب بتاتے ہیں کہ اس میں انگریزی کی تعلیم چوہدری نواب الدین صاحب قوم باگڑی جٹ دیتے تھے۔ حکیم عبدالرحیم صاحب بیان کرتے ہیں کہ لڑکوں کے مدرسہ سے ایک عرصہ تک مواضعات سیکھواں۔ لوہ چب، پیرو شاہ اور ہرسیاں وغیرہ کے بچوں نے بھی تعلیم پائی۔ ۳۰ر مئی ۱۹۰۷ء کے بدر میں مرقوم ہے:۔

"مدرسہ تعلیم الاسلام کی دو شاخیں قریب کے دیہات میں کھولی گئی ہیں۔ ایک سیکھواں میں اور ایک فیض اللہ چک میں۔ اور ایک تیسری شاخ تلونڈی جھنگلاں میں عنقریب کھلنے والی ہے۔" (ص ۴)

جلسہ سالانہ ۱۹۰۸ء میں صدر انجمن احمدیہ کی جو رپورٹ سنائی گئی تھی، اس میں مذکور ہے کہ تلونڈی جھنگلاں میں پرائمری مدرسہ کھول دیا گیا ہے اور اس کے لئے انجمن نے مکان بھی تعمیر کیا ہے اور ہر سہ مدارس میں ایک صد لڑکے داخل ہیں۔ (الرپورٹ متعلقہ ص ۲۵) مطبوعہ کو الف ذیل میں درج کئے جاتے ہیں ان سے ظاہر ہے کہ ایک زمانہ میں اس کے اخراجات کے بوجھ مرکز پر نہیں تھا یا نہ ہونے کے برابر تھا۔ اس وقت مولوی رحیم بخش صاحب احباب جماعت کی امداد سے ہی اسے چلاتے ہوں گے۔ بچیوں کے لئے بھی مدرسہ کھولا گیا تھا (۱) ۱۰-۱۹۰۹ء میں صدر انجمن احمدیہ کا کل تعلیمی خرچ دس ہزار تین صد اٹھائیس روپے تھا۔ شاخ تلونڈی میں دو اساتذہ تھے ان میں سے ایک نارمل پاس تھا۔ طلباء ۵۷ تھے اور خرچ ایک صد اناسی روپے (بشمول ساڑھے اڑسٹھ روپے سرکاری امداد) تھا۔ (سالانہ رپورٹ ۱۰-۱۹۰۹ء ص ۲۵ و ۱۱-۱۹۱۰ء ص ۲۵ و ۲۸) باقی اگلے صفحہ پر

اس مدرسہ کے قیام کے متعلق بابو محمد عبداللہ صاحب کا خط اور حضرت عرفانی صاحب کا جواب درج کئے جاتے ہیں :۔

قادیان   بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

۲۰ / ۱۱ / ۵۶   و علیٰ عبدہ المسیح الموعود،

بخدمت محترم شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی سلمہ الرحمٰن ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید ہے کہ آپ بفضل خدا بخیریت ہوں گے کیا آپ مہربانی فرما کر مندرجہ استفسارات کے جوابات بواپسی ڈاک

حاشیہ بقیہ حٰ۱۵۱ ؛ (۲) ۱۱-۱۹۱۰ء میں صدر انجمن کا کل تعلیمی خرچ بارہ ہزار پانصد چھتیس روپے ۔ اس شاخ کے اساتذہ طلباء حسب سابق خرچ قریباً ایک صد بانوے روپے بشمول سرکاری امداد قریباً ۶۲ روپے جو ابھی نہیں ملی تھی (رپورٹ سالانہ ص ۲۴ و ۲۸) شاخ مدرسہ سیکھواں بوجہ کمی تعدادِ طلبہ جون ۱۹۱۰ء سے شاخ تلونڈی کے ساتھ ملا دی گئی (ریویو آف ریلیجنز جولائی ۱۹۱۰ء ص ۲۷۴)

(۳) ۱۲-۱۹۱۱ء میں اس شاخ کا خرچ ایک صد بانوے + دو صد تینتالیس روپے ۔ سرکاری امداد چوالیس روپے لوئر اپر پرائمری کے دو مدرس تعداد طلبہ ۶۵ (رپورٹ سالانہ ص ۳۴ و ۳۸)

(۴) ۱۳-۱۹۱۲ء میں خرچ شاخ دو صد چھیاسٹھ روپے آٹھ آنے + چار روپے گرانٹ ایک صد چھ روپے ۔ اساتذہ حسب سابق تعداد طلبہ ترقی پر ہے (رپورٹ سالانہ ۲۳ ، ۲۷)

(۵) رپورٹ ناظر تعلیم ذریعہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب میں مذکور ہے کہ لڑکوں کے ۱۲ پرائمری مدارس ایسے ہیں جن زنانہ مدارس نظارت تعلیم کی عمومی نگرانی میں ہیں ان کا انتظام وغیرہ مقامی جماعتوں کے سپرد ہے ایک ایسا مدرسہ تلونڈی جھنگلاں میں ہے (رپورٹ شاورت ۱۹۲۷ء ص ۸۶ و ۸۷)

(۶) ۳۱-۱۹۳۰ء یہ مدرسہ اپنے خرچ پر چل رہا ہے (رپورٹ سالانہ ص ۱۲)

(۷) ۳۵-۱۹۳۴ء مدرسہ نظارت تعلیم کی عمومی نگرانی میں ہے مالی ذمہ داری نظارت پر نہیں۔

(رپورٹ سالانہ ص ۱۵۳ و ۱۵۴)

(۸) ۳۶-۱۹۳۵ء حسب بالا امدادی پرائمری سکول تلونڈی جھنگلاں "جو پنجاب کے ایسے بارہ مدارس میں سے ایک ہے (رپورٹ سالانہ ص ۱۳۰)

(۹) ۳۷-۱۹۳۶ء مدرسہ زیر نگرانی نظارت تعلیم ہے (رپورٹ سالانہ ص ۲۱۳)

(۱۰) ۳۹-۱۹۳۸ء اس جماعت سے دو صد بیس روپے چندہ وصول ہوا ۔ دس بیرونی درسگاہوں کو ایک صد روپیہ کی امداد صدر انجمن کی طرف سے دی گئی ۔ جس میں سے اس مدرسہ کو آٹھ روپے ملے ۔

(ایضاً سالانہ ص ۲۰۵ ، ۲۷۴)

ارسال کر کے ممنون فرمائیں گے :-

(۱) مینارۃ المسیح کی بنیاد کس کس کی نگرانی میں رکھی گئی تھی اور کتنی گہری رکھی گئی تھی۔ یعنی بنیاد کی کھدائی اس قدر کی گئی تھی کہ نیچے کے پانی تک پہنچ گئی ہو۔

(۲) موضع تلونڈی جھنگلاں کی جماعت کس کے ذریعہ قائم ہوئی تھی۔

(۳) مدرسہ تلونڈی جھنگلاں کا قیام کس کی تحریک پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السّلام نے منظور فرمایا تھا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ سب سے پہلے اس کام کے لئے حضور نے آپ کو اور مولوی شیر علی صاحب رضؓ اور مفتی محمد صادق صاحب کو مقرر فرمایا تھا اور آپ صاحبان اس کام کے لئے تلونڈی جھنگلاں گئے تھے۔ کیا حضرت اقدس ؑ نے خود ہی یہ مدرسہ قائم کیا تھا یا کسی دوست کے عرض کرنے پر کیا تھا اور وہ دوست کون تھے؟

(والسلام خاکسار محمد عبد اللہ اوور سیر ابن مولوی رحیم بخش صاحب جالا معرفت ملک صلاح الدین صاحب ناظر امور عامہ قادیان ضلع گورداسپور پنجاب)

عزیز مکرم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا خط کئی سال کے بعد بحالت علالت ملا۔ اور مجھے دکھ ہوا کہ جماعت کے مرکز میں آپ کو سلسلہ کے تاریخی حالات سے کوئی واقف نہ ملا۔

(۱) منارۃ المسیح کے متعلق حالات الحکم میں طبع ہو چکے ہیں اور میرے پاس تو وہ سامان نہیں اس میں دیکھیں منارہ کا کام سیّد محمد رشید مرحوم فرزند حکیم حسام الدین صاحب رضؓ کی نگرانی میں ہوا تھا۔

(۲) تلونڈی جھنگلاں کی جماعت حضرت مولوی رحیم بخش صاحب کے ذریعہ شروع ہوئی تھی وہ اوّل المبائعین تھے[۱] اور حضرت اقدس سے بعثت سے پہلے تعلقات تھے جب کہ مولوی صاحب طالب علم تھے۔ ان کے حالات زندگی الحکم میں شائع ہو چکے ہیں۔

۳۔ مدرسہ تلونڈی جھنگلاں کے بانی اور محرک بھی مولوی صاحب تھے۔ اور انہوں نے مسجد میں اس کا افتتاح رکھا تھا خاص معاونین میں چوہدری رحیم بخش (اگر یہ نام نہیں بھولا) نمبردار۔ حافظ حسین بخش اور میاں محمد دین[۲] چوہدری نوجوان تھے۔ شاخ کے باقاعدہ شروع کرانے کی سعادت اس خاکسار عرفانی اور مفتی فضل الرحمٰن مرحوم کو ہوئی تھی۔ مدرسہ کی منظوری کمیٹی انتظامیہ تعلیم الاسلام نے دی تھی جس کا میں بھی ایک ممبر تھا۔ حضرت مفتی صاحب رضؓ اور حضرت مولوی شیر علی صاحب رضؓ کو ابتدائی مراحل میں دخل نہ تھا۔

ابتدائی تحریک حضرت مولوی رحیم بخش صاحب کی طرف سے ہو رہی تھی اور اس کے بار آور کرنے کی توفیق خاکسار اور مفتی صاحب رضؓ کو ملی۔ فالحمد للہ علی ذالک۔ خاکسار عرفانی ۱۱/۵/۵۲

---

[۱] مراد یہ کہ تلونڈی جھنگلاں میں آپ کو شمار کر کے آپ سے پہلے بیعت کرنے والا کوئی نہ تھا۔ ورنہ آپ اس موضع میں آنے سے قبل احمدیت سے البتہ تھے (مؤلف)

[۲] بابو محمد عبد اللہ صاحب بتلاتے ہیں کہ چوہدری دین محمد صاحب کی بجائے سہواً عرفانی صاحب رضؓ نے چوہدری محمد دین صاحب لکھا ہے چوہدری دین محمد صاحب قوم گھنگل جٹ مراد ہیں جو علاج کے تعلق میں احمدی ہوئے تھے۔ اور اصرار کر کے والد صاحب کو تلونڈی جھنگلاں لے آئے تھے۔

چربہ ذیل میں دیا جاتا ہے:۔

[illegible]

قیامِ خلافتِ اولیٰ

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے وصال کے بعد جنازہ قادیان پہنچا یا گیا۔ قیامِ خلافتِ اولیٰ کے متعلق مرقوم ہے :-

"جب حضرت بیوی صاحبہ ام المومنین سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا کہ حضرت مولوی (نور الدین) صاحب سے بڑھ کر اور کون اس کے قابل ہو سکتا ہے کہ حضرت اقدس کا جانشین ہو حضرت مرزا البشیر الدین محمود احمد صاحب نے بھی اس پر اتفاق کیا۔ چنانچہ جب جنازہ باغ میں رکھا ہوا تھا اور سب دوست بھی باغ میں جمع تھے تو اس وقت احباب کے اتفاق سے عاجز راقم محمد صادق عفی اللہ عنہ ایڈیٹر بدر نے کھڑے ہو کر مفصلہ ذیل تحریر پڑھی جو حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں بطور درخواست کے تھی :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علیٰ خاتم النبیین محمد المصطفیٰ وعلی المسیح الموعود خاتم الاولیاء۔ امابعد مطابق فرمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام مندرجہ رسالہ الوصیت ہم احمدیان جن کے دستخط ذیل میں ثبت ہیں اس امر پر صدق دل سے متفق ہیں کہ اول المہاجرین حضرت حاجی مولوی حکیم نور الدین صاحب جو ہم سب میں سے اعلم اور اتقیٰ ہیں۔ اور حضرت امام کے سب سے زیادہ مخلص اور قدیمی دوست ہیں اور جن کے وجود کو حضرت امام علیہ السّلام اسوۂ حسنہ قرار فرما چکے ہیں جیسا کہ آپ کے شعر ؎

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر یک پر از نورِ یقیں بودے

سے ظاہر ہے۔ کے ہاتھ پر احمد کے نام پر تمام احمدی جماعت موجودہ اور آئندہ نئے ممبر بیعت کریں۔ اور حضرت مولوی صاحب موصوف کا فرمان ہمارے واسطے آئندہ ایسا ہی ہو جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا تھا۔"

اس پر بہت سے احباب نے دستخط کئے جن میں چند ایک کے نام اخبار میں درج ہیں ان میں" مولوی رحیم بخش تلونڈی جھنگلاں" کا نام بھی ہے۔ اس تحریر کے پڑھا جانے کے بعد حضرت مولوی صاحب نے ایک نہایت ہی رقت آمیز تقریر کی۔ اس پر سب نے اتفاق کیا کہ ہم آپ کے احکام مانیں گے۔ آپ ہمارے امیر ہیں اور ہمارے مسیح کے جانشین ہوں۔ چنانچہ بیعت اول میں قریباً بارہ صد افراد شامل ہوئے۔[1]

قیامِ خلافتِ ثانیہ

بزرگانِ سلسلہ کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ حضرت خلیفہ اوّل وفات پا گئے۔ دوسرے روز

[1] البدر ۲ جون ۱۹۰۸ء (ص ۶ و ۷)

مسجد اقدس میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ قرار پائے۔ اور اسی وقت دو ہزار افراد نے بیعت کی اور آپ نے ایک مختصر تقریر اور دعا کے بعد ہائی سکول کے شمالی جانب نماز جنازہ پڑھائی اور مغرب کی نماز سے قبل حضرت خلیفہ اول کی تدفین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار کے دائیں جانب ہوئی جو احباب اس موقع پر حاضر نہ ہو سکے ہوں وہ جلد بیعت سے مشرف ہوں الفاظِ بیعت اور حضور کی یہ تقریر بذریعہ اخبارات شائع کئے جائیں گے ان بزرگوں میں رحیم بخش سیکرٹری تلونڈی جھنگلاں بھی شامل تھے[1]۔ چوہدری ماسٹر شاہ دین صاحب اور بعض دیگر احباب نے بتایا کہ فتنہ غیر مبایعین سے جماعت تلونڈی جھنگلاں مولوی رحیم بخش صاحب کی مساعی حسنہ کے باعث محفوظ رہی۔ اور خلافت ثانیہ کے دامن سے وابستہ ہو گئی،

بطور طبیب کمال

(بیان بابو محمد عبد اللہ صاحب و حکیم عبد الرحیم صاحب)

یہ دونوں بیٹے بیان کرتے ہیں کہ والد ماجد کے پاس اڑھائی اڑھائی صد سالہ کی قلمی طبی کتب تھیں جو تقسیم ملک کی نذر ہو گئیں آپ سونا آب جامن میں کشتہ کر کے یا اس کا معجون تیار کر کے حضرت ام المومنین کی خدمت میں پیش کرتے تھے ختم ہونے پر حضرت ممدوحہ والدہ صاحب کی معرفت مزید منگوا لیتی تھیں۔ والد صاحب خصوصاً مرضِ مالیخولیا کے علاج میں خصوصاً مہارت رکھتے تھے اور اس مرض کے مریض سندھ تک سے آپ کی طرف رجوع کرتے تھے آپ پہلے منضج ادویہ اور پھر مسہل دیتے بعد ازاں فصد کرتے تھے۔ اور دورانِ علاج میں پانی کی بجائے صرف آب جو پینے کو دیتے تھے مریض اکیس روز میں شفا یاب ہو جاتا تھا۔

چوہدری فقیر محمد صاحب رضی اللہ عنہ جو سلسلہ کے ایک فدائی بزرگ تھے جن دنوں میانوالی میں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس متعین تھے۔ ایک دفعہ وہ قادیان آئے تو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا کہ میں ریزش سے دیر سے بیمار ہوں کسی یونانی طبیب سے علاج کروانا چاہتا ہوں کونسے طبیب کی طرف رجوع کروں آپ نے مشورہ دیا کہ تلونڈی جھنگلاں میں مولوی رحیم بخش صاحب کے پاس چلے جائیں وہ لکھنؤ کے تعلیم یافتہ ہیں اور ان کے پاس طب کی جو سند ہے وہ ہندوستان بھر میں

---

[1] الحکم ۲۱ مارچ ۱۹۱۴ء (ص ۷) یہ اعلان الگ اشتہار کے رنگ میں بھی شائع ہوا جس میں الگ الگ عنوانات سے خاندان حضرت اقدس۔ عہدہ داران سرکاری۔ معززین و تجار۔ گریجوایٹس، علماء۔ ایڈیٹر صاحبان وغیرہ کے اسماء مرقوم ہیں۔ پریذیڈنٹ و سیکرٹری صاحبان کے تحت " مولوی چوہدری رحیم بخش صاحب" (یعنی جماعت احمدیہ) تلونڈی جھنگلاں کا نام بھی مرقوم ہے۔

اس اشتہار کے دوسری طرف حضرت نواب محمد علی خان صاحب اور حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ کی طرف سے شرائط بیعت کے تعلق میں غیر مبایعین کے افتراؤں کی تردید کی گئی تھی حکیم عبد الرحیم صاحب بیان کرتے ہیں کہ خلافت ثانیہ کے انتخاب کے اجتماع میں والد صاحب شامل تھے اور اسی موقعہ پر بیعت کا شرف آپ نے حاصل کیا تھا اور یہ امر مندرجہ بالا اعلان سے بھی ثابت ہے)

صرف چند اطباء کو حاصل ہے۔ چنانچہ چوہدری صاحب بکثرت آپ کے پاس گئے اور تفصیل بالا بیان کی آپ نے انہیں صرف بنفشہ اور دھنیا استعمال کرنے کو کہا وہ ایسا سادہ کم خرچ اور بظاہر معمولی نسخہ سن کر کہنے لگے کہ میں نے تو نہایت قیمتی علاج کرائے ہیں جن سے کوئی فائدہ نہیں ہوا اور اصرار کیا کہ کوئی اور نسخہ بتلائیں۔ آپ نے کہا کہ یہی نسخہ استعمال کریں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس سے شفا دے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (بیان عبدالرحیم صاحب)

آپ کے اہل بیت نے ایک بار حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے شاگرد حکیم غلام محمد صاحب امرتسری سے دوا لینا چاہی تو انہوں نے کہا کہ آپ کے میاں مجھ سے بہتر طبیب ہیں۔ آپ انہی سے دوا لیں۔ ایک دفعہ حضرت خلیفہ اوّل نے آپ سے کہا کہ میں نے آپ کے میاں کو کہا تھا کہ وہ قادیان آجائیں اور میرے پاس مطب کریں۔ لیکن وہ نہیں آتے۔ میں نے ان سے ذکر کیا تو کہنے لگے کہ تلونڈی جھنگلاں میں تبلیغ کا بھی موقع ہے۔ اس موضع کے بعض مریض حضرت خلیفہ اوّل کی خدمت میں علاج کی خاطر حاضر ہوئے تو فرمایا کہ آپ کے گاؤں میں ایسا طبیب موجود ہے جس نے وہی کچھ پڑھا ہوا ہے جو میں نے پڑھا ہوا ہے۔ علاج کے لئے انہی کی طرف رجوع کیا کرو[1] آپ کے ایک شاگرد حکیم نظام الدین صاحب سکنہ موضع وڈالہ گرنتھیاں نزد قادیان حال مہرجہ ضلع لائل پور نے بتایا کہ میری اہلیہ کے لئے حضرت مولوی رحیم بخش صاحب نے ایک نسخہ تجویز کیا۔ طبیب ہونے کی وجہ سے بظاہر مخالفِ مرض ہونے کے میں راستہ سے لوٹ آیا اور عرض کیا۔ فرمایا اسی سے شفا ہو جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور میرا تاثر یہ ہے کہ استاد بزرگوار کی دوا سے دعا زیادہ کارگر ہوئی اور باعثِ شفا بنتی ہے[2]

آپ کی اہلیہ محترمہ بیان کرتی ہیں کہ میرے خاوند شب زندہ دار تھے۔ اور آپ نے مجھے بھی تہجد کا عادی بنا دیا تھا۔ موضع تلونڈی جھنگلاں میں ایک غیر احمدی امام مسجد عید الاضحیہ کے موقع پر تمام قربانیوں کی کھالیں حاصل کر لیتا تھا۔ ایک دفعہ آپ نے اسے کہا کہ ہماری بھی ایک مسجد ہے اس لئے کھالوں میں سے ہمارا حصہ ہمیں دو۔ چنانچہ اپنا حصہ لے کر ان کی فروخت کی رقم بارہ روپے آپ نے حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کئے۔ حضور نے قبول فرمائے اور بہت خوش ہوئے۔ آپ امین اور دیانتدار تھے۔ ایک بار آپ عطار سے ادویہ لائے اور مجھے کوٹنے کے لئے کہا۔ ان میں سے ایک طلائی بالا ایک منکہ نکلا۔ چنانچہ سُنار نے بھی یہی بتایا اور خرید لینا چاہا۔ لیکن آپ نے اسے عطار کو واپس کر دیا۔ آپ علاج معالجہ کے عوض خود رقم کا مطالبہ نہیں کرتے تھے بلکہ مریض جو کچھ اپنی مرضی سے آپ کو رقم دیتے آپ قبول کر لیتے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے دو بار فیس دی تو تیسری دفعہ پیش کرنے پر آپ نے قبول نہ کی اور کہا کہ مجھے شرم آتی ہے آپ نے انہیں تبلیغ کی اور کہا کہ آپ لوگ احمدیت قبول کر لیں اور جماعتی امور کے لئے چندہ دیں۔ ایک خاتون نے ذمات کے قریب علاج کی وجہ سے آپ کو ایک صد روپیہ دیا۔ آپ نے یہ رقم میرے پاس الگ رکھوا دی اور پھر احباب میں تحریک کہ مسجد

---

[1] بیان اہلیہ صاحبہ مولوی رحیم بخش صاحب

[2] بیان حکیم عبدالرحیم صاحب

تعمیر کرنے کے لئے چندہ دیں۔ میرے پاس ایک صد روپیہ موجود ہے جو میں تعمیر میں صرف کر دوں گا۔ چنانچہ آپ نے اس روپیہ اور چندہ سے مسجد احمدیہ تعمیر کرائی۔ جس میں آپ تا وفات امام رہے اور جماعت کے صدر بھی۔

تاثراتِ احباب

(۱) ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب صدر جماعت احمدیہ بنجر چانگ ضلع حیدرآباد سندھ اپنے تاثراتِ ذیل بیان کرتے ہیں :۔

حضرت مولوی رحیم بخش صاحب بزرگ صورت و سیرت تھے۔ جوانی میں موضع تلونڈی جھنگلاں میں ان کا ورود مسعود ہوا۔ اور آپ نے احمدیت کی خدمت کرتے ہوئے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ آپ ان نادر وجودوں میں سے تھے جن میں حضرت مسیح موعود سے تعلق نے ایک انقلاب برپا کر دیا تھا۔ مولوی صاحب کے ذریعہ وہاں کی جماعت قائم ہوئی۔ آپ نے اس کی تعلیم و تربیت کے لئے اپنی عمرِ عزیز صرف کر دی بڑی عمر والوں کو بھی قرآن کریم پڑھایا۔ بعض کو اردو کی تعلیم دی وہاں خط لکھنے اور پڑھنے والا نہیں ملتا تھا۔ آپ نے علم کے نور سے اسے منور کیا۔ ان لوگوں کی اولادیں پڑھنے سے سلسلہ کے لئے قربانی کرنے والوں کی تعداد ہمیشہ بڑھے گی اور آپ کا تبلیغ و تربیت و تعلیم کا ثواب ہمیشہ بڑھتا رہے گا۔ بڑھاپے میں بھی موسم برسات تک میں دیہاتی تنگ و تاریک اور کیچڑ سے پر گلیوں میں سے تمام نمازوں کے لئے اپنے مکان سے جو فاصلہ پر تھا التزام سے مسجد میں حاضری سُست افراد کے لئے شرمندگی اور ولولہ خیز ہوتی۔

پنجاب میں اس زمانہ میں عمومی غربت کا دَور تھا لیکن اہل اللہ میں سے ہونے کی وجہ سے ہم ہمیشہ آپ کو متبسم صابر و شاکر مطمئن اور پرسکینت اور باوقار پاتے۔ طبابت کو جلبِ زر کا ذریعہ بنانے کی بجائے آپ نے اسے خدمتِ خلق اور حصول رضائے الٰہی کا وسیلہ بنا رکھا تھا۔ بلا امتیاز مذہب و ملت چھوٹے بچوں کے لئے تو علاج معالجہ کا سلسلہ اس رنگ میں چلتا تھا۔ گویا کسی بزرگِ خاندان جیسے نانا یا دادا جان کے پاس پہنچے اور دوائی لے آئے۔ لیکن بڑی عمر کا آدمی سخت بیمار ہوتا تو صحت یاب ہونے پر آپ کی دعوت کر کے معمولی سا نذرانہ پیش کر دیتا۔ اس متوکل بزرگ کی نظر میں گاؤں کے تمام افراد اپنے بچے یا بھائی بہن تھے۔

میرے دادا حضرت چوہدری محمد امین صاحب رضی اللہ عنہ جیسے بزرگ نے جامع مسجد موضع تلونڈی جھنگلاں کی تعمیر میں سب سے زیادہ مدد کی تھی۔ زلزلہ کانگڑہ (۴ر اپریل ۱۹۰۵ء) تک اس کے شاندار گنبد تیار ہو چکے تھے چوہدری صاحب نے احباب سمیت اس کی حفاظت کے لئے دعا کی آپ نے اپنی ایک گھماؤں زمین مسجد کے نام ہبہ کر دی۔

(۲) حکیم عبدالرحیم صاحب بیان کرتے ہیں کہ والد صاحب نے گاؤں میں عمر بھر قرآن شریف، احادیث شریف اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا درس جاری رکھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ آپ کو گہری محبت بلکہ عشق تھا اور جب بھی حضور علیہ السلام کا ذکر آتا تو آپ کی آنکھیں ڈبڈبا آتیں اور فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت آئی اور چلی گئی لیکن لوگوں نے کما حقہٗ قدر نہ کی۔ غیر از جماعت مسلم و غیر مسلم مولوی صاحب کو بنظرِ احترام و استحسان دیکھتے تھے۔ بٹالہ میں آپ کو بکثرت جانا اور اپنے ایک دوست میاں شیر محمد صاحب کے ہاں قیام کرنا پڑتا تھا۔ وہ آپ کے زیر اثر نہ خود احمدیت کے خلاف

کوئی کلمہ کہتے نہ کسی کو کہنے دیتے تھے۔ ان کے فرزند میاں جلال الدین صاحب مرحوم سیشن جج لاہور نے جو مزنگ میں کوٹھی تعمیر کرا کے مقیم تھے عند الملاقات مجھے کہا کہ آپ کے والد صاحب ولی اللہ تھے۔ میں نے کہا آپ تو احمدیت سے وابستہ نہیں آپ یہ بات کس بنا پر کہتے ہیں تو وہ آبدیدہ ہو گئے تو کہنے لگے کہ ان کا قیام بٹالہ میں ہمارے ہاں ہوتا تھا۔ میں اس امر کا شاہد ہوں کہ آپ باقاعدگی سے تہجد خوانی کرتے تھے اور بہت دعا گو تھے۔

(۳) ڈاکٹر عبد القدوس صاحب بیان کرتے ہیں کہ والد محترم نہایت سادہ کم گو دعائیں کرنے والے، قرآن مجید اور مسجد کے عاشق اور ہمدردی خلق کے جذبہ سے معمور تھے۔ ان کی قلبی تمنا تھی کہ دنیا میں کوئی متنفس نہ رہے جو کلام اللہ نہ پڑھا ہو۔ بلونڈی جھنگلاں میں آپ کے نقل مکانی کے وقت نہایت جاہل لوگ بھی موجود تھے۔ آپ نے دل و جان سے ان کی تربیت کے لئے مساعی کیں۔ ان کی تعلیم کے لئے انتھک کوشش کی۔ بچوں کو اپنی گرہ سے کتب خرید کر مدد دیتے۔ اور تعلیم پانے والے افراد کو ملازمت دلوانے میں بھی کوشاں ہوتے تا کہ تحصیل علم باعث کشش ہو۔ مدرسہ کی خدمت مفت (۶۰۔ ازی رنگ) میں عمر بھر کی۔ قادیان سے علماء کو بلا کر گھروں کی چھتوں پر (جیسا کہ دیہات میں طریق تھا) اور مسجد میں تقریریں کراتے۔ اگر لوگ جھگڑ رہے ہوتے اور آپ کا ادھر سے گزر ہو جاتا تو یہ لوگ جھگڑا بھول کر ادھر ادھر دبک جاتے حقہ پینے والے حقہ چھپا لیتے اور احتراماً کھڑے ہو جاتے۔ میں نے بھی دیکھا اور ہمسایوں نے بھی بتایا کہ والد صاحب نصف شب کے بعد بیدار ہو جاتے اور چراغ روشن کر کے تخت پوش پر تہجد خوانی کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ پنج گانہ نمازیں ہمیشہ باجماعت ادا کرتے۔ کسی پر ناراض نہ ہوتے بلکہ ہمیشہ محبت سے لوگوں کو سمجھاتے۔ اور اگر کبھی کسی پر تشدد یا ناراض ہوتے تو صرف ایک بار آنکھ اٹھا کر اس کی طرف دیکھنے دیں۔ منہ سے کچھ نہ کہتے ان کی آنکھوں کی تاب کوئی نہ لا سکتا تھا۔ نام و نمود کا شائبہ تک آپ میں نہ تھا۔ بلونڈی جھنگلاں کے لوٹے فی صد افراد کو آپ کے ذریعہ احمدیت نصیب ہوئی۔ ایک دفعہ میں نے پوچھا کہ آپ کی زندگی کے تجربہ کا کیا نچوڑ ہے۔ تا ہم بھی اس پر عمل پیرا ہو سکیں زمانہ کے سرد و گرم۔ تنگی و فراخی، طالب علمی اور بعد کی دنیوی زندگی، تعلیم و تعلیم سب کچھ آپ نے دیکھا۔ فرمایا میری زندگی کا یہ نچوڑ ہے کہ ہاتھ میں قرآن مجید ہو اور دنیا میں اس کی تعلیم دیتا پھروں۔ ہاں زندگی قائم رکھنے کے لئے کچھ طب کا علم ہونا چاہیئے اور اس ذریعہ سے تکلیف میں مبتلا لوگوں کی خدمت بھی کی جا سکے۔ آپ عالم تھے کوئی الجھا ہوا مسئلہ تک پوچھا جاتا تو نہایت خندہ پیشانی سے اور سہل رنگ میں سمجھا دیتے تھے دیہات کے رہنے والے بالعموم غریب ہوتے ہیں اس لئے علاج میں سہل کم قیمت اور زود اثر نسخہ تجویز کرتے تھے۔ صاحب رؤیا و الہام تھے لیکن اس کا اظہار نہیں کرتے تھے۔

(۴) ابو المبارک مولوی عبد اللہ صاحب فاضل پسروری نے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ بھی حضور ہی کے رنگ میں رنگین تھے۔ ان میں تکلف نام تک کو نہ تھا۔ میں نے حضور کے سینکڑوں صحابہ رضوان اللہ علیہم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا سب کے سب تکلف سے پاک اور نام و نمود سے بیزار تھے۔ یہی حال حضرت تایا جی کا تھا۔ دھوڑ کی کی جوتی تہبند ٹخنوں سے اونچا۔ سادہ پگڑی سر پر ہوتی۔ جمعہ کے روز چوغہ بھی پہن لیتے۔ دیکھنے والا (آپ کی سادگی وغیرہ کی وجہ سے) یہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ کہ یہ بھی کوئی عالم یا حکیم اجمل خاں صاحب کے گھرانے کا تعلیم یافتہ طبیب حاذق ہے

مزید آپ بیان کرتے ہیں کہ حضرت تایا جی نے اپنا سب کچھ احمدیت پر نثار کر دیا تھا۔ اس کے ثبوت میں بھی یہ حلفیہ بیان اپنے الفاظ میں پیش کرتا ہوں:۔

بیان کیا مجھ سے میاں امیر الدین صاحب ساکن محلہ دارالفضل میرے سونیلے والا نے جو حضرت تایا جی کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ جیسا کہ دوسری جگہ درج ہوا ہے ماموں زاد بھائی تھے دوسرے خط میں مولوی ابوالمبارک صاحب نے تصحیح کر دی ہے کہ میں اور مولوی رحیم بخش صاحب امرتسر گئے تو اپنے ایک ہم جماعت کے ہاں مجھے لے گئے اس بالاخانہ میں نہایت خوبصورت ایرانی قالین مفروش تھا۔ ایک گاؤ تکیہ پر وہ ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ دیکھتے ہی اٹھ کر بڑے تپاک سے بغل گیر ہوئے۔ خیر و عافیت دریافت کرنے کے بعد ایک دوسرے کا حال پوچھنے لگے۔ جب مولوی صاحب نے اپنا حال بتایا کہ میں ایک گاؤں میں مقیم ہوں اور دیہاتیوں کی بود و باش کر رکھی ہے تو انہوں نے یہ سن کر سر پیٹ لیا اور کہا! مولوی صاحب! آپ نے یہ کیا غضب کیا۔ آپ تو ہم سب سے زیادہ لائق تھے۔ اسی وجہ سے بخارا والے نے آپ کو اپنے ہمراہ بخارا لے جانے کی کوشش کی تھی لیکن آپ نے انکار کر دیا تھا۔ آپ نے اپنے علم، لیاقت، قابلیت سب پر پانی پھیر دیا۔ میری طرف دیکھیں یہ چوبارہ میرا اپنا ذاتی ہے۔ اس کے نیچے تین دکانیں بھی میری ہیں۔ فیس میری پانچ روپے ہے نہایت ہی عزت اور وقار سے وقت گزر رہا ہے۔ آپ نے کہا میں نے جو کیا ٹھیک ہے (لیں هنیئا لا رباب النعیم نعیمها)

(۵ فہ ۶) مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ امیر مقامی مقامی قادیان) ذکر کرتے ہیں کہ مولوی رحیم بخش صاحب تبلیغ و خدمت دین میں مصروف رہتے تھے۔ السبارہ میں حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کا مکتوب درج کیا جاتا ہے جو مولوی رحیم بخش صاحب کے فرزند بابو محمد عبداللہ صاحب کے خط کے جواب میں ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً و مصلیاً و مسلماً

۹/۲۳۵-۳۶ (ھش) مکرم محترم جناب مولانا مولوی عبداللہ صاحب حفظکم اللہ تعالیٰ ونصرکم و انا ذکم بکلّ مفاخر و عزة و اعزاز۔ امین ثم امین

ثم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! خیریت مطلوب۔ ملفوفہ ملا۔ یاد فرمائی کا بہت بہت شکریہ وجزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ اچانک خط و کتابت کے لئے تحریک کا ذہن میں جنبش نما ہونا گو میرے جیسے خادم کے لئے نعمت غیر مترقبہ سے کم احساس نہیں رکھتا۔ لیکن جب آنمحترم کے والد بزرگوار کا اسم مبارک پڑھنے سے تلونڈی اور اس کے گرد و نواح کے دیہات میں جلسے۔ ہاں تبلیغی جلسے۔ دینی لحاظ سے ہر طرف احمدیت کا نام بلند کرنے کے لئے رونق نما ہوتے رہتے (یاد آئے) کیا ہی وہ عجیب زمانہ اور بابرکت ایام کا دور تھا ؎

یاد آیا ہے کہ ما خوشی روز گارے یافتیم
با مسیح وقت و صحابش وقارے یافتیم

روز و شب با مہر و مہ بودیم در نور و ضیا
گہ بفیضِ ضو فشاں گہ نور بارے یافتیم

خاک و محتاجِ دعوائے خاصہ مبارکہ
غلام رسول راجیکی از ربوہ ضلع جھنگ۔

جواب درج ذیل ہے:-

[illegible]

آنکھوں کے آگے پھر گیا جبکہ حضرت مولوی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہ رجانہ
الروضہ فی الجنۃ العالیہ العلیہ کی تحریکوں سے تو تمہی اور سکے
گرد و نواح کے دیہات میں جلسے ہوں تبلیغی جلسے رہی پہاڑ کے لحاظ
ہر طرف احمدیت کا نام بلند کرنے کیلئے رونق نما ہوتے رہے
کیا ہی وہ عجیب زمانہ اور پُر برکت ایام کا دور تھا ۔
یاد آیاے کہ ما خورسنی از نگارے یافتیم × با مسیح وقت و احساس وقارے یافتیم
پُر خزیست امروز مہ بودیم در نور و ضیاء × از لطیفی فیض فشاں گر نو بہارے یافتیم
ہیچ کارہ محتاج دعا خاکسار برکت علی

(۷) چوہدری برکت علی صاحب (ولادت ۱۵ رجون ۱۸۹۸ء موصی نمبر ۷۷۱۵ مہاجر چک ۹۰ لوان کوٹ ڈاک خانہ خاص بواسطہ منڈی ڈھاباں سنگھ ضلع شیخوپورہ) سابق مدرس مدرسہ تلونڈی جھنگلاں نے مارچ ۱۹۶۲ء میں تحریر کیا :-

حضرت مولوی رحیم بخش صاحب رضہ موضع تلونڈی جھنگلاں میں علاج معالجہ کے تعلق میں نقلِ مکانی سے قبل آمد و رفت رکھتے تھے۔ پھر معززین موضع اور چاروں نمبرداروں نے خواہش کی اور چوہدری دین محمد صاحب، چوہدری نور محمد صاحب اور چوہدری محمد امین صاحب نے منت و سماجت کی کہ آپ جیسا عالم باعمل اور پھر طبیب اسی گاؤں میں مستقل قیام کریں چنانچہ آپ نے بالآخر یہ بات مان لی۔ یہ بات ساکنین دیہہ ہذا کے لئے از حد باعث مسرت تھا چند دن دعوت طعام ہوتی رہیں۔ لیکن آپ کی غیور طبع نے اس طریق کو پسند نہ کیا۔ اور فرمایا کہ میں کوئی ملاں نہیں کہ گھروں میں دعوتیں کھاتا پھروں میں باعزت رہنا چاہتا ہوں۔ آپ نے نمازوں کے لئے گاؤں کے شمال مشرق میں ایک تھڑا بنایا اور پھر وہاں مسجد کی تعمیر شروع کرادی جس کی تعمیر میں محترمہ مائی حرمت بی بی صاحبہ عرف ہرو نے ایک صد روپیہ دیا تھا دو معماروں نے مقابلہ کر کے اعلیٰ گل کاری کی۔ تینوں گنبدوں کی بھی گلکاری کی۔ درمیانی گنبد ڈیڑھ میل سے نظر آتا تھا۔ اس میں کنوئں۔ دو غسل خانے اور وضو کی ٹونٹیاں بنائی گئیں۔ صحن وسیع تھا۔ چھ سات صفوف کے بعد بھی جگہ باقی رہتی تھی مہمانوں کے لئے ایک حجرہ بھی تھا

______ ۔ گاؤں میں مدرسہ کے قیام پر حضرت مولوی صاحب نے دیگر دوستوں کی معیت میں گھر گھر جا کر والدین کو بچے داخل کرنے کی تحریک کی۔ مجھے یاد ہے کہ لبھو چوکیدار اپنے پوتے محمد دین کو صاف ستھرے کپڑے پہنائے ساتھ تھا تا اس بچہ کو دیکھ کر دیگر بچوں اور ان کے والدین کو بھی شوق گدگدائے۔ مولوی صاحب ہمارے ہاں بھی آئے اور میری والدہ صاحبہ سے (جو ایک سال قبل بیوہ ہو چکی تھیں اور میرے چچا دو سال پہلے ہمیں داغِ مفارقت دے چکے تھے) فرمایا کیا آپ نے سُنا ہے کہ ہمارے گاؤں میں علم کی نہر جاری ہو گئی ہے آپ بھی اپنے بچے کو مدرسہ میں بھیجیں یا لکھ پڑھ کے خط پتر کے لائق ہو جائیں گے اور دین و دنیا کا انہیں علم ہو جائے گا ورنہ بے عقل رہیں گے۔ والد صاحب مرحوم کو یاد کر کے والدہ صاحبہ آبدیدہ ہو گئیں اور بچے کا ہاتھ مولوی صاحب کے ہاتھ میں دے کر کہا کہ بچہ یتیم ہے باپ نہیں کہ اس کے سر پہ ہاتھ پھیرے یہ بچہ آپ کا ہے حضرت مولوی صاحب کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور مجھے پیار سے کہا کہ بیٹا پڑھنا اس عمر میں اچھا ہے علم حاصل کر کے انسان بن جاؤ گے۔ لیکن میں نے عذر کی کہ محمد دین کی طرح مجھے بھی اچھی پوشاک مہیا کی جائے چنانچہ والدہ صاحبہ نے ترکی ٹوپی خرید کر اور قمیص اور شلوار تیار کرا کے مجھے مدرسہ میں حضرت مولوی سکندر علی صاحب رضہ مدرس کے سپرد کیا۔

بچوں کے مدرسہ میں زیادہ تعداد میں داخل ہونے پر مسجد اور حویلی چوہدری قائم علی صاحب میں جو بہت وسیع تھی۔ دونوں جگہ مدرسہ لگنے لگا۔ اردگرد کے دیہات کے بچے بھی داخل ہوئے۔ اور مولوی رحیم بخش صاحب بھی مدد کے طور پر پڑھاتے تھے بعد میں گاؤں کے جانبِ شرق ایک فرلانگ کے فاصلہ پر شاملاتِ دیہہ میں سے ایک قطعہ مدرسہ کے لئے منتخب کیا گیا جو کھلی جگہ پہ واقع تھا اور اس کے قریب جو رستہ تھا وہ دوسرے گاؤں کے بچوں کے لئے سہولت کا موجب تھا اپنے اثر و رسوخ سے مولوی رحیم بخش صاحب نے چندہ فراہم کر کے مدرسہ کی عمارت اور کنواں بنایا۔ اور جسمانی ورزش کے لئے جمناسٹک اور متوازی (PARALLEL BAR) لگائی گئیں۔ حضرت ماموں خان صاحب جمناسٹک ماسٹر قادیان سے آکر سکھلائی کرتے تھے۔

حضرت مولوی رحیم بخش صاحب کی ان مساعی کے نتیجہ میں ہمیں وہاں بہت سے بزرگوں کی زیارت کی برکت حاصل ہوئی۔ سرکاری معائنہ کے علاوہ مرکز سلسلہ کی طرف سے بھی معائنہ اور نگرانی ہوتی تھی۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کے بابرکت زمانہ میں گھوڑے پر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ (خلیفہ ثانی) مکرم شیخ یعقوب علی صاحبؓ عرفانی اور مکرم مفتی فضل الرحمٰن صاحب کی معیت میں مدرسہ کے معائنہ کے لئے تشریف لائے ابھی ہمیں ابجد کی حرف شناسی کرائی جاتی تھی۔ ۱۹۰۸ء کے آخر پر ناناجان حضرت میر ناصر نواب صاحب ایک ٹانگہ پر معائنہ کے لئے تشریف لائے منشی سکندر علی صاحبؓ نے مطبوعہ چارٹ خرید کر کمرہ میں ترتیب کے ساتھ لگائے تھے داخل ہوتے ہی میر صاحب کی نظر "نمستے" والے چارٹ پر پڑی۔ آپ نے اسے سوٹی سے پھاڑ دیا۔ اور فرمایا کہ یہ ہمارے مدرسہ میں کیا لینے آئی ہے۔

استاد میسر نہ آنے پر بچوں کی تعلیم کے حرج کے خیال سے آپ خود انہیں شوق سے پڑھاتے تھے بچے مدرسہ میں پرائمری تک تعلیم پاکر مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان میں داخل ہو جاتے۔ مولوی صاحب کی شدید خواہش تھی کہ اپنے گاؤں اور ارد گرد کے دیہات کے بچوں کے لئے مڈل تک تعلیم کی سہولت مہیا کر دیں مالی لحاظ سے کمزور احباب کے لئے گاؤں سے دور تعلیم دلانا مشکل ہوتا ہے۔ چنانچہ ۱۹۱۷ء یا ۱۹۱۸ء میں آپ نے مڈل تک مدرسہ کو ترقی دینے کی تیاری کی۔ اس مدرسہ کے سامنے دو کمرے تیار کرائے۔ چند سال تک مڈل کی تعلیم جاری رہی مگر گرانٹ نہ ملنے کی وجہ سے جاری نہ رکھا جا سکا۔ آپ بچوں کے مستقبل کے متعلق بھی فکر مند رہتے تھے۔ ۱۹۱۹ء میں قادیان میں ٹریننگ کلاس کھلنے پر ہم چار بیکار افراد کو خود قادیان لے جا کر داخل کرایا۔ پھر ہمیں فرمایا۔ لڑکو! یاد رکھو آپ کے لئے بھی قادیان میں نہر جاری ہو گئی ہے۔ ایک سال تک اس کلاس میں تعلیم پانی ہے۔ پھر آپ کو استاد بنا کر بچوں کی تعلیم کے لئے ملازم رکھا جائے گا۔ اس وقت کی قدر کرو اور خوب شوق اور محنت سے پڑھنا۔ کامیاب ہونے پر عزت والی زندگی بسر کرو گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ٹریننگ کے بعد ہم چاروں مدرس لگ گئے اور میں نے تلونڈی جھنگلاں کے پرائمری مدرسہ میں اول مدرس کے طور پر گیارہ سال تک کام کیا۔

آپ سادہ پوش تھے۔ سفید ململ کی پگڑی پاجامہ یا تہ بند۔ موسم سرما میں روئی والی صدری اور گرم قمیض اور کوٹ اور موسم گرما میں لنگی (تہ بند) ٹوپی اور ململ کی باریک قمیض آپ کا لباس ہوتا تھا۔ آپ کا رنگ گورا، پیشانی کشادہ، آنکھیں موٹی اور شربتی اور باحیا، ناک اونچا۔ داڑھی درمیانی لمبی بھری ہوئی، قد درمیانہ، نہ بہت موٹے نہ بہت پتلے۔ سر پر (مسنون طرز کے) پٹے، دانت خوب مضبوط ہاتھ میں عصا رکھتے تھے۔ فرماتے تھے عنفوان شباب میں میں کشتی بھی کرتا تھا اور فرماتے تھے کہ جوانی میں اچھے لباس میں ملبوس ہو کر کہیں باہر جانے کا اتفاق ہوتا تو شکل اور قد و قامت کو دیکھ کر لوگ مرعوب ہوتے اور بعض مجھے نواب زادہ سمجھ لیتے تھے۔ نماز جمعہ کے لئے اذان اول آپ خود دیتے اور ماہ رمضان میں معتکف ہو کر دعائیں کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذکر پر آپ کی آنکھیں پرنم ہو جاتیں۔ حضرت اقدس اور حضرت خلیفہ ثانیؓ سے آپ کو عشق تھا۔ آپ نرم خو اور

چشم پوشی کرنے والے تھے۔ اس وجہ سے ہر خورد و کلاں پر آپ کا اثر تھا۔ ایک شخص سلطان بخش عرف پھانا نے بکریوں کا ایک ریوڑ رکھا ہوا تھا۔ ایک دفعہ جب کہ فصل پکی ہوئی تھی وہ راستہ پر فصل چرا رہا تھا۔ آپ باہر سے آ رہے تھے وہ آپ کو دیکھ کر بکریاں فصل سے نکالنے لگا۔ آپ قریب پہنچے تو السلام علیکم کہہ کر فرمایا۔ بھائی سلطان بخش! آپ کوشش تو بہت کرتے ہیں کہ بکریاں کھیت سے نکل آئیں لیکن یہ منہ کو پھر بھی انہیں نکلتیں۔ یہ صاحب بہت شرمندہ ہوئے اور اپنے بیٹے کو جا کر یہ واقعہ سنایا اور کہا کہ چوری فصل میں بکریاں چرانے مولوی صاحب نے مجھے دیکھ لیا ہے۔ میں انہیں منہ نہیں دکھا سکتا۔ ان کے بیٹے نے یہ بات مجھے سنائی۔ سلطان بخش صاحب کو اللہ تعالیٰ نے قبول احمدیت کی توفیق عطا کی اور ان کا سارا خاندان احمدی ہے۔

حضرت مولوی رحیم بخش صاحب کی آمد سے پہلے ہمارے گاؤں کا یہ حال تھا کہ وہاں کوئی لکھا پڑھا شخص نہ تھا۔ بے دینی کی وحشت طاری تھی۔ نام کے مسلمان بھوت پریت اور جادو سے انہیں نکالنے کے قائل تھے۔ سارے لوگ وہمی بن چکے تھے قبروں پر سجدے کرنا اور اُن سے مرادیں طلب کرنا معمول تھا۔ گاؤں میں ایک معمولی مسجد میں ایک ملّاں خود وقت بے وقت نماز پڑھتا اور ایک آدھ شخص نماز پڑھتا بھی تو اسے نماز نہ آتی تھی البتہ ملاں صبح و شام اذان دیتا اور رات کو ہر گھر سے روٹیاں اکٹھی کرتا۔ جمعرات کو اس کے گھر طرح طرح کے کھانے پہنچتے اور وہ ایک ایک گھر پر جا کر ختم دیتا۔ اور اس کے ختم سے پہلے نہ گھر والے نہ ان کا مہمان کھانا کھا سکتے تھے۔ ولادت اور موت، عیدین اور شب برات پر سری پائے۔ کلیجی وغیرہ پر ملّاں کا حق منصور ہوتا تھا وفات پر فوت شدہ کے گھر انے سے چالیس دن تک اسے روزانہ کھانا ملتا اور چالیسویں دن منسوخ کھانوں اور پھلوں اور فوت شدہ شخص کے پارچات پر ملّاں جی ختم پڑھ کر یہ سب کچھ اپنے گھر لے جاتے ان حالات اور اس ماحول کو حضرت مولوی رحیم بخش صاحب نے یکسر بدل دیا۔ گویا ایک روحانی اور اخلاقی انقلاب برپا کرنے کا باعث بنے اور اس عظیم الشان امر کے لئے ہم اہالیان تلونڈی جھنگلاں اور ہماری نسلیں ہمیشہ ان کی ممنون رہیں گی۔ روحانی اور اخلاقی انقلاب رونما ہوا۔ اور آج ہماری اولاد اچھے عہدوں پر فائز ہے۔ اور آپ کے اہل بیت گاؤں کی بچیوں کی تعلیم و تربیت میں شریک تھیں۔ فجزاھما اللہ تعالیٰ عنا احسن الجزاء۔

(۷) حضرت مولوی صاحب کے اہل بیت نے بیان کیا کہ جب حضور (۱۸۹۱ء) میں دہلی تشریف لے گئے اور حضور کی شدید مخالفت ہوئی۔ اور حضور جامع مسجد میں مولوی سید نذیر حسین صاحب سے مباحثہ کے لئے تشریف لے گئے تو اس وقت مولوی رحیم بخش صاحب دہلی میں طب کی تعلیم پا رہے تھے۔ حضرت حامد علی صاحب نے حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کی کہ مولوی رحیم بخش صاحب کے سامنے کوئی شخص حضور کے خلاف بات کہے تو وہ برداشت نہیں کر سکتے۔ فرمایا کہ وہ ہماری مٹی سے ہیں۔ اور ابتداء سے ہمارے ساتھ محبت رکھتے ہیں۔ میں (اہل بیت مولوی صاحب) نے قادیان میں ایک دفعہ حضور سے مذکورہ بالا امر کا بیان کیا تو فرمایا۔ کہ مومن ہماری مٹی سے ہوتا ہے اور وہ (مولوی رحیم بخش صاحب) مومن ہیں اور مومن ہماری مٹی سے ہوتا ہے۔ (یعنی وہ ہماری عینیت رکھتے ہیں۔ مؤلف)

(۸) آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ذیل کا عریضہ تحریر کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرتنا ومولانا ومرشدنا حضرت میاں صاحب سلمہ اللہ الرحمٰن

از خاکسار رحیم بخش ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ !

تخمیناً عرصہ چھ سات ماہ کا ہوا ہوگا جب اس خاکسار نے خواب دیکھا کہ میرے گھر اللہ تعالیٰ نے لڑکا دیا۔ اس کا نام عبدالقدوس رکھا ہے۔ سو ویسا ہی اللہ تعالیٰ کے فضل سے لڑکا ہوا۔ اس کا نام عبدالقدوس رکھا ہے۔ یہ ہے لڑکا جو نذرانہ کے کر حاضر خدمت ہوتا ہے۔ قبول فرمائیے۔ دعا کیجئے میں آپ کی دعاؤں کا زیادہ مستحق ہوں۔ حضور کی خدمت میں حاضر ہونے کی دل میں بڑی تڑپ رہتی ہے مگر دو وجہ سے حاضر نہیں ہوتا۔ ایک حضور کے مدرسہ میں کام کیا جاتا ہے دوسرا خاکسار اپنی کم لیاقتی کی وجہ سے بھی نادم رہتا ہے ہاں حضور کے واسطے دعاؤں میں لگا رہتا ہے۔

خاکسار رحیم بخش نائب مدرس

از تلونڈی جھنگلاں قدیمی غلام احمدی۔

ذیل میں اس کا اور مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور پرائیویٹ سیکرٹری کی تصدیق کا چربہ درج کیا جاتا ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرتنا ومولانا ومرشدنا حضرت میاں صاحب سلمہ اللہ الرحمٰن

نیازمند خاکسار رحیم بخش السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ تخمیناً عرصہ

چھ سات ماہ کا ہوگا جب اس خاکسار نے خواب میں دیکھا تھا

کہ میرے گھر اللہ تعالیٰ نے لڑکا دیا اور اسکا نام عبدالقدوس رکھا [illegible]

[illegible]

سو میاں بھی اللہ آپ کے دعا سے لڑکا ہوا اوسکا نام عبدالقدوس رکھا
پیدا ہوئے آٹھ جو نذرانہ ایک حاضر خدمت ہو بلکہ قبول فرمائے
میں ایسی دعا کرتا زیادہ مستحق ہوں قبول فرمائے دعا کیجئے
تیری تڑپ رہتی ہے حضور کی خدمت میں حاضر ہونے کی خواہش
مدرسہ میں کام کیا جاتا ہے روزگار کی وجہ سے حاضر نہیں ہوتا ایک حضور کے
بھی نادار رہتا ہے دوسرا افاکل زرائیں کم ہیں فی الحال
حال وفقود کیوں اسلئے دعا کیجیے
ہمیشہ لگا رہتا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ ھو الناصر

ربوہ

دفتر پرائیویٹ سیکرٹری نمبر........

مورخہ........

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

بخدمت مکرم ڈاکٹر عبدالقدوس صاحب (سندھ)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مکرم [illegible] بخش آف [illegible] محمد خلاں
کی [illegible] ۱۶ تاریخ کی تبدیل
[illegible] آپ [illegible] ذکر [illegible]
والسلام خدمت میں

خاکسار عبد [illegible]

۹/۶/۵۶ء

قربِ وفات کے حالات

وفات سے قبل آپ کا انہماک ذکرِ الٰہی میں بہت بڑھ گیا تھا آپ قادیان آتے تو ایک دو بار بہشتی مقبرہ جاکر دعا کرتے اور دو دو گھنٹہ تک گریہ وزاری سے دعائیں کرتے تھے باوجود بڑی عمر کے آپ کی صحت بہت اچھی تھی اور صرف ایک دانت ضائع ہُوا تھا۔ گاؤں سے قادیان تک آمد و رفت پاپیادہ کرتے تھے۔[1]

حکیم عبدالرحیم صاحب بیان کرتے ہیں کہ والد صاحب کی وفات سے قریباً دو ہفتہ قبل جب کہ مَیں اپنے بھائی ڈاکٹر سعید القدوس صاحب کی بارات میں موضع گجروال ضلع لدھیانہ گیا تو وہاں خواب دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کا انتقال ہو گیا ہے اور ان کے چھوٹے چھوٹے بچے باقی رہ گئے ہیں اور مجھ پر افسردگی طاری ہے۔ اسی رات حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوری کو بھی جو شاملِ بارات تھے۔ ایسا ہی رؤیا ہؤا۔ اور آپ نے صبح مجھے فرمایا کہ اپنے والد صاحب کا زیادہ خیال رکھو، شادی کے چند دن بعد بھائی ڈاکٹر سعید القدوس صاحب علی گڑھ کو روانہ ہونے لگے جہاں وہ طبیہ کالج میں زیرِ تعلیم تھے۔ تو حضرت والد صاحب نے انہیں وڈالہ گرنتھیاں کے ریلوے سٹیشن پر الوداع کہتے ہوئے فرمایا کہ میں ایک وعدہ لینا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ تم اس تعلیمی امتحان میں کامیاب ہو جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں بہت رزق دے گا تم اپنے چھوٹے بھائی سعید القدیر کا بہت خیال رکھنا (اور اس وعدہ کے ایفاء کی ڈاکٹر صاحب کو توفیق ملی) گویا کہ آپ کو قربِ وفات کا علم ہو چکا تھا اور بعد میں ذکر آئے گا کہ آپ نے یہ بات بتادی تھی اسی گاؤں کے حضرت چوہدری نور محمد صاحب کے فرزند چوہدری محمد دین صاحب نے خاکسار مؤلف کو سنایا کہ حضرت مولوی صاحب کے انتقال سے دو تین روز پہلے میں نے نمازِ فجر کے بعد آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ رات میں نے خواب دیکھا کہ آپ بیمار ہیں اور حکیم عبدالرحیم صاحب نے آپ کے قریب سونے سے مجھے منع کیا ہے میں گھر کی طرف روانہ ہؤا تو دیکھا کہ ایک ستارہ آسمان سے ٹوٹ کر گر چکا ہے اور گھر پہنچا تو دیکھا کہ چاند گر پڑا ہے آپ نے یہ خواب سن کر میری طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور پہلے کی طرح زانوں پر سر رکھ لیا۔ اور مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ آپ اس کی تعبیر سمجھ چکے تھے۔ جو آپ مجھے نہیں بتانا چاہتے تھے۔ لیکن ہمیشہ سے آپ کا مجھ سے مشفقانہ سلوک ہونے کی وجہ سے میں نے سمجھا کہ شاید آپ کسی وجہ سے ناراض ہیں اس لئے آپ نے جواب نہیں دیا۔ میں نے کسی اور مولوی صاحب سے ذکر کیا تو انہوں نے کسی ولی اللہ کی وفات اس کی تعبیر بتلائی۔

مرض الموت و انتقال

آپ کے صاحبزادہ حکیم عبدالرحیم صاحب بیان کرتے ہیں کہ والدہ محترمہ کے اخراجات میں سے صوفی رحیم بخش صاحب گوجرہ منڈی میں ایک بڑے تاجر اور کمیشن ایجنٹ تھے ۱۹۶۳ء میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ حضرت والد صاحب کی وفات سے دو تین دن پہلے گاؤں میں آکر ٹھہرے۔ والد صاحب بڑھاپے میں ریل گاڑی کے ذریعہ قادیان جمعہ کی ادائیگی کے لئے جاتے تھے لیکن اپنی زندگی کے آخری جمعہ کو خلافِ معمول پاپیادہ قادیان کو روانہ ہوئے تھوڑی دور تک صوفی صاحب نے رفاقت کی اور

---

[1] بیان بابو محمد عبد اللہ خان صاحب۔

واپس آکر مجھے بتایا کہ میں نے حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے امرتسر میں ایف اے پاس کرلیا ہے لیکن مزید تعلیم کا خیال ترک کرکے اس ارادہ سے حاضر ہوا ہوں کہ آپ سے علم طب پڑھوں۔ فرمایا کہ میرا وقت گزر چکا ہے۔ اب میں نہیں پڑھا سکتا۔ میں نے بہت منت سماجت کی۔ تب بھی آپ نے یہی فرمایا۔ پھر میں نے الحاح سے اصرار کیا کہ آپ مجھے ایک سبق ہی پڑھا دیں تو فرمایا اب ایک سبق پڑھانے کا بھی وقت نہیں رہا۔ یہ سن کر میں نے صوفی صاحب کو اطمینان دلایا کہ والد محترم کی مراجعت پر میں انہیں آمادہ کرلوں گا کہ وہ آپ کو طب کی تعلیم دیں۔

والد صاحب قادیان جاتے تو گاؤں میں جمعہ پڑھانے کی ذمہ داری کسی کے سپرد کرجاتے اس بار میرے دریافت کرنے پر فرمایا کہ اب میں نے یہاں جمعہ نہیں پڑھانا۔ اب تم ہی پڑھایا کروگے۔ آپ نے قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے مزار پر دیر تک گریہ وزاری سے دعا کی اور ہفتہ کے روز قادیان سے ریل گاڑی پر واپس آگئے چونکہ اسی روز قادیان میں اساتذہ کا ماہانہ اجلاس ہونا تھا جس میں اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر نے شامل ہونا تھا اور بوجہ مدرس ہونے کے میری شرکت ضروری تھی۔ آپ نے مجھے روانگی کے وقت تاکید کی کہ رات کو واپس آجاؤں اور قادیان میں نہ ٹھہروں چنانچہ میں باوجود حد درجہ تاخیر کے رات کو واپس چلا آیا۔

اس وقت آپ نے مجھے بتایا کہ صبح جوار کی روٹی کھانے کے بعد سے تھوڑے تھوڑے وقفہ سے پیٹ میں درد ہو رہی ہے ضبط کی عادت کی وجہ سے آپ نے زیادہ اظہار نہ کیا۔ رات دو تین احباب آپ کی خدمت کے لئے آپ کے پاس ٹھہرے رات کو درد کے شدید دورے ہوتے رہے۔ صبح گاؤں کے احباب بکثرت عیادت کے لئے آنے لگے میں ہی معالج تھا میری صلاح ہوئی کہ علاج کے لئے آپ کو قادیان لے جانا چاہیئے۔ چنانچہ ہم صبح دس بجے چارپائی اٹھا کر روانہ ہوئے۔ چالیس پچاس افراد ہمراہ تھے۔ مسجد احمدیہ کے قریب رکنے کو آپ نے کہا اور آپ چارپائی پر بیٹھ گئے اور تھوڑی دیر تک مسجد کی طرف خاموشی سے تکتے رہے پھر ہم اٹھا کر روانہ ہوئے۔ گاؤں کے پاس ایک جگہ اور پھر دوسری جگہ آپ نے رکوایا اور بالآخر انہوں نے آپ لوگوں سے الگ میرے ساتھ چل پڑے اور مجھے رازدارانہ رنگ میں فرمایا کہ مجھے اللہ تعالےٰ نے بتادیا ہے کہ اب میری موت مقدر ہے۔ سو علاج کے لئے مجھے قادیان لے جانا مفید نہیں مجھے گھر واپس لے چلو چنانچہ ہم واپس لے گئے۔ احباب جماعت بکثرت جمع ہوگئے یہ دیکھ کر آپ بیٹھ گئے اور انہیں مخاطب کرکے فرمایا کہ اب میرا وقت قریب آگیا ہے۔ اگر آپ میں سے کسی نے مجھ سے کچھ لینا ہے تو لے سکتا ہے۔ میرے بعد گلہ نہ کرنا۔ تمام نے کہا کہ ہم پر آپ کے بے حد احسانات ہیں۔ آپ ہمارے لئے دعا کریں آپ نے سب کو السلام علیکم کہا اور لیٹ گئے۔ اس وقت موضع دنجواں کے چوہدری محمد بخش صاحب احمدی کو جو ہمارے گاؤں میں پٹواری تھے نام لے کر مخاطب کرکے السلام علیکم کہا اور مصافحہ کیا اور کہا کہ اب میں جا رہا ہوں اور پھر دونوں ہاتھوں سے میری کلائی پکڑلی اور دو ہانپیں کہیں اور دو چھوٹے چھوٹے سانس لئے اور اللہ تعالےٰ کو پیارے ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اس وقت شام کے پانچ بجے تھے۔

آپ کی خواہش پر پہلے بعد دیگرے دو افراد بھائی محمد عبد اللہ خان صاحب کو بلانے کے لئے قادیان بھجوائے

تھے۔ وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی کوٹھی دار الحمد کی تعمیر کرا رہے تھے۔ اور انہیں والد صاحب کی علالت کا بھی علم نہ تھا۔ وہ حضرت بھائی محمود احمد صاحب ڈنگوی (صحابی حال مہاجر سرگودھا شہر) کو بطور معالج لے کر گاؤں پہنچے لیکن والد صاحب وفات پا چکے تھے۔

ہم جنازہ قادیان لے جا رہے تھے۔ عیدگاہ قادیان کے قریب ایک سفید ریش دوست نے آپ کا چہرہ دیکھ کر کہا کہ یہ ولی اللہ تھے۔ بھائی محمد عبد اللہ صاحب نے حضور کی خدمت میں اطلاع دی کہ جنازہ آگیا ہے۔ فرمایا کہ اس وقت پہرہ دار کوئی نہیں مجھے ساتھ لے چلو چنانچہ ان کے ہمراہ حضور بورڈنگ مدرسہ احمدیہ میں تشریف لائے اور آپ کا چہرہ دیکھا اور نماز جنازہ پڑھائی اور جنازہ کو کندھا دیا اور بورڈنگ کے مشرقی گیٹ تک تشریف لے گئے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب بھی جنازہ میں شریک ہوئے تھے۔

الفضل میں زیر "مدینۃ المسیح" مرقوم ہے :-

"افسوس کے ساتھ لکھا جاتا ہے کہ مولوی رحیم بخش صاحب ساکن تلونڈی جھنگلاں ۲ ستمبر کو وفات پا گئے انا للہ و انا الیہ راجعون حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے جنازہ پڑھایا اور مرحوم بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔ احباب دعائے مغفرت کریں۔" (مورخہ ۵/۹/۳۵)[1]

---

[1] آپ نے ۱۲ اپریل ۱۹۱۲ء میں وصیت کی تھی ریویو آف ریلجنز بابت مارچ ۱۹۱۳ء میں مرقوم ہے کہ آپ نے دس روپے چندہ بہشتی مقبرہ دیا (ص ۱۱۸) جون ۱۹۱۳ء کا ریویو میں صیغہ بہشتی مقبرہ کی آمد کی جو رپورٹ چھپی اس میں رقوم درج ہیں اور احباب کی دس دس روپے کی ہیں گویا اس زمانہ میں یہ بہت بڑی رقم تھی (ریویو آف ریلجنز بابت جولائی ۱۹۱۳ء ص ۲۶۹) آپ کی قبر قطعہ نمبر ۴ حصہ ۳ میں ہے یہ حصہ بھی قدیم صحابہ کی قبور پر مشتمل ہے۔ کتبہ پر مرقوم ہے :- مولوی رحیم بخش ولد میاں کریم بخش صاحب قوم کشمیری ساکن تلونڈی جھنگلاں بعمر ۸۰ برس مورخہ ۲/۹/۳۵ فوت ہو کر مورخہ ۳/۹/۳۵ مطابق ۵ رجب الثانی ۱۳۵۴ھ دفن بہشتی مقبرہ ہوئے۔ وصیت نمبر ۵۷۰۔

خاکسار مؤلف نے قادیان میں آپ کی وصیت کی عبارت دیکھی ہے اس میں یہ درج نہیں کہ آپ کی قوم کشمیری ہے نہ معلوم کتبہ میں یہ کیونکر مرقوم ہوا۔ آپ کی وفات پر ذیل کی دفتری رپورٹ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خدمت میں پیش کی گئی تھی :-

بخدمت شریف جناب سیکرٹری صاحب مجلس کارپرداز ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آج مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۳۵ء گیارہ بجے رات بعارضہ درد پیٹ و اسہال مولوی رحیم بخش صاحب وصیت ۵۷۰ آف تلونڈی جھنگلاں فوت ہو گئے ہیں۔ مرحوم کی جائداد وصیت میں مبلغ دو صد روپیہ درج ہے۔ وصیت ۱/۸ حصہ کی ہے اس حساب سے حصہ وصیت ۲۵/ روپیہ ہوتے ہیں۔ وصیت کے بعد مولوی صاحب نے ایک مکان محلہ دار الفضل میں سات مرلہ زمین خام و پختہ بنوایا ہے جس کی قیمت اندازاً زیادہ سے زیادہ مبلغ پانسو روپیہ ہوگی۔ اس کا ۱/۸ حصہ وصیت ۶۲/۸ روپیہ ہوگی۔ کل حصہ وصیت ۸۷/۸ روپیہ ہوتا ہے۔ مگر مولوی صاحب نے اپنی زندگی میں مبلغ ۱۷۱/۸ روپے حصہ جائداد داخل خزانہ کروائے ہیں جو ان کے کھاتہ میں متفرق اوقات میں درج ہوتے ہیں بقایا کوئی نہیں ہے۔ مولوی صاحب کی وصیت منظور شدہ ہے سارٹیفکیٹ جاری ہو چکا ہے۔ نمبر سارٹیفکیٹ ۱۳۳ ہے۔

باقی صفحہ ۱۷۱ پر

(۲۵) محترمہ برکت بی بی صاحبہ آپ کے اہل بیت

آپ کی شادی محترمہ برکت بی بی صاحبہ سے ماہ رمضان کے موعودہ کسوف وخسوف سے (جو ۲۰ مارچ اور ۶ اپریل ۱۸۹۴ء کو وقوع پذیر ہوئے تھے) آٹھ دس ماہ قبل ہوئی تھی موصوفہ کی عمر اس وقت بارہ سال تھی[۱]۔ اور مولوی صاحب کی عمر ۲۶ برس۔ موصوفہ نے مئی ۱۹۰۳ء میں بیعت کی تھی اور صحابیہ ہونے کا شرف پایا۔

حاشیہ بقیہ صفحہ ۱۷۰ :۔ بہت پرانے احمدی ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ابتدائی زمانہ کے صحابی ہیں۔ لہذا بہشتی مقبرہ میں دفن کرنے کی اجازت فرمائی جائے۔ والسلام خاکسار ولی احمد خان کلرک بہشتی مقبرہ ۲۹؍۵؍۲ براہ مدفن بہشتی مقبرہ حضور سیدنا امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز پیش ہو۔ محمد سرور سیکرٹری مجلس کارپرداز قادیان ۲۹؍۵؍۲

حضور نے رقم فرمایا:۔ "انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اگر ابتدائی احمدی ہیں تو ابتدائی احمدیوں والے حصہ میں دفن کیا جائے۔ خاکسار۔ مرزا محمود احمد"

---

[۱] بیان موصوفہ موصوفہ کے بھائی میاں علی گوہر صاحب (سابق تاجر دار الفضل۔ قادیان حال تاجر غلہ جات گولبازار ربوہ) بیان کرتے ہیں کہ والد صاحب میانہ منگل ساکن موضع کوٹلی دھوڑے شاہ۔ ڈاک خانہ کتھو ننگل ضلع امرتسر ۱۸۹۳ء میں اور والدہ محترمہ امام بی نے ۱۸۹۶ء یا ۱۸۹۷ء میں وفات پائی۔ یہ دو احمدی نہیں تھے ہمشیرہ محترمہ کی شادی مولوی صاحب کے ہندوستان سے تعلیم مکمل کر کے آنے پر ہوئی تھی۔

بابو محمد عبد اللہ خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ مسماۃ جالو دختر میاں قادری ماموں والد صاحب محترم ان کی منگیتر تھیں۔ جب والد صاحب تعلیم پاکر واپس آئے تو غالباً احمدی کی وجہ سے میاں قادری صاحب کو ان کے اقارب نے یہ کہہ کر غلط راہ پر ڈال دیا کہ مولوی صاحب کے پڑدادا غیر ملک سے آئے تھے ہمیں ان کے صحیح نسب کا علم نہیں حالانکہ قبل ازیں والد صاحب کے دادا جی کو رشتہ دے چکے تھے۔ اور ماموں موصوف نے انکار کر دیا۔ والد صاحب نے اس گاؤں میں رشتہ کرنا ہی پسند نہ کیا میاں قادری صاحب اور ان کی اولاد غیر احمدی ہی رہی ان کا ایک بیٹا غلام محمد نام بٹالہ میں رہتے تھے۔

محترمہ برکت بی بی صاحبہ کے بطن سے ذیل کی اولاد ہوئی :۔

۱۔ عائشہ جو بعمر تین یا چار سالی تلونڈی جھنگلاں میں ۱۹۰۲ء یا ۱۹۰۳ء میں فوت ہوئیں۔ بہادر حسین میں پیدا ہوئی تھیں روایتیں ذیل کی ہے

۲۔ بابو محمد عبد اللہ خان صاحب ان کے حالات زندگی الگ درج کئے گئے ہیں

۳۔ مولوی عبد الرحمٰن صاحب مرحوم نے خاکسار کو بتایا تھا کہ میری ولادت ۱۹۰۷ء کی ہے اور والدہ محترمہ نے بتایا ہے کہ پل راستہ بہشتی مقبرہ کے قریب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے پیار کیا تھا۔ ولادت کی معین تاریخ کا علم نہیں ہو سکا۔ دفتر بہشتی مقبرہ کے ریکارڈ میں ہے۔ البتہ ان کی والدہ صاحبہ کی ایک روایت میں ذکر ہے کہ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد کی وفات (۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء) سے دس بارہ دن قبل مولوی عبد الرحمٰن صاحب کو گود میں لے کر قادیان آئی تھیں۔ مرحوم حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب

(باقی اگلے صفحہ پر)

محترمہ برکت بی بی صاحبہ کی بیعت و روایات

محترمہ برکت بی بی صاحبہ اہلیہ حضرت مولوی رحیم بخش صاحب کو بکثرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا۔ آپ نے مئی ۱۹۰۳ء میں بیعت کی تھی۔ آپ

حاشیہ بقیہ ص :- (خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ) کے مدرسہ احمدیہ میں ہم جماعت تھے پھر مولوی فاضل میں خاکسار مؤلف اصحاب احمد کے بھی ہم جماعت رہے بہت دیندار۔ مخلص۔ کم گو۔ اور بزرگوں سے بہت محبت رکھنے والے تھے۔ غالباً ۱۹۳۲ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دو تقاریر ہستی باری تعالیٰ اور عرفان ام السنہ کے متعلق لاہور میں ٹاؤن ہال اور وائی ایم سی اے ہال میں ہوئی تھیں میں ان کے پاس گاؤں پہنچا۔ اور ہم تاریک رات میں گرتے پڑتے کچے راستہ سے بٹالہ اور وہاں سے ایک سائیکل پہ دس بجے رات امرتسر پہنچے۔ صبح دو سائیکلوں پہ لاہور پہنچے۔ اور تقاریر سنیں اور پھر چاند نکلنے پر نصف شب کو ہم روانہ ہو کر طلوع فجر کے قریب ہم امرتسر پہنچے۔ اور پھر ایک سائیکل پہ رات کو ان کے گاؤں واپس پہنچے تا وہاں سے تیس چالیس افراد سائیکلوں پر گئے تھے۔ مرحوم کچھ عرصہ کوٹ احمدیاں سندھ میں رہے وہاں سے بیمار ہو کر قادیان آئے مرض الموت میں اتباع سنت نبوی میں مسواک منگوا کر کی۔ حضرت امیر المومنین کی طرف سے جنازہ پڑھا جانے اور بہشتی مقبرہ میں مدفین کا ذکر الفضل ۱۲؍جنوری ۱۹۴۳ء میں زیر مدینۃ المسیح آتا ہے۔

۴۔ امۃ اللہ صاحبہ۔ حکیم عبدالرحیم صاحب بیان کرتے ہیں کہ موصوفہ جوانی میں شادی سے قبل وفات پا گئی تھیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ڈلہوزی سے واپس تشریف لائے تو والد صاحب نے ڈالہ گر نتھیاں میں ملاقات کی۔ حضور نے ہماری اس ہمشیرہ کے متعلق دریافت کیا اور وفات کا علم پا کر افسوس کا اظہار کیا۔

۵۔ حکیم عبدالرحیم صاحب۔ والد صاحب سے طب پڑھی ان کی زیر نگرانی مطب کیا اور بعد میں بھی کرتے رہے اور ان کی زندگی میں اور کچھ عرصہ بعد بھی گاؤں کے مدرسہ میں معلم رہے والد صاحب کی وفات سے ۱۹۴۰ء تک صدر جماعت رہے۔ مثلاً الفضل ۲؍اپریل ۱۹۴۷ء میں ایک وصیت پہ آپ کی شہادت درج ہے اور صدر جماعت مرقوم ہے ص ۱۲) جنوری ۱۹۴۲ء میں آپ سندھ چلے گئے۔ اور ضلع نواب شاہ میں لاکھا روڈ ریلوے سٹیشن کے قریب مولوی عبدالسلام صاحب عمر کی شراکت میں اراضی خرید کی۔ ان کی وفات کے بعد اس مقام نور آباد کے عرصہ دراز تک صدر جماعت رہے اب ان کی اراضی سوا دو صد ایکڑ کا مقام رحیم آباد کہلاتا ہے اور آپ وہاں کے صدر جماعت ہیں۔ آپ کی وصیت بحوالہ الفضل ۲؍اپریل ۱۹۴۷ء نمبر ۴۷۶۴ مورخہ ۱۹؍مارچ ۱۹۴۷ء ہے ص ۱۱)

۶۔ ڈاکٹر عبدالقدوس صاحب۔ آپ نے مدرسہ احمدیہ میں تعلیم پائی۔ پھر طبیہ کالج علی گڑھ میں تعلیم پا کر سند حاصل کی کچھ عرصہ بمقام ناصر آباد (ضلع تھرپارکر سندھ) میں بطور طبیب ملازم رہے پھر نواب شاہ سندھ میں مطب شروع کیا جو جاری ہے۔ قاضی احمد ضلع نواب شاہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر آپ نے دو صد ایکڑ اراضی خرید کی۔ اس مقام کا نام قادسیہ رکھا آپ نے تحریک جدید دفتر اول میں (مطابق پنج ہزاری مجاہدین ص ۲۳۴) والدہ محترمہ اور اپنی طرف سے قریباً ۸ صد روپے ادا کئے کئی سالوں سے آپ اس شہر کی جماعت میں امام الصلوٰۃ ہیں اس سے پہلے مختلف اوقات میں مختلف عہدوں پر کام کر چکے ہیں۔

۷۔ امۃ الرحمٰن صاحبہ (وفات قبل شادی) ۸۔ ڈاکٹر عبدالقدیر صاحب۔ بمقام قاضی احمد مطب کھول رکھا ہے اور کئی سال سے صدر جماعت ہیں اور وہاں سے آٹھ میل کے فاصلہ پر آپ کی ملکیت ایک صد ایکڑ اراضی واقع ہے۔

بیان کرتی ہیں :۔[۱]

۱۔ میرے میاں مولوی رحیم بخش صاحب کی تبلیغ اور وعظ کے زیر اثر تلونڈی جھنگلاں کی خواتین محترمہ حسیّ صاحبہ محترمہ کریم بی بی صاحبہ اہلیہ چوہدری قائم صاحب ولد چوہدری کھیڑا صاحب ۔ محترمہ کریم بی بی صاحبہ دختر میاں قادری صاحب ، محترمہ رحمتے صاحبہ اہلیہ مہر دین صاحب مرحوم اور دو دیگر خواتین نے اور میں نے مئی ۱۹۰۳ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی تھی ۔ میرے ولد میں آپ کی محبت سرایت کر گئی ۔ اور میں نے آپ کو وضو کرایا ۔ حضور بہت مہربانی سے پیش آئے ۔ میں کچھ بیمار تھی ۔ آپ نے اپنے پاس سے مجھے دوائی دی جس سے میں صحت یاب ہو گئی ۔ بیعت کرنے والی خواتین میرے ساتھ قادیان آئیں تو حضور دار المسیح میں جہاں ہوتے عرض کرنے پر تشریف رکھتے اور بیعت لے لیتے تھے ۔

۲۔ پھر میں ہر ہفتہ قادیان آتی تھی اور آپ کو وضو کرانے وغیرہ کی خدمت کا مجھے موقع ملتا ۔ میں نے کئی دفعہ دیکھا کہ حضور کے دائیں ہاتھ کا انگوٹھا اور انگلی یوں حرکت کرتے گویا آپ قلم سے لکھ رہے ہیں ایک دفعہ فرمایا کہ فقیر سوال کرتے ہیں تو وہ انسانوں کی کتنی تعریف کرتے ہیں ۔ اور بالآخر کچھ نہ کچھ حاصل کر ہی لیتے ہیں اگر انسان اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے اور اس سے مانگے تو کیا وہ نہیں دے گا ۔

۳۔ حافظ معین الدین) معنا صاحب رضی اللہ عنہ جو آنکھوں سے معذور تھے قریب ہی پیڑھی پر بیٹھے تھے حضور کے سونے سے پہلے وہ حضور کو نعتیں اور نظمیں سُناتے تھے ۔ وہ ایک نظم پڑھنے لگے جس کا ایک شعر یہ تھا ؎

سب کچھ تیرا تیرا تُو اِک حرف نہیں وچ میرا

یہ سُنکر فرمایا درست ہے حافظ صاحب ! سب کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے ۔ ہمارا اس میں ایک بھی حرف نہیں نیچے دالان میں میرا بچہ عبدالرحمٰن سویا ہوا تھا ۔ مجھے فرمایا جلدی جاؤ ۔ بچہ جاگ پڑا ہے ۔ میں گئی ۔ ابھی بچہ ہلا ہی تھا ۔ رویا نہیں تھا ۔ اور نچلے دالان سے آواز اس بالائی کمرے میں سنائی نہیں دیتی تھی ۔ یہ معلوم نہیں کہ اس کے بیدار ہو جانے کا حضور کو کیسے علم ہوا تھا عزیز مرحوم ایک سال کا تھا جب میں اسے لائی ۔ اس نے کہا حضرت جی ! تو حضرت صاحب نے اسے سر پہ پیار کیا آپ کھانا کھا رہے ہوتے تو عزیزان عبداللہ

---

[۱] محترمہ موصوفہ نے چند سال قبل اپنے ایک بیٹے سے روایات لکھوا کر مجھے بمقام نواب شاہ دی تھیں اور میں نے ان کا مطالعہ کر کے زبانی استفسارات کر کے ان میں بہت اضافہ کیا ۔ آپ نے حتمی طور پر اپنی بیعت مئی ۱۹۰۳ء کی مجھے لکھوائی تھی ۔ منزر بہشتی مقبرہ ربوہ کو موصوفہ کے دو عزیزان نے بیعت ۱۹۰۲ء کی بتائی جو غیر صحیح ہے ۔

محترمہ حسیّ صاحبہ اور اہلیہ صاحبہ چوہدری قائم علی صاحب کا مفصل تذکرہ آگے تلونڈی جھنگلاں کے حالات میں آتا ہے البتہ محترمہ رحمتے صاحبہ سے مراد بمطابق بیان محترمہ کمنہ بی بی صاحبہ بیوہ مہرالدین صاحب مرحوم ہیں میاں بیوی دونوں صحابی ہیں اور موصوفہ لطور کیاحبہ تقسیم ملک کے وقت سے لائل پور میں مقیم ہیں ۔ محترمہ کریم بی بی صاحبہ دختر میاں قادری صاحب کا تذکرہ تلونڈی جھنگلاں کے صحابہ کی اگلی جلد میں آئیگا

اور عبدالرحمٰن کو بار بار لقمہ دیتے۔

۴۔ میں نے دریافت کیا آیا کسی عورت کو امام مقرر کرکے اسکی اقتدا میں نماز باجماعت ادا کر سکتی ہیں فرمایا حضرت عائشہ کبھی کبھی عورتوں کے ساتھ صف میں کھڑے ہو کر جماعت کروا دیتی تھیں اگر باقاعدہ علیحدہ باجماعت نماز کا حکم ہوتا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے لئے علیحدہ مسجد بنوانے کا حکم دیتے۔

۵۔ حضرت صاحب جب (۱۹۰۵ء) میں بڑے باغ میں خیمہ زن تھے۔ میرے سامنے کی بات ہے کہ ایک احمد لکال بیوی کو حضور نے نصیحتاً فرمایا کہ وہ بہت نیک آدمی ہیں لیکن تم اسے "بابا لو" "بابا لو" کہتی رہتی ہو۔ اس نے کہا کہ میں نے فلاں بات کہی تھی کیونکہ انہوں نے پراٹھے اور انڈے خود کھائے اور مجھے نہیں دیئے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اگر اپنے سوا کسی دوسرے کے لئے سجدہ جائز کرتا تو عورت کو خاوند کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا نیز آپ نے خاوند کو بھی نصیحتاً تحریر کیا کہ وہ اکیلے نہ کھایا کریں۔ بلکہ بیوی کو بھی دیا کریں۔[1]

۶۔ ایک دفعہ مجھے فرمایا کہ میں ایک کتاب چھاپ رہا ہوں وہ تم کو دوں گا۔ چنانچہ حقیقۃ الوحی (۱۵ مئی ۱۹۰۷ء) چھپ گئی تو حضور نے ایک غیر مجلد نسخہ مجھے عنایت کیا۔ (آپ کے فرزند حکیم عبدالرحیم صاحب کہتے ہیں کہ یہ کتاب چوہدری غلام حیدر صاحب نے لے لی تھی ممکن ہے ان کے گھرانے میں موجود ہو۔)

۷۔ میں نے حضور کو صاحبزادہ مرزا مبارک احمد کو جو چھوٹے تھے یہ فرماتے سنا مبارک دیکھو! ہتھیلی پر بال نہیں۔ اور زبان میں ہڈی نہیں اور قرآن میں جھوٹ نہیں۔ (صاحبزادہ صاحب ۱۹۰۷ء کو فوت ہوئے)

۸۔ میرا بیٹا عبداللہ نو ماہ کا تھا کہ آگ لگنے سے میرے جسم کا کچھ حصہ جل گیا۔ تو اس کے ابا نے حضرت صاحب کی خدمت میں دعا کے لئے عریضہ بھیجا تو آپ نے خود مسجد مبارک میں دعا کے لئے اعلان کیا نیز دریافت کرنے پر معلوم

---

[1] حضور اقدس نے خاوند کے نام ایک مکتوب تحریر کیا اور اسے اخبار میں شائع کرنے کا ارشاد فرمایا جس میں تحریر کیا کہ مجھے یقینی طور پر معلوم ہوا ہے کہ آپ کی بیوی مریم کی زیادتی ہے اور جو کچھ عورتوں کے لئے خدا اور رسول کا حکم اپنے خاوندوں کے ادب اور تعظیم اور ہمدردی اور خیر خواہی کا ہے۔ اور میں نے اسے بہت سمجھایا تھا مگر اس نے عمل نہیں کیا۔ آپ اسے تحریراً دو ہفتہ کی مہلت دیں اور اس عرصہ میں آپ نہ اس کے ہاں کھانا کھائیں نہ وہاں سوئیں۔ اور بلا تو نفقہ وہ اپنے بھائی اور والدہ کو رخصت کر دے۔ ورنہ نافرمان متصور ہوگی۔ اس مدت میں وہ سمجھ کر توبہ کر لے تو بہتر ورنہ اس کے شور اور سرکشی سے سمجھا جائے گا کہ وہ خود طلاق مانگتی ہے۔ اس قدر کوشش کے بعد اگر باز نہ آئے تو اسے طلاق دے دیں تا اس کے شر سے نجات ہو۔ پھر حضور نے اصلاح کی خاطر اور بنظر رحم مہلت ایک ماہ کر دی اور گھر میں سونے کو فرمایا (الحکم ۱۷ فروری ۱۹۰۶ء ص ۱۲ ک ۳) روایت و اخبار دونوں میں خاوند اور بیوی کے نام موجود ہیں۔ خاکسار مؤلف نے درج نہیں کئے۔ روایت میں بیوی کے خاوند کی قوم اور بنیہ تحمل کے متعلق جو شدید طعن آمیز قول تھا وہ بھی حذف کر دیا ہے۔

ہوا کہ سامنے کا حصہ جلا ہے تو فرمایا بچ جائے گی اور ایک بوتل عرق کیوڑہ کی دی۔

۹۔ ایک دفعہ (حضور کے مخالف عمزاد) مرزا نظام دین صاحب کے ہاں کوئی موت ہو گئی۔ تعزیت کے لیے عورتیں بین کرتی ہوئی آئیں تو صاحبزادہ مرزا مبارک احمد نے پوچھا کہ اباجی! یہ کیوں اونچی اونچی رو رہی ہیں فرمایا کہ ایک شخص مر گیا ہے اب جو رہ گئے ہیں ان کو مکانے (ختم کرنے کے لئے) مُکان (بین کرنے والی) آئی ہیں[۲]

۱۰۔ ایک دفعہ میری لڑکی عائشہ پیٹ درد سے سخت بیمار ہو گئی۔ چار دن علاج سے آرام نہ آیا تو میں اسے قادیان لے آئی۔ اور حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا حضور نے کسٹرائل میں کوئی دوائی ملا کر اپنے ہاتھ سے اُسے دی چنانچہ اسے دست آئے جس میں پانی میں اگنے والی سبزی کی گانٹھ خارج ہوئی جب حضور نے دیکھا اور اس کے بچ جانے پر بتایا کہ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے پاس ایک انگریز عورت اپنے انگریز خاوند کو لائی جس کے پیٹ میں سخت درد تھا ڈاکٹر صاحب نے اسے یہ دوا دے کر کہا کہ اگر اسے فلاں وقت تک دست آ گئے تو بچ جائیگا ورنہ نہیں۔ اسے دست تو اس وقت سے پہلے آ گئے لیکن چند گھنٹے بعد اس کی موت واقع ہو گئی۔ اس کی بیوی نے پوسٹ مارٹم کروایا تو معلوم ہوا کہ اس کی انتڑیاں پھٹ گئی تھیں۔ فرمایا کہ غیب کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے ڈاکٹر صاحب کو کیا معلوم تھا کہ اس کے پیٹ کے اندر انتڑیاں بل پڑ کر پھٹ گئی ہیں۔

(۱۱) ایک دفعہ میں اور مسماۃ حسّی دار المسیح کے نچلے حصّے میں حضرت مہراج بی بی صاحبہ کی یہ نظم پڑھ رہی تھیں[۳]

جلدی دا مہدی قادیں آیا ۔۔۔ مشرق مغرب چانن لایا
مُردیاں ولاں نوں آ جوایا ۔۔۔ عیسیٰ آیا چائیں چائیں
عیسیٰ آیا چائیں چائیں نی بھیناں
چلو دیکھو مہدی تائیں

حضرت صاحب غالباً گول کمرے میں سے تشریف لائے اور ہماری آواز سنائی اور

۱؎ ان کے جل جانے کی تصدیق ابو المبارک مولوی محمد عبد اللہ صاحب بھی کرتے ہیں۔

۲؎ عموماً بین کرنے والیاں اور دیگر اقارب آتے اور انہیں اعلےٰ کھانے کھلائے جاتے ہیں۔ بسا اوقات مرنے والے کے اقارب اس کی طویل بیماری کے علاج سے پہلے ہی تباہ حال ہو چکے ہوتے ہیں۔ لیکن برادری میں ناک رکھنے کے لئے انہیں تمام رسوم کے مزید اخراجات قرض لے کر یا جائداد رہن رکھ کر کرنے پڑتے ہیں گویا مرنے والا تو مر گیا یہ لوگ آ کے اس کے زندہ اقارب کو ختم کرنے آتے ہیں۔

۳؎ مسماۃ حسّی کا مفصل ذکر صحابہ تلونڈی جھنگلاں میں آگے آتا ہے۔

ورثمین لاکر مجھے عطا کی اور فرمایا کہ یہ پڑھا کرو[۱]

۱۲۔ ایک دفعہ سورج کو نو دس بجے گرہن لگا۔ تو حضور نے گھر میں نماز پڑھائی۔ حضور کی اقتداء میں دو تین صفوں میں ہم عورتیں بھی شامل ہو گئیں۔ آپ نے دو رکعتوں میں سے ہر رکعت میں حسب سنت کئی رکوع کئے اور رکوع سے کھڑے ہو کر الحمد شریف کے بعد کوئی اور سورت بھی تلاوت فرماتے نماز کے بعد بیٹھ کر آپ نے ایک مختصر تقریر فرمائی۔ اور پھر غریب عورتوں اور بچوں میں نقدی تقسیم کی[۲]

۱۳۔ ایک دفعہ میرے خاوند کی ایک اوپر کی داڑھ میں سخت درد ہو گئی۔ ہم قادیان آگئے۔ آپ نے حضرت سیّدہ اُم طاہر صاحبہ والے اس مکان میں ٹھہرایا۔ جو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ والے رہائشی مکان کے اوپر ہے۔ آپ خادمہ کو ہدایت دے کر ان کے لئے حلوا تیار کر کے بھجواتے۔ حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے داڑھ نکال دی جو حضور کو دکھلائی گئی۔ فرمایا شکر ہے مجھے خدشہ تھا کہ اس میں طاعون ہو گئی ہو۔ الغرض آرام آگیا تو ہم آپ کی اجازت سے گاؤں واپس چلے گئے۔

۱۴۔ تلونڈی جھنگلاں میں مدرسہ احمدیہ کھلنے کے بعد قریب کی بات ہے کہ میرے خاوند کی آنکھیں سخت خراب ہو گئیں کھلتی نہ تھیں۔ سیکھوانی صاحبان رضی اللہ عنہم بھی عیادت کے لئے آئے۔ فصد کرانے اور کئی قسم کے علاج کرانے سے ذرّہ بھر فائدہ نہ ہوا بلکہ مشہور ہو گیا کہ آپ کی بصارت جاتی رہی۔ عزیز عبدالرحمٰن میری گود میں تھا۔ اسے ساتھ لے کر ایک عورت کے ہمراہ میں گاؤں سے حضرت صاحب کی خدمت میں پہنچی اور حال عرض کیا۔ اس وقت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد سخت بیمار تھے اور اس کے دس بارہ دن بعد (بتاریخ ۱۶ر ستمبر ۱۹۰۷ء) وفات پا گئے۔ فرمایا۔ ابھی ڈاکٹر مبارک احمد کو دیکھ کر گئے ہیں۔ وہ بہت بیمار ہے مجھے فکر ہے۔ آپ کیکر کے لُنگ لے کر ان کو رگڑ کر ایک دو دفعہ کپڑے میں سے چھان کر پانی نکال لیں۔ اور اس میں ماش کے نصف دانہ کے برابر کافور ڈال لیں اور یہ دوائی تیار کر کے اُن کی آنکھوں میں ڈالیں اور سرڑ کا مربہ دھو کر کھلائیں۔ اسے دھونے کی تاکید فرمائی اور فرمایا کہ شربت بنفشہ بھی پلائیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس علاج سے پانچ سات دن میں اُن کی

---

[۱] محترمہ راج بی بی صاحبہ اہلیہ محمد اسماعیل صاحب ساکن موضع بڈھا ضلع سیالکوٹ کی پنجابی نظم "کامن احمدی" تیری بار کی مطبوعہ بتاریخ ۲۵ر اگست ۱۹۰۲ء مشتمل بر آٹھ صفحات میں نے دیکھی ہے اشعار بالا پہلے صفحہ پر درج ہیں۔ موصوفہ (موصیہ نمبر ۴۷) ۸ر اپریل ۱۹۰۶ء کو فوت ہوئیں۔ ان کا یادگاری کتبہ ع ۲ چار دیواری مزار حضرت اقدس علیہ السلام کے اندر قطعہ نمبر ۱ حصہ نمبر ۱ میں ہے۔

[۲] ۱۴ر جنوری ۱۹۰۷ء کو نو بجے کے بعد سورج گرہن ہوا۔ اور حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ (خلیفہ اوّل) کے نماز کسوف پڑھانے کا ذکر دو جگہ آیا ہے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شمولیت کا دونوں جگہ ذکر نہیں (ملاحظہ ہو الحکم ۱۷ر جنوری ص ک ۲ و مضمون محترم قاضی اکمل صاحب الحکم ۱۳۱ر جنوری ص ۶) سو ممکن ہے روایت اس کسوف کے متعلق ہو۔

آنکھیں پوری طرح شفایاب ہوگئیں۔[1]

۱۵- ایک دفعہ میں قادیان گئی میرے ساتھ سلطان بی بی بھی تھیں۔ حضرت صاحب نے مجھے فرمایا کہ بیت الدعا میں نفل پڑھا کرو۔ چنانچہ میں جب بھی قادیان جاتی تو وہاں ضرور نفل ادا کرتی۔ ایک دفعہ میں اور سلطان بی بی اور ایک لڑکی گاؤں سے قادیان آئے۔ حضور کے ہاں خدمت کرنے والی دو اور عورتیں بھی میرے کہنے پر ہمارے ساتھ بیت الدعا میں شامل ہوگئیں۔ ایک خادمہ بچی نے مجھے کہنیاں ماریں اور اپنا مونہہ دوپٹے سے لپیٹ لیا۔ میں نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کی ہدایت کے مطابق میں وہاں نفل پڑھنے لگی تھی اور اپنے ساتھ دیہاتی عورتوں کو بھی لے گئی تھی وہاں یوں ہوا۔ حضور نے اس خادمہ بچی اور اس کی والدہ کو بلایا اور اس بچی کو فرمایا کہ میں حیران تھا کہ حکیم محمد حسین مرہم عیسے نے جو بہت نیک آدمی ہیں تجھے طلاق کیوں دی۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم میں نقص تھا۔ تم متکبر تھی اور تمہارے تکبر کی وجہ سے انہوں نے طلاق دے دی تھی۔ میں نے حکیم صاحب کو دو صد روپیہ جرمانہ کیا تھا۔ دیکھو یہ کتنی دور سے چل کر آئی ہیں اور بیت الدعا میں نوافل پڑھتی ہیں تم تو ایسی جگہ میں رہتی ہو اور تمہیں زیادہ مواقع میسر آتے ہیں۔ لڑکی نے یہ عذر کیا تھا کہ ان عورتوں کے سر سے گھی لگانے کی وجہ سے بو آتی تھی۔ لڑکی کی والدہ نے حضور سے معافی مانگی۔[2]

۱۶- حضرت صاحب مجھے روپے گھی منگوانے کے لئے دیتے تھے جو میں خرید کر بھیجتی تھی۔ کئی بار میرے بھائی علی گوہر صاحب جو ابھی ہیں اور گول بازار ربوہ میں دکاندار ہیں) گاؤں سے گھی اٹھا کر لاتے اور حضرت صاحب کی خدمت میں پہنچاتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے ایک شخص کو گھی لانے کے لئے بھیجا تھا اور میں نے ایک ٹین گھی خرید کر اس کے ذریعہ بھجوایا۔ اور میں خود قادیان آئی اور اس بارہ میں اطلاع دی تو آپ نے خطرہ ظاہر کیا کہ ضائع نہ ہو گیا ہو۔ تو عرض کیا مولوی صاحب (میرے خاوند) ساتھ آئے ہیں۔ اور ایندھن کے سات گڈے بھی جلسہ سالانہ کے لئے لنگر خانہ کے لئے لائے ہیں تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ بہت ہمت کی ہے۔

۱۷- حضور نے فرمایا کہ صبح اور مغرب کی نمازوں کے بعد یہ دعا پڑھا کرو۔ بسم اللّٰہ الذی لا یضرّ مع اسمہٖ شیءٌ فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم اور اس کا ترجمہ بھی بتایا۔

۱۸- ایک دفعہ حضرت صاحب کے ساتھ بڑے باغ میں سیر کے لئے حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا اور کئی دیگر عورتیں بھی گئیں جن

۱؎ لنگ پنجابی زبان میں تازہ نرم پتوں کو کہتے ہیں۔

۲؎ محترمہ سلطان بی بی صاحبہ کے متعلق مزید کوائف دستیاب نہیں ہو سکے۔

خاکسار مؤلف نے خادمہ لڑکی اور اس کی والدہ کا نام عمداً ترک کر دیا ہے افسوس کہ یہ لڑکی اپنے دوسرے نیک بزرگ اور حلیم خاوند کے انتقال کے بعد احمدیت سے برگشتہ ہوگئی۔ محترمہ برکت بی بی صاحبہ نے خاکسار کو کئی دفعہ سنایا کہ حضرت اقدس کے وصال کے بعد حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے مجھے ہمیشہ خوشی سے بیت الدعا میں نوافل ادا کرنے کی اجازت عنایت فرمائی تھی۔

میں موضع بھینی کی عورتیں بھی تھیں۔ موضع بھینی کی عورتیں مجھے باغ سے اپنے ساتھ دارالمسیح لے آئیں چونکہ باغ سے واپسی پر میں نے بتایا نہیں تھا اس لئے جب حضور واپس تشریف لائے تو فرمایا ہمیں پریشانی ہوئی اور ہم تلاش کرواتے رہے۔ آپ نے دریافت کیا کہ کیا کھانا کھایا ہے۔ شیری صاحبہ والدہ اصغری صاحبہ نے عرض کیا کہ انہوں نے کھانا کیا کھانا تھا وہ تو ان کے ساتھ جو بہت سی عورتیں تھیں انہوں نے کھالیا۔ اس پر مجھے فرمایا کہ اب سالن نہیں تو لسی میں مصری حل کر کے اس کے ساتھ روٹی کھالو۔

(۱۹) کچے آم گھی میں تل کر اور پھر میدہ ڈال کر پکاتے ہیں اور کھانڈ بھی اس میں ڈالتے ہیں یہ گرمنیہ کہلاتا ہے۔ حضرت اماں جان بناتی تھیں اور حضرت صاحب اسے بہت پسند فرماتے۔ ایک دفعہ حضرت اماں جان نے مجھے بھی کھلایا تھا۔

۲۰۔ میں نے خواب دیکھا کہ حضرت صاحب نے مجھے اپنے ہاتھ سے انگور دیئے ہیں۔ جب میں نے خواب عرض کی۔ اتفاقاً اسی روز آپ کے ہاں بٹالہ سے انگور آئے تھے۔ حضور نے امۃ الرحمٰن صاحبہ ہمشیرہ قاضی عبدالرحیم صاحب بھٹی کو دیئے کہ عورتوں میں تقسیم کر دو۔ اور میرے متعلق فرمایا کہ میں انہیں خود دیتا ہوں اور کافی مقدار میں مجھے عطا کئے۔[1]

۲۱۔ ایک دفعہ میں حضور کو وضو کروا رہی تھی۔ حضور پیڑھی پر بیٹھے ہوئے تھے اور میری بڑی لڑکی عائشہ بعمر تین سال میرے پاس کھڑی تھی کہنے لگی کہ یہ امام مہدی ہے تو حضور ہنس کر فرمانے لگے کہ ہاں یہی امام مہدی ہے۔ حضور جب ہنسا کرتے تھے تو آپ کے دانت نظر نہیں آتے تھے۔

۲۲۔ حضرت صاحب عموماً مٹی کے آبخوروں میں پانی پیتے تھے۔ ایک دفعہ میں آئی تو آپ نے مصری اور کیوڑہ پانی میں ڈالا اور پہلے آبخورہ میں امۃ الحمید صاحبہ رض بیگم نواب محمد علی خان صاحب کو دیا۔ مجھے بھی دیا اور خود بھی پیا آپ نے موصوفہ کو بیت الدعا میں نوافل ادا کرنے کی تلقین کرتے ہوئے میرے متعلق فرمایا کہ دیکھو کتنی دور سے چل کر آکے کس شوق سے وہاں نماز پڑھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں آخرت کا ثواب بنائے گا۔[2]

۲۳۔ میں جب بھی حضور کی خدمت میں حاضر ہوتی تو عام طور پر ایک رات دن یا دو رات دن ٹھہرتی اور جو عورتیں گاؤں سے میرے ساتھ آتیں وہ بھی میرے ساتھ دارالمسیح میں ٹھہرتیں۔ حضور مغرب کی نماز گھر میں پڑھاتے تھے اس طرح کہ حضرت صاحب کے ساتھ حضرت اماں جان رض کھڑی ہوتیں اور ہم عورتیں ان کے پیچھے کھڑی ہو جاتیں پہلے تو چند ہی عورتیں ہوتیں۔ پھر دو تین سطریں ہونے لگیں۔ ایک دفعہ میرے ساتھ محترمہ ددل صاحبہ والدہ منشی شاہ دین صاحب آئیں جن کی آنکھیں دکھتی تھیں۔ موصوفہ نے نماز نہ پڑھی۔ تو نماز پڑھا کر حضرت صاحب نے مجھ سے دریافت کیا کہ جو عورت تمہارے ساتھ آئی تھی۔ انہوں نے نماز کیوں نہیں پڑھی۔ میں نے عرض کی کہ ان کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ فرمایا کہ آنکھیں دکھتی ہیں۔ زبان تو نہیں دکھتی نماز تو زبان سے

---

[1] محترمہ امۃ الرحمٰن صاحبہ رض کے حالات کے لئے دیکھئے اصحاب احمد جلد ششم

[2] حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو محترمہ امۃ الحمید بیگم صاحبہ (تاریخ وفات ۲ دسمبر ۱۹۰۶ء) کی اعلیٰ روحانی ترقی کے متعلق ایک کشف ہوا تھا اور حضور نے انہیں اپنی بیٹی بنا لیا تھا۔

پڑھی جاتی ہے۔ نماز نہیں چھوڑنی چاہیئے۔

۲۴۔ جب حضرت صاحب آخری سفر پہ لاہور جانے والے تھے[1]، میں اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کو ساتھ لے کر قادیان گئی ہوئی تھی۔ میرے ساتھ کریم بی بی صاحبہ[2] مرحومہ اہلیہ چوہدری قائم علی صاحب بھی تھیں۔ ہم دارالمسیح کے نچلے حصہ میں تھیں جہاں کنوآں ہے۔ ابراہیم صاحب کی والدہ امام بی بی صاحبہ[3] نے آواز دے کر کہا کہ حضرت صاحب بلاتے ہیں۔ میں اوپر گئی تو فرمایا کہ مجمع کا کھانا سب لے جاؤ اور کھالو۔ حضور نے کھانا کھا کر چھوڑا تھا۔ دو مردوں کو حضور نے فرمایا کہ آج سارا تبرک (مجھ) برکت کا حصہ ہے۔ اس میں سے کریم بی بی صاحبہ نے بھی کھایا۔ اور کچھ تبرک ہم دونوں نے رکھ لیا۔ جو واپس جا کر ہم نے اپنے گھر والوں میں تقسیم کیا۔

محترمہ برکت بی بی صاحبہ کی روایات سے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی سیرت پر خوب روشنی پڑتی ہے۔ حضور دیہاتی خواتین سے بھی انکسار سے پیش آتے تھے اور ان پہ یہ اثر ہوتا تھا کہ ہم ہر تکلیف کے لئے آپ کی خدمت میں عرض کر سکتی ہیں اور حضور فوری اور پوری توجہ فرماتے ہیں اور ادنےٰ ضرورتوں کو بھی پورا کرتے ہیں اور ملول نہیں ہوتے اور یہ نہیں فرماتے کہ ایسے معمولی کاموں سے میرا قیمتی وقت ضائع ہوتا ہے بلکہ آپ ایسے رنگ میں خدمت کرتے ہیں کہ انہیں آئندہ بھی اپنی ضروریات کے لئے حضور ہی کی طرف رجوع کرنے کا حوصلہ ہوتا ہے۔ حضور ان کے بچوں سے پیار کرتے ہیں ان کی تربیت اور تواضع کی طرف خاص توجہ دیتے ہیں انہیں دین کی طرف رغبت دلاتے اور ان کی تکریم و تحریم کرتے ہیں۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ حضور کی سیرۃ کے بیان میں جو کچھ رقم فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور دیہاتی مستورات کی طبّی خدمت کو فرض سمجھتے تھے اور بانشراح قلب اس پر اپنا قیمتی وقت صرف کرتے تھے۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں :-

"بعض اوقات دوا دارو پوچھنے والی گنواری عورتیں زور سے دستک دیتی ہیں اور اپنی سادہ اور گنواری زبان میں کہتی ہیں "مرزا جی ذرا بوہا کھولو تاں" حضرت اس طرح اٹھتے ہیں جیسے مطاع ذی شان کا حکم آیا ہے اور کشادہ پیشانی سے باتیں کرتے اور دوا

۱۔ حضور ۲۷ اپریل ۱۹۰۸ء کو آخری سفر لاہور کے لئے روانہ ہوئے تھے۔

۲۔ محترمہ کریم بی بی صاحبہ کا ذکر روایت نمبر ا کے حاشیہ میں چھپا ہے۔ اور آپ کے حالات تلونڈی جھنگلاں کے صحابہ میں آپ کے خاوند چوہدری قائم علی صاحب کے ساتھ درج کئے ہیں۔

۳۔ محترمہ امام بی بی صاحبہ بیوہ میاں محمد اکبر صاحب ٹھیکیدار بٹالہ والدہ منشی محمد ابراہیم صاحب مراد ہیں (تصدیق از مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ امیر مقامی قادیان) وہ تقسیم ملک تک خاندان حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت کرتی رہی ہیں (بیان بھائی عبدالرحیم صاحب دیانت درویش و مرزا عبداللطیف صاحب درویش) موصیہ تھیں بعد میں وفات پا کر مقبرہ بہشتی میں دفن ہو گئی

بتاتے ہیں۔ ہمارے ملک میں وقت کی قدر پڑھی ہوئی جماعت کو بھی نہیں تو پھر گنوار تو اور بھی وقت کے ضائع کرنے والے ہیں۔ ایک عورت بے معنی بات چیت کرنے لگ گئی ہے اور اپنے گھر کا رونا اور ساس نند کا گلہ شروع کر دیا ہے اور گھنٹہ بھر اسی میں ضائع کر دیا ہے آپ وقار اور تحمل سے بیٹھے سُن رہے ہیں زبان سے یا اشارے سے اس کو کہتے نہیں کہ بس اب جاؤ۔ دعا پوچھ لی۔ اب کیا کام ہے ہمارا وقت ضائع ہوتا ہے وہ خود ہی گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوتی اور مکان کو اپنی ہوا سے پاک کرتی ہے،

ایک دفعہ بہت سی گنوار عورتیں بچوں کو لے کر دکھانے آئیں۔ اتنے میں اندر سے بھی چند خدمت گار عورتیں شربت شیرہ کے لیے برتن ہاتھوں میں لئے آنکلیں اور آپ کو دینی ضرورت کے لئے ایک بڑا اہم مضمون لکھنا تھا۔ اور جلد لکھنا تھا۔ میں بھی اتفاقاً جا نکلا کیا دیکھتا ہوں۔ حضرت کمر بستہ اور مستعد کھڑے ہیں جیسے کوئی یورپین اپنی دنیوی ڈیوٹی پر چُست اور ہوشیار کھڑا ہوتا ہے۔ اور پانچ چھ صندوق کھول رکھے ہیں اور چھوٹی چھوٹی شیشیوں اور بوتلوں میں سے کسی کو کچھ اور کسی کو عرق دے رہے ہیں اور کوئی تین گھنٹے تک یہی بازار لگا رہا۔ اور ہسپتال جاری رہا۔ فراغت کے بعد میں نے عرض کیا حضرت یہ تو بڑی زحمت کا کام ہے اور اس طرح بہت سا قیمتی وقت ضائع ہو جاتا ہے۔ اللہ۔ اللہ۔ کس شان اور طمانیت سے مجھے جواب دیتے ہیں کہ یہ بھی تو ویسا ہی دینی کام ہے۔ یہ مسکین لوگ ہیں یہاں کوئی ہسپتال نہیں۔ میں ان لوگوں کی خاطر ہر طرح کی انگریزی اور یونانی دوائیں منگوا کر رکھا کرتا ہوں۔ جو وقت پر کام آجاتی ہیں۔ اور فرمایا یہ بڑا ثواب کا کام ہے۔ مومن کو ان کاموں میں سُست اور بے پرواہ نہ ہونا چاہیئے" (سیرۃ مسیح موعودؑ)

وفات محترمہ برکت بی بی صاحبہ

آپ کی وفات پر "الفضل" میں یہ اعلان ہوا:۔

"ربوہ ۱۶ر جنوری۔ محترمہ برکت بی بی صاحبہ بیوہ محترم میاں رحیم بخش صاحب آف تلونڈی جھنگلاں کل مورخہ ۱۵ر جنوری ۱۹۶۲ء ساڑھے چار بجے شام وفات پا گئی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ صحابیہ تھیں۔ نماز جنازہ آج عصر کے بعد مسجد مبارک کے احاطہ میں ادا کی جائے گی" ؎[1]

؎[1] ماہنامہ مصباح بابت فروری ۱۹۶۲ء میں مرقوم ہے:۔ "محترمہ برکت بی بی صاحبہ بیوہ مکرم مولوی رحیم بخش صاحب مرحوم آف تلونڈی جھنگلاں مورخہ $\frac{1}{62}$/۱۵ کو ۸۰ سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ۱۷ر جنوری کو بعد نماز ظہر محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس نے نماز جنازہ پڑھائی۔ چونکہ صحابیہ اور موصیہ تھیں اس بہشتی مقبرہ کے قطعہ صحابہ میں دفن ہوئیں۔ مرحومہ نے ۱۹۰۲ء میں بیعت کی تھی۔ بڑی نیک اور تہجد گزار تھیں سلسلہ کے لئے خاص غیرت رکھتیں۔ خاندان مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خاص محبت تھی آپ نے چار فرزند یادگار چھوڑے ہوں اللہ تعالیٰ کے فضل سے چاروں فارغ البال اور سلسلہ کے مخلص خادم ہیں اور مرکز سے عاشقانہ تعلق رکھتے ہیں (باقی ص ۱۸۱) پر

مولوی بشارت احمد صاحب بشیر سندھی نائب وکیل التبشیر (حال رئیس التبلیغ سیرالیون مغربی افریقہ) کے نام لاہور سے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ نے ذیل کا تار ارسال کیا تھا:۔

"مرحومہ کے تمام عزیزوں کو میری دلی تعزیت پہنچا دیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ اور ان کو برکات سے نوازے" (ترجمہ)

اور آپ کی اولاد کو ذیل کے دو مکتوب ارسال کئے:۔

(۱) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ... ... ۔ مکرمی و محترمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کی والدہ کی فوتیدگی کی اطلاع مجھے لاہور میں ملی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ بہت مخلص صحابیہ تھیں ان کی وفات کا بہت صدمہ ہوا۔ میری دلی ہمدردی آپ کے ساتھ ہے۔ افسوس ہے میں بوجہ بیماری ربوہ نہیں آ سکتا تھا۔ ورنہ میں ان کے جنازہ میں شریک ہوتا۔ بہت مخلص اور نیک صحابیہ تھیں اور حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا سے بہت تعلق تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور آپ کو صبر جمیل کی توفیق دے اور ان کے نیک نمونہ پر چلنے کی سعادت بخشے۔ والسلام۔

خاکسار مرزا بشیر احمد

(۲) ... ... واقعی والدہ کا سایہ اور ان کی دعائیں اپنی اولاد کے لئے بہت مقبول ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور آپ کی والدہ صاحبہ کو عقبیٰ میں بلند درجات سے نوازے" (مورخہ ۱۲/۲/۶۲)

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حضرت مولوی صاحب کے خاندان سے انس ہے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد (خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ) حضرت ام المومنین اور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ آپ کے ہاں گاؤں تشریف لائے۔ حکیم عبدالرحیم صاحب بیان کرتے ہیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف کئی دفعہ وہاں آئے ایک دفعہ

حاشیہ بقیہ صفحہ ۸۰:۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو بلند درجات عطا کرے اور پسماندگان کا خود ہی حامی و ناصر ہو۔ آمین (ص ۸) وصیت ایک صد روپیہ حق مہر کی تھی جس کا آپ کو زیور ملا ہوا تھا (ریکارڈ بہشتی مقبرہ) ربوہ کے مقبرہ خاص میں قطعہ نمبر ۸ صحابہ خاص میں آپ مدفون ہیں کتبہ کی عبارت درج ذیل ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برکت بی بی صاحبہ زوجہ مولوی رحیم بخش صاحب ساکنہ تلونڈی جھنگلاں

حال ربوہ۔ ولادت ۱۸۸۱ء بیعت ۱۹۰۲ء وفات ۱۵/۱/۱۹۶۲

عمر ۸۱ سال۔ نمبر وصیت ۷۵۹۶

آپ کے چندہ رمضان مبارک اور چندہ وقف جدید کی ادائیگی کے لئے دیکھیں الفضل ۱۵/۳/۵۹ (ص ۳ ک ۲) و ۲۱/۵/۶۱ (ص ۶ ک ۱)

---

۵۱ مولوی بشارت احمد صاحب بشیر، بابو محمد عبداللہ خان صاحب کے داماد ہیں

۵۲ بیان بابو محمد عبداللہ صاحب۔

والدہ صاحبہ نے ایک زیور پیش کر دیا۔ جو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں لاکر دے دیا۔ حضرت ام المومنینؓ بیسیوں مرتبہ دار الفضل میں ہمارے غریب خانہ پر قدم رنجہ فرما کر ...... برکت بخشی۔ اور آپ بہت خوشی کا اظہار فرماتیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔

(ڈاکٹر) عبد القدیر صاحب نے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے والدہ محترمہ کو ایک رومال دیا تھا۔ اور ۱۹۵۵ء کے قریب حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے ام المومنینؓ کے پارچات اپنے خاندان میں تقسیم کئے تھے تو ایک چادر حضرت ام المومنینؓ کی محترمہ والدہ صاحبہ کو بھی دی تھی۔ یہ دونوں تبرکات والدہ صاحبہ نے ٹکڑے کرکے اپنی اولاد میں تقسیم کر دیئے تھے جو ہمارے پاس موجود ہیں

چوہدری نور محمد صاحب ولد چوہدری بڈھا صاحب کے بیٹے چوہدری محمد دین صاحب نے خاکسار مؤلف کو بتایا کہ ایک دفعہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ربوہ میں موٹر سے اتر رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر آواز دے کر بلایا اور فرمایا کہ بے بے برکت صاحبہ آپ کے لئے بہت دعائیں کرتی ہیں۔ ربوہ آیا کرو تو ان سے ضرور ملا کرو۔ ملے بغیر نہ جایا کرو۔ چنانچہ میں اس ارشاد کی تعمیل ان کی وفات تک کرتا رہا۔

آپ کے بیٹے ڈاکٹر عبد القدوس صاحب لکھتے ہیں:-

"والدہ محترمہ نماز، روزہ، تلاوت قرآن کریم، صدقہ وخیرات اور چندوں کی ادائیگی میں اور احکام شریعت پر عمل کرنے اور اولاد سے عمل کرانے میں سختی سے پابند تھیں مثلاً عقیقہ کے لئے کسی بچہ کے پاس رقم نہ ہوتی تو خود دے دیتیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب سے ملاقات کرتیں اور اولاد کو تاکید کرکے کراتیں۔ اور اپنے خاندان کی مستورات کی ملاقات حضرت ام المومنین اور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ اور دیگر خواتین مبارکہ سے کراتیں۔ وفات سے ایک روز قبل سب کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی اولاد کے لئے دعا کی درخواست کی۔ اس مبارک خاندان سے انہیں قلبی تعلق تھا اور ہمیں بھی اس کی تلقین کرتی تھیں۔ نہایت باقاعدگی سے تہجد خوانی کرتیں۔ وفات کے روز بھی تہجد پڑھی۔ قرآن مجید ہر ماہ دو بار ختم کرتیں اس پر یہاں تک عبور تھا کہ کوئی قرآنی دعا دریافت کی جاتی تو پارہ اور رکوع تک بتا دیتیں بلکہ نکال کر سناتیں۔ یہ تمام ادعیہ یاد تھیں اور نمازوں میں پڑھتی تھیں۔ نماز اطمینان سے ادا کرتیں اور اسی کی تلقین کرتیں۔ دعا، صدقہ اور صبر کا نمونہ آپ کا حیران کن تھا۔ ہماری دو ہمشیرگان یکے بعد دیگرے بیمار ہوئیں ان کی شب و روز اتنی خدمت کی کہ محسوس ہوتا تھا کہ وہ نہ بچیں تو والدہ بھی نہ بچیں گی۔ لیکن وہ فوت ہو گئیں تو والدہ ایسی مطمئن ہو کر بیٹھ گئیں جیسے کچھ ہوا ہی نہیں بلکہ دوسروں کو تسلی دینے لگیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی امانت تھی جو لے گیا۔ میں علی گڑھ میں تھا کہ والد محترم فوت ہوئے۔ والدہ محترمہ نے مجھے صبر اور توکل علی اللہ کی تلقین کی اور اپنی دعاؤں اور شفقت سے مجھے صدمہ محسوس نہ ہونے دیا۔ بڑے بھائی مولوی عبد الرحمن صاحب کی وفات کے بعد ان کے بچوں کا بے حد خیال رکھتیں۔ ان کی تکلیف پر تڑپ اٹھتیں۔ ان کے لئے ہمارے ہمدردی کے جذبات ابھارتی تھیں۔

وصیت کا حصہ جائداد خود ادا کیا۔ چندہ اوّل موقع پر ادا کرتی تھیں۔ جب روزے نہ رکھ سکتیں تو فدیہ ادا کرتیں۔ آخری بار آئندہ رمضان کا فدیہ بھی ادا کر دیا۔ ہر نیکی کا کام اوّل وقت پر کرنے کی کوشش کرتیں نماز اوّل وقت پر ادا کرتیں حافظہ اعلیٰ پایا تھا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اور حضرت ام المومنین رضؓ کی باتیں ہمیشہ ایک ہی الفاظ میں سُناتیں۔ رؤیائے صالحہ سے مشرف تھیں کسی کٹھن کام کے لئے دعا کرتیں تو خواب آتی اور بتاتیں کہ کام بفضلہٖ تعالےٰ ہو گا۔

ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب (صدر جماعت سنجر چانگ سندھ) بیان کرتے ہیں۔ حضرت برکت بی بی صاحبہ نے نئی پود کی آبیاری اور تعلیم و تربیت کا کام نہایت ذمہ داری سے سنبھالے رکھا۔ گاؤں کی مستورات آپ کے ساتھ جا کر حضرت ام المومنین کی ملاقات سے مستفیض ہوتیں اور اخلاص و ایثار کا شیریں شربت نوش کرتیں اور اخلاقِ حسنہ اور روحانیت کے سبق پڑھتیں۔ ہم انہیں بے بے جی کہہ کر یاد کرتے تھے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بذریعہ حضرت مولوی رحیم بخش صاحب اجازت حاصل کر کے میں نے اپنی خالہ جان کے ہاں شادی کی۔ میری اہلیہ امۃ الحکیم صاحبہ نے بعد شادی احمدیت قبول کر لی۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت بے بے صاحبہ کے ساتھ حضرت ام المومنین رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے مجھ سے معانقہ کر کے مجھے خوب دبایا اور فرمایا کہ جب اللہ تعالےٰ کا بھولا بھٹکا بندہ اس کے در پر لوٹ آتا ہے تو وہ بہت خوش ہوتا ہے آپ بھی چونکہ غیر دلوں سے نکل کر آئی ہیں اس لئے مجھے بہت پیاری لگتی ہیں۔ آپ کی پیاری پیاری باتوں نے میرا دل موہ لیا اور میں ہر جمعہ یا ہر دوسرے جمعہ قادیان آتی اور اپنی بھینس کا مکھن حصولِ برکت کے لئے بطور نذرانہ پیش کرتی۔ آپ نے فرمایا کہ آپ کا مکھن مجھے بہت پسند آتا ہے۔ آپ قیمتاً بھیجا کریں۔ تو خوب ہے۔ میں نے عرض کی کہ روزانہ حاضر ہونا مشکل ہے جمعہ پر مکھن پیش کر دیا کروں گی۔ ہم مکھن فروخت نہیں کیا کرتے۔ مجھے بارہا آپ کے سر میں تیل لگانے، مالش کرنے اور کنگھی کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ یہ ساری برکت حضرت بے بے جی کی تھی۔ آخری بار سندھ میں حضرت ام المومنین تشریف لے گئیں تو ناصر آباد میں ہمارے گاؤں کی چند عورتیں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ نے خاص طور پر ان سے دریافت کیا کہ چوہدری شاہ دین صاحب رضؓ مرحوم کی بہو امۃ الحکیم نہ معلوم سندھ میں کہاں ہیں اور معلوم ہونے پر مجھے پیغام بھجوایا کہ میں چند دن یہاں ہوں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ آکر مل جاؤ۔

(۲۶) بابو محمد عبد اللہ خان صاحب

حضرت مولوی رحیم بخش صاحب کے ہاں ۲۶ فروری ۱۹۰۴ء کو بابو محمد عبد اللہ صاحب کی ولادت موضع تلونڈی جھنگلاں میں ہوئی محترمہ برکت بی بی صاحبہ اپنے اس بچے کی ولادت وغیرہ کے متعلق بیان کرتی ہیں۔

۱۔ تلونڈی جھنگلاں کی احمدی مستورات حسّی صاحبہ۔ رحمتے صاحبہ اور کریم بی بی صاحبہ تینوں حضرت صاحب کی خدمت میں قادیان گئیں۔ انہوں نے واپس آکر بتایا کہ محترمہ عائشہ صاحبہ اہلیہ حضرت مولوی عبد الکریم صاحب رضؓ سیالکوٹی نے ہم سے دریافت کیا آیا برکت بی بی یعنی میرے زچگی ہو گئی ہے۔ یہ سُنکر حضرت صاحب نے فرمایا کہ آج لڑکا پیدا ہو گا

چنانچہ اسی روز جمعہ کی دوسری اذان کے بعد عزیز عبداللہ کی ولادت ہوئی وہ حج اکبر کا دن تھا یہ ۲۶ فروری ۱۹۰۴ء کی بات ہے عزیز چند ماہ کا تھا۔ میں اسے لے کر محترمہ صاحبزادی امۃ الحفیظ صاحبہ کی ولادت ۲۵ جون ۱۹۰۴ء (م) کے قریباً گیا ہوا تھا اور حضرت اماں جانؓ کے لئے گھی لے کر گئی۔ میں نے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ آپ نے میرے بچے کا نام کریم بخش رکھا تھا لیکن چونکہ تلونڈی جھنگلاں میں اس نام کا ایک شدید مخالف احمدیت ہے اس لئے بچے کے ابا نے اس کا نام تبدیل کر کے عبیداللہ رکھ دیا ہے۔ حضور خاموش رہے اور بچے کو دیکھنے کے لئے تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ ابھی کھانا نہ کھانا بلکہ ٹھہر کر کھانا۔ کچھ دیر بعد کھانا آیا تو آپ نے میرے لئے پلاؤ، زردہ۔ اور گوشت والے سالن کی ایک ایک رکابی بھجوائی۔ میں نے عرض کیا کہ بچہ ابھی چھوٹی عمر کا ہے۔ میں گوشت نہیں کھاؤں گی۔ فرمایا گوشت ضرور کھاؤ۔ اس طرح بچہ طاقتور اور موٹا ہوگا۔ چنانچہ میں نے گوشت بھی کھا لیا[1]

۲۔ ایک دفعہ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب مرحوم نے کہا کہ میں نے دعوت کرنی ہے اس وقت میں عزیز عبداللہ کے ساتھ وہاں تھی حضرت صاحب نے فرمایا کہ برکت کے لڑکے عبداللہ کی دعوت کرو۔ چنانچہ صاحبزادہ مرحوم نے زردہ پکوا کر عزیز عبداللہ کو کھلوایا۔ ایک دفعہ سردی میں میں عزیز کو لے کر قادیان چلی گئی۔ تو فرمایا کہ سردی میں بچے کو لے کر کیوں آئی ہو۔ اور حضور کے فرمانے پر حضرت اماں جان نے اسی وقت بانات کا ایک کوٹ نکالا اور اپنے ہاتھ سے اسے پہنایا۔ ایک دفعہ اس کی گردن پر دُنبل نکل آیا۔ میں اسے لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے ہاتھ سے دبا کر دیکھا اور فرمایا کہ گبری۔ الماس۔ کالی زیری اور مکو پانی میں لیپ کر دو۔ اس طرح لیپ کرنے سے پھوڑا پک کر پھوٹ گیا اور عزیز کو آرام آگیا ایک دفعہ اسے پیچش ہو گئی اور باوجود علاج کے آرام نہ آیا۔ تو اس کے ابا کے کہنے پر اسے لے کر حضرت صاحب کی خدمت میں آئی۔ تو دیکھا کہ حضور نے کمر کے گرد کپڑا باندھا ہوا ہے میرے دریافت کرنے پر فرمایا کہ کمر میں سخت درد ہے اور ڈاکٹر (خلیفہ رشید الدین صاحب) پلستر کر گئے ہیں اب سینک کی ضرورت ہے میں نے پکی چھوٹی اینٹوں سے بہت دیر تک سینک دیا۔ تو فرمایا کہ مجھے بہت آرام ہو گیا ہے

ف1 بابو محمد عبداللہ خان صاحب اور ابوالمبارک مولوی عبداللہ صاحب اپنی نانی صاحبہ سے روایتاً یہی تاریخ ولادت بیان کرتے ہیں بروئے الحکم ۱۰ مارچ ۱۹۰۴ء عید الاضحیہ جمعہ کے روز (۲۶ فروری کو) ہوئی تھی۔

محترمہ برکت بی بی صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ ۱۹۱۰ء میں میرے ہاں عبدالرحیم پیدا ہوا۔ میں نے قادیان آکر حضرت خلیفہ اول کی خدمت میں نام رکھنے کے لئے عرض کیا۔ دریافت کرنے پر میں نے بتایا کہ پہلے بچوں کے نام عبیداللہ اور عبیدالرحمن ہیں۔ فرمایا کہ عبید کے معنے چھوٹے بندے کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بڑے بندے کیوں نہ بناؤ۔ سو آپ نے ان کے نام عبداللہ اور عبدالرحمن کر دیئے اور نومولود کا نام عبدالرحیم رکھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک داماد کا نام عبدالرب سے عبدالرحیم احمد کر دیا تھا اس وقت میری نظر میں ایک عبدالرب قادیان میں پیش پیش تھا

محترمات حتی الوسع ایک کریم بخش کے دیکھے گئے زیر عنوان تلونڈی جھنگلاں اس نام کی دو خواتین تھیں یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ان میں سے کونسی مراد ہے

محترمہ رحمتے صاحبہ سے دیکھئے محترمہ برکت بی بی صاحبہ کا بیان

میں نے عرض کیا کہ عبداللہ کو ہچکی ہے ٹٹی نہیں ۔حضرت اماں جانؓ نے شفاخانہ سے علاج کرنے کا مشورہ دیا لیکن حضرت صاحب نے فرمایا کہ میں جو دوا دوں گا جب وہ دوائیں ختم ہوجائیں گی تو اسے شفاخانہ لے جانا۔ اور اندر سے دوائی کی ایک شیشی لے آئے اور خود ہی دوائی عزیز کے مونہہ میں ڈال دی۔ شائد کڑوی تھی ۔عزیز ہچکیں مار کر رونے لگا۔ اس پر آپ نے جلیبیاں لاکر دیں اور کہا کہ لو کھاؤ تمہارا کڑوا مونہہ ٹھیک ہوجائے۔

۳۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اسے کوئی چوتھے پانچویں دن کسٹر آئل دیا کرو ۔ اس سے یہ موٹا ہوگا۔ اور ہمیشہ کسٹر آئل خود ہی عنایت کرتے تھے۔ بلکہ ایک دو دفعہ عزیز کو خود پلایا تھا۔ یہ کسٹر آئل سفید اور عمدہ ہوتا تھا۔ ہم آپ سے ہی لے لیتے تھے کبھی خریدا نہیں تھا۔ آپ اپنے ہاتھ سے شیشی بھر کر دیتے تھے۔

بابو محمد عبداللہ صاحب بیان کرتے ہیں:۔

"میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تو کئی بار ہوگا مگر ایک دفعہ کا واقعہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میری والدہ صاحبہ حضرت اقدسؑ کے پاس مجھے بسم اللہ پڑھانے کے لئے لائیں۔ حضور ایک دالان میں (جو) دروازے کے ساتھ شمال کی طرف (بچھی ہوئی میز کے سامنے کرسی پر (شرقی رُو) تشریف فرما تھے۔ (میں حضور کے دائیں طرف میز کے ساتھ کھڑا ہوگیا) حضور نے مجھے تین دفعہ بسم اللہ پڑھائی۔ بسم اللہ پڑھنے سے قبل ایک روپیہ جو کہ والدہ صاحبہ نے دیا تھا۔ میں نے حضور کو دیا تھا جو کہ حضور نے وہیں میز پہ رکھ کر مجھے بسم اللہ پڑھائی۔ جب حضور بسم اللہ پڑھا چکے تو میں روپیہ اٹھا کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ اور حضور ہنس پڑے۔ حضور کی مسکراہٹ مجھے آج تک یاد ہے۔ اس کے علاوہ مجھے یاد نہیں کہ کیا ہوا تھا۔ غالباً میں نے پھر روپیہ حضور کو لاکر دے دیا تھا۔ یا والدہ صاحبہ نے لے کر دے دیا تھا۔ (والدہ صاحبہ نے بتایا کہ اس وقت میں پونے چار سال کی عمر کا تھا۔ گویا اواخر ۱۹۰۷ء کی بات ہے۔ حضور کی برکت سے میں نے پانچ سال کی عمر میں قرآن مجید ناظرہ ختم کرلیا تھا)[۵]

میری تاریخ پیدائش ۶ فروری ۱۹۰۶ ہے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام
کے متعلق صرف ایک بات یاد ہے۔ والدہ صاحبہ مرحومہ خاکسار کو حضرت اقدس کی خدمت
میں بسم اللہ شروع کروانے کیلئے لے گئی تھیں۔ حضور کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے اور آگے رکھے ہوئے
تھا۔ ایک میز تھا۔ میں حضور کے دائیں طرف کھڑا ہو گیا تھا۔ والدہ صاحبہ نے مجھے ایک
روپیہ دیتے ہوئے کہا تھا۔ میں نے یہ روپیہ حضور کے سامنے رکھ دیا تھا۔ حضور
نے مجھے بسم اللہ شروع کروائی تھی۔ شروع کرانے کے بعد میں روپیہ اٹھا کر باہر چلا گیا تھا
اس پر حضور مسکرا پڑے تھے حضور کی مسکراہٹ مجھے اب تک یاد ہے۔

[۵] روایت ہذا نظارت تالیف و تصنیف نے تقسیم ملک سے قبل محفوظ کی تھی جس میں پیدائشی احمدی بیعت ۱۹۰۲ء اور اقدس زیارت ۱۹۰۷ء درج کیا ہے۔

بابو صاحب سے حاصل کردہ آپ کے حالات زندگی ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:-

میں نے پرائمری (ورنیکلر) تلونڈی جھنگلاں سے پاس کرکے تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں جونیئر سپیشل کلاس میں داخلہ لیا جس میں حکیم عبدالعزیز خان صاحب (والد مالک عجائب گھر) اور چوہدری سردار خان صاحب سے تعلیم پائی۔ جماعت نہم تک تعلیم پا کر کئی مقامات پہ کلرک اور معلمی کی۔ ۱۹۲۲ء میں میٹرک میں پرائیویٹ امتحان میں کامیاب ہوا اور معاً بعد بیس روپے مشاہرہ پہ مدرسہ احمدیہ قادیان میں کلرک متعین ہوا۔ اور پھر کراچی میں ڈپٹی اسسٹنٹ انجینئر ٹیلیگراف میں مشاہرہ ۴۵ روپے ہیڈ کلرک مقرر ہوا۔ افسر کے بے حد مرتشی ہونے کی وجہ سے پانچ ماہ بعد میں نے استعفیٰ دے دیا۔

حضرت ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب (مہر سنگھ) نے نصیحت کی تھی کہ جب کوئی مشکل یا حاجت درپیش ہو تو کچھ عرصہ تبلیغ کے لئے وقف کر دیا کرو۔ چنانچہ میں نے اس پہ تین دفعہ عمل کرکے بہت فائدہ اٹھایا۔ میں اس وقت ضلع میرپور خاص کے ایک گاؤں میں دو ہفتہ کے لئے تبلیغ کرنے چلا گیا اور واپسی پہ ایک احمدی دوست زین العابدین مرحوم کلرک کینال آفس کی ملاقات کے لئے میرپور خاص اترنا پڑا۔ کراچی میں مقیم ان کے بھائی نے جو میرے دوست تھے ملاقات کی تاکید کی تھی۔ میں ان کے ساتھ ان کے دفتر گیا تو معلوم ہوا کہ ایک کلرک کے رخصت پہ جانے کی وجہ قائم مقام درکار ہے۔ میں نے بے دلی سے درخواست لکھ دی اور مجھے چالیس روپے مشاہرہ پہ کلرک رکھ لیا گیا۔ چونکہ ہندو اس زمانہ میں تمام دفاتر پہ چھائے ہوئے اور ان کا زور تھا۔ اور ایگزیکٹو انجینئر دسھور ڈویژن کے دفتر میں صرف ہم دو ہی مسلمان کلرک تھے ہندو عملہ نے پندرہ بیس دن میں ہی مجھے بے حد تنگ کیا اور رخصتی کلرک کو مجبور کیا کہ ۱۲ دن بعد دفتر میں حاضر ہو جائے تا میری ملازمت ختم ہو جائے لیکن اس کی حاضری سے قبل ہندو اکاؤنٹنٹ کا اکلوتا بیٹا فوت ہو گیا اور اسے ایک ہفتہ کی رخصت لینی پڑی۔ اور ہندو ایگزیکٹو انجینئر نے اس کی واپسی تک مجھے کام کرنے کے لئے کہا۔ انہی دنوں ایک ہندو کلرک کی وفات کی وجہ سے بمشاہرہ ۴۵ روپے مجھے مستقل اسامی دے دی گئی۔ لیکن ضد کی وجہ سے مجھے کام زیادہ دیا جاتا جس سے میری صحت بگڑ گئی اور ایک سال بعد فروری ۱۹۲۶ء میں مجھے مستعفی ہونا پڑا۔

میرپور خاص کے قیام میں آریہ سماج کے ساتھ تبلیغی گفتگو ہوتی۔ ایک بار وہاں آریہ سماجی پرچارک سکھ دیو نے ایک جلسہ عام میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس کے متعلق نازیبا کلمات کہے اور غلط رنگ میں واقعات بیان کرکے اعتراضات کئے۔ چنانچہ میں نے بعض غیر احمدی احباب کو ساتھ شامل کرکے مرکز سے حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوری اور مولوی نصیر الدین صاحب فاضل وغیرہ کو بلوایا گیا اور اعتراضات کے منہ توڑ جواب دیئے گئے اور دیانند کا کچا چٹھا پیش کیا گیا۔ جلسہ جو بطور سیکرٹری جماعت میرپور خاص کل اخراجات خود برداشت کرکے میں نے کروایا تھا نہایت کامیاب رہا۔

حاشیہ بقیہ صفحہ ۱۸۵ لگیا ہے۔ بوقت روایت آپ محلہ دارالرحمت قادیان میں قیام پذیر تھے۔ انتخاب خلافت کے لئے فہرست مرتبہ دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں سن زیارت ۱۹۰۶ء درج ہے۔ لیکن ۱۹۰۷ء صحیح ہے۔

میں نے انجنیئرنگ کالج سکھر میں ۱۹۲۶ء میں داخلہ لیا اور دسمبر ۱۹۲۷ء میں اوورسیر کلاس پاس کی اور بطور اوورسیر سرگودہا میں محکمہ نہر میں ملازم ہُوا۔ ۱۹۲۸ء میں سروے کے کام پر مقرر رہا اور ۱۹۲۹ء کے وسط میں بھیرہ میں اوورسیر متعین ہوا۔ اور وہاں امیر جماعت مقرر ہوا۔ اور جولائی ۱۹۳۱ء تک اس عہدہ پر رہا۔ اس وقت تخفیف میں آجانے کی وجہ سے قادیان آکر کمشن مکانات مولانا عبدالرحیم صاحب درد۔ صوفی عبدالقدیر صاحب۔ ملک مولا بخش صاحب۔ بابو اکبر علی صاحب چوہدری فقیر محمد صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس۔ مرزا عبدالغنی صاحب، (العبد صاحب) صاحبزادہ مرزا رشید احمد صاحب تعمیر کرائے اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوٹھی دارالحمد کا غربی حصہ بھی،

غالباً ۱۹۳۶ء میں میں نے پھر دو ماہ تبلیغ کے لئے وقف کئے اور مجھے علاقہ مکیریاں میں بھجوایا گیا۔ ان دنوں قادیان میں تعمیرات مکانات کا کام سرد پڑ جانے کی وجہ سے میں سخت پریشان تھا۔ واپسی پر حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایت کے مطابق مجھے قادیان کی میونسپل کمیٹی کا سیکرٹری مقرر کیا گیا ستمبر ۱۹۳۶ء تک میں نے کام کیا اور محنت کر کے کئی کئی سالوں کے بقایاجات وصول کرنے کی وجہ میرا کام خوشی کا باعث تھا۔ ایک دن بٹالہ سے ایک صاحب تشریف لائے جن سے میرا تعارف نہ تھا باتوں باتوں میں انہوں نے ایران میں ملازمت کے مواقع کا ذکر کیا۔ میں نے ان سے ان کے مہیا کردہ پتہ پر درخواستیں بھجوا دیں۔ تو مجھے اینگلو ایرانین کمپنی آبادان کی طرف سے بمشاہرہ تین صد روپیہ بطور بلڈنگ سپروائزر ملازم رکھ لیا گیا۔ اس سے قبل میں نے اس کمپنی کا نام بھی نہیں سُنا تھا۔ اور مجھے آئل فیلڈ واقع مسجد سلیمان میں جو علاقہ خوزستان۔ جنوبی ایران میں آبادان سے دو صد میل دور ہے متعین کیا گیا۔ وہاں سے تیل بذریعہ پائپ لائن آبادان ریفائنری میں آتا ہے۔ تین سال بعد مجھے اسسٹنٹ انجنیئر مزید تین سال بعد اسسٹنٹ ایگزیکٹو انجنیئر اور بالآخر اسٹیٹس انجنیئر (جو ایگزیکٹو انجنیئر کے برابر عہدہ ہے۔ بنا دیا گیا۔ آخر پر میرا مشاہرہ ایک ہزار چار صد اٹھائیس روپے تھا۔ اگست ۱۹۵۱ء میں یہ ملازمت ختم ہو گئی۔ اور میں نواب شاہ (سندھ) میں رہائش پذیر ہو گیا۔ چونکہ پہلے پنشن کا قاعدہ نہ تھا۔ بلکہ بعد میں نافذ ہُوا تھا اور مجھے قبل ازیں پراویڈنٹ فنڈ مل چکا تھا۔ اس لئے باقاعدہ پنشن کے اجراء پر میرا عرصہ ملازمت صرف دو ماہ کم چار سال رہا اور اس قلیل عرصہ کی پنشن مجھے قریباً دو صد روپیہ ماہوار ملتی ہے۔ ایران جانے کے تعلق میں حضرت ملک الطاف خان صاحب مرحوم اور صحابی بزرگ کو (جو صوابی سرحد کے باشندے تھے اور محلہ دارالفضل قادیان ہجرت کر آئے تھے اور بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون ہیں) الہام ہُوا تھا "جانا چاہیے تھا اور ایمان تازہ کر" جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب تک پورا ہو رہا ہے۔

بندہ ۱۹۵۲ء سے اواخر ۱۹۵۷ء تک اور ۱۹۶۲ء تا ۱۹۶۶ء نواب شاہ کی جماعت کا صدر رہا ہوں۔

۱۹۵۶ء میں ناظر خدمت درویشاں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے الفضل میں اعلان پر کہ کوئی اوورسیر یا انجنیئر درکار ہے جو پندرہ دن کے لئے قادیان جا کر دارالمسیح وغیرہ کی مرمت کے تعلق میں مشورہ دے۔ اپنے تئیں پیش کرنے پر مجھے بھجوا دیا گیا۔ میں والدہ محترمہ کو بھی ساتھ لے گیا۔ اور واپس آکر ضروری تخمینے تیار کر کے حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ پھر ملازم ہو جانے کی وجہ سے قادیان نہ جا سکا۔ میں اس وقت سخت پریشان وقف

آمدنی کم تھی۔ اور بچوں کی تعلیم کے لئے زیادہ روپیہ درکار تھا۔ ایک دن دورانِ سفر میں کسی صاحب سے لے کر انگریزی روزنامہ ڈان (DAWN) دیکھنے لگا اس میں پاکستان پٹرولیم لمیٹڈ کا اشتہار تھا کہ اکاؤنٹنٹ کی ضرورت ہے میں نے اس سے پہلے اس کمپنی کا نام نہیں سنا تھا۔ اس کمپنی نے مارچ ۱۹۵۰ء سے ساڑھے چھ صد روپیہ مشاہرہ پر بطور اسسٹنٹ مجھے ملازم رکھ لیا نیز دسمبر ۱۹۵۹ء میں جب کہ میرا مشاہرہ ساڑھے آٹھ صد روپے تھا میں نے خود ملازمت ترک کر دی۔ ضلع نواب شاہ میں میری اور میرے اہل و عیال کی اراضی قریباً دو صد ایکڑ ہے۔

میری پہلی بیوی محترمہ سعیدہ بیگم صاحبہ دختر میاں عبدالرحیم صاحب عرف لولاس ساکن موضع بھاگی ننگل تحصیل بٹالہ (جو پھر قادیان میں محلہ دارالرحمت میں قیام رکھتے تھے) بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہیں۔ دوسری شادی میں نے ایران میں محترمہ نصرت خانم صاحبہ دختر محمد علی خان صاحب ساکن قہوہ رخ نزد اصفہان۔ قوم بختیاری احمد خسرو کی سے کی تھی وہ ۱۹۲۵ء میں پیدا ہوئیں۔ جنوری ۱۹۴۵ء میں انہوں نے بیعت کی اور اسی ماہ میں وصیت (نمبر ۸۰۷۳) کی اور اس وقت بقید حیات ہیں[1]

(۲۷) ابو المبارک مولوی محمد عبداللہ صاحب

میاں خیر الدین صاحب برادر اصغر حضرت مولوی رحیم بخش صاحب نے کسوف و خسوف ماہ رمضان (واقعہ ۱۸۹۴ء) کے وقت اپنی دکان کی بوتلوں کو توڑی میں چھپانا شروع کیا اور کہا کہ یہ تو مہدی کے ظہور کے نشان ہیں۔ اب وہ ظاہر ہوں گے۔ اور شدید زلزلہ آئے گا۔ افسوس کہ وہ احمدیت سے محروم رہے[2]۔ ان کے اکلوتے بیٹے ابو المبارک مولوی محمد عبداللہ صاحب پسر دری فاضل کو حضرت مولوی رحیم بخش صاحب اپنے نانا جان کی وجہ سے قبول احمدیت بلکہ صحابی ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ مولوی ابو المبارک صاحب بیان کرتے ہیں کہ میری نانی صاحبہ کا نام حاکم بی بی تھا۔ اور میرے والد صاحب کی وفات کے بعد جو میری تین سال کی عمر میں واقع ہوئی۔ والدہ صاحبہ محترمہ ہمو صاحبہ دختر میاں محمد صاحب سکنہ موضع ڈھڈیالہ تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور سے بیوہ ہونے پر ان کے مرحوم خاوند کے پھوپھی زاد بھائی میاں امیر الدین صاحب سکنہ موضع بہادر حسین نے شادی کر لی تھی (مئی ۱۹۵۲ء میں بعمر ۷۰ سال وفات پاکر مقبرہ خاص ربوہ میں مدفون ہوئیں[3]

---

[1] محترمہ سعیدہ بیگم صاحبہ (وصیت نمبر ۲۱۸۳ مورخہ ۲ دسمبر ۱۹۲۴ء) کی وصیت پانصد روپیہ مہر اور ایک صد روپیہ زیور کے دسویں حصہ کی تھی (بحوالہ الحکم ۲۸ جنوری ۱۹۲۵ء صفحہ ۷) ۲۱ دسمبر ۱۹۲۴ء کو بعمر ۲۴ سال فوت ہوئیں اور بہشتی مقبرہ میں قطعہ ۳ حصہ ۲۶ میں قبر نمبر ۱۴ میں دفن ہوئیں۔

[2] اولاد مولوی رحیم بخش صاحب در احمدیت سے محرومی کے متعلق بیان مولوی ابو المبارک صاحب

[3] بیان مولوی ابو المبارک صاحب۔ نیز آپ بیان کرتے ہیں کہ عم زاد بھائی ابو محمد عبداللہ خان صاحب (ولادت ۲۶ فروری ۱۹۰۴ء) سے میں تین سال قبل ماہ بھادوں میں جمعرات کے روز پیدا ہوا تھا۔ مطابق جنتری ۱۹۰۱ء میں ماہ بھادوں میں جمعرات ۵ / ۱۲ / ۱۹ / ۲۶ ستمبر کو تھی۔ مولوی ابو المبارک صاحب کی روایات ۸۰۷، ۱۲، سیرۃ المہدی حصہ سوم میں مندرج ہونے سے حضرت اقدس کے دو مکتوبات محفوظ ہوئے ہیں ایسا ایک کا مضمون الفضل ۲۴ نومبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۵ پر درج ہے۔

مولوی ابوالمبارک صاحب نے موضع تلونڈی جھنگلاں کے مدرسہ میں جو تعلیم الاسلام کے مدرسہ کی شاخ تھا ابتدائی تعلیم پائی تھی۔ بعد میں مدرسہ احمدیہ قادیان میں داخلہ لے کر مولوی فاضل کیا۔ ابوالبشارت مولوی عبدالغفور صاحب مبلغ سلسلہ (مدفون مقبرہ خاص ربوہ) اور مولوی قمر الدین صاحب سیکھوانی فاضل آپ کے ہم جماعت ہیں آپ طویل عرصہ تک ڈیرہ بابا نانک ضلع گورداسپور میں مدرس رہے آج کل بطور مہاجر بمقام پسرور ضلع سیالکوٹ مقیم ہیں۔

آپ نے تحریر کیا کہ:۔ "میں اس پر حلف مؤکد بعذاب اٹھا سکتا ہوں کہ حضرت مسیح موعودؑ کے پیار سے نوازا گیا ہوں۔ آپ حضرت میاں شریف احمد صاحبؓ کے شہر والے مکان کے ٹین والے برآمدہ کے نیچے بیٹھے تھے۔ کھجور کی بڑی نئی چٹائی بچھی ہوئی تھی۔ درمیان (لکڑی) کے ستون کے ساتھ ایک چھوٹا سا قالین تھا۔ اس پر تشریف فرما تھے۔ سر ننگا تھا پٹکا تھے میرے سلام کہنے پر کھڑے ہوئے اور سر پہ پیار دیا اور پھر اندر جا کر کچھ مٹھائی لائے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے وہ مونگ کی دال تھی۔ جس کی پنیاں بنی ہوئی تھیں اس میں   گری۔ میوہ۔ بادام بھی تھے۔ اور مجھے دیا۔ یہ مکان ابھی تک اسی صورت اور حالت میں قائم ہے۔"

اس کا چربہ ذیل میں دیا جاتا ہے:۔

میں اس پر حلف مؤکد بعذاب اٹھا سکتا ہوں کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے

پیار سے نوازا گیا ہوں۔ آپ حضرت میاں شریف احمد صاحب کے شہر والے

مکان کے ٹین والے برآمدہ کے نیچے بیٹھے تھے کھجور کی نئی چٹائی بچھی ہوئی تھی

درمیانی لکڑی کے ستون کے ساتھ ایک چھوٹا سا قالین تھا اس پر تشریف فرما تھے

سر ننگا اور پٹکا تھا میرے سلام کہنے پر کھڑے ہوئے اور سر پر پیار

دیا اور پھر [illegible] ...) اور پھر اندر جا کر کچھ مٹھائی لائے

ایسا معلوم ہوتا ہے وہ مونگ کی دال تھی جس کی پنیاں بنی ہوئی تھیں اس میں

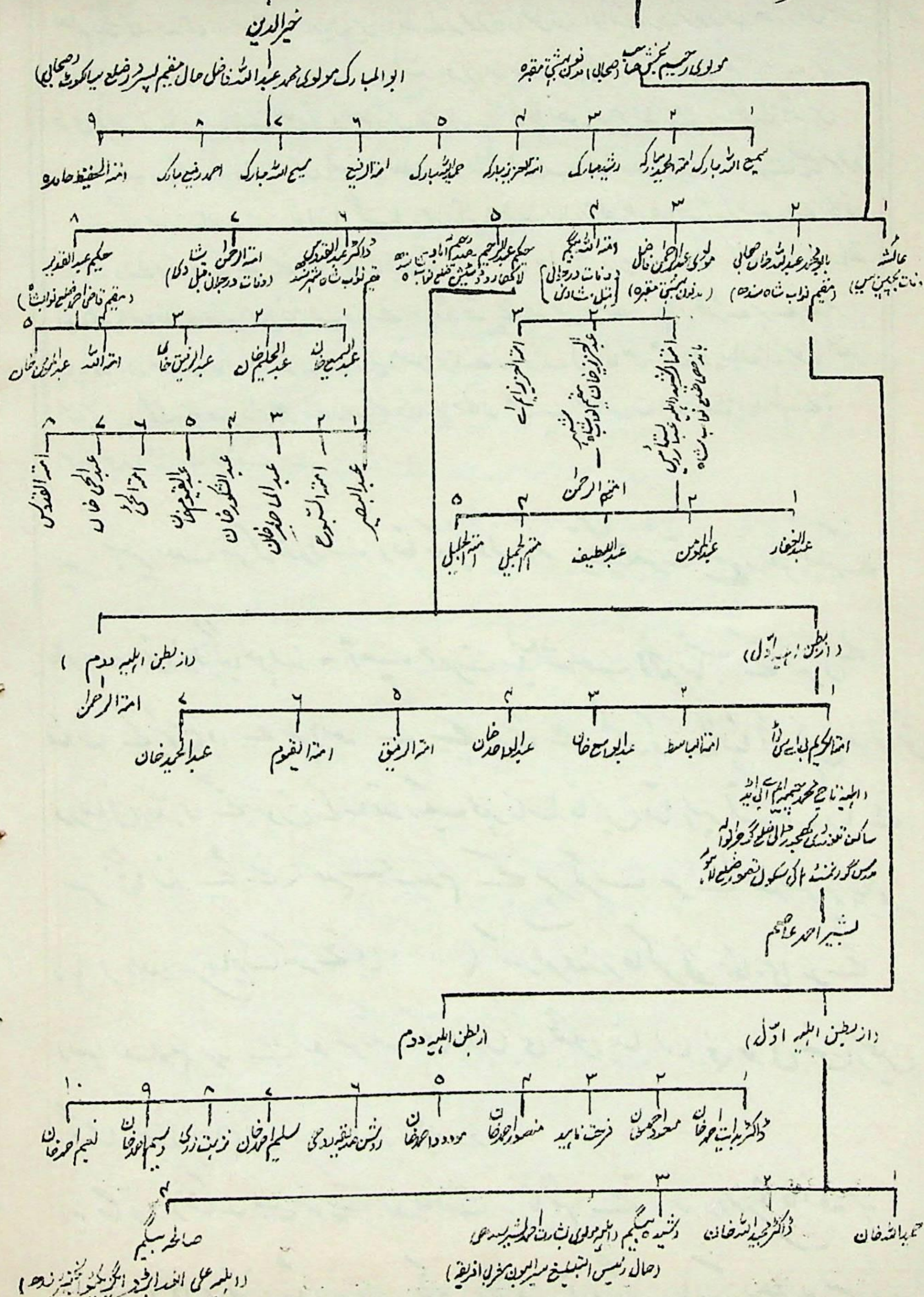
گری میوہ بادام بھی تھے اور مجھے دیا

یہ مکان ابھی تک اسی صورت اور حالت میں قائم ہے اور [illegible]

اور [illegible] کی زیارت [illegible]

شجرہ

کریم بخش ولد غلام محمد ولد غلام بدر



۲۸ تا ۵۵

صحابہ تلونڈی جھنگلاں (ضلع گورداسپور)

۲۸ تا ۳۰	چوہدری دین محمد صاحب ولد کھیڑا، چوہدری نور محمد صاحب ولد بڈھا، محترمہ بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری نور محمد صاحب
۳۱ و ۳۲	چوہدری قائم علی صاحب ولد کھیڑا و محترمہ کریم بی بی صاحبہ (اہلیہ)
۳۳ تا ۳۶	چوہدری کھیڑا صاحب ولد سلطانا (والد چوہدری شیر محمد صاحب و چوہدری ولی محمد صاحب دلبران) چوہدری احمد صاحب و چوہدری ولی محمد صاحب
۳۷ تا ۴۰	چوہدری بڈھا صاحب ولد سلطانا (والد چوہدری فتح محمد صاحب چوہدری غلام حیدر صاحب و چوہدری غلام حسین صاحب دلبران)
۴۱ تا ۴۵	چوہدری رحیم بخش ولد سلطانا۔ محترمہ دولی صاحبہ (اہلیہ)، چوہدری شاہ نواز صاحب، چوہدری شاہ محمد صاحب و چوہدری محمد بخش صاحب (پسران)
۴۶ تا ۴۸	میاں سلطان صاحب و برادرش میاں دیوان صاحب و محترمہ حسنی صاحبہ (ہمشیرہ)
۴۹	محترمہ کریم بی بی صاحبہ دختر میاں قادری صاحب۔
۵۰ تا ۵۴	چوہدری محمد امین صاحب عرف احمد (احالا) چوہدری محمد اسماعیل صاحب (پسر) اہلیہ محترمہ چوہدری محمد اسماعیل صاحب، چوہدری شاہ دین صاحب (والد چوہدری محمد امین صاحب) و محترمہ کریم بی بی صاحبہ (اہلیہ چوہدری شاہ دین صاحب)
۵۵	چوہدری نور محمد صاحب ولد نتھا صاحب۔

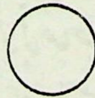
ضروری گذارش بابت صحابہ تلونڈی جھنگلاں

اس موضع کے بہتر صحابہ وصحابیات کا خاکسار کو علم ہو چکا ہے۔ اور ابھی یہ فہرست مکمل نہیں۔ ان میں سے ۴۰ افراد کے حالات ایک حد تک مکمل ہونے کی وجہ سے کتاب ہذا میں شائع کئے جارہے ہیں۔ بعض کے حالات مجھے حکیم عبدالرحیم صاحب کی تحریک پر چوہدری محمود احمد صاحب ایم ایس سی (زراعت) اسسٹنٹ ریسرچ آفیسر (واپڈا) مغل پورہ۔ لاہور کے ذریعہ حاصل ہوئے ہیں۔ جزاہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

موخر الذکر کے والد ماجد منشی شاہ دین صاحب سابق مدرس مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان ذکر کرتے ہیں کہ حضرت مولوی رحیم بخش صاحب کی تبلیغ سے (جن کے حالات زندگی اسی جلد میں درج ہیں) اس گاؤں کا سمجھدار طبقہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد مبارک میں احمدیت قبول کر چکا تھا۔ اور بعد ازاں قریباً سارا گاؤں احمدیت کی آغوش میں آگیا تھا۔

منشی شاہ دین صاحب کے بیانات وتصدیقات ہر طرح قابل اعتماد ہیں۔ آپ نے تحریک جدید دفتر اول میں مالی خدمت میں حصہ لیا۔ آپ کا نام "پنج ہزاری مجاہدین" میں چک نمبر ۲۱۹۔ آر۔ بی ضلع لائل پور کے تحت صفحہ ۳۰۴/۵۰۳ پر مرقوم ہے۔ آپ نے ۱۹۴۲ء، ۱۹۴۳ء اور ۱۹۴۵ء میں اپنی جماعت کی شوریٰ میں نمائندگی کی۔ چنانچہ رپورٹہائے کی فہرستوں میں آپ کا نام نمبر ۱۹۶، ۲۳۷، ۱۵۱ پر موجود ہے۔ آپ سیکرٹری مال مقرر ہوئے تھے (مطابق الفضل ۱۵راگست ۱۹۴۴ء صفحہ ۴) قریب میں آپ کی اہلیہ کی وصیت الفضل میں شائع ہوئی ہے جس سے منشی صاحب کے فوت شدہ ہونے کا علم ہوتا ہے۔

جن احباب کو تلونڈی جھنگلاں نیز مواضعات بہادر حسین۔ لوہ چب، کھاگی۔ ننگل، وڈالہ گر نغیاں، اور ہرسیاں کے صحابہ کے حالات کا علم ہو وہ براہ کرم مجھے مطلع فرمائیں تا ضلع گورداسپور کی دوسری جلد میں ان کے سوانح شائع ہو سکیں۔



(۲۸) چوہدری دین محمد صاحب ولد کھیڑا
(۲۹و۳۰) چوہدری نور محمد صاحب ولد بڈھا
محترمہ بھجو (اہلیہ چوہدری نور محمد صاحب)

حضرت چوہدری دین محمد صاحب ولد کھیڑا صاحب[۱] قوم جھنگل جٹ کی بیعت ۱۸۹۵ء تا ۱۸۹۷ء کے عرصہ کی معلوم ہوتی ہے آپ بفضلہ تعالیٰ اس گاؤں کے اوّل المبایعین تھے حضور کی خدمت میں کثرت سے حاضر ہوتے تھے اور آپ سے محبت رکھتے تھے۔ حضور سے یہ معلوم ہونے پر کہ مقدمات کی وجہ سے مالی تنگی ہے آپ نے مرتہن اراضی فک کرکے اس کی رقم ایک صد اسی روپے حضور کی خدمت میں پیش کردی تھی[۱] آپ کی قبول احمدیت کا باعث حضرت مولوی رحیم بخش صاحب ہوئے تھے۔ اور مولوی صاحب کو باہر سے اپنے گاؤں مستقل طور پر لے جانے کا موجب بھی چوہدری صاحب بنے تھے[۲]۔ گویا مولوی صاحب کے نقل مکانی سے جو فیض اس گاؤں کو پہنچا اس کے ثواب میں چوہدری صاحب بھی شریک تھے۔ آپ خوش الحان اور جہیر الصوت تھے۔ آپ کی اذان سارے گاؤں میں سنی جاتی تھی آپ کو مسجد مبارک میں اذان دینے کی سعادت بھی حاصل ہوئی تھی[۳]۔

ان کے اقارب میں سے چوہدری نور محمد صاحب ولد چوہدری بڈھا صاحب۔ قوم جھنگل جٹ کے قبولِ احمدیت کا ذکر گزشتہ صفحات میں آچکا ہے ان کا خاندان بالکل ان پڑھ تھا[۴] اس میں اللہ تعالیٰ نے ایک مخلص وجود سلسلہ احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے عطا کیا جو یخرج الحیّ من المیت والا شان تھا۔ با اثر ہونے کے علاوہ وہ شہ زور بھی تھے اس سے بھی احمدیت کا رعب اغیار پر قائم ہوا چونکہ موضع سیکھواں کے ساتھ تلونڈی جھنگلاں کی حد مشترک تھی۔ لڑائی تنازعات ہو جاتے تھے ایک دفعہ جھگڑا ٹلا پوچھنے پر مولوی رحیم بخش صاحب نے آپ کو جانے کی اجازت تو دے دی لیکن اس شرط پر کہ لاٹھی کے بغیر جائیں، مبادا قوی ہونے کے باعث سہواً کوئی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ چنانچہ وہ خالی ہاتھ گئے لیکن اپنی جرأت، دہشت اور رعب سے سکھوں کی لاٹھیاں چھین کر انہیں بھگا آئے[۵]۔

ہر دو چوہدری صاحبان اور مولوی رحیم بخش صاحب نے حضرت اقدس کے سفر جہلم (۱۵ تا ۱۹ جنوری ۱۹۰۳ء) میں رفاقت کی تھی۔ اور انہوں نے ایک دیگ چاول ریل گاڑی میں رکھ لئے تھے۔ یہ چوہدری صاحبان راستہ میں موقع ملنے پر حضرت اقدس کے اشعار باآواز بلند پڑھتے ہوئے چاول احباب میں تقسیم کرتے تھے[۶]۔ نیز دونوں چوہدری صاحبان نے حضور کے سفر سیالکوٹ (۲۷ اکتوبر تا ۳ نومبر ۱۹۰۴ء)

---

[۱] آپ کے بھائی چوہدری قائم علی صاحب کا بیان ان کے حالات آگے درج ہیں اہل بیت مولوی رحیم بخش صاحب چوہدری دین محمد صاحب کو اول المبایعین کہتی ہیں نیز افسوس سے بیان کرتی ہیں کہ موصوف لاولد تھے

[۲] اس کا بیان مولوی صاحب کے نقلِ مکانی میں ہو چکا ہے۔

[۳] بیان مولوی رحیم بخش صاحب بروایت حکیم عبدالرحیم صاحب۔ جہیر الصوت ہونے کی تصدیق چوہدری محمد دین صاحب خلف چوہدری دین محمد صاحب ولد بڈھا بھی کرتے ہیں۔

[۴] بیان چوہدری قائم علی صاحب (صحابی)

[۵] بیان اولاد مولوی رحیم بخش صاحب

[۶] بیان مولوی رحیم بخش صاحب بروایت حکیم عبدالرحیم صاحب و بیان چوہدری محمد دین صاحب خلف چوہدری دین محمد صاحب موصوف۔ نیز حکیم عبدالقدیر صاحب کو یاد ہے کہ والد صاحب نے اس سفر میں اپنی رفاقت کا ذکر کیا تھا۔

ان بیانات سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر دو چوہدری صاحبان کے اسماء مع اسم دیہہ جو بلا ولدیت رفقاء سفر میں البدر ۲۳، ۳۱ جنوری ۱۹۰۳ء (ص ۸ ک ۲) میں مرقوم ہیں وہ یہی دونوں بزرگ ہیں۔

میں بھی رفاقت کی تھی اور دونوں اور سکھیوانی صاحبان غنڈوں کے ہاتھوں وہاں زخمی ہوئے تھے۔ [ف۱]

عجیب اتفاق ہؤا کہ غالباً ۱۹۰۵ء میں دونوں ایک ہی روز ایک ہی گھڑی اس عالم فانی سے عالم جاودانی کو سدھارے ان کی کامل اخوت کا ذکر پہلے تحریر ہو چکا ہے مرض الموت میں بھی ہم اس کا ایمان افروز منظر پاتے ہیں دونوں مرض طاعون میں مبتلا ہوئے ایسی حالت میں بھی ہر ایک نے دوسرے کا حال معلوم کرایا۔ ایک ہی وقت میں دونوں کی قبور تیار کی گئیں اور اکٹھے ہی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ [ف۲]

چوہدری محمد دین صاحب نے بیان کیا کہ والدہ محترمہ مسماۃ جیو صاحبہ کا اصل وطن موضع ناگ ضلع امرتسر تھا والد ماجد کی تحریک پر انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت و زیارت کی توفیق پائی تھی چونکہ تقسیم ملک کے وقت گاؤں کے قریب سکھوں نے مجھ پر حملہ کیا لیکن اس گولی سے میرے بھائی چوہدری مبارک احمد صاحب شہید ہو گئے تھے اور پولیس مجھے پکڑنے کے درپے تھی اس لئے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے حکماً مجھے پاکستان بھجوا دیا تھا۔ ہر اکتوبر ۴۷ء کے قافلہ میں والدہ محترمہ کو پاپیادہ روانہ ہونا پڑا معلوم ہؤا کہ موضع پنج گرائیں کے قریب وہ جاں بحق ہوئیں یا شہید کر دی گئیں۔ آپ نہایت نیک اور تہجد گزار تھیں۔ [ف۳]

(۳۱، ۳۲) چوہدری قاسم علی ولد چوہدری کھیڑا محترمہ کریم بی بی صاحبہ (اہلیہ)

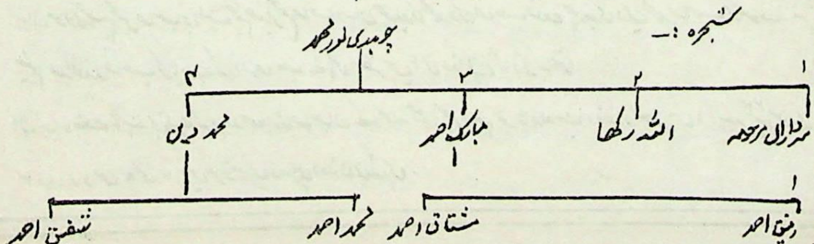
چوہدری قاسم علی صاحب ولد چوہدری کھیڑا صاحب قوم جھنگل جٹ تقسیم ملک کے وقت سے بطور مہاجر چک ۲۱۹ رکھ برانچ، گنگا سنگھ والا ضلع لاہور میں مقیم ہیں۔ اس وقت آپ کی عمر ۸۲ سال ہے بتلاتے ہیں کہ دعویٰ سے قبل حضرت اقدس کی نیکی کی شہرت تھی اور تلونڈی جھنگلاں کے لوگ آپ سے ملاقات رکھتے تھے میرے بھائی چوہدری دین محمد صاحب نے بیعت کی اور میں نے ان کے ساتھ قادیان جا کر بعمر بارہ چودہ سال بیعت کی تھی غلام احمد صاحب باگڑی ولد علی محمد صاحب میر احمد صاحب اور میں اور بعض اور اشخاص ڈاکٹر مارٹن کلارک والے مقدمہ کی پیشی کے وقت گئے تھے۔ فیصلہ مقدمہ کرم دین کے وقت میں وہاں موجود تھا مجسٹریٹ نے جرمانہ کی رقم پہلے تو لینے سے انکار کر دیا پھر قبول کر لی اور یہ میرے سامنے کی بات ہے اور مرافعہ میں جرمانہ کی رقم واپس مل گئی تھی۔ [ف۴]

ف۱ بیان چوہدری قاسم علی صاحب (صحابی) ان کے حالات میں روایت مفصل درج کی گئی ہے۔

ف۲ بیانات چوہدری قاسم علی صاحب (صحابی) و وابل بیت واولاد مولوی رحیم بخش صاحب چوہدری محمد دین کے خلف چوہدری نور محمد صاحب موصوف محترمہ برکت بی بی صاحبہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نصف سال کا تھا جب والد صاحب ۱۹۰۵ء میں فوت ہوئے تھے رسفر جہلم اور سفر سیالکوٹ میں شرکت کی وجہ سے چوہدری قاسم علی صاحب کے اس بیان کی تصحیح ہوتی ہے کہ ہر دو چوہدری صاحبان ۱۹۰۲ء میں فوت ہوئے تھے۔

ف۳ آپ کی وصیت نمبر ۲۷۶۰ مورخہ ۱۹ مارچ ۱۹۲۷ء درج مندرجہ الفضل ۲ اپریل ص ۱۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ قوم کی زمیندار تھیں اور آپ کی بیعت ۱۹۰۴ء کی تھی آپ کی وصیت ایک صد روپیہ کے زیور کے چھٹے حصہ کی تھی اور بوقت وصیت آپ کی عمر پچاس سال تھی گویا بوقت وفات ساٹھ سال کی تھیں اولاد موضع ڈھپئی نزد سرشمیر ضلع لائل پور ہجرت کر کے آباد ہے۔

شجرہ :-



ف۴ یہ تمام حالات چوہدری محمود احمد صاحب ایم ایس سی کے ذریعہ موصول ہوئے ہیں چوہدری قاسم علی صاحب بقید حیات ہیں ان کا نام انتخاب خلافت کے لئے مرتبہ فہرست

آپ بیان کرتے ہیں :۔ موضع بھینی متصل قادیان میں میری ہمشیرہ رہتی تھیں والدہ صاحبہ وہاں جاتے آتے حضور کے ہاں بھی جاتیں۔ میں اکثر ہمراہ ہوتا۔ مجھے ڈراؤنی خوابیں آتی تھیں۔ ہم دونوں نے اس بیماری کا ذکر کیا۔ تو حضور نے میرے سر پہ ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ نماز باقاعدگی سے ادا کیا کرو۔ انشاء اللہ تعالیٰ بیماری دور ہو جائے گی چنانچہ اس پر عمل کرنے سے بیماری ہمیشہ کے لئے رفع ہو گئی۔

(۲) ایک پیشی مقدمہ کے موقع پر میں موجود تھا جب کہ مجسٹریٹ نے عمداً اگلے روز کی تاریخ ڈال دی تاکہ حضور کو تکلیف ہو اس روز موضع سوہل سے عبدالستار صاحب کشمیری آئے اور رونے لگے کہ مجھے مخالفت کی وجہ سے لوگ تنگ کرتے ہیں۔ وہ روئی دھننے کا کام کرتے تھے۔ حضور نے فرمایا کہ وہیں رہو۔ کہیں نہ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ ہم نے گاؤں جا کر گندم اکٹھی کر کے چار گدھوں پر لاد کر موصوف کے پاس بھجوائی۔

(۳) میاں غلام محمد صاحب، شاہ دین والا امی۔ غلام احمد باگڑی ولد علی محمد اور میں ۱۹۰۷ء یا ۱۹۰۸ء میں قادیان جمعہ پڑھنے گئے۔ مسجد اقصیٰ میں جگہ کی تنگی کی وجہ سے ہمیں جگہ نہ ملی اور ہم نے جنوب کے ملحقہ مکانوں پر نماز پڑھی۔ ہندوؤں نے بہت بدزبانی کی۔ حضور نے فرمایا کہ آپ سب دیکھیں گے کہ یہ سارے مکانات احمدیوں کے پاس ہوں گے ایک سال کے بعد وہ سب ہندو طاعون سے فوت ہو گئے۔ یہ مکان خریدے جا کر مسجد کا حصہ بنا لئے گئے۔[1]

(۴) میرے بھائی چوہدری دین محمد صاحب حضور کے مقدمات کے مواقع پر مجھے گورداسپور بھیجا کرتے تھے۔ حضور کے سفر سیالکوٹ کے موقعہ پر ۱۹۰۴ء میں سیالکوٹ گئے اور وہاں مولوی جمال الدین صاحب سیکھوانی میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی میاں عبدالرحیم صاحب عرف بولا کشمیری۔ محمد دین صاحب اور چوہدری نور محمد صاحب ولد بڈھا پر غنڈوں نے حملہ کر کے انہیں زخمی کر دیا۔ اور سپرنٹنڈنٹ پولیس نے بچایا اور یہ لوگ جب واپس گاؤں آئے تو میں نے انہیں دیکھا کہ زخمی تھے۔

محترمہ برکت بی بی صاحبہ اہلیہ حضرت مولوی رحیم بخش صاحب کی روایات میں بیان ہو چکا ہے کہ اُن کی اور محترمہ کریم بی بی صاحبہ اہلیہ چوہدری قائم علی صاحب اور بعض اور خواتین تلونڈی نے مئی ۱۹۰۳ء میں قادیان میں بیعت کی تھی اور حضور نے لاہور کے آخری سفر سے قبل محترمہ برکت بی بی صاحبہ کو تبرک دیا تھا جو انہوں نے اور محترمہ کریم بی بی صاحبہ موصوفہ نے کھایا اور کچھ گاؤں لے جا کر اپنے گھروں میں تقسیم کیا تھا۔

(۳۳ تا ۳۶) چوہدری کھیڑا صاحب حکیم ولد سلطانا (والد) چوہدری شبیر محمد صاحب و چوہدری ولی محمد صاحب (پسران) چوہدری احمد صاحب ولد چوہدری ولی محمد صاحب

چوہدری سلطانا صاحب کے بیٹے چوہدری کھیڑا صاحب حکیم، چوہدری بڈھا صاحب اور چوہدری رحیم بخش تینوں صحابی تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے چوہدری کھیڑا صاحب کے تعلقات حضور کے دعویٰ سے قبل کے تھے۔ ایک بار ان کے بیعت لینے کے لئے عرض کرنے

حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۹۴ میں شامل نہیں۔ اخویم مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور حال اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ چوہدری قائم علی صاحب نے اطلاع نہ دی ہوگی اس لئے نام درج ہونے سے رہ گیا۔

چوہدری صاحب کی عمر لدھیانہ آغاز بیعت (۱۸۸۹ء) قریباً ۶ سال ہوگی۔ اس لئے دعویٰ سے قبل کے متعلق روایت تنقید پذیر ہے (۲) مقدمہ ڈاکٹر مارٹن کلارک کا فیصلہ ۲۳ اگست ۱۸۹۷ء کو ہوا تھا۔ (۳) آپ کے بیان کے مطابق آپ کی بیعت ۱۸۹۵ء تا ۱۸۹۷ء کے عرصہ کی ثابت ہوتی ہے۔

[1] گالیاں دینے کا واقعہ جلسہ سالانہ ۲۷ دسمبر ۱۹۰۶ء کا ہے۔ "قادیان کے آریہ اور ہم" میں بھی تفصیل سے موجود ہے۔

پر فرمایا کہ مجھے اس بارہ میں اذنِ الٰہی نہیں۔ چوہدری صاحب کتب حدیث کا مطالعہ رکھتے تھے اور بیان کرتے تھے کہ حضرت امام مہدی کدعہ نام بستی سے ظہور کریں گے[1] آپ ذہین تھے ایک دفعہ جمعہ میں حضرت مولوی رحیم بخش صاحب نے بتایا کہ حضرت اقدس راستبازی میں جھوٹ نہیں بول سکتے۔ اس سادہ سی بات نے چوہدری کھیڑا صاحب اور چوہدری بڈھا صاحب دونوں بھائیوں کے صاف لوحِ قلب پر اثر کیا۔ اور دونوں بھائیوں نے قادیان جا کر ایک جمعہ پڑھا اور بیعت کر لی۔[2] چوہدری شیر محمد صاحب اور چوہدری ولی محمد صاحب پسران چوہدری کھیڑا صاحب حکیم اور چوہدری احمد صاحب پسر چوہدری ولی محمد صاحب بھی صحابی تھے۔[3]

(۳۷ تا ۴۰) چوہدری بڈھا صاحب ولد سلطانا (والد) چوہدری فتح محمد صاحب، چوہدری غلام حیدر صاحب، چوہدری غلام حسین صاحب (پسران)

چوہدری کھیڑا صاحب حکیم کے بھائی چوہدری بڈھا صاحب ولد سلطانا بہت ذہین تھے، غالباً ۱۹۰۱ء میں فوت ہوئے آپ کے تین بیٹے۔ چوہدری فتح محمد صاحب، چوہدری غلام حیدر صاحب اور چوہدری غلام حسین صاحب کو بھی صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا صرف مؤخر الذکر زندہ ہیں اور تقسیم ملک کی وجہ سے ہجرت کر کے چک نمبر ۲۱۹ رکھ برانچ ملوٹیاں والہ ضلع لائل پور میں مقیم ہیں[4]

ـه۱ بیان چوہدری غلام حسین صاحب (صحابی) موصولہ بذریعہ چوہدری محمود احمد صاحب ایم۔ایس سی۔

ـه۲ بیان چوہدری قائم علی صاحب (صحابی) موصولہ بذریعہ چوہدری محمود احمد صاحب ایم ایس سی۔ بابو محمد عبداللہ خان صاحب (ولادت قریباً ۱۹۰۴ء) بیان کرتے ہیں کہ چوہدری کھیڑا صاحب میری ہوش سے پہلے فوت ہو گئے تھے۔
اس گاؤں کے متعدد افراد کی بیعت ایک دفعہ ولدیت کے ساتھ ایک دفعہ اس کے بغیر شائع ہوئی تھی۔ (۱) کھیڑا صاحب (یعنی تلونڈی نزد قادیان) الحکم ۲۴ مئی ۱۹۰۳ء (ص ۱۶ ک ۲) کھیڑا ولد سدا (یعنی تلونڈی ضلع گورداسپور) الحکم ۳۱ مئی ۱۹۰۳ء (ص ۱۶ ک ۳) والبدر ۲۲ مئی ۱۹۰۳ء (ص ۱۴۴ ک ۲) علاوہ ازیں الحکم ۱۷ فروری ۱۹۰۰ء میں بھی (۱) "کھیڑا ولد .. " (یعنی تلونڈی گورداسپور) کی بیعت مرقوم ہے (ص ۶ ک ۲) یہ معلوم نہیں ہو سکا آیا کھیڑا نام کے کوئی اور صاحب یہاں تھے اگر نہیں تو ۱۹۰۳ء کی بیعت مکرر ہو گی۔

ـه۳ بیانات چوہدری قائم علی صاحب (صحابی) اور منشی شاہ دین صاحب موصولہ بذریعہ چوہدری محمود احمد صاحب ایم ایس سی۔ چوہدری شیر محمد صاحب کو بابو محمد عبداللہ خان صاحب نے نہیں دیکھا۔ وہ فوت ہو چکے ہیں۔
چوہدری ولی محمد صاحب کو محترم برکت بی بی صاحبہ اور بابو محمد عبداللہ خان صاحب صحابی بتاتے ہیں۔ مزید بابو صاحب کہتے ہیں کہ میری ہوش میں وہ زندہ تھے ان کی وفات پر عرصہ گزر چکا ہے
(۷۰) ولی محمد موضع تلونڈی ان کی بیعت الحکم ۳۱ مارچ ۱۹۰۰ء میں درج ہے (ص ۷ ک ۲)
بابو صاحب بتاتے ہیں کہ چوہدری ولی محمد صاحب کے ایک فرزند ماسٹر غلام رسول صاحب سیالکوٹ میں مقیم ہیں اور ایک فرزند چوہدری احمد صاحب میرے ہم جماعت تھے ہم نے پانچویں جماعت تتلے جھنگلالہ میں ایک ساتھ پاس کی تھی وہ فوت ہو چکے ہیں۔ مطابق بیان محترمہ برکت بی بی صاحبہ چوہدری احمد صاحب صحابی تھے

ـه۴ چوہدری محمد احمد صاحب ایم ایس سی کی معرفت موصولہ بیانات چوہدری قائم علی صاحب (صحابی) اور منشی شاہ دین صاحب و (باقی صفحہ ۱۹۷ پر)

۴۱۱ تا ۴۱۵ چوہدری رحیم بخش صاحب ولد سلطانا (والد) محترمہ دولی صاحبہ (اہلیہ) چوہدری شاہ نواز صاحب چوہدری شاہ محمد صاحب و چوہدری محمد بخش صاحب (پسران)

چوہدری کھیڑا صاحب حکیم و چوہدری بڈھا صاحب کا ذکر ہو چکا ہے ان کے بھائی چوہدری رحیم بخش صاحب ولد میاں سلطانا صاحب اور چوہدری رحیم بخش صاحب کی اہلیہ محترمہ دولی صاحبہ اور پسران چوہدری شاہنواز صاحب چوہدری شاہ محمد صاحب اور چوہدری محمد بخش صاحب بھی صحابی تھے۔ چوہدری رحیم بخش صاحب ۱۹۱۳ء میں فوت ہوئے۔ موصوفہ کا ذکر محترمہ برکت بی بی صاحبہ کی روایت نمبر (۳۳۳) میں آتا ہے [۱]

چوہدری شاہ نواز صاحب آپ کے فرزند اکبر ناخواندہ تھے بوقت تقسیم ملک ہجرت کر کے چک ۲۱۹ رکھ برانچ۔ گنڈا سنگھ والا ڈاک خانہ و ضلع لائلپور میں مقیم ہوئے اور پھر اپنے بیٹے چوہدری غلام احمد صاحب کے پاس چک ۲۰۳ گ ب کے پاس منتقل ہو گئے جہاں غالباً ۱۹۲۸ء میں انتقال کر گئے [۲]

چوہدری رحیم بخش صاحب کے ایک فرزند چوہدری شاہ محمد صاحب بھی صحابی تھے جنہوں نے قرآن مجید دیگر احباب کی طرح حضرت مولوی رحیم بخش صاحبؓ سے پڑھا تھا۔ ۱۹۰۸ء میں وہ مدرسہ تلونڈی جھنگلاں میں زیر تعلیم تھے تو حضرت صاحبزادہ مرزا

حاشیہ بقیہ از صفحہ ۱۹۶ و چوہدری غلام حسین صاحب دیکن مؤخر الذکر نے اپنے بھائی چوہدری غلام حیدر صاحب کا ذکر نہیں کیا۔ ملا چوہدری بڈھا موضع تلونڈی ضلع گورداسپور کی بیعت الحکم ۳۱ مارچ ۱۹۰۰ء میں مندرج ہے (ص ۱۰ ک ۱) بیان بابو محمد عبداللہ خان صاحب (ولادت فروری ۱۹۰۴ء) ہے کہ چوہدری بڈھا صاحب موصوف میری ہوش سے پہلے فوت ہو گئے تھے۔ ان کے فرزند چوہدری فتح محمد صاحب صحابی تھے۔ اور منشی نواب الدین صاحب کے والد تھے ان کے بھائی چوہدری غلام حیدر صاحب فوت ہو چکے ہیں۔ اور چوہدری غلام حسین صاحب غالباً زندہ ہیں۔

چوہدری غلام حسین صاحب کا نام انتخاب خلافت کے لئے تیار کردہ فہرست صحابہ میں نہیں شامل ہو سکا غالباً اس کی وجہ یہ ہوگی کہ چوہدری صاحب نے اپنے متعلق اطلاع نہ دی ہوگی۔

جنوری ۱۹۳۵ء میں عید کی دعوت طعام کے موقعہ پر قادیان میں جو فہرست صحابہ تیار کی گئی تھی اس میں مہمان خانہ کے احباب میں غلام حیدر صاحب ولد بڈھا عمر ۴۵ سال ساکنہ تلونڈی بیعت و زیارت ۱۹۰۲ء مرقوم ہے گویا آپ اس عید پر قادیان میں حاضر تھے اسماء موضع کے آٹھ صحابہ کے اسماء اس فہرست میں درج ہیں۔

دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کی مرتبہ فہرست صحابہ برائے انتخاب خلافت میں چوہدری قائم علی صاحب کا نام موجود نہیں مولوی عبدالرحمن صاحب انور اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری اسکی وجہ بتلاتے ہیں کہ موصوفہ کی طرف سے یا کسی عہدیدار کی طرف سے نام موصول نہ ہونا اس کا باعث ہوا ہے۔

[۱] محترمہ دولی صاحبہ کے صحابیہ ہونے کا ذکر محترمہ برکت بی بی صاحبہ بیان کرتی ہیں۔ مطابق بیانات چوہدری قائم علی صاحب (صحابی) منشی شاہ دین صاحب مرحوم و بابو محمد عبداللہ خان صاحب۔ چوہدری رحیم بخش صاحب صحابی تھے۔ بابو صاحب یہ بھی ذکر کرتے ہیں کہ وہ منشی صاحب موصوف کے والد تھے اور وفات پا چکے ہیں۔ ان کے بھائی چوہدری بڈھا صاحب کی بیعت کے معاً بعد ان کی بھی یوں بیعت مرقوم ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ انہی کے بھائی مراد ہیں "(۲) رحیم بخش ؍ ؍ ؍" (یعنی موضع تلونڈی ضلع گورداسپور (الحکم ۳۱ مارچ ۱۹۰۰ء ص ۷ ک ۱)

[۲] ان کے بھائی منشی شاہ دین صاحب ان کے صحابی ہونے کی تصدیق کرتے ہیں۔ دیگر کوائف چوہدری محمود احمد صاحب ایم اے ایس پسر منشی صاحب نے تحریر کئے

[illegible]

بشیر الدین محمود احمد صاحب رضی اللہ عنہ (خلیفہ ثانی) نے مدرسہ کا معائنہ کیا اور مرحوم نے عبارت پڑھی تھی اور ایک لفظ کے معنے دریافت کئے تھے۔ جو نہ آنے سے انہوں نے شرمندہ ہو کر پڑھائی ترک کر دی بعمر تقریباً چھیالیس سینتالیس برس شفا خانہ نور قادیان میں ۱۹۴۱ء میں وفات پا کر عام قبرستان میں مدفون ہوئے۔ ان کے ایک بھائی چوہدری محمد بخش صاحب صحابی ہیں اور غالباً مغربی پاکستان میں زندہ ہیں۔[1]

(۴۶ تا ۴۸) میاں سلطان صاحب، میاں دیوان صاحب (برادر) و محترمہ حسّی صاحبہ ہمشیرہ

میاں سلطان صاحب، میاں دیوان احمد صاحب و محترمہ حسّی صاحبہ تینوں بہن بھائی صحابی اور مخلص تھے! ان کے والد موچی کا کام کرتے تھے۔ میاں سلطان جو غیر موصی تھے ۱۹۱۰ء یا ۱۹۱۱ء میں وفات پائی۔ ان کی بیوہ محترمہ جیو صاحبہ نے جو موصیہ تھیں بعد تقسیم ملک ضلع شیخوپورہ میں وفات پائی۔ میاں سلطان صاحب کے پسر میاں رمضان صاحب چک نمبر ۲۱۹ رکھ برانچ۔ گنڈا سنگھ والا تحصیل لائل پور میں بطور مہاجر مقیم ہیں میاں دیوان صاحب بعد ہجرت ضلع شیخوپورہ میں فوت ہوئے۔ جہاں ان کے پسران رحمت اللہ، عنایت و بشیر صاحبان اور دو بیٹیاں قیام پذیر ہیں۔ محترمہ حسّی صاحبہ و محترمہ برکتاں بی بی صاحبہ اور اس موضع کی چند اور خواتین نے مئی ۱۹۰۳ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی تھی۔ ایک دفعہ ہم دو خواتین دار المسیح کے نچلے حصہ میں محترمہ راجی بی بی صاحبہ کی ایک پنجابی نظم پڑھ رہی تھیں تو حضور تشریف لائے اور محترمہ برکتاں بی بی صاحبہ کو دو قمیص عطا کیں اور فرمایا کہ یہ پڑھا کرو۔ حسّی صاحبہ محترمہ نے ۱۹۰۴ء میں وفات پائی۔[2]

(۴۹) محترمہ کریم بی بی صاحبہ

محترمہ کریم بی بی صاحبہ دختر میاں قادری صاحب قوم جھنگل جٹ نے مئی ۱۹۰۳ء میں محترمہ برکت بی بی صاحبہ کے ساتھ قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تھی آپ کے ہاتھوں میں نقص پیدا ہو گیا تھا اس لئے وہ ان سے کوئی کام نہ کر سکتی تھیں سو موصوفہ کی شادی نہ ہو سکی۔ حضرت مولوی

---

[1] چوہدری رحیم بخش صاحب کا صحابی ہونا چوہدری قائم علی صاحب (صحابی) اور منشی شاہ دین صاحب ہر دو نے بواسطہ چوہدری محمود احمد صاحب ایم ایس سی بیان کیا۔ اور ان کی شفا خانہ میں وفات و تدفین کا بیان بواسطہ مذکورہ ماسٹر نواب دین صاحب سے جن کا نام پنج ہزاری مجاہدین دفتر اول کے صفحہ ۳۰۴ پر ہے۔ وصد جماعت چک نمبر ۲۱۹ رکھ برانچ گنڈا سنگھ والا ڈاک خانہ ضلع لائل پور سے حاصل ہوا۔ چوہدری محمد بخش صاحب ولد چوہدری رحیم بخش صاحب کا صحابی ہونا محترمہ برکتہ بی بی صاحبہ نے اور غالباً زندہ ہونے کا بابو محمد عبد اللہ خان صاحب نے بیان کیا ہے۔

[2] بیان محترمہ برکتہ بی بی صاحبہ۔ نیز بحالات بابو محمد عبد اللہ خان صاحب محترمہ برکتہ بی بی صاحبہ کی ایک روایت میں بھی موصوفہ کا ذکر آتا ہے۔ محترمہ برکتہ بی بی صاحبہ مزید ذکر کرتی ہیں کہ ان کی والدہ محترمہ جیو صاحبہ نے ان کے والد کے انتقال کے بعد پھر شادی کرلی تھی جس سے میاں عید پیدا ہوئے جو صحابی نہ تھے! اور میاں عید کی بیوہ محترمہ عائشہ کی شادی حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے میاں اسمٰعیل صاحب سے کرا دی تھی اور یہ میاں بیوی قادیان میں دفتر تحقیقا لا ذہان کے سامنے رہائش پذیر تھے۔ اور اب ربوہ میں مقیم ہیں۔

اس موضع کے "دیوان احمد" کی بیعت الحکم مورخہ ۱۴ مئی ۱۹۰۳ء (ص ۱۶ ک ۲) و ۲۴ مئی ۱۹۰۳ء (ص ۱۶ ک ۲) میں درج ہے مطابق بیان بابو محمد عبد اللہ خان صاحب وہ یہی ہیں جو موچی کا کام کرتے تھے اور وفات پا چکے ہیں۔ خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ بعض دفعہ سہواً بھی بیعت دوبارہ شائع ہو جاتی تھی اور بعض دفعہ بوجہ بیعت میں پھر شریک ہو جانے کے بھی نام دوبارہ شائع ہو جاتے تھے اسی طرح ان کی بلکہ ان کے بھائی کی بیعت کا اندراج پہلے ملتا ہے:۔

"(۴) سلطان " " " " } دلجی موضع تلونڈی ضلع گورداسپور
"(۵) دیوان " " " " } بحوالہ الحکم ۱۳ مارچ ۱۹۰۰ء (ص ۸ ک ۱)

رحیم بخش صاحب نے ان کی وصیت کروائی تھی۔ وہ کوٹ احمدیاں (علاقہ سندھ) میں اپنے بزرگان چوہدری خیرالدین و چوہدری امام دین صاحبان کے پاس گئی تھیں کہ وفات پا گئیں۔ ان کا کتبہ مزار حضرت اقدس والی چاردیواری کے اندر لگا ہوا ہے۔[۵۱]

(۵۰ تا ۵۲) چوہدری محمد امین عرف امی، چوہدری محمد اسمٰعیل (فرزند)، اہلیہ چوہدری محمد اسمٰعیل، چوہدری شاہ دین (پسر چوہدری محمد امین)، محترمہ کرم بی بی (اہلیہ چوہدری شاہ دین)

حضرت چوہدری محمد امین صاحب عرف امی نے گاؤں کی جامع مسجد کی تعمیر میں سب سے بڑھ کر حصہ لیا۔ اور ذمہ داری بھی آپ کے سپرد تھی آپ اپنے زمیندارہ کام سے فارغ ہو کر چونا بنانے اور اسے پلینے کا کام اپنے ہاتھ سے کرتے تھے اپنی اراضی کو دن تمام کھود کر اس سے روڑے نکال کر انہیں جلا کر چونا تیار کر کے چونے کی کمی کو انہوں نے پورا کیا تھا۔ زلزلہ کانگڑہ (۴ اپریل ۱۹۰۵ء) کے وقت مسجد کے گنبد تیار ہو چکے تھے اور زلزلہ سے مسجد بشدت تاثر یا جھومنے لگی تو چوہدری صاحب و احباب نے اس اللہ کے گھر کے محفوظ رہ کر اپنی محنتوں کو ضائع ہونے سے بچانے کے لئے دعا کی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے قبول فرمائی۔ ایک گنبد میں معمولی سا شگاف ہوا لیکن اس سے برسات کا پانی اندر نہیں ٹپکتا تھا۔ چوہدری صاحب نے ایک گھماؤں اراضی اس مسجد کے متولی کے لئے دوامی طور پر ہبہ کر دی تھی اور اس بارہ میں مسجد کی دیوار پر کتبہ لگوا دیا تھا۔[۵۲]

آپ ہمدردی خلائق کے جذبہ سے معمور تھے۔ گاؤں کے لوگ آپ کو بالعموم امین شاہ کہتے تھے آپ غرباء کی خوراک و پوشاک وغیرہ ضروریات پوری کرنے میں مسرت محسوس کرتے تھے اللہ تعالیٰ آپ کے مال میں برکت ڈالتا تھا۔ ایک دفعہ کسی نے از راہِ عداوت آپ کے بھوسہ کے دو موسل ایک رات نذرِ آتش کر دیئے۔ لیکن معلوم نہ ہو سکا کہ یہ کس شخص کی کارستانی تھی۔ اس شخص کو مرض الموت میں سخت تکلیف اور جلن کا سامنا ہوا اور اس نے پیغام بھیج کر اس راز کا افشا کر کے معافی طلب کی آپ نے اسے معاف کر دیا۔ آپ نہایت صالح پابندِ صلوٰۃ۔ دعا گو اور تہجد گزار بزرگ تھے آپ نے ستمبر یا اکتوبر ۱۹۱۸ء میں وبائی انفلوئنزا سے وفات پائی۔

---

۵۱ بیان محترمہ برکت بی بی صاحبہ۔ نیز وہ بیان کرتی تھیں کہ دو خواتین بنام کریم بی بی نے میرے ساتھ بیعت کی تھی ان کی روایت نمبرا میں ان کا ذکر ہے۔

موصوفہ نے بیس روپے کے زیور کے دسویں حصہ کی وصیت (نمبر ۵۸۲) ۶ رمئی ۱۹۱۲ء کو کی تھی ان کی یادگار پر مرقوم ہے:۔

یادگار نمبر ۱۴۔ محترمہ کریم بی بی صاحبہ بنت قادری قوم جٹ سکنہ تلونڈی جھنگلاں۔ (نیچے پڑھا نہیں گیا غالباً تاریخ وفات ہوگی جو ۱۷ جنوری ۱۹۱۳ء ہوگی)

۵۲ اس خاندان کے حالات چوہدری محمد امین صاحب نبیرہ ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب (صدر جماعت سنجر چانگ ضلع حیدرآباد سندھ) پسر چوہدری شاہ دین صاحب سے حاصل ہوئے ہیں۔ ماسوا ان امور کے جن کا علیحدہ حوالہ بیان وغیرہ دے دیا ہے۔ بابو محمد عبداللہ صاحب بھی بیان کرتے ہیں کہ "امی" اصل نام نہیں بلکہ مخفف ہے وہ جمالی تھے میں نے انہیں اچھی طرح دیکھا ہوا ہے۔ نماز پابندی سے باجماعت پڑھتے تھے۔ چوہدری قائم علی صاحب کے حالات میں مندرج ایک روایت میں چوہدری شاہ دین صاحب کا ذکر آیا ہے۔

اور گاؤں میں ہی دفن کئے گئے۔

چوہدری محمد امین صاحب کے دو فرزند تھے۔ بڑے بیٹے چوہدری محمد اسماعیل صاحب میں اپنے والد ماجد کا سا خدمتِ خلق اور اہلِ حوائج کی ضروریات کی بہم رسانی کا خاص ولولہ پایا جاتا تھا۔ اس وجہ سے ظاہراً آپ کو نقصان بھی برداشت کرنا پڑتا۔ آپ پابند صوم و صلوٰۃ، تہجد گزار اور دعاگو بزرگ تھے تقسیم ملک کے ہولناک ایام میں ۱۵؍ ستمبر ۱۹۴۷ء کو سکھوں کے جتھہ کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا۔ اس روز گاؤں کی مسلم آبادی قادیان میں منتقل ہو گئی تھی۔ اور آپ گاؤں میں رہ گئے تھے۔ آپ کی اہلیہ محترمہ بھی صحابیہ تھیں۔

دوسرے فرزند چوہدری شاہ دین صاحب بھی متقی اور تہجد گزار تھے ان کی مستقل مزاجی اب تک احباب کے قلوب پر مرتسم ہے۔ باوجودیکہ گندم کی کٹائی وغیرہ کا موسم سخت گرم اور یہ کام بہت مشقت طلب ہوتا ہے لیکن آپ کی جفاکشی قابل داد تھی نہ آپ اس موسم میں رمضان شریف کے روزے ترک کرتے اور نہ ہی یہ محنت طلب اور کٹھن کام۔ بشوق سے سلسلہ کی مالی خدمت کرتے تھے حضرت مولوی رحیم بخش صاحب سے آپ نے تعلیم پائی تھی۔ چونکہ جوانی میں اس کا موقع ملا تھا اس لئے تعلیم کم تھی لیکن جذبۂ تبلیغ آپ کے پاک دل میں موجزن رہتا تھا اور آپ خاص طور پر اس خاطر اپنے اقارب کے پاس جاتے تھے آپ اور آپ کی اہلیہ محترمہ کرم بی بی صاحبہ (جو صحابیہ تھیں) کوٹ احمدیاں تحصیل ڈگری (سندھ) میں مدفون ہیں اور دونوں کے یادگاری کتبہ جات بہشتی مقبرہ قادیان میں نصب ہیں[۵۱]

۵۱ آپ کی بیعت بعض اور افراد کی طرح ایک دفعہ ولدیت کے ساتھ اور ایک دفعہ اس کے بغیر شائع ہوئی:۔ "شاہ الدین صاحب تلونڈی قریب قادیان" (الحکم ۲۴ مئی ۱۹۰۳ء ص ۱۶ ک ۲) "شاہ الدین ولد امین۔ تلونڈی، گورداسپور" (الحکم ۱۰ مئی ۱۹۰۳ء ص ۱۶ ک ۳ و البدر ۲۲ مئی ۱۹۰۳ء ص ۱۴۴ ک ۲)

جو فہرست صحابہ عید الفطر کی دعوتِ طعام کے لئے جنوری ۱۹۰۳ء میں مرتب ہوئی تھی معلوم ہوتا ہے کہ عید پڑھنے کے لئے آپ قادیان آئے اور مہمان خانہ میں اتفاقاً آپ کا نام دوبارہ درج ہوا ہے اس میں نام شاہ دین ولد امین صاحب عمر اکچالیس برس اور سکونت تلونڈی جھنگلاں مرقوم ہے لیکن ایک جگہ بیعت و زیارت ۱۸۹۸ء کی اور ایک جگہ ۱۹۰۰ء درج ہے۔ بتیس سال کے بعد ایک دیہاتی شخص کا جس کا ماحول ہی غیر علمی ہے ۱۹۰۳ء کی بجائے ۱۹۰۰ء یادداشت کی بناء پر بتا دینا ممکن ہے۔ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے حضور کی اولین زیارت ۱۸۹۸ء میں ہونے کا یا اس سال کے کسی واقعہ کا ذکر کیا ہوگا۔ نام لکھنے والے نے اس سن کو سالِ بیعت و زیارت شمار کر لیا۔ کم وقت میں فہرست مرتب کرنے میں ایسے سہو کا امکان ہونا بعید از فہم نہیں۔ یہیں دیکھئے ۱۹۳۵ء میں انہوں نے اپنی عمر پچاس برس لکھوائی لیکن وصیت میں عمر کچھ اور ہے چنانچہ سات سال بعد وفات ہونے پر بجائے ستاون کے اٹھ[illegible] سال درج ہوئی ہے۔

آپ نے اپنی وصیت نمبر ۲۱۴۷ میں ۶ فروری ۱۹۳۷ء کو دس گھماؤں زرعی اراضی واقعہ تلونڈی جھنگلاں اور ایک مکان خام مالیتی دو صد روپیہ کے دسویں حصہ کی وصیت کی تھی اس پر خاکسار مؤلف کی شہادت ثبت ہے (بحوالہ الفضل ۲۰ فروری ۱۹۳۷ء ص ۱۰) اس اعلان وصیت میں آپ کے نشان انگوٹھا ثبت ہونے کا ذکر ہے جس سے ان کی کم علمی کا جو ان پڑھ ہونے کے قریب ہے ثبوت ملتا ہے۔ آپ کا کتبہ یادگار کے طور پر (بلاک ۵۵) عنقریب بہشتی مقبرہ قادیان میں نصب ہوگا۔ آپ ۲۰ دسمبر ۱۹۴۲ء کو فوت ہوئے آپ کی اہلیہ محترمہ کے کتبہ کی یہ عبارت ہے:۔

یادگار ۹۴۹ کرم بی بی صاحبہ زوجہ شاہ دین صاحب مدفون کوٹ احمدیاں تاریخ وفات ۴۳-۷ وصیت نمبر ۱۷۱۰

۵۶۔ حافظ نور محمد صاحب رضی اللہ عنہ فیض اللہ چکوی

۵۷۔ محترمہ گلاب بی بی صاحبہ رضی اللہ عنہا (اہلیہ)

۵۸۔ شیخ عبد اللہ خانصاحب (پسر)

۵۹۔ محترمہ آمنہ بیگم صاحبہ (اہلیہ شیخ صاحب)

۶۰۔ شیخ رحمت اللہ خانصاحب شاکرؔ (پسر حافظ صاحب)

نوٹ :۔ ان احباب کے تعلق میں خاکسار نے مولوی عبد الرحمٰن صاحب جٹ[۱] (امیر مقامی قادیان)، شیخ رحمت اللہ خانصاحب شاکرؔ[۲] (خلف حافظ نور محمد صاحب)۔ ملک فضل کریم خانصاحب بی۔ اے[۳] (ہمشیرہ زاد حافظ صاحب)، شیخ خالد سیف اللہ خانصاحب[۴] (پوتا حافظ صاحب) اور محترمہ انجمن آرا بیگم صاحبہ[۵] (دختر شاکر صاحب) قاضی عبد الرشید[۶] صاحب ساہی وال سے خاص طور پر معلومات حاصل کیں۔ اور ان سب نے تعاون فرمایا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء

مختصر تعارف

حضرت حافظ نور محمد صاحبؓ ولد میاں مُراد علی صاحب قوم ککّے زئی، سکنہ فیض اللہ چک ضلع گورداسپور ان خوش قسمت معدودے چند احباب میں سے تھے۔ جن کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے دعویٰ سے قبل حضور کی صحبتِ پاک سے مستفیض ہونے، بار بار خدمت میں حاضر ہونے، بے تکلفانہ مراسم، حضور کا امام الصّلوٰۃ بننے، تہجد کے لئے بیدار ہونے کی خاطر حضور ہی کے کمرہ میں سونے اور حضور کے ساتھ سَیر کو جانے کے مواقع بکثرت میسّر آئے۔ حضور نے آپ کو بعض مواقع پر دُعا کرنے کی بھی تحریک کی۔ اور جن چند اصحاب کو حضور نے اپنے روٗیا و کشوف حضور کی تصدیق میں شائع کرنے کا ارشاد فرمایا۔ ان میں حافظ صاحب بھی شامل تھے۔ پھر خلافتِ ثانیہ کے قیام پر اس کی تصدیق و تائید میں بھی آپ کے روٗیاد کشوف شائع ہوئے۔ آپ کو اس وقت اپنے گاؤں کے کثیر احباب کو اس فتنہ سے محفوظ رکھنے اور عمر بھر تعلیم قرآن کی توفیق ملی۔ آپکے گاؤں میں آپ کے ایک دوست شیخ برکت علی صاحب نے ۲۱ راگست ۱۸۸۹ء کو بعیت کی تھی۔ دوسرے نمبر پر آپ کو ۲۱ رستمبر کو بعیت کی توفیق ارزاں ہوئی۔ اور اس گاؤں کے تیسرے بعیت کرنے والے آپ کے دوست حافظ نبی بخش صاحب رضؓ تھے جنہوں نے ۱۰ رمارچ ۱۸۹۰ء کو بعیت کی۔ حافظ نور محمد صاحب نے اپنے ضلع میں چوبیسویں نمبر پر بعیت کی تھی۔ پچیسویں نمبر پر بعیت ۱۸ رنومبر کو ہوئی۔ آپ سے پہلے قادیان، بٹالہ، فیض اللہ چک، شاہ پور اور جار اور مواضعات میں صرف ایک ایک۔ تھہ غلام نبی میں تین، وڈالہ میں پانچ افراد نے اور چھ دن پہلے بیل کے سات افراد نے بعیت کی تھی۔ اور پچیسویں نمبر پر بعیت ۱۸ رنومبر ۱۸۸۹ء کو ہوئی تھی۔ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ۔

خاندانی حالات

آپ بیان کرتے ہیں:۔

میرے دادا میاں خیر دین میری ولادت کے سال فوت ہوئے۔ صوفی اور صاحبِ الہام بزرگ تھے۔ ان کے الہامات ہمارے گاؤں میں بہت مشہور تھے۔ سکھوں کی بدنظمی کے زمانہ میں ہمارے گاؤں کے دو اشخاص قاضی نور محمد اور میاں غلام داؤد نے دریائے چناب بغیر کشتی کے تیر کر عبور کرنا چاہا۔ آپ کو ذکر الٰہی کے دوران کشفاً قاضی صاحب کا عبور کر جانا اور دوسرے کا غرق ہو جانا معلوم ہوا۔ چنانچہ آپ نے غلام داؤد کے بھائیوں کو اطلاع دیدی اور چند دن بعد اس امر کی تصدیق ہو گئی۔

ایک دفعہ آپ چلّہ کشی میں تھے کہ ایک مرید باہر سے گاؤں آیا اور گھوڑے پر سید ھا آپکی طرف آیا تا ملاقات کرنے کے بعد گھر جائے۔ تو وہ یہ دیکھ کر گھبرا کر بے ہوش ہو گیا کہ چلّہ کشی کی کوٹھڑی کے باہر ایک شیر پاؤں پسارے سویا پڑا ہے۔ گھوڑا سدھا ہوا تھا وہ مالک کو گھر لے گیا۔ گھر والوں کی کوشش سے وہ ہوش میں آیا تو اُس نے یہ واقعہ کہہ سُنایا۔ اس پر لوگ لاٹھیوں سے مسلح ہو کر وہاں پہنچے۔ شور سُنکر آپ باہر نکلے۔ شور کی وجہ معلوم ہوئی تو کہنے لگے کہ شیر تو اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت کے لئے بھیجتا ہے۔ آپکے سینکڑوں مُرید تھے اور عرس ہوتا تھا اور لنگر جاری ہوتا تھا۔ پھر والد صاحب نے اور پھر مَیں نے یہ سلسلہ

پیری مُریدی جاری رکھا۔ لیکن مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی بیعت کرلی تو مُریدوں کو جواب دیدیا (کہ مَیں کسی کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتا۔ مجھے خود کسی رہبر کی ضرورت ہے) ۔ تو وہ میلوں تک روتے اور ڈھائیں مارتے گئے (کیونکہ ان کے نزدیک پیر کا ایسا جواب نہرِ الٰہی تھا)۔ ؎۱

تعلیم دین کا شوق آپ کے ایک تایا حافظ محی الدین پُرانی طرز کے صوفی تھے جو سرود سُنتے اور عُرس کرتے تھے۔ انہوں نے طفولیت میں آپ کو یہ سبق پڑھایا تھا ؎

پانی اُوپر بلبلہ بندے کی بُنیاد
ڈولی ڈال کے لئے چلے کسی دیس کو

وہ آپ کو قرآن مجید حفظ کرانے کی آرزو رکھتے تھے۔ لیکن آپ کے بچپن میں ہی وہ وفات پاگئے اور والد ماجد نے قرآن مجید ناظرہ پڑھا کر آپ کو کام کاج پہ لگالیا۔ آپ سترہ برس کے تھے کہ ایک حافظ محمد جمیل صاحب گاؤں میں آگئے۔ ان سے آپ نے قرآن مجید حفظ کیا۔ ؎۲

؎۱۔ یہ حالات آپ نے اپنی پوتی محترمہ انجمن آراء بیگم صاحبہ کو لکھوائے تھے۔ خطوط وحدانی کے الفاظ بروایت شیخ رحمت اللہ خانصاحب شاکر اور شیخ خالد سیف اللہ خاں صاحب زائد کئے ہیں۔

؎۲۔ یہ بات آپ نے اپنی پوتی محترمہ انجمن آراء صاحبہ کو لکھوائی تھی۔ حافظ حامد علی صاحب کے استاد بھی یہی تھے شیخ رحمت اللہ خاں صاحب شاکر پسر حافظ نور محمد صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ یہ استاد غالباً حافظ مبارک احمد صاحب سابق پروفیسر جامعہ احمدیہ قادیان و ربوہ کے دادا تھے۔

حافظ نور محمد صاحب بیان کرتے ہیں:۔

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی خدمت میں ایک نوجوان عرب محمد سعید جو حافظِ قرآن اور عالم تھا۔ آ کر رہا۔ اور آپ کی تائید میں اس نے عربی رسالہ بھی تصنیف کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اس کی شادی کا ذکر کیا۔ میرے گھر کے ایک حصہ میں میرے اُستاد حافظ محمد جمیل صاحب مرحوم رہا کرتے تھے۔ ان کی بیوی کی ایک ہمشیرہ نوجوان تھی۔ حضرت صاحب نے اُن کو رشتہ کے لئے فرمایا۔ انہوں نے جواباً عرض کیا کہ لڑکی کے والد سے دریافت کرنا ضروری ہے۔ لیکن مَیں حضور کی تائید کروں گا۔ اتنے میں خاکسار حسب عادت قادیان گیا۔ ظہر کا وقت تھا۔ جب مَیں نے مسجد مبارک میں قدم رکھا۔ تو اس وقت حضرت صاحب اور مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم اور وہ عرب صاحب موجود تھے۔ حضرت اقدس ؑ نے فرمایا کہ "ھذا حافظ نور محمد" اور حضور نے فرمایا کہ میاں نور محمد! آپ عرب صاحب کو ہمراہ لے جائیں۔ اور وہ لڑکی ان کو دکھلا دیں۔ بعد نماز ظہر مَیں عرب صاحب کو ساتھ لے کر میاں غفارا کے یکّہ پر فیض اللہ چک کو روانہ ہوا۔ شام کے وقت مَیں نے اپنی بیوی سے کہا کہ اس لڑکی کے ہاتھ ردی بھیجو۔ جب وہ لڑکی آئی تو مَیں نے کہا ھٰذا ۔ مگر عرب صاحب نے پسند نہ کیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کی شادی مالیر کوٹلہ میں کرادی۔ (سیرۃ المہدی حصّہ سوم روایت ۵۰۸) والحکم، ۷ اکتوبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۵ کالم ۲۔

آپ کو دینی علوم کے سیکھنے کا بہت شوق تھا۔ آپ اسی میں مگن رہتے تھے۔ اور کام کاج آپ کے والد ماجد خود ہی کر لیتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کے والد ماجد بصارت سے محروم ہو گئے۔ اور تمام کام کاج کا بوجھ حافظ صاحب پر پڑ گیا۔ جس سے آپ کو پریشانی لاحق ہوئی۔ اور دینی امور میں دقّت پیدا ہو گئی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور بہت دعا کی تو آپ کے والد ماجد کو خواب میں بتایا گیا کہ آنکھوں میں کھُمب ڈالیں جو موسم برسات میں زمین میں پیدا ہوتی ہے چنانچہ اس پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی بصارت عود کر آئی۔ اور تا وفات قائم رہی۔ اور انہوں نے پھر کام کاج سنبھال لیا۔ [1]

والد محترم کی شفایابی کے بعد حافظ محمد جمیل صاحب سے جنہیں اپنے ہاں رکھ لیا گیا تھا ترجمہ قرآن مجید پڑھنا شروع کیا۔ اس وقت حضرت اقدس ؑ نے بیعت کا اشتہار دیا تھا۔ اس بزرگ عالم کے جانے کے بعد آپ نے مولوی رحیم شاہ صاحب ساکن موضع تھہ غلام نبی سے ترجمہ قرآن مجید پڑھا۔ اور آپ اس نتیجہ پر پہنچے کہ گذشتہ زمانہ میں عابد لوگ چلّہ کشی کرتے تھے۔ ان سے بڑھ کر یہ قربانی ہے کہ حصول دین کا خیال ہو اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف دھیان دیا جائے۔

آپ کو حدیث شریف پڑھنے کا شوق ہوا۔ آپ نے مشکوٰۃ شریف اس طرح پڑھی کہ بوقتِ تہجّد ہل چلانے والے نوکر کو بیدار کر کے ہل چلانے کے لئے بھیج کر موضع تھہ غلام نبی جو ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ہے چلے جاتے اور استاد سے سبق

بقیہ حاشیہ :۔ حضرت مؤلف سیرۃ المہدی اس بارہ میں لکھتے ہیں :۔

"ایک عرب صاحب جو آخری زمانہ میں قادیان آ کر رہے تھے۔ ان کا نام عبد المحیٰ تھا اور حضرت صاحب نے ان کی شادی ریاست پٹیالہ میں کرا دی تھی۔ سو اگر اس روایت میں انہی کا ذکر ہے۔ تو مالیر کوٹلہ کے متعلق حافظ نور محمد صاحب کو سہو ہوا ہے۔ یا شاید یہ عرب صاحب اور ہوں گے۔" (سیرۃ المہدی حصّہ سوم۔ روایت ۵۰۸)

یہ ایک شامی صاحب تھے اور ان کی شادی حضرت مولوی نور الدین صاحب (خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ) کے ذریعہ مالیر کوٹلہ میں ہوئی تھی۔ (ملاحظہ ہو آپ کا خط بنام نواب محمد علی خانصاحب رضی اللہ عنہ۔ مندرجہ مکتوبات اصحاب احمد جلد اوّل۔ مکتوب ۲۳ دسمبر ۱۸۹۳ء (ص ۲۰ و ۲۱) و اصحاب احمد جلد دوم (حاشیہ ص ۱۱۷ و ۱۱۸) محترم عرفانی صاحب لکھتے ہیں کہ محمد سعید صاحب عرب شامی نوجوان تھے۔ حضور کی بعض عربی تصانیف اور قصائد نے اس ادیب پر جادو کا سا اثر کیا۔ چونکہ نوجوان تھے اور شادی کے لئے درخواست کی تھی۔ مالیر کوٹلہ میں شادی ہوئی۔ پھر وہ چین وغیرہ کی طرف چلے گئے۔ حضور اس امر کو پسند کرتے تھے کہ لڑکی کو دیکھ لیا جائے۔ اور شادی سے پہلے پوری تسلّی کر لی جائے ۔ (الحکم، ۷ اکتوبر ۱۹۳۴ء ص ۴ ک ۲)

[1] ۔ شیخ رحمت اللہ خانصاحب شاکر بیان کرتے ہیں۔ کہ مدرسہ تعلیم الاسلام میں حضرت صوفی غلام محمد صاحب سابق مبلغ ماریشس نے ہمیں حدیث الکمأۃ من المن وماءھا شفاء للعین پڑھتے ہوئے دادا جان کی شفایابی کا یہ واقعہ سنایا تھا گویا یہ وقوعہ جماعت میں معروف تھا۔ علامہ عبد الرؤف مناوی ؒ نے اپنی کتاب "کنوز الحقائق" میں یہ حدیث مُسند احمد بن حنبل کے حوالہ سے درج کی ہے۔

پڑھتے۔ پھر فجر کی اذان ہوتی۔ [1]

خاص فضل الٰہی

اللہ تعالیٰ کا خاص فضل حافظ صاحب پر ہو رہا تھا۔ آپ کو ابتداء سے دین کی طرف رغبت تھی۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ "ابھی مَیں نے حضرت اقدسؑ کی ملاقات بھی نہیں کی تھی۔ اس زمانہ میں مَیں بکثرت درود شریف پڑھا کرتا تھا تا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو۔ چنانچہ ایک دفعہ مَیں نے خواب دیکھا کہ مَیں اپنے گاؤں سے مشرق کی جانب گیا ہوں تو مَیں نے جنگل میں ایک مسجد دیکھی۔ اس میں عید الاضحیہ کی نماز ہو رہی تھی۔ مَیں بھی اس جماعت میں شامل ہو گیا۔ امام کے متعلق کسی نے کہا کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؓ تھے۔ اس مسجد کے صحن میں ایک قبر تھی۔ اس خواب کی تعبیر دس بارہ برس کے بعد ظاہر ہوئی جب مَیں قادیان آیا تو مسجد میں مَیں نے قبر دیکھی۔ جو حضرت اقدس کے والد ماجد کی ہے۔ اور حضرت جیلانی سے مُراد حضرت اقدس تھے جن کا ابھی دعویٰ نہیں تھا۔ [2]

گویا اللہ تعالیٰ نے آپ پر ظاہر کر دیا تھا کہ آپ ایک امام کے تابع ہو کر ایک قربانی کرنے والی جماعت میں شمولیت کی توفیق پائیں گے۔ مسجد میں قبر کا نظارہ آپ کے ایمان کی تقویت کا باعث ہوا ہوگا۔ اور یہ امر بھی کہ حضرت اقدس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت سیّد عبد القادر جیلانیؒ سے مماثلت دی۔

دعویٰ سے پہلے کی بات ہے کہ ایک دفعہ حضور نے فرمایا۔ کہ شیخ عبد القادر جیلانیؒ بڑے اولیاء اللہ میں سے ہوئے ہیں۔ لیکن ان کی نسبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی پیشگوئی نہیں ہے۔ لیکن آنے والے مسیح و مہدی کی نسبت پیشگوئیاں ہیں۔ بلکہ حضور صلعم نے اپنا سلام بھیجا ہے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ مَیں نے خواب میں ایکدفعہ دیکھا کہ سیّد عبد القادر جیلانیؒ آئے ہیں اور آپ نے پانی گرم کرا کر مجھے غسل دیا ہے۔ اور نئی پوشاک پہنائی ہے۔ اور گول کمرے کی سیڑھیوں کے پاس کھڑے ہو کر فرمانے لگے۔ کہ آؤ ہم اور تم برابر برابر کھڑے ہو کر قد ناپیں۔ پھر انہوں نے میرے بائیں طرف کھڑے ہو کر کندھے سے کندھا ملا دیا۔ تو اس وقت میرا مونڈھا اور کان

---

[1] ۔ بیان شیخ رحمت اللہ خاں صاحب شاکر و بیان جو حافظ صاحب نے اپنی پوتی کو لکھوایا تھا۔ اسی سے اس عنوان کا مضمون ماخوذ ہے ؏

[2] ۔ محترم عرفانی صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت اقدسؑ کی وحی میں آپ کا نام عبد القادر آیا ہے۔ اور اسی مناسبت سے حضور کو حضرت جیلانیؓ کی تالیفات سے بھی دلچسپی ہوئی۔ اور فتوح الغیب کے بعض نازک اور اہم مقامات کی آپ نے تشریح کر کے اپنے علم لدنّی کا ثبوت دیا۔

خاکسار مؤلف اصحاب احمد عرض کرتا ہے۔ کہ:۔

حافظ صاحب ۱۸۸۳ء میں حضورؑ کی خدمت میں اوّلیں بار حاضر ہوئے۔ گو اُن کا رؤیا ۱۸۷۱ء سے ۱۸۷۳ء تک کا ہے۔ جس وقت ان کی عمر چھبیس تا اٹھائیس سال تھی۔ اور حضورؑ کی عمر ابھی چھتیس (۳۶) یا اڑتیس (۳۸) سال کی تھی ؏

آپ کے مونڈھے اور کان کے برابر آیا اور ہم دونوں برابر برابر رہے[1]۔

والد ماجد حافظ صاحب کے والد ماجد دینی رُوح رکھتے تھے۔ اور حافظ صاحب کو تعلیم دلانے کا انہیں شوق بھی تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق حُسنِ ظن رکھتے تھے۔ اور انہوں نے حافظ صاحب کو گویا مسلمان بنانے کے لئے حضور کی خدمت میں بھیجا تھا۔ جو ایک فتویٰ کے تعلق میں بیان سے ظاہر ہے۔ اور یہ فتویٰ غالباً اپنی قسم کی واحد مثال ہے۔ حافظ صاحب کا بیان ہے۔ کہ

"اسی ابتدائی زمانہ کی بات ہے کہ جب ہم حضرت کے پاس آیا کرتے تھے۔ اس وقت مُقلّد اور غیر مُقلّد کی بحث چھڑی ہوتی تھی۔ اور فاتحہ خلف الامام اور آمین بالجہر اور رفع الیدین کی بابت جھگڑے ہوتے تھے۔ آپؑ سے جب دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔ کہ یہ مسائل احادیث تواتر سے ثابت ہیں۔ اس زمانہ میں ہمارے گاؤں میں ایک مولوی صاحب آئے تھے۔ جو مُقلّدین میں سے تھے۔ انہوں نے ہمارے گاؤں میں وعظ کیا کہ تم نے غیر مُقلّدوں کے پیچھے جو نمازیں پڑھی ہیں اب ضائع ہوگئی ہیں۔ اُن کو پھر دُہراؤ۔ اس وقت تمام لوگ ہم سے نمازوں میں الگ ہوگئے۔ میرے والد صاحب حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم نے اپنا بیٹا مسلمان بنانے کے لئے آپ کے پاس بھیجا تھا۔ اس کو ایک مولوی صاحب نے کافر بنا دیا۔ حضرت اقدس نے میرے والد صاحب کو ایک فتویٰ لکھ دیا کہ جو شخص فاتحہ خلف الامام اور آمین بالجہر اور رفع الیدین کرنے والے کو کافر کہتا ہے۔ از روئے حدیث امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ خود کافر ہے[2]۔"

---

[1] ۔ الحکم ۱۴ ستمبر ۱۹۳۴ء (ص ۴ ک ۲) و سیرۃ المہدی حصہ سوم (روایات ۴۸۱، ۵۷۳) و تذکرہ طبع دوم (ص ۵۶، ۷) الحکم میں نئی پوشاک کی بجائے صرف پوشاک اور دائیں طرف کھڑا ہونا مذکور ہے۔ روایت ۵۷۳ میں یہ ذکر ہے کہ کئی مرتبہ حضرت صاحب نے حضرت ممدوح کا بڑے اولیاء اللہ میں سے ہونے لیکن ان کی نسبت پیشگوئی نہ ہونے کا ذکر فرمایا۔ حضرت مؤلف سیرۃ المہدی اس پر تحریر کرتے ہیں۔ کہ جہاں تک مَیں سمجھتا ہوں گذشتہ مجدّدینِ اُمّتِ محمدیہ میں سے حضرت مسیح موعودؑ کو سید عبد القادر صاحب جیلانی کے ساتھ سب سے زیادہ محبت تھی اور فرماتے تھے کہ میری رُوح کو ان کی رُوح سے خاص جوڑ ہے۔ اور روایت ۴۸۱ پر لکھتے ہیں کہ یہ ابتدائی زمانہ کا رؤیا ہوگا۔ بعد میں حضور امّتِ محمدیہ میں سب پر سبقت لے گئے۔ اور صراحتہً یہ اظہار فرمایا۔

[2] ۔ الحکم ۱۴ ستمبر ۱۹۳۴ء (ص ۳ ک ۲ و ۳) محترم عرفانی صاحب فتویٰ کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص کسی مومن مسلمان کو کافر کہتا ہے وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔

حافظ صاحب کی ایک اور روایت ہے کہ حضور نے رفع یدین اور آمین کے متعلق فرمایا کہ ضرور کرنا چاہیئے۔ اس پر حضرت مؤلف سیرۃ المہدی لکھتے ہیں کہ رفع یدین اور آمین بالجہر والی بات مَیں نہیں سمجھتا کہ حضرت صاحب نے فرمائی ہو۔ ورنہ خود بھی ہمیشہ اس پر عمل کرتے۔ بلکہ حضور کا عام عمل بھی اس کے خلاف تھا۔ اور حضور نے حافظ صاحب کو کئی باتوں میں سے

آپ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم نے حضرت صاحب سے دریافت کیا آیا بعد وضو شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ؟ فرمایا یہ کوئی بات نہیں۔ وہ بھی بدن کا ایک ٹکڑہ ہے۔ اس وقت ہمارے موحّد ہونے کی وجہ سے لوگ اعتراض کرتے تھے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ تم ان کو کہا کرو کہ ہم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ، کا مذہب رکھتے ہیں۔ وہ بھی موحّد تھے۔ اور فرمایا کہ تم ان کو غنیۃ الطالبین پڑھ کر سُنایا کرو۔ جو کہ حضرت جیلانیؒ کی فقہ کی کتاب ہے۔ والد صاحب نے موضع بھٹیاں سے یہ کتاب منگوائی۔ لیکن یہ فارسی میں تھی اور ہم میں سے کوئی فارسی نہ جانتا تھا۔ بعد میں اُردو کی کتاب بھی مل گئی۔ ہم نے اس کا خوب مطالعہ کیا۔ ثابت ہوا کہ حضرت جیلانی کا یہی مذہب تھا۔ [1]

آپ کے والد ماجد کا انتقال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ سے قبل ہو گیا تھا۔[2] آپ کے انتقال پر حافظ صاحب کو حضور نے جو نصیحت فرمائی وہ آپ کی روایت سے ظاہر ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ چونکہ حافظ صاحب اکلوتے بیٹے تھے۔ ایسی صورت میں ان کو والد محترم کا بھرپور پیار حاصل ہونا اور ان کی وفات کا صدمہ زیادہ ہونا ایک طبعی امر تھا۔ نیز جو فراغت دینی مشاغل کے لئے حافظ صاحب کو حاصل تھی وہ بھی متاثر ہوئی تھی۔ حضرت اقدس کی برکت سے حافظ صاحب کو اعلیٰ توکّل کا مقام حاصل ہوا۔ اور یقیناً آپ نے حضور کی نصیحت کو حرزِ جان بنایا ہو گا۔ آپ بیان کرتے ہیں :۔

بقیہ حاشیہ :۔ پہلی بات یعنی فاتحہ خلف امام کو مدّنظر رکھکر جواب دیدیا۔ (سیرۃ المہدی حصّہ سوم روایت ۵۹۲)۔

خاکسار مؤلف اصحاب احمد عرض کرتا ہے کہ حافظ صاحب کی روایت میں سہو کا بھی امکان ہے۔ اسلئے کہ حافظ صاحب خود رفع یدین نہ کرتے تھے۔ سہو نہ ہوتا تو وہ خود اس روایت پر عمل کرتے۔ وہ ایک لمبا عرصہ تک میرے سامنے مسجد نور میں باجماعت نمازیں ادا کرتے رہے ہیں۔

[1] ۔ الحکم ۱۴ ستمبر ۱۹۳۴ء (ص ۳ دم) حضرت عرفانی صاحب یہاں لکھتے ہیں کہ حضور کی پسندیدہ کتب میں غُنیۃ الطالبین اور فتوح الغیب بھی ہیں۔ حلّ مسائل میں حضور کا طریق نہایت سادہ اور عام فہم ہوتا تھا۔ اور آپ ہی نے الدین یُسرؔ کی حقیقت سمجھائی اس سوال سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں لوگ کس قسم کے مسائل میں کج بحثیاں کرتے تھے جنکا نہ روحانیت سے تعلق تھا نہ تہذیبِ نفس سے۔

سیرۃ المہدی حصّہ دوم میں یہ روایت مختصراً یوں درج ہے :۔

"ایک دفعہ ہم نے حضرت صاحب سے دریافت کیا یہ جو حدیث میں مرقوم ہے کہ اگر انسان اپنی شرمگاہ کو ہاتھ لگائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ کیا مسئلہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ "شرمگاہ بھی تو جسم ہی کا ایک ٹکڑا ہے۔ اسلئے یہ حدیث قوی نہیں معلوم ہوتی"۔ (روایت ۳۵۰) حضرت مؤلف اس بارہ میں لکھتے ہیں کہ اگر یہ روایت درست ہے، تو اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول درست نہیں ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہ بات آنحضرتؐ کے مُنہ سے نکلی ہوئی معلوم نہیں ہوتی اور حدیث میں روایۃً کوئی ضعف ہوگا۔ واللہ اعلم"۔

[2] بیان شیخ رحمت اللہ خاں صاحب شاکر۔

"جس وقت میرے والد صاحب مرحوم کا انتقال ہوا تو اس کے بعد میں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ حافظ صاحب! اب بجائے والدین کے اللہ تعالیٰ کو سمجھو۔ وہی تمہارا کارساز اور متکفل ہوگا۔ چنانچہ تاحال اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل اور ذرّہ نوازی سے میری دستگیری فرمائی ہے"۔ [1]

حضرت مؤلف سیرۃ المہدی اس بارہ میں لکھتے ہیں:۔

"ایک عجیب حقیقت ہے کہ انبیاء اور اولیاء کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ایک زندہ چیز ہوتی ہے۔ جس کی زندگی کو دیکھنے والا اسی طرح محسوس کرتا ہے جسطرح دوسری جاندار چیزوں کی زندگی دیکھی اور محسوس کی جاتی ہے۔ اور ایسا نہیں ہوتا کہ اُن کے نزدیک گویا خدا کا وجود ایک علمی دریافت ہے جس سے اگر کوئی شخص علمی فائدہ اُٹھانا چاہے تو اُٹھالے اور بس۔ بلکہ ان لوگوں کا تعلق خدا تعالے کے ساتھ ایسا ہی محسوس و مشہود ہوتا ہے جیسا کہ دو رشتہ داروں کا یا دو دوستوں کا باہمی تعلق ہوتا ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ خدا کا تعلق اس درجہ یا اس قسم کا ہوتا ہے جیسا کہ دوستوں یا رشتہ داروں کا۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ محسوس و مشہود ہونے میں وہ اسی نوعیّت کا ہوتا ہے جیسا کہ دنیاوی تعلقات ہوتے ہیں۔ یعنی دیکھنے والا محسوس کرتا ہے کہ جس طرح ان لوگوں کا اپنے والدین اور بھائیوں بہنوں اور بیوی بچوّں اور دوستوں کے ساتھ ایک تعلق ہے اسی طرح اس ہستی کے ساتھ بھی جسے خدا کہتے ہیں۔ اُن کا ایک معیّن تعلق ہے۔ گو وہ اپنے درجہ عمق یا وسعت میں دنیوی تعلقات سے ہزاروں درجے بڑھ کر ہو۔ اور یہ تعلق ان لوگوں کی عملی زندگی کے تمام شعبوں میں بلکہ ہر حرکت و سکون اور قول وفعل میں اسی طرح (گو درجہ میں بہت بڑھ چڑھ کر) محسوس طور پر اثر ڈالتا ہوا نظر آتا ہے۔ جیسا کہ دنیوی تعلقات اثر ڈالتے ہیں۔ یعنی جسطرح ایک شخص اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کے ساتھ میل ملاقات رکھتا ہے۔ ان سے اپنے معاملات میں مشورہ لیتا ہے۔ کسی ضرورت یا تکلیف اور مصیبت کے وقت ان سے مدد چاہتا ہے ان کے لئے اپنے دل میں محبت رکھتا ہے۔ اور اُن کے دل میں اپنی محبت کو پاتا ہے ان کے مفاد کو اپنے مفاد سمجھتا ہے۔ اور اُن کے کاموں میں اُن کا ہاتھ بٹاتا ہے۔ ان کی خوشیوں اور غمیوں میں اُن کا شریکِ حال ہوتا ہے وغیر ذالك۔ گویا اپنی کوئی الگ انفرادی زندگی نہیں گذارتا بلکہ اُن کے ساتھ مل کر ایک متحدہ حیات کا منظر پیش کرتا ہے۔ اسی طرح انبیاء اور اولیاء کا تعلق جو وہ ذات باری تعالیٰ کے ساتھ رکھتے ہیں ایک زندہ حقیقت کا حکم رکھتا ہے۔ اور ہر دیکھنے والا محسوس کر سکتا ہے کہ جس طرح کسی کا کوئی باپ ہوتا ہے اور کوئی بیٹا اور کوئی بیوی اور کوئی بھائی اور کوئی دوست۔ اسی طرح انبیاء و اولیاء اور صالحین خدا کے ساتھ ایک رشتہ رکھتے ہیں جو خواہ خادم و آقا والا ہی رشتہ ہے مگر محبّت و وفاداری میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ میں اپنے اندر ایک عجیب حالت محسوس کرتا ہوں۔ جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے الہام

---

[1] ۔ الحکم ۱۴ ستمبر ۱۹۳۴ء (ص ۴ ک ۳) و سیرۃ المہدی حصّہ دوم (روایت ۳۵۲)؃

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ کے نزول کے حالات کو پڑھتا ہوں۔ آپ کے والد ماجد بیمار ہوتے ہیں اور آپ کو الہام ہوتا ہے کہ وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ یعنی آج شام کو ان کی دنیوی زندگی کا خاتمہ ہے۔ آپ ان بوجھوں کو دیکھکر جو والد کی وفات سے آپ پر پڑنے والے تھے۔ کچھ فکرمند ہوتے ہیں۔ اور ایک لمحہ نظر کے لئے خیال آتا ہے کہ بعض وجوہ معاش والد کی زندگی کے ساتھ وابستہ ہیں وہ فوت ہو جائیں گے۔ تو پھر کیا ہوگا۔ اس پر جھٹ دوسرا الہام نازل ہوتا ہے۔ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ یعنی اے میرے بندے کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ تیرا رب تیری دستگیری کے لئے کافی نہیں ہے؟ اللہ اللہ کیا ہی محبت بھرا کلام ہے۔ کوئی سمجھتا ہوگا کہ یہ زجر کا کلمہ ہے۔ مگر جو ایسا خیال کرتا ہے مَیں اسے محبت کے کوچہ سے محض ہاں بالکل محض ناآشنا خیال کرتا ہوں۔ کیونکہ میرے نزدیک ایسے موقعہ پر اظہارِ محبت کے واسطے اس سے زیادہ مناسب اور بہتر الفاظ چُنے نہیں جا سکتے تھے۔ یہ ایسا ہی کلام ہے جیسا کہ مثلاً کسی کا کوئی دُور کا رشتہ دار کسی سے جُدا ہونے لگے تو وہ اس پر کرب کا اظہار کرے۔ اور یہ سمجھنے لگے کہ اب گویا میرا کوئی پُوچھنے والا نہیں رہا۔ حالانکہ اس کا حقیقی باپ جو اُسے دل وجان سے چاہتا ہو اس کے پاس موجود ہو۔ ایسے وقت میں باپ اپنے اس گھبرائے ہوئے بیٹے سے کیا کہے گا۔ یہی نا کہ بیٹا کیا تو اپنے باپ کی محبت کو بھول گیا۔ کیا تیرا یہ دُور کا رشتہ دار مجھ سے تیرے اپنے باپ کی نسبت زیادہ محبت رکھتا ہے۔ اور تیری زیادہ خبرگیری کر سکتا ہے؟ پس خدا کا یہ کلام بھی اسی طرح کا ہے۔ کہ اے میرے بندے کیا ہم تجھے تیرے باپ کی نسبت کم چاہتے ہیں۔ جو تو ہمارے ہوتے ہوئے باپ کے فوت ہونے پر اس طرح گھبراہٹ کا اظہار کرتا ہے؟ پس یہ ایک محبانہ کلام ہے جس کا ہر لفظ عشق ومحبت میں ڈوبا ہُوا ہے۔ اور اگر دوسرا طریق کلام کا اختیار کیا جاتا جس میں یہ استفہامیہ طریق نہ ہوتا تو وہ ہرگز اس محبت کا حامل نہ ہو سکتا۔ جو کہ موجودہ ظاہری الفاظ سے ظاہر ہو رہی ہے۔ پس اس الہام میں کوئی ایمانیات کا سوال نہیں ہے۔ یعنی محض علمی طور پر اس بات کی طرف توجہ دلانا مقصود نہیں ہے کہ خدا اپنے بندوں کی دستگیری فرمایا کرتا ہے۔ اور اے میرے بندے تو اس حقیقت سے غافل نہ ہو۔ بلکہ اس محبت کا اظہار مقصود ہے، جو ذات باری تعالیٰ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ تھی۔ اور ایک محبت آمیز گلہ کے طریق پر اس گھبراہٹ کا دُور کرنا مقصود ہے جو ایک عارضی خیال کے طور پر حضرت مسیح موعود کے دل میں والد کی وفات کی خبر پاکر پیدا ہوئی تھی۔ اور چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اب پُوری طرح خدا کی محبت کا مزا چکھ چکے تھے۔ اور اس شرابِ طہور کے نشہ میں متوالے ہو چکے تھے جو خدائے قدوس کے اپنے ہاتھوں نے تیار کرکے آپ کے سامنے پیش کی تھی۔ اسلئے حافظ نور محمدؐ کی والد کی وفات پر آپ کو اس سے بہتر عزا پُرسی کا طریق نہ سُوجھا کہ حافظ صاحب! اگر اب تک آپ اپنا [illegible] سمجھے تھے تو کم از کم اب سے ہی اپنے رب کو اپنے والد کی جابجا سمجھو اور اسی کو اپنی امیدوں اور اپنی محبت کا تکیہ گاہ بناؤ۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ وہ نکتہ ہے جسے جس نے سمجھا وہ فلاح پا گیا۔ ...."

حضرت اقدسؑ کی اوّلین ملاقات اور بے تکلفانہ تعلقات

آپ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم قرآن شریف حفظ کرتے تھے تو مرزا غلام قادر صاحب (برادر اکبر حضرت اقدسؑ) نے ہمارے استاد حافظ محمد جمیل صاحب کو ایک رمضان شریف میں قرآن مجید سنانے کیلئے قادیان بُلوایا اور وہ ہمارے ایک ہم مکتب حافظ حامد علی صاحب کو لے کر قادیان گئے۔ اس وقت حافظ حامد علی صاحب نے حضرت اقدسؑ کو دیکھا تھا۔ ۱۸۸۲ء یا ۱۸۸۳ء میں پٹھانکوٹ ریلوے جاری ہوئی تھی۔ ریل گاڑی میں حافظ صاحب اپنے سُسرال موضع کرالیاں جا رہے تھے۔ گاڑی میں ہی پھر حضرت اقدسؑ سے ملاقات ہو گئی۔ حافظ صاحب سنگرہنی سے بیمار تھے۔ انہوں نے علاج کے لئے عرض کیا۔ فرمایا کہ میں امرتسر سے ہو آؤں اور آپ کرالیاں سے۔ پھر میرے پاس قادیان میں علاج کے لئے ایک ہفتہ ٹھہریں۔ چنانچہ وہ قادیان گئے۔ اور ایک ہفتہ رہ کر اپنے گاؤں گئے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ دو ہفتہ اور رہو۔ ایک ہفتہ کے بعد حافظ صاحب گاؤں میں آئے تھے تو ہم سے ذکر کیا تھا کہ مرزا صاحب بڑے بزرگ اور صاحبِ الہام ہیں۔ اور اخلاقی و روحانی کمالات کے مالک ہیں۔ یہ سُنکر مجھے ملاقات کا شوق پیدا ہوا۔ اور میں نے آپ کی ملاقات کے لئے والد صاحب سے اجازت چاہی۔ اس وقت موحدّین یعنی غیر مُقلّدین کا بڑا چرچا تھا۔ والد صاحب نے کہا کہ مرزا صاحب اگرچہ مُوحدّ ہیں۔ مگر حفظِ مراتب کو سمجھتے ہیں۔ اس لئے بیشک ان کے پاس جاؤ۔ میں حضرت صاحب کے پاس پہنچا۔ تو اس وقت مسجد مبارک زیرِ تعمیر تھی۔ اور اس کی پہلی چھت پر (جو دراصل مسجد ہے۔ کیونکہ کوچہ کو مُسقّف کر کے بنائی گئی ہے) مٹی پڑ رہی تھی۔ حضرت صاحب بیت الفکر میں تھے۔ وہاں ہی آپ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے حالات دریافت کرنے کے بعد فرمایا کہ کچھ قرآن شریف سناؤ۔ میں نے سورہ عمّ یتسآءلون سنائی۔ آپ سُن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ مومن کو قانع رہنا چاہیئے۔ یہ پہلی نصیحت تھی۔ اور فرمایا کہ "بار بار ملاقات کرنی چاہیئے۔ کیونکہ زندگی کا کچھ اعتبار نہیں"۔ اسی وقت سے میرے دل میں حضرت کی محبت پیدا ہو گئی۔ ایک رات رہ کر میں چلا گیا۔ اسی بیت الفکر میں ٹھہرا۔

پھر طبیعت میں بڑا شوق پیدا ہو گیا۔ اسلئے ہر ہفتہ عشرہ میں حاضرِ خدمت ہوتا۔ اور ایک دو راتیں رہ کر چلا جاتا تھا۔ ان دنوں میں نے دیکھا کہ اکثر حضور کی زبان مبارک پر سُبحان اللّٰہ اور سبحان اللّٰہ و بحمدہٖ کے الفاظ رہتے تھے۔ اور ایک دفعہ آپ نے مجھ سے فرمایا۔ کہ قناعت سے انسان خوش رہتا ہے۔ اس زمانہ میں حضور کے پاس سوائے دو تین خادموں کے اور کوئی نہ ہوتا تھا۔ پھر بعد میں آہستہ آہستہ دو دو چار چار آدمیوں کی آمد و رفت شروع ہو گئی۔ ان دنوں میں میرے ایک عزیز دوست حافظ نبی بخش صاحب بھی جن کی عُمر اس وقت دس بارہ سال کی تھی۔ میرے ہمراہ قادیان جایا کرتے تھے۔ رات ہوتی تو حضرت صاحب ہم سے فرماتے کہ آپ کہاں سوئیں گے۔ ہم حضور سے عرض کرتے کہ حضور ہی کے پاس سو رہیں گے۔ اور ہمارا دستور تھا کہ حضرت صاحب کے پاس ایک تخت پوش تھا ہم دونوں اس پر سو رہتے اور دل میں ہمارے یہ ہوتا تھا کہ حضور جب

تہجدؔ کے لئے رات کو اُٹھیں گے تو ہم بھی ساتھ ہی اٹھیں گے۔ اور تہجدؔ میں شریک ہو جائیں گے۔ مگر آپ چُپ چُپاتے اُٹھتے اور تہجدؔ کی نماز پڑھ لیتے تھے اور ہم کو خبر بھی نہ ہوتی تھی۔ جب آپ اُٹھتے تھے تو چراغ روشن فرما لیتے۔ مگر جب لیٹتے تو چراغ گل کر لیتے تھے۔ بعض اوقات ہم آپ کو چراغ گُل کرتے دیکھتے تو دل میں بہت شرمندہ ہوتے تھے۔ ؎۱

حافظ نور محمد صاحب اور حافظ نبی بخش صاحب ان احباب میں سے تھے جن سے حضور بے تکلّف تھے۔ اور ازدیادِ محبّت و اظہارِ مودّت کے لئے آپ ان سے معمولی اشیاء منگوا لیتے تھے۔ محترم عرفانی صاحب لکھتے ہیں:۔

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی سیرت کا گہرا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے بعض دوستوں میں بے تکلّف ہوتے تھے۔ بلکہ آپ نے فرمایا کہ ہمارے بعض احباب ایسے ہوتے ہیں کہ ہم کو ان سے کوئی حجاب نہیں آتا۔ اس ابتدائی عہد میں حافظ نور محمد صاحب جیسے لوگ ۔۔۔ تکلّف اور بے حجاب احباب میں سے تھے۔ اس قسم کے دوستوں کو آپ بعض معمولی چیزوں کے لئے بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ اور دراصل آپ تربیّت کرتے تھے ......" ؎۲

اِس ضمن میں حافظ نور محمد صاحب کی ذیل کی روایات درج کی جاتی ہیں جو حضور کے دعویٰ سے قبل کے زمانہ سے متعلق ہیں:۔

(۱) "مَیں اس زمانہ میں نوجوان تھا۔ مگر میری کمر اور ٹانگوں میں درد تھی۔ مَیں نے آپ سے ذکر کیا۔ آپ اپنے پُرانے گھر سے سونٹھ۔ گُڑ اور گھی ڈال کر سنڈھولا بنا کر لائے اور کہا کہ اسے کھایا کرو۔ اور پھر فرمایا کہ تم ایارج فیقرا کھایا کرو۔ اور آپ نے بڑی تعریف کی کہ بلغمی مزاج کے لوگوں کے لئے بہت اچھی دوا ہے۔" ؎۳

؎۱۔ الحکم ۷ ستمبر ۱۹۳۲ء (ص ۳ و ۴) کے مفصّل بیان میں روایت ۲۴۵ ۔ سیرۃ المہدی حصّہ دوم سے اضافہ کر کے یہاں درج کیا گیا ہے۔ خطوط وحدانی کے الفاظ اس روایت سے ماخوذ ہیں جو حافظ صاحب نے اپنی پوتی محترمہ انجمن آرا بیگم صاحبہ کو لکھوائی تھی۔ محترم عرفانی صاحب کے نزدیک تعمیر مسجد مبارک کا آغاز ۱۸۸۲ء میں ہوا تھا۔ (بحوالہ الحکم ۲۸ مارچ ۱۹۳۲ء ۔ ص ۱۰ ک ۱) ÷

؎۲۔ الحکم ۱۴ ستمبر ۱۹۳۴ء (ص ۳ ک ۱) ÷

؎۳۔ حضرت عرفانی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ حضور کی احباب سے ہمدردی اور دلسوزی کی یہ بہترین مثال ہے۔ پُرانے گھر سے مُراد وہی گھر ہے جس میں حضرت مرزا سلطان احمد صاحبؓ رہتے تھے۔ اس وقت وہی گھر تھا اور سب کھانا وغیرہ وہاں سے آتا تھا۔ پھر الگ ہو گیا۔ ابتدائی زمانہ کی باتیں ہیں۔ مگر ایک قابلِ غور بات یہ ہے۔ کہ حضرت اپنے لئے کوئی اہتمام نہیں کیا کرتے

(۲) اسی ابتدائی زمانہ کا ذکر ہے۔ کہ موضع ست کوہا سے آمدہ برات موضع کھارا جاتی ہوئی حضرت صاحب کا ذکر سُنکر قبل ظہر آپ کی ملاقات کے لئے اُٹھ گئی۔ آپ نے اس مجمع کثیر کی آمد کی وجہ مجھ سے پوچھی اور مَیں نے عرض کی۔ ایک براتی حافظ غلام علی نابینا حضور سے باتیں کرنے لگے۔ ہمارے ہی گاؤں کے ایک اور بزرگ سائیں اللہ دتا حضرت صاحب کے پاس بیٹھے تھے۔ وہ آپ کے پاس آکر عموماً رہتے تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص کی کیمیاگری کے متعلق تالیف کوئی چُرا کرلے گیا۔ لیکن اس کے کسی نسخہ کے مطابق کامیابی نہ ہوئی۔ تو اس نے یہ طریق اختیار کرلیا کہ اس کے پاس جو مہمان آتا تو بوقتِ رخصت تو وہ کتاب نکال کر رکھ دیتا کہ اس کے بنانے والے کے سر پر پانچ جوتے لگاؤ۔ کیونکہ وہ جھوٹا ہے۔ اتفاقاً وہ مؤلف بزرگ بھی ایک دن آگئے۔ اس نے انہیں بھی جوتے لگانے کو کہا۔ مؤلف نے کتاب دیکھنا چاہی اور دیکھکر گالی دی اور کہا کہ مَیں تم کو بنا کر دکھاؤں۔ مَیں نے اس پر کہا کہ باباجی یہ بات آپ کی (طرف سے) ہے۔ بزرگ تو ایسی گالیاں نہیں نکالتے۔ اس پر حضرت اقدسؑ بہت خوش ہوئے۔ اور ہنس کر فرمایا۔ میاں نور محمد! تم نے سائیں صاحب کو خوب بات کہی پھر جب مَیں آتا تو آپ اس بات کا تذکرہ کرکے بہت خوش ہوتے۔ ؎۱

(۳) ایک دفعہ مغرب یا عشاء کے بعد بیت الفکر کی کوٹھڑی میں حضرت اقدسؑ کے ہمراہ میں اور حافظ نبی بخش صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور چارپائی پر تھے۔ اور حافظ نبی بخش صاحب تخت پوش پر تھے اور مَیں ایک چار پانچ فٹ لمبے مونڈھے پر جو درمیان میں گھرا تھا لیٹ گیا۔ مونڈھے کے نیچے سرکنڈے کا ایک ٹکڑا قدِ آدم لمبا پڑا تھا۔ اور دستور ہے کہ مُردہ کو کسی سرکنڈے سے ناپ کر لحد کو اس کے مطابق درست کیا کرتے ہیں۔ اس سرکنڈہ کو دیکھکر آپ نے مُسکراتے ہوئے بطور مزاح فرمایا۔ میاں نبی بخش! آپ کہاں

بقیہ حاشیہ:۔ تھے۔ کبھی کسی قسم کی فرمائش نہ کرتے۔ جو کچھ گھر سے آجاتا وہ اپنے وابستگان میں تقسیم کر دیتے اور جو بچ جاتا بحصہ رسدی کھا لیتے۔ بلکہ بعض اوقات وہ بھی تقسیم کر دینا پڑتا تھا۔ اور آپ خود بُھنے ہوئے چنوں پر گذارہ کر لیتے یا کبھی ایک پیالی چائے پر۔ آپ کی سیرت کے یہ اسرار ہیں۔ بیمار دوست کی تیمارداری اور اسکے علاج کے لئے آپ اس قدر بے قرار ہوتے تھے کہ ایک دُنیا دار حیران ہو جاتا۔ غرض حافظ صاحب کی بیماری میں دوائی کے طور پر جس چیز کی ضرورت تھی آپ خود اسے تیار کرکے لائے۔ اور اسطرح پر پوری ہمدردی کا عملی اظہار فرمایا۔ (الحکم ۱۴ ستمبر ۱۹۳۴ء ص ۴ ک ۲ و ۳)۔
حافظ صاحب اوّلین بار ۱۸۸۳ء میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ ۱۹۲۵ء میں آپکی عمر ستر سال تھی۔ گویا ۱۸۸۳ء میں ۲۸ سال تھی۔ اسی سال کی یہ بات ہو تب بھی اتنی عمر نوجوانی نہیں سمجھی جاتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ قریبًا نصف صدی بعد روایت کرنے پر اپنی اس عمر کو نوجوانی کہا ہے۔ نومبر ۱۸۸۴ء میں حضور نے حضرت اُمّ المومنینؓ سے شادی کی۔ بہرحال اس سے قبل کی یہ بات ہے۔

؎۱ ۔ الحکم ۲۱ ستمبر ۱۹۳۴ء (ص ۳ ک ۱) محترم عرفانی صاحب اسبارہ میں لکھتے ہیں کہ مومن کسی معمولی بھائی پر بدظنی نہیں کرتا کجا یہ کہ کسی بزرگ پر کرے گالی دینا اخلاق سے گری ہوئی بات ہے، وہ ایک بزرگ کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی حافظ صاحب کے حسن ظنی ظاہر کہ نیکی نیک خصلت کو آپ نے پسند فرمایا۔

سوئیں گے؟ مسجد میں یا باہر کے صحن میں ۔ میاں نور محمد تو لحد کی مشق کر رہے ہیں ۔[۱]

(۴) ان دنوں میں حضرت صاحب بعد نماز عصر سیر کے لئے باہر تشریف لے جاتے ۔ اور کوس کوس دو دو کوس نکل جایا کرتے تھے ۔ بعض وقت نماز مغرب باہر ہی پڑھ لیتے تھے ۔ مجھے امام کر لیتے اور خود مقتدی ہو جاتے تھے ۔ ایک دفعہ میں نے اجازت چاہی کہ میں جانا چاہتا ہوں ۔ تو آپ نے فرمایا کہ نہیں ۔ آج رہو ۔ آج اجازت نہیں ملتی ۔ الہام ہوا ہے کہ ولو القیٰ معاذیرہ ۔ یعنی اگر عذر بھی کریں آج اجازت نہیں ملتی ۔ اس روز عصر کے بعد فرمایا ۔ کہ آج کس طرف سیر کو چلیں ؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت ! آج تتلے نہر کی طرف چلیں ۔ حضور مسکرانے لگے اور فرمایا ۔ میاں نور محمد ! تمہاری تو وہ بات ہے کہ کسی نے ایک بھوکے سے پوچھا تھا کہ ایک اور ایک کتنے ہوتے ہیں ۔ تو اُس نے جواب دیا کہ دو روٹیاں ۔ پھر دوسرے آدمی کو مخاطب کر کے فرمایا ۔ میاں نور محمد کا بھی یہی مطلب ہے کہ ہم تتلے چلیں ۔ اور یہ اسی راستے سے اپنے گاؤں کی طرف نکل جائیں ۔[۲]

---

[۱] ۔ ماخوذ از الحکم ، ۲۸ ستمبر ۱۹۳۴ء (ص ۴) و سیرۃ المہدی حصہ دوم (روایت ۴۴۷) ۔ سیرۃ المہدی میں یہ ذکر نہیں کہ یہ دارالمسیح کے کس حصہ کی بات ہے ۔ البتہ الحکم میں "کوٹھڑی" مذکور ہے ۔ لیکن اس سے قبل ایک جگہ بیت الفکر کا ذکر آتا ہے ۔

حضرت مؤلفِ سیرۃ المہدی اس بارہ میں لکھتے ہیں :-

" حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طبیعت نہایت با مذاق واقع ہوئی تھی ۔ اور بعض اوقات آپ اپنے خدام کیساتھ بطریق مزاح بھی گفتگو فرما لیتے تھے ۔ دراصل حدِ اعتدال کے اندر جائز خوش طبعی بھی زندہ دلی کی علامت ہے ۔ اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ آنحضرت صلعم بھی بعض اوقات اپنے صحابہ سے خوش طبعی کے طریق پر کلام فرماتے تھے ۔ چنانچہ حدیث میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلعم اور حضرت علیؓ اور بعض دوسرے صحابہ کھجوریں کھا رہے تھے کہ آپؐ کو حضرت علیؓ کے ساتھ مزاح کا خیال آیا ۔ اور آپ نے اپنی کھائی ہوئی کھجوروں کی گٹھلیاں بھی حضرت علیؓ کے سامنے رکھنی شروع کر دیں ۔ اور بعد میں فرمایا ۔ کہ دیکھو کس نے زیادہ کھجوریں کھائی ہیں ؟ چنانچہ دیکھا تو حضرت علیؓ کے سامنے کھجوروں کی گٹھلیوں کا ایک خاصہ ڈھیر لگا رکھا تھا ۔ کیونکہ علاوہ آنحضرت صلعم کے دوسرے صحابہ نے بھی اپنی گٹھلیوں کا بیشتر حصہ حضرت علیؓ کے سامنے جمع کر دیا تھا ۔ یہ دیکھ کر حضرت علیؓ پہلے تو کچھ شرمائے کہ میں سب سے زیادہ پیٹو ثابت ہوا ۔ لیکن جوانی کی عمر تھی اور ذہن بھی رسا رکھتے تھے ۔ فوراً بولے کہ بات یہ ہے کہ میں نے تو صرف کھجور کا گدا کھایا ہے ۔ اسلئے میرے سامنے گٹھلیاں جمع نظر آتی ہیں ۔ لیکن دوسرے لوگ گٹھلیاں بھی ساتھ ہی چٹ کر گئے ہیں ۔ اسلئے ان کے سامنے گٹھلیاں نظر نہیں آتیں ۔ اس پر آنحضرت صلعم بہت ہنسے ۔ اسی طرح ذکر آتا ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلعم کو ایک عمر رسیدہ بوڑھی عورت نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ! میرے واسطے دعا فرمائیں کہ خدا مجھے جنت میں جگہ دے ۔ آپ نے فرمایا کہ جنت میں تو کوئی بوڑھی عورت نہیں جائے گی ۔ وہ بیچاری بہت گھبرائی ۔ مگر آپؐ نے جلد ہی یہ کہکر اسکی تسلی کی کہ بات یہ ہے کہ جنت میں سب لوگ جوان بنا کر داخل کئے جاویں گے ۔ غرض جائز اور مناسب مزاح شانِ نبوت کے منافی نہیں ۔ بلکہ زندہ دلی کی علامت ہے ۔ اور مجھ سے ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے بیان کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نہایت بامذاق طبیعت رکھتے تھے ۔ اور بعض اوقات تو خود ابتداءً مزاح کے طور پر کلام فرماتے تھے ۔ "

[۲] ۔ ماخوذ از الحکم ، ۲۸ ستمبر ۱۹۳۴ء (ص ۴ روایت ۶ و ۷) ، تذکرہ (طبع دوم) ص ۸۰۳ و سیرۃ المہدی حصہ دوم (روایت ۴۴۵) ۔

اس روایت کے آخر پر حضرت مؤلف سیرۃ المہدی تحریر کرتے ہیں :-

(۵) "اسی زمانہ میں حضرت صاحب عصر کے بعد سیر کو تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ہم دو تین اشخاص ہمراہ ہوتے تھے۔ ایک روز موضع بُٹّر کے راستہ (وہ راستہ جو دارالعلوم اور دارالرحمت کے درمیان جاتا ہے) کی طرف سیر کو گئے۔ مولوی عبدالحق صاحب پٹیالوی بھی ساتھ تھے۔ اور مدرسہ تعلیم الاسلام کے راستہ میں جو کچّا تالاب آتا ہے۔ وہاں وہ وضو کرنے لگے۔ تو حضرت نے مولوی عبدالحق صاحب (جن کو وضو کرتے وقت طہارت میں شُبہ رہتا تھا) کو فرمایا کہ میاں عبدالحق اس طرح وضو کیا کرو۔ اور آپ نے وضو کر کے بتلایا۔ اور تین دفعہ سے زیادہ نہ کرو۔ آپ نے فرمایا کہ ایک بزرگ تھے اُن کو وضو میں بہت وہم ہؤا کرتا تھا۔ انہوں نے وضو پر کئی مشکیں خرچ کر دیں۔ پھر بھی تسلّی نہ ہوئی۔ پھر ایک دریا پر چلے گئے۔ اور اس کے اندر داخل ہو کر وضو کرنے لگے۔ آپ کا ایک مُرید تھا اُس نے کہا کہ حضور ظہر کا وقت چلا گیا اب عصر کا وقت آگیا ہے تو کہنے لگے کہ تسلّی تو نہیں ہوئی۔ مگر خیر نماز پڑھ لیتے ہیں۔ فرمایا کہ وضو میں وسوسہ ڈالنے والا ایک شیطان ہے جسکا نام وَلہان ہے۔ وہ ہمیشہ وسوسہ ڈال کر نماز سے محروم کر دیتا ہے۔ [1]

(۶) ہماری عادت تھی کہ جب ہم حضرت صاحب کو قادیان ملنے آتے تو ہمیشہ اپنے ساتھ کبھی گنّے یا گڑ کی روڑی بنا کر۔ کبھی رس کی کھیر تحفہ کے طور پر ضرور لایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا۔ ہمارے لئے

بقیہ حاشیہ:۔ "حافظ نور محمد صاحب پُرانے اور مخلص احمدی ہیں۔ ان کا گاؤں فیض اللہ چک قادیان سے قریبًا چار پانچ میل کے فاصلہ پر جانب شمال مغرب آباد ہے اور موضع تتلہ جس کا اس روایت میں ذکر ہے قادیان سے ڈیڑھ دو میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے جو فیض اللہ چک کے راستہ میں پڑتا ہے۔ حافظ نور محمد صاحب کی قادیان میں ابتدائی آمد کا زمانہ ۱۸۸۴ء کے قریب کا معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم"۔

حوالہ الحکم میں محترم عرفانی صاحب لکھتے ہیں کہ حضور کا ہمیشہ یہ معمول تھا کہ اپنے خدّام اور مہمانوں کو زیادہ قیام کے لئے اصرار فرماتے تھے۔ اور ان سے نہایت بے تکلّفی سے پیش آتے تھے۔

[1] ۔ الحکم، ستمبر ۱۹۳۲ء (ص ۴ ک ۲) یہاں محترم عرفانی صاحب لکھتے ہیں:۔

"مولوی عبدالحق پٹیالوی بہت ہی مخلص بزرگ تھے۔ اور حضرت اقدسؑ کی خدمت میں بہت پرانے آنیوالوں میں سے تھے۔ ذی علم آدمی تھے۔ اور فارغ البال تھے۔ اب کچھ عرصہ سے قادیان ہی میں رہتے تھے۔ اور مجذوبانہ حالت ہوگئی تھی۔ دیہات میں پھرتے رہتے۔ آخر بیمار ہوگئے۔ اور نور ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ کچھ اچھے ہوئے تھے۔ کہ باہر چلے گئے اور بالآخر بٹالہ میں جا کر فوت ہوگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون"۔

خاکسار مؤلف اصحاب احمد عرض کرتا ہے کہ مولوی عبدالحق صاحب ۱۹۳۱ء کے لگ بھگ دارالفضل میں کبھی کبھی خاکسار کے پاس آجاتے تھے۔ اور والدہ محترمہ ان کی علالت کی وجہ سے تواضع کر کے بہت مسرور ہوتی تھیں۔ مولوی صاحب ایک باہر کی بیٹھک میں ہی بعض دفعہ رات کو ٹھہر جاتے تھے۔ رحمہ اللہ دائمًا۔

سرسوں کا ساگ بھیجنا۔ وہ گوشت میں ڈال کر عُمدہ پکتا ہے۔ اس وقت فیض اللہ چک میں ہیں۔ حافظ نبی بخش صاحب اور منشی برکت علی صاحب پٹواری علقہ تتلہ ہم تین اشخاص آپ کے معتقد تھے۔ حضرت اقدسؑ کے اس ارشاد پر ہم گندلیں لائے۔ بعد ازاں ہم نے گاؤں میں یہ بات سُنی کہ دہلی میں آپ کی شادی ہوگئی ہے۔ اس پر مَیں اور میرے دوست حافظ نبی بخش صاحب آپ کی ملاقات کے لئے آئے۔ حضور بہت خوش ہو کر ملے۔ مَیں نے ایک روپیہ نذرانہ پیش کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جب آپ کے لڑکا پیدا ہوگا۔ تو ہم بھی دیں گے۔ ۵ۃ

(۷) "ابتدائے زمانہ میں جب ہم آتے تھے تو حافظ نبی بخش صاحب نے ایک روز میرے متعلق کہا کہ حضور! حافظ صاحب کا میٹھا کھانے کو دل چاہتا ہے۔ تو حضور نے اپنے ایک خادم احمد بیگ کو کہا کہ جاؤ۔ کڑاکے دار

۵ۃ۔ ماخوذ از الحکم ۱۴ر ستمبر ۱۹۳۴ء (ص ۳ ک ۱) و سیرۃ المہدی حصّہ سوم (روایت ۵۹۳)۔ حضرت مؤلف سیرۃ المہدی اس بارہ میں لکھتے ہیں:۔

"حضور نے یہ بات کہ ہم بھی دیں گے تنبول وغیرہ کے رنگ میں نہیں کہی ہوگی۔ بلکہ یونہی اظہارِ محبّت و شفقت کے طور پر کہی ہوگی۔ گو ویسے حضور شادیوں وغیرہ کے موقعہ پر تنبول کے طریق کو بھی ناپسند نہیں فرماتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ نیک نیتی سے ایسا کیا جائے اور اسے لازمی نہ قرار دیا جائے تو یہ ایک بروقت امداد کی صورت ہے۔"

حضرت عرفانی صاحب اسی پرچہ الحکم میں تحریر کرتے ہیں کہ "ساگ کی قسم آپ کی مرغوبات میں سے تھی۔ کرم کا ساگ بھی پسند تھا۔" منشی صاحب موصوف کے متعلق حافظ نور محمد صاحب کی ایک اور روایت یہ ہے۔ جو ۱۸۹۱ء سے متعلق معلوم ہوتی ہے:۔

"ایک دفعہ میں حسب معمول قادیان گیا۔ وہاں دیکھا تو ہمارے دوست میاں برکت علی جو حافظ حامد علی صاحب کے بہنوئی اور مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ کے والد تھے۔ گول کمرہ میں بیمار پڑے ہیں اور تپ محرقہ سے زبان بند ہو چکی تھی اُٹھ کر میرے کان کے قریب مُنہ کر کے کچھ کہنا چاہتے تھے مگر زبان نہ چلتی تھی۔ پھر کاغذ قلم دوات منگوا دیا گیا تو لکھ نہ سکے۔ حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ عرق گاؤزبان اور شربت بنفشہ چمچہ سے اس کے مُنہ میں ڈالتے رہو۔ مَیں شام تک اسی طرح کرتا رہا۔ اسی روز امرتسر سے ایک کاتب آیا جس کو حضور علیہ السلام نے بلایا تھا۔ چونکہ ازالہ اوہام کی کاپی شروع ہونی تھی۔ آپ نے اس کو فرمایا کہ آج تو ہمارے ایک دوست بیمار ہیں۔ کل کام شروع کرایا جائے گا۔ رات اسی طرح گزری صبح ہوتے ہی حضور نے فرمایا کہ میاں حامد علی ان کو گھر لے جاؤ۔ حالت اچھی نہیں۔ اسپر اُن کو فیض اللہ چک لایا گیا اور وہ فیض اللہ چک آتے ہی فوت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔"

(سیرۃ المہدی حصّہ سوم روایت ۹۶۰ و الحکم ۷ر اکتوبر ۱۹۳۴ء ص ۴ ک ۲)

محترم عرفانی صاحب یہاں لکھتے ہیں کہ حضور کے خدّام آپ کے گھر کو اپنا گھر سمجھتے تھے۔ بے تکلّف اپنے بیماروں کو

ریوڑیاں لاؤ۔ چنانچہ وہ لے آیا۔ آپ بھی کھاتے تھے۔ اور ہم کو بھی کھلاتے تھے"۔ ؎۱

(۸) ایک دفعہ حافظ صاحب کے عرض کرنے پر کہ حضور ہمارے گاؤں تشریف لائیں۔ حضور ایفائے عہد کے طور پر ۱۸۸۷ء میں وہاں تشریف لے گئے۔ یہ وہی سفر تھا جس میں حضور اور حضور کے رفیق حافظ حامد علی صاحب کے کچھ نقصان ہونے کا الہام ہؤا تھا۔

حافظ نور محمد صاحب بیان کرتے ہیں:۔

"ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمارے گاؤں فیض اللہ چک میں تشریف لے گئے اور ہماری متصلہ مسجد میں تشریف فرما ہوئے۔ اور بوقت مغرب بڑی مسجد میں لوگوں کے اصرار سے جاکر نماز پڑھائی۔ اس کے بعد آپ تھہ غلام نبی میں تشریف لے گئے۔ کیونکہ وہاں آپ کی دعوت تھی"۔ ؎۲

(۹) "جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صاحبزادہ بشیر اوّل فوت ہو گیا اور خاکسار بطور تعزیت حضرت صاحب کے پاس گیا اور عرض کی کہ حضور! مخالفین اس واقعہ پر بہت تمسخر کرتے ہیں۔ تو آپ نے جواب میں یہ آیات پڑھ کر سُنادیں۔ ما ننسخ من آیۃ او ننسھا نأت بخیر منھا او مثلھا اور حتّٰی اذا استیئس الرسل وظنوا انھم قد کذبوا جاءھم نصرنا"۔ ؎۳

بقیہ حاشیہ:۔ لے آتے تھے۔ اور حضور بھی پوری توجہ اور انہماک سے ان کی عیادت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ تصنیف کے کام کو بھی مؤخر کر دیتے۔ حالانکہ کاتب کی تنخواہ اور دیگر اخراجات چڑھ رہے ہوتے۔ انہی شفقتوں نے قلوب کو مسخر کر لیا تھا۔

؎۱ الحکم ۱۴ ستمبر ۱۹۳۴ء (ص ۴ ک ۲)۔ یہاں محترم عرفانی صاحب لکھتے ہیں کہ حضور اپنے مخلص احباب اور خدام کے ساتھ نہایت بے تکلف تھے۔ اور ان کو کھلا کر خوش ہوتے تھے۔ ریوڑیاں حضرت کو پسند تھیں۔ بعض لوگ اس حقیقت سے واقف نہیں ہیں۔ حضرت کو کثرتِ پیشاب کی شکایت تھی۔ بار بار پیشاب آتا تھا اور ریوڑیاں چونکہ تلوں میں بنتی ہیں وہ مفید سمجھی جاتی ہیں۔ حضرت بطور علاج استعمال فرمایا کرتے تھے۔ عام طور پر مہمانوں کے متعلق دریافت کر لیا کرتے تھے کہ وہ کیا کھائیں گے۔ خصوصاً ایسے مہمان جو پنجاب سے باہر سے آئیں۔

؎۲ سیرۃ المہدی حصہ دوم (روایت ۳۵۱)۔ اس سفر کی تفصیل حافظ حامد علی صاحب کے حالات میں درج ہوئی ہے اس کا ذکر تریاق القلوب (ص ۷۳)، نزول المسیح (ص ۲۲۹-۲۳۰) میں ہے۔

؎۳ تاریخ وفات صاحبزادہ صاحب ۴ نومبر ۱۸۸۸ء۔

سیرۃ المہدی حصہ سوم (روایت ۸۷۵) حضرت مؤلف لکھتے ہیں:۔

"ان آیاتِ قرآنی کے معنی یہ ہیں کہ جب ہم کسی آیت کو منسوخ کرتے یا فراموش کر دیتے ہیں تو پھر ہم اس سے بہتر آیات لاتے ہیں۔ یا اسی کی مثل لے آتے ہیں۔ اور جب خدا کے رسول یہ دیکھتے ہیں کہ بظاہر مایوسی کی حالت پیدا ہو گئی ہے اور خیال کرتے ہیں کہ ہم سے جو وعدہ ہؤا تھا شاید اس کے کچھ اور معنی تھے۔ تو ہمارے فرشتے ان کی نصرت کیلئے پہنچ جاتے ہیں۔ اور وہ بات جو بظاہر بگڑی ہوئی نظر آتی تھی پھر سنبھل جاتی ہے"۔

(۱۰) بعض حالات کے ماتحت میں دوسری شادی کرنا چاہتا تھا۔ مَیں نے اپنے ایک دوست سے اپنے ارادے کا ذکر کیا۔ انہوں نے حضرت اقدس سے اس کا ذکر کیا۔ فرمایا اگر شادی کرنی ہے تو جوانی کی عمر میں کرو بڈھے ہوکر کیا کرنی ہے۔ پھر ایک دفعہ مَیں آیا تو فرمایا کیا تمہارا عزم بالجزم شادی کے لئے ہے؟ ہمارے ایک دوست نے جالندھر سے لکھا ہے کہ ان کی لڑکی جوان ہے۔ اگر آپ چاہیں تو ہم یہ رشتہ کرا دیتے ہیں۔ مَیں نے کہا کہ ابھی میرا ارادہ پختہ نہیں۔ اس وقت مجھے الہام ہوا؎

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی؎۱

(۱۱) ۱۸۹۰ء یا ۱۸۹۱ء کی بات ہے کہ ایک ٹھگ ہمارے گاؤں میں آیا اور اپنے تموّل کا اُس نے اظہار کیا اور رات کو اُس نے نصف سیر قلعی کو پگھلا کر بتایا کہ یہ کشتہ پارہ ہے۔ پھر کچھ اور عمل کرکے کہا کہ یہ چالیس روپے کی خالص چاندی بن گئی ہے اور اس طرح اس نے کیمیاگری دکھائی۔ اور کہا کہ میں نے روپے کے کڑا ہے دفن کئے ہیں۔ مَیں نے اُسے کہا کہ دو چار صد کی چاندی ہمیں بنادو تاکہ ہم اپنی اِس ویران مسجد کو درست کرالیں۔ اُس نے یہ بات قبول کی۔ اور کہنے لگا کہ اس مسجد کا غسل خانہ وغیرہ فلاں فلاں جگہ بنانا۔ اس کے کہنے پر مَیں بارہ روپے ساتھ لیکر بٹالہ گیا۔ وہاں اُس نے کہا کہ میں یہاں کے صرافوں کو مفت چاندی بنا کر دیتا تھا۔ وہ مجھے روک لیں گے۔ اور اُس کے کہنے پر تین روپے کسی سے مزید لیکر امرتسر اسکے ساتھ روانہ ہوا۔ راستہ سے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ آپکے والد بیقرار ہونگے آپ واپس جائیں اور پتھر دیا کہ اِس سے خود ہی چاندی بنالیں۔ اور چالیس روپے والی چاندی مجھے دیکر مجھ سے نقدی لے لی۔ میں واپس آیا۔ والد صاحب متفکر تھے خوش ہوئے۔ صرّاف نے دیکھ کر بتایا کہ وہ چاندی نہیں صرف قلعی ہے۔ یہ قصّہ حافظ حامد علی صاحب کے ذریعہ حضرت صاحبؑ تک پہنچا۔ جب مَیں حضورؑ کے پاس آیا تو فرمایا۔ تم مجھ سے پُوچھ لیتے۔ مَیں نے کہا کہ حضورؑ! اُس نے موقع ہی نہیں دیا۔ پُوچھ کہاں سے لیتا۔ آپؑ نے ایک چھوٹی سی صندوقچی نکالی جسمیں ڈبیہ میں رکھنے والا چھوٹا سا ڈیڑھ انچ لمبا قرآن شریف تھا۔ ایک مسواک اور ایک تسبیح بھی تھی۔ اس میں سے دو پُڑیاں نکالیں۔ فرمایا یہ سونے کا برادہ ہے اور یہ چاندی کا۔ یہ ٹھگ کیا کرتے ہیں کہ جاہلوں کے حُقّہ میں پیسہ رکھ دیا اور کہنا کہ اِسپر آگ ڈالو۔ پھر کہنا کہ مَیں خود ہی رکھتا ہوں۔ پیسہ نکال کر پُڑی رکھ دینی۔ اُوپر اُپلوں کی آگ رکھ کر کش لگا کر آگ جلانی۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس کو اُٹھانا۔ تو کہنا کہ دیکھو یہ تانبے کا سونا بن گیا ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ کشتی※ پر ایمان لانا کفر ہے۔ جیسے کوئی انسان کو پیدا نہیں کر سکتا۔ اسی طرح یہ سونا چاندی بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ اس لئے اس کی مثل بنانا بھی جھوٹ ہے۔ کوئی نہیں بنا سکتا۔

اس زمانہ میں ہمارے ضلع میں بند وبست اراضی ہو رہا تھا۔ اور مولوی غلام علی رہتاسی افسر بندوبست حضرت صاحبؑ کے دیوان خانے میں رہتے تھے۔ پھر مَیں آیا تو آپؑ نے مولوی صاحب سے یہی تذکرہ کرنا کہ

؎۱ الحکم ۲۱ ستمبر ۱۹۳۴ء (ص ۴ ک ۲) ※ یہ لفظ سہوِ کاتب ہے۔ غالباً لفظ "کیمیا" ہے۔

اس طرح انہیں ٹھگ ملا اور انہوں نے ہم سے نہ پُوچھا۔ مجھے بڑی ندامت ہوتی۔ ؎۱

قبول احمدیت

آپ بیان کرتے ہیں کہ ابتدائی زمانہ میں ہم نے عرض کی کہ ہم نے ابھی کسی کی بیعت نہیں کی۔ ہم حضور کی بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ فرمایا کہ بیعت لینے کے متعلق مجھے کوئی حکم نہیں اور نہ ہی ضرورت ہے۔ نیکوں کی صُحبت میں بیعت ہوتی ہے۔ اِس کے کچھ عرصہ بعد آپ کو الہام ہوا۔ اِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ وَاصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا۔ اَلَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ۔ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ۔ اور آپ نے اعلان کیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بیعت لینے کا حکم دیا ہے۔ جو صاحب بیعت کرنا چاہیں وہ استخارہ مسنونہ کریں۔ چنانچہ مَیں نے استخارہ کرنے پر دیکھا کہ حضور کا تمام گھر آناً فاناً مٹ گیا اور پھر فوراً ہی آباد ہو گیا۔ پھر آپ نے اعلان کیا کہ دوست بیعت کے لئے لدھیانہ آئیں۔ ہم وہاں نہ جا سکے۔ آپ کی واپسی کے بعد بیعت کی۔ ؎۱

آپ بیان کرتے ہیں کہ بعض لوگ بیعت کے بعد حضرت مسیح موعود؈ سے پُوچھتے تھے کہ یا حضرت! ہم کونسا وظیفہ پڑھا کریں۔ تو حضور فرماتے کہ الحمد للہ اور درود شریف اور استغفار اور دُعا پر مداومت اختیار کرو۔ اھدنا الصراط المستقیم کثرت سے پڑھا کرو۔ ؎۲

۳۱۳ صحابہ میں شمولیت اور تحریراتِ سلسلہ میں ذکر

آپ ان معدودے چند خوش قسمت احباب میں سے ہیں جن کا نام دوبار تین صد تیرہ صحابہ میں شامل کیا گیا ہے۔ آپ نے ۲۰ تا ۲۲ جون ۱۸۹۷ء کے جلسۂ احباب میں شرکت کا موقعہ پایا تھا۔ اِس بارہ میں حضرت اقدس؈ نے تحریر فرمایا کہ احباب نے سخت گرمی میں بہت سی تکالیف اُٹھا کر خوشی سے اس جلسہ میں شرکت کی۔ اور اکثر احباب چارپائیوں کی

؎۱ الحکم ۱۴؍ستمبر ۱۹۳۴ء (ص ۳ ک ۱ و ۲) اور بیان جو آپ نے اپنی پوتی کو لکھوایا۔ خاکسار مؤلف کے نزدیک یہ خواب ینقطع آباءُکَ و یُبدءُ منکَ کے ہم معنی معلوم ہوتا ہے۔ رجسٹر بیعت میں آپکی بیعت ۲۱ ستمبر ۱۸۸۹ء میں ۱۴۶ نمبر پر یُوں درج ہے:۔

"میاں حافظ نور محمدؐ ولد شیخ مراد علی ککّے زئی ساکن فیض اللہ چک ضلع گورداسپور ڈاک خانہ کانوں وان (وطن) فیض اللہ چک (پیشہ وغیرہ) زمینداری"۔

اِس موضع میں آپ دوسرے بیعت کرنے والے تھے۔ اوّلین بیعت کنندہ نے ۱۲۱ نمبر پر ۱۲؍اگست کو بیعت کی تھی۔

جنوری ۱۹۳۵ء میں دعوت عید کے موقعہ پر جو صحابہ کی فہرست تیار کی گئی تھی اسوقت آپنے عمر بیاسی سال بتائی تھی۔ دس سال بعد گویا بانوے سال میں وفات ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت اندازاً عمر بتلائی ہوگی اور وصیت میں بھی عمر اندازاً لکھی ہوگی کسی جگہ سے تاریخ یا سن ولادت نہیں ملا۔ نیز اس فہرست میں سنِ زیارت ۱۸۸۹ء درج ہے جو غیر صحیح ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سنِ بیعت فہرست تیار کرنیوالے نے دریافت کرکے وہی سنِ زیارت درج کرلیا۔ کیونکہ حافظ صاحب اتنا غیر صحیح جواب نہ دے سکتے تھے اور نہ یہ بات بھول سکتے تھے کہ آپ حضور کی خدمت میں پہلی بار تعمیر مسجد مبارک (۱۸۸۳ء) کے وقت حاضر ہوئے تھے اور ۱۹۳۴ء میں آپکی بیان کردہ روایات الحکم میں شائع ہوئیں۔ ان میں کسی قسم کی ایسی شدید غلطی نہیں۔ اور نہ اسے سہو کہا جا سکتا ہے۔

؎۲ سیرۃ المہدی حصہ سوم (روایت ۴۸۰)۔

(قلت کی وجہ سے زمین پر سوتے ہیں)۔ اشتہارات ۲۴؍فروری و ۷؍مارچ ۱۸۹۷ء میں حضور نے آپ کا نام درج کیا ہے[۱]۔ سلسلہ لٹریچر میں متعدد مقامات پر آپ کا ذکر آتا ہے۔ مثلاً ۲۰؍فروری ۱۹۴۴ء کو ہوشیارپور میں حضرت مصلح موعود نے اس مکان کے سامنے مصلح موعود ہونے کا اعلان کیا تھا جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چلہ کیا تھا۔ بعد ازاں حضور رضی اللہ عنہ نے پینتیس افرادِ خاندان حضرت مسیح موعود و صحابہ کرام کی معیت میں چلہ والے کمرہ میں دعا فرمائی تھی۔ ان میں حافظ صاحب کو بھی (بوجہ قدیم صحابی ہونے کے) شامل کیا گیا تھا۔[۲]

دیگر بعض روایات

آپ کی بعض روایات جو دیگر عنوانات کے تحت درج نہیں کی گئیں۔ ذیل میں تحریر کی جاتی ہیں:[۳]

(۱) جن ایام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہوشیارپور جا کر ٹھہرے ہوئے تھے اور ماسٹر مرلی دھر آریہ کے ساتھ آپ کا مباحثہ ہوا تھا۔ آپ شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیارپور کے مکان پر ٹھہرے تھے۔ شیخ صاحب حضرت صاحب سے بہت ادب کے ساتھ پیش آتے تھے۔ ان دنوں میں آپ نے یہ رؤیا دیکھا تھا کہ شیخ مہر علی صاحب کے مکان کے فرش کو آگ لگ گئی ہے اور آپ نے خود پانی لیکر اُسے بجھایا ہے۔ اور آپ نے اس کی تعبیر یہ فرمائی تھی کہ شیخ صاحب پر کوئی بلا آنے والی ہے۔ چنانچہ آپ نے قادیان واپس آکر شیخ مہر علی صاحب کو ایک خط کے ذریعہ اس بات کی اطلاع بھی دے دی تھی کہ میں نے ایسا خواب دیکھا ہے۔ آپ بہت توبہ و استغفار کریں۔ اس کے بعد شیخ صاحب کے خلاف ایک سنگین فوجداری مقدمہ شروع ہو گیا۔ اور اُن پر یہ الزام لگایا گیا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں

---

[۱] فہرست ہائے ۳۱۳ آئینہ کمالاتِ اسلام میں آپ کا نمبر ۱۷۶ ہے۔ اور ضمیمہ انجام آتھم میں نمبر ۵۸۔ اور فہرست جلسہ احباب میں نمبر ۱۵۱ ہے۔ اور دیگر دونوں اشتہارات کے لئے ملاحظہ ہو تبلیغ رسالت جلد ہفتم (ص ۲۷۔ فہرست میں نمبر ۲۸۱ وص ۴۳ ک ۲) ایک جگہ آپکو "میاں"۔ پانچ مقامات پر "حافظ" اور ان میں سے ایک میں "زمیندار" بھی لکھا گیا ہے۔

[۲] الفضل ۲۴؍فروری ۱۹۴۴ء (ص ۴ ک ۲) اسی طرح یہ اندراجات بھی ملتے ہیں:۔ رسید زر بدر[۱] تین روپے۔ آپ کے ذریعہ وصولی چندہ[۲] اعانت ریویو آف ریلیجنز۔ تین روپے۔ چندہ[۳] خواتین برائے تعمیر مسجد لندن دو روپے۔ مسجد[۴] اقصیٰ میں بعد نماز عشاء ۱۰؍اکتوبر کو ذکر حبیب[۵] پر تقریر (بدر[۱] ۲۱؍فروری ۱۹۰۷ء ص ۱۳ ک ۲، ریویو[۲] اکتوبر ۱۹۰۶ء سرورق آخر میں سہواً نام میں محمدؐ کی بجائے احمدؐ رقم ہے، الفضل[۳] ۲۹؍ستمبر ۱۹۳۱ء ص ۷ ک ۳، (۱۳؍اکتوبر ۱۹۳۲ء زیر "مدینۃ المسیح") شمولیت مشاورت ہائے (۱۹۲۴ء[۱]، ۱۹۲۵ء[۲]، ۱۹۲۷ء[۳]، ۱۹۳۰ء[۴]، ۱۹۳۵ء[۵]، اکتوبر ۱۹۳۶ء[۶]، ۱۹۳۷ء[۷]، ۱۹۳۸ء[۸]، ۱۹۳۹ء[۹]، ۱۹۴۳ء[۱۰] اور بطور صحابی ۱۹۴۴ء[۱۱] میں بحوالہ نمبرات فہرست ہائے روئیداد ہائے ۹۹[۱]، ۸۳[۲]، ۲۷[۳]، ۱۶۳[۴]، ۳۹۷[۵]، ۲۲۶[۶]، ۲۹۴[۷]، ۲۳۹[۸]، ۱۹۵[۹]، ۱۱۷[۱۰] و ۶۷[۱۱])

[۳] ان اللّٰہ یأمر بالعدل والاحسان وایتاءِ ذی القربیٰ کے متعلق حضور کی تشریح جو متعدد مقامات پر درج ہے۔ الحکم ۲۸؍ستمبر ۱۹۳۴ء (ص ۳ ک ۳) میں مرقوم ہے۔ یہاں نقل نہیں کی گئی۔

جو ہوشیار پور میں محرم اور دسہرہ کے موقعہ پر بلوہ ہوا تھا۔ اس کے شیخ صاحب ذمہ دار ہیں۔ چنانچہ شیخ صاحب ماخوذ کر لئے گئے۔ ان کو پھانسی کا حکم ہوگیا اور جائیداد کی ضبطی کی بھی سزا ملی۔ اس زمانہ میں آپ ان کے لئے دعا فرماتے تھے۔ اور جب ہم حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو حضور فرمایا کرتے تھے کہ شیخ مہر علی کے واسطے دعا کیا کریں۔ اور اگر کسی کو ان کے متعلق کوئی خواب آوے تو بتاوے۔ اور صبح کے وقت دریافت فرمایا کرتے تھے کہ کوئی خواب دیکھا ہے یا نہیں؟ اور فرماتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی صحابہؓ سے اسی طرح دریافت فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ جو ہم گئے۔ تو فرمایا کہ شیخ صاحب کے واسطے دعا کر کے سونا۔ حافظ نبی بخش صاحب نے ہنس کر عرض کیا کہ یہ (یعنی خاکسار نور محمدؐ) بہت وظیفہ پڑھتے رہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضور میں تو وظیفہ نہیں کرتا۔ صرف قرآن شریف ہی پڑھتا ہوں۔ آپ مسکرا کر فرمانے لگے۔ کہ تمہاری تو یہ مثال ہے کہ کسی شخص نے کسی کو کہا کہ یہ شخص بہت عمدہ کھانا کھایا کرتا ہے۔ تو اس نے جواب میں کہا کہ میں تو کوئی اعلیٰ کھانا نہیں کھاتا صرف پلاؤ کھایا کرتا ہوں۔ (پلاؤ سے بڑھ کر اور کیا کھانا ہوگا۔) پھر آپ نے فرمایا کہ قرآن شریف سے بڑھ کر اور کونسا وظیفہ ہے۔ یہی بڑا اعلیٰ وظیفہ ہے۔" [1]

(۲) "حضرت مسیح موعود علیہ السلام کئی دفعہ فرمایا کرتے تھے کہ سلطان احمدؐ (یعنی مرزا سلطان احمد صاحبؓ) ہم سے سولہ سال چھوٹا ہے اور فضل احمدؐ بیس برس اور اس کے بعد ہمارا اپنے گھر سے کوئی تعلق نہیں رہا۔" [2]

(۳) "ایک دفعہ میر حامد شاہ صاحبؓ مرحوم سیالکوٹی اور ان کے والد میر حسام الدین صاحبؓ قادیان میں موجود تھے۔ حضرت صاحب کے سامنے ذکر ہوا کہ میر حسام الدین صاحبؓ کی بیوی فوت ہو چکی ہے۔ جس پر حضرت صاحبؑ نے فرمایا کہ میر صاحب کہیں اور شادی کرالیں۔ بلکہ میر حامد شاہ صاحبؓ سے فرمایا کہ میر حسام الدین صاحب کی شادی کا بندوبست کرادیں۔ اس وقت میر حسام الدین صاحب بہت عمر رسیدہ تھے۔" [3]

(۴) میں نے سنا ہے کہ ایک دفعہ مولوی عبدالکریم صاحبؓ مرحوم نے حضرت صاحبؑ سے دریافت کیا کہ کیا کبھی حضور کو بھی ریاء پیدا ہوتا ہے۔ حضور نے فرمایا۔ اگر آپ چارپایوں کے اندر کھڑے ہوں تو کیا آپ کو ریاء پیدا ہوگا؟ پھر فرمایا۔ ریاء تو اپنی جنس میں ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ انبیاء اپنے روحانی کمال کی وجہ سے گویا دوسرے لوگوں کی جنس سے باہر ہوتے ہیں اور دنیا سے کٹ کر ان کا آسمان سے پیوند ہو جاتا ہے۔ ایک دفعہ خود میں نے ریاء کا علاج پوچھا۔ فرمایا اب تو دنیا میں طاعون ہے۔ اب کہاں ریاء ہو سکتی ہے۔ [4]

---

[1] سیرۃ المہدی حصہ دوم (روایت ۳۴۶) خطوط وحدانی میں الحکم ۷ ستمبر ۱۹۳۴ء (ص ۳) سے اضافہ کیا ہے۔ وہاں محترم عرفانی صاحب لکھتے ہیں۔ باوجودیکہ حضور کو بشارت مل چکی تھی کہ شیخ صاحب کی مصیبت حضورؑ کی دعا سے ہی دور ہوگی پھر بھی دوسروں کو دعا کے لئے کہنا حضورؑ کے انکسار اور تواضع بلّٰہ پر دال ہے۔

[2] سیرۃ المہدی حصہ دوم (روایت ۳۸۲) ٭ [3] سیرۃ المہدی حصہ دوم (روایت ۳۸۳) ٭

[4] سیرۃ المہدی حصہ دوم (روایت ۴۶۴) والحکم ۷ اکتوبر ۱۹۳۴ء (ص ۴ ک ۱ و ۲) ٭

(۵) آپ نے حافظ حامد علی صاحب سے روایت کی:۔

"حضرت اقدسؑ نے فرمایا ہے کہ اگر کبھی کسی مقدمہ میں یا اور کسی طرح کسی حاکم کے سامنے جانا ہو تو جانے سے پہلے سات مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھ لینی چاہیئے اور سات مرتبہ اپنی انگلی سے اپنی پیشانی پر "یا عزیز" لکھ لینا چاہیئے۔ اِس طرح اللہ تعالیٰ کامیابی دیتا ہے۔" [۱]

(۶) "ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ فرشتوں نے جو آدم کی پیدائش کے وقت کہا تھا أتجعل فیها من یّفسد فیها و یسفك الدّماء۔ سو حضرت آدم سے تو کوئی ایسا فعل سرزد نہیں ہوا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں کی نظر مستقبل پر جا پڑی ہوگی۔ یعنی ان کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ آئندہ نسلِ آدم میں ایسے ایسے واقعات ہوں گے۔ اس سے ہمیں بعض اوقات خیال آتا ہے کہ یہ جو ہمارے بعض مخالف کہتے ہیں کہ ان کو ہمارے خلاف الہام ہوا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ بھی جھوٹے نہ ہوں اور کسی آئندہ کے زمانہ میں ہمارے سلسلہ میں بعض خرابیاں پیدا ہو جائیں جیسا کہ بعد زمانہ سے ہر اُمّت میں پیدا ہو جایا کرتی ہیں۔" [۲]

(۷) "ایک دفعہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اور قرآن مجید کا تذکرہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ایک بزرگ نے اپنی تمام جائیداد بِللہ تقسیم کر دی۔ اِس پر کسی نے اس بزرگ سے کہا کہ کیا ہی اچھا ہوتا۔ اگر آپ اپنے بیٹے کے لئے بھی کچھ رکھ لیتے۔ تو اُس بزرگ نے جواب دیا کہ مَیں اپنے بیٹے کے لئے سُورہ واقعہ چھوڑتا ہوں۔ کیونکہ حدیث شریف میں فضائل قرآن میں لکھا ہے کہ جو شخص

---

[۱] سیرۃ المہدی حصہ دوم (روایت ۴۶۵) حضرت مؤلف اِس بارہ میں تحریر کرتے ہیں کہ:۔

"یہ طریق غالباً حالتِ استغناء عن غیر اللہ اور حالتِ توکّل علی اللہ پیدا کرنے کے لئے ہے۔"

[۲] سیرۃ المہدی حصہ دوم (روایت ۴۶۶) حضرت مؤلف اِس بارے میں لکھتے ہیں:۔

"خاکسار عرض کرتا ہے کہ مخالفوں کے الہام کا سچّا یا جھوٹا ہونا تو الگ سوال ہے۔ لیکن حضرت صاحبؑ کی احتیاط اور حُسن ظنّی کمال کو پہنچی ہوئی ہے۔ جس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔ ایک طرف مخالفین ہیں۔ جو ہزارہا نشانات دیکھ کر اور سینکڑوں دلائل و براہین کا مطالعہ کر کے پھر بھی جھوٹا اور مُفتری کہتے چلے جاتے ہیں۔ اور دُوسری طرف حضرت مسیح موعود ہیں کہ باوجود اس یقین کامل کے کہ آپ حق پر ہیں اور آپ کے مخالفین سراسر باطل پر ہیں۔ آپ اُن کے متعلق حُسن ظنّی کا دامن نہیں چھوڑتے اور جھوٹا کہنے سے تامّل فرماتے ہیں۔ اِس قسم کا منظر آنحضرت صلعم کے حالاتِ زندگی میں بھی نظر آتا ہے۔ ابنِ صیّاد جس کے متعلق بعض صحابہؓ نے یہاں تک یقین کر لیا تھا کہ وُہ دجّال ہے۔ وُہ آنحضرت صلعم کے سامنے آتا ہے۔ اور آپؐ سے پُوچھتا ہے کہ کیا آپ مجھے خدا کا رسول نہیں مانتے؟ آپ جواب میں یہ نہیں فرماتے کہ تو جھوٹا ہے بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ مَیں تو خدا کے سارے رسولوں کو مانتا ہوں۔ اللہ اللہ! اللہ اللہ! کیا شانِ دلرُبائی ہے۔"

ہر روز سورۃ واقعہ وِرد کے طور پر پڑھتا ہے۔ اُس کو اللہ تعالیٰ فاقہ سے بچاتا ہے۔" لے

(۸) "ایک دفعہ ماہِ رمضان میں سحری کے وقت کسی شخص نے اصل وقت سے پہلے اذان دیدی حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا کہ میں نے دُودھ کا گلاس مُنہ کے قریب کیا ہی تھا کہ اذان کی آواز آئی۔ اسلئے وہ گلاس مَیں نے وہیں رکھ دیا۔ کسی شخص نے عرض کی کہ حضور ابھی تو کھانے پینے کا وقت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارا دِل نہیں چاہتا کہ بعد اذان کچھ کھایا جائے۔" ۲ے

(۹) "حضرت صاحب نے بہت مرتبہ زبانِ مبارک سے فرمایا کہ مَیں نے بارہا بیداری میں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہے۔ اور کئی حدیثوں کی تصدیق آپؐ سے براہ راست حاصل کی ہے۔ خواہ وہ لوگوں کے نزدیک کمزور یا کم درجہ کی ہوں۔" ۵۳

(۱۰) "ایک دفعہ حضور علیہ السّلام نے فرمایا کہ جب ہمارے والد صاحبؒ مرحوم مرض الموت سے بیمار تھے تو ہم کو بوقت دوپہر الہام ہوا۔ وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِق۔ ہم نے خیال کیا کہ شاید والد صاحبؒ کا آج ہی شام کے بعد انتقال ہوگا۔ اور ہمارے دِل میں فکر پیدا ہوا کہ ہمارے لئے کوئی اور کام یا روزگار کی صورت نہیں۔ صرف آپ کی پنشن اور تعلقہ داری پر ہی گذارہ ہوتا تھا۔ اور اسپر معًا الہام ہوا۔ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ یعنی کیا خدا اپنے بندے کے لئے کافی نہیں۔ سُبحان اللہ خدا نے اپنی کفالت کا کیا ثبوت دیا کہ ہزارہا مہمان اور ہزاروں کام سلسلہ کے کس طرح اِس الہام الٰہی کے تحت انجام پذیر ہورہے ہیں۔ اور آپؑ نے اس الہام کو اپنی مُہر میں کُھدوالیا تھا۔" ۵۴

لے سیرۃ المہدی حصّہ سوم (روایت ۴۹۸) حضرت مؤلف اِس بارہ میں لکھتے ہیں:- "اگر یہ روایت صحیح ہے تو یہ ایک خاص قسم کی حالت سے متعلق ہوگی۔ ورنہ عام حالات میں اسلامی تعلیم یہ ہے کہ ورثاء کا حق مقدم ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ جب ایک دفعہ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص بیمار ہوئے تو انھوں نے اپنا سارا مال صدقہ کرنا چاہا۔ مگر آنحضرت صلعم نے انہیں یہ کہہ کر روک دیا کہ ورثاء کو بے سہارا نہیں چھوڑنا چاہیئے۔"

۲ے سیرۃ المہدی حصّہ سوم (روایت ۵۰۷) حضرت مؤلف اسپر لکھتے ہیں:- "یہ روایت اگر درست ہے تو حضور نے اس وقت اپنی ذات کے لئے یہ احتیاط برتی ہوگی۔ ورنہ حضور کا طریق یہی تھا کہ شمار اذان سے نہیں بلکہ سحری کے نمودار ہونے سے فرماتے تھے۔ اور اس میں بھی اس پہلو کو غلبہ دیتے تھے کہ فجر واضح طور پر واضح ہو جاوے۔ جیساکہ قرآنی آیت کا منشاء ہے۔ مگر بزرگوں کا قول ہے کہ فتویٰ اور ہے اور تقویٰ اور۔"

۵۳ سیرۃ المہدی حصّہ سوم (روایت ۵۷۲) حضرت مؤلف اس کے متعلق تحریر کرتے ہیں:- "بیداری کی ملاقات سے کشف مُراد ہے اور حضرت صاحبؑ فرمایا کرتے تھے کہ کئی ایسی حدیثیں ہیں جو محدّثین کے نزدیک کمزور ہیں مگر درحقیقت وہ درست اور صحیح ہیں۔" ۵۴ سیرۃ المہدی حصّہ سوم (روایت ۹۶۲)

(۱۱) غالباً دُوسرا یا تیسرا جلسہ سالانہ تھا کہ حضور ایک دن نمازِ عشاء کے لئے مسجد اقصیٰ میں تشریف لائے۔ اور آتے ہی فرمایا کہ مولوی صاحب! میرے دل میں یہ آیات گذری ہیں کہ وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا اور یَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ۔ پھر حضورؑ نے ان آیات اور آیت وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتَانِ کی اس قدر تشریح فرمائی کہ حاضرین نے جو تھوڑے تھے۔ متاثر ہو کر چیخیں مارنی شروع کر دیں۔ فرمایا کہ جنّتان کے معنے ہیں کہ جب انسان مومن اور متقی ہو جاتا ہے، تو اس کے لئے دُنیا میں بھی جنّت ہے اور اس دنیا میں بھی۔ پھر حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے نماز میں سورۃ مریم کا پہلا اور دُوسرا رکوع پڑھا۔ اور بحالتِ نماز بھی ویسا ہی رونے اور چیخنے کا شور پڑا ہوا تھا جو بعد کم نظر آیا ہے۔ دُوسرے روز حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تقریر میں فرمایا کہ دُعا میں اس قدر اثر ہے کہ اگر کوئی کہے کہ دُعا سے درخت نقل مکانی کر جاتا ہے تو مَیں اسے سچ مانوں گا۔ ایک مسلمان کے پاس سوائے دُعا کے اور کوئی ہتھیار نہیں۔ یہی تو وُہ چیز ہے جو انسان کی رسائی خدا تعالیٰ تک کرا دیتی ہے[1]۔

(۱۲) میرے سامنے کا واقعہ ہے کہ میاں نظام الدین صاحب باغبان پورہ والے قادیان میں آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے حافظ حامد علی صاحبؓ سے کہا کہ مَیں (حضرت) مرزا صاحب کی ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ عرض کرنے پر حضرت صاحبؑ نے انکار کر دیا۔ لیکن میاں صاحب کے بہت اصرار کرنے پر آپ گول کمرہ میں ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ میاں صاحب کے ساتھ مرزا کمال الدین و مرزا امام الدین صاحبان بھی آئے۔ عغفّار اکشمیری بھی ساتھ تھا۔ بعد السلام علیکم میاں صاحب نے کہا کہ مجھے آپ کی ملاقات کا شوق تھا۔ اس لئے مَیں نے قصداً قادیان کا مقام رکھا۔ میرے نانا مہر نبی بخش صاحب بھی بزرگوں کے معتقد تھے۔ مَیں محض آپ کی ملاقات کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ پھر کہا کہ حضور مرزا سلطان احمد صاحب سے کیوں ناراض ہیں۔ مرزا صاحب اُسوقت لاہور میں نائب تحصیلدار تھے۔ حضور نے پوچھا کہ آپ کے ہاں اولاد ہے۔ انہوں نے کہا کہ تین ہیں۔ پھر پُوچھا کہ وُہ فرمانبردار ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مَیں اِس بات سے خوش ہوں کہ وُہ مدرسہ جاتے ہیں۔ فرمایا کہ مَیں نے سُنا تھا کہ مرزا سلطان احمدؐ کی تبدیلی ترقّی پر ہو رہی تھی مگر اُس نے لاہور کو نہیں چھوڑا۔ میاں صاحب نے کہا کہ لاہور میں تو لوگ اُن کی بہت تعریف کرتے ہیں بلکہ آپ کے خلاف

---

[1] الحکم ۲۸ ستمبر ۱۹۳۴ء (ص ۳ ک ۳) و سیرۃ المہدی حصّہ سوم (روایت ۹۹۴) حضرت مؤلّف لکھتے ہیں کہ مولوی صاحب سے غالباً حضرت خلیفہ اوّلؓ مراد ہیں اور حضرت عرفانی صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کا معمول تھا کہ نمازِ فجر میں سورہ مریم پڑھتے تھے لیکن اس موقع پر کسی قلبی جوش کے تحت عشاء کی نماز میں پڑھ لیا ہوگا۔ حضرت اقدس کے عہدِ سعادت میں علی العموم نمازوں میں رِقّت اور خشوع و خضوع کا اثر نمایاں ہوتا تھا۔ کوئی نماز ایسی نہ ہوتی تھی، جس میں کسی نہ کسی قلب میں خشیتِ الٰہی نے چیخوں کی صورت اختیار نہ کی ہو۔

بہت باتیں کرتے ہیں۔ فرمایا جو اللہ اور رسولؐ کا تابع نہ ہو۔ مَیں اُس سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ میاں صاحب کی آنکھیں خراب تھیں، انہوں نے ان کے لئے دُعا کے واسطے کہا۔ فرمایا۔ ہم دُعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی رُوحانی آنکھیں بھی اچھی کرے۔ ؎۱

(۱۳و۱۴) ڈاکٹر مارٹن کلارک والے مقدمہ کے دوران مرزا اسمٰعیل بیگ صاحب (حضورؑ کے ایک قدیمی خادم جو بعد میں شیر فروشی کرنے لگے تھے) اور بھائی عبدالرحیم صاحب قادیانی (جو اُس وقت قادیان میں نئے نئے قادیان میں آئے تھے اور دینیات کی تعلیم حاصل کر رہے تھے) ایک رات گیارہ بجے کے قریب ہمارے گاؤں میں پہنچے۔ دروازہ کھٹکھٹانے پر مَیں نے کھولا۔ تو انہوں نے

؎۱ الحکم ۲۸ ستمبر ۱۹۳۴ء (ص ۹ ک ۱) محترم عرفانی صاحب لکھتے ہیں کہ میاں نظام الدین صاحب باغبان پورہ کی میاں فیملی کے ایک معزز و ممتاز فرد تھے۔ وہ گورداسپور میں ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر متعین رہے۔ محترم مرزا سلطان احمدؓ صاحب کے ساتھ آخر تک ان کے مراسم محبت و یگانگت رہے۔ میاں صاحب کو یہ خیال تھا کہ انہیں جو اثر و رسوخ جوڈیشل افسر ہونے کی وجہ سے قدرتاً حاصل تھا۔ حضور پر مرزا سلطان احمدؓ صاحب کے متعلق کوئی اثر ڈال سکیں گے۔ ظاہر ہے کہ حضور کے آئینۂ قلب پر ان کے خیالات کا اثر پڑ چکا تھا۔ اور آپ نے میاں صاحب کا مقصد سمجھ کر ملاقات سے انکار کر دیا تھا۔ لیکن چونکہ رحیم و کریم تھے۔ اصرار پر ملاقات منظور کر لی۔ تا کہ دوسروں پر واضح ہو جائے کہ اُن کا مقصدِ ملاقات رضائے الٰہی کی راہوں کا معلوم کرنا نہیں۔ اُن کے اعلیٰ افسر ہونے کی وجہ سے مرزا صاحبان جو حضرت صاحب کی خدمت میں کبھی نہ آتے تھے اُن کی معیت میں آنے پر مجبور تھے۔ نیز حضور کی ناراضگی کا موجب کوئی دنیوی امر نہ تھا۔ ورنہ حضور انکو اپنی جائیداد کا نصف حصّہ کیوں دیدیتے۔ خود مرزا صاحب نے مجھ سے کئی بار ذکر کیا کہ والد صاحب مجھ سے اِسلئے ناراض تھے، تا کہ مَیں سچا مسلمان بن جاؤں۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت میں اپنی زندگی بسر کروں۔ نیز آپکے مدّنظر مخلوق کی رُوحانی بھلائی تھی۔ تبھی دُعا کے تعلق میں میاں صاحب کو وہ جواب دیا۔ مزید حضور کے قلب پر اللہ تعالیٰ ہی کی جبروت کا اثر تھا۔ اِسپر ایمان رکھتے ہوئے آپ پر کسی انسان کی حکومت و قوّت مؤثر نہ ہوتی تھی۔ آپ نے اُن سے ایسے رنگ میں گفتگو کی جیسے ایک جلیل الشان سلطان کسی کو مخاطب کر رہا ہو۔ آپ کی گفتگو میں یہ پہلو بھی نمایاں تھا کہ آپ نہایت متانت سے واقعات کیطرف اشارہ کرتے گئے۔ مرزا سلطان احمدؓ صاحب کے ذریعہ میاں صاحب سے مجھے بھی ملاقات میسّر تھی۔ وہ حضرتؑ کے ذکر پر آپؑ کے اخلاق اور محبّتِ الٰہی میں محویّت کے معترف تھے۔

اِس خاندان کے ساتھ گہرے مراسم کی تائید اِس امر سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت صاحبزادہ مرزا البشیر احمد صاحبؓ نے آپکے وسیع حلقۂ احباب کے بیان میں خان بہادر میاں جمال الدین صاحب رئیس باغبانپورہ کا ذکر کیا ہو۔ (الفضل ۱۲ ستمبر ۱۹۶۷ء ص ۸ ک ۲)

کہاکہ میاں فضل الٰہی صاحب کو ساتھ لیکر قادیان آؤ۔ اسوقت روانہ ہوکر ہم اذانِ فجر تک قادیان آگئے۔ اسوقت یکہ پر ایک پولیس کا آدمی بھی پروانہ لیکر آگیا۔ اوّل وقت نمازِ فجر پڑھ کر حضرت اقدس یکہ پر روانہ ہو گئے۔ اور نو بجے کے قریب ڈاک بنگلہ بٹالہ میں گئے۔ حضرت صاحب کے پہنچتے ہی اردلی اندر سے آیا اور اُس نے کہاکہ صاحب آپ کو سلام دیتے ہیں۔ آپ کے لئے صاحب کے پاس کرسی بچھائی گئی۔ ہم چونکہ پیدل تھے اسلئے بعد میں پہنچے۔ اُسوقت حضرت صاحب اندر جا چکے تھے۔ اسوقت ہماری برادری کا بٹالہ کا ایک باشندہ دیناؔ نام جسے ہم حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ہانپتا کانپتا آیا اور اُس نے کہاکہ شہر میں شور مچا ہوُا ہے کہ مرزا صاحب کو صندوق میں بند کر کے امرتسر لے گئے ہیں۔ ہم نے کہاکہ حضرت صاحب تو اندر بیٹھے ہیں۔ شام کے بعد میاں محمدؐ اکبر صاحب ٹھیکہ دار لکڑی نے (جو بڑے ہی مخلص اور رئیس تھے اور حضور کے فدائیوں میں سے تھے) دعوت کی۔ پھر ہم اپنے گاؤں چلے آئے۔ حضرت صاحبؑ کی نیک صحبت کی برکات ہیں کہ فیض اللہ چک سے قادیان اور قادیان سے بٹالہ اور وہاں سے فیض اللہ چک کا فاصلہ بائیس میل کا طے کیا۔ رات بھر جاگتے رہے اور تکان نہ ہو۔ مگر عشق و محبت کے سامنے یہ سب باتیں ہیچ ہیں۔ [1]

اس مقدمہ میں جب گورداسپور کی تاریخ مقرر ہوئی۔ تو اس موقعہ پر میں اور میاں فضل الٰہی صاحب سخت بارش میں گورداسپور پہنچے۔ تمام سڑکیں اور راستہ بارش کے پانی سے بھرے ہوئے تھے۔ جس کوٹھی میں آپ مقیم

---

[1] الحکم ۲۸؍ستمبر ۱۹۳۴ء (ص ۴ ک ۳) خطوط وحدانی کے الفاظ محترم عرفانی صاحبؓ کی تشریح سے زائد کئے ہیں۔ آپ مزید لکھتے ہیں کہ خاکسار عرفانی نے اس منظر کو بحمد اللہ دیکھا اور جنگ مقدس ثانی کے نام سے اس مقدمہ کی کچھ روئیداد شائع کی۔ قادیان میں اسوقت یکّے نہیں ملا کرتے تھے بمشکل ایک آدھ یکہ ہوتا تھا۔ ورنہ آپ کا عمل ہمیشہ سے یہ تھاکہ جس قدر سواریاں میسر آسکیں اپنے رفقاء کے لئے مہیا کرتے تھے اور اُن کے آرام کو مقدم کرتے تھے۔ آپ خود بھی پیدل جانا پسند کرتے، اگر وقت مقررہ پر پہنچنے کی احتیاط مدّ نظر نہ ہوتی۔ مجھے اب تک وہ نظارہ یاد ہے۔ ہم لوگ جو پہلے سے بٹالہ موجود تھے۔ قادیان کی سڑک کے آخری حصہ پر کھڑے تھے۔ جہاں وہ سری گوبند پور سے آنے والی سڑک سے ملتی ہے۔ مقدمہ کی شدّت اور اس کے نتائج کے خطرہ سے اکثر دوستوں کی چیخیں نکل گئیں۔ مگر حضرت بدستور شاداں و فرحاں تھے۔ تبسّم آپ کے لبوں پر کھیلتا تھا۔ اور چہرہ کی درخشانی اور مسرت کی لہریں کچھ اور ہی تجلیاں پیدا کر رہی تھیں۔ وہاں سے آپ احباب کے ہمراہ پیدل ہی تشریف لے گئے اور سیدھے ڈاک بنگلہ ہی چلے گئے۔ جہاں اس عہد کا پہلا طوس ٹھہرا ہوُا تھا۔ میاں فضل الٰہی صاحب بڑے مخلص خادم تھے۔ ان کو اس لئے بُلایا گیا تھاکہ ممکن ہے ضمانت وغیرہ کی ضرورت پیش آئے۔ یوں بھی حضور کے معمولات میں یہ بات داخل تھی کہ مخلص اور وفادار خدام کو ایسے مواقع پر بُلایا کرتے تھے تاکہ وہ ثواب میں داخل ہوں اور مجاہدات کی انہیں تربیت ہو سکے۔

تھے۔ اس کا صحن بھی بھرا ہوا تھا۔ پانی میں گذرتے ہوئے ہم کچہری میں پہنچے۔ حضرت صاحب ہمیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ جونہی کچہری میں پہنچے۔ فیصلہ سُنا دیا گیا اور حضرت اقدس کو عزت کے ساتھ بری ٹھیرایا گیا۔ ؎۱

(۱۵) ہمارے ایک خالہ زاد بھائی میاں فضل الٰہی صاحب کی ایک ہمشیرہ جوان قابلِ شادی تھی حضرت اقدسؑ نے ایک خط لکھ کر میاں صاحب موصوف کو میاں جمال الدین صاحبؓ سیکھوانی کے ہاتھ بھجوایا۔ اس میں آپ نے لکھا تھا کہ اپنی ہمشیرہ کی شادی حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ سے کردیں۔ بہت مبارک ہوگی۔ میاں فضل الٰہی صاحب بہت صالح تھے۔ انہوں نے قبول کرلیا۔ مگر اُن کی والدہ نے جہالت کی وجہ سے (قومیت کا جھگڑا پیش کرکے) نامنظور کردیا۔ حضورؑ نے فرمایا کہ مرزا امام الدین نے اپنی لڑکی کا نکاح مسانیاں کے سیّدوں کے ہاں کردیا تھا۔ تم بھی کردو۔ لیکن میاں فضل الٰہی صاحب کی والدہ لڑکی کو لیکر جلال آباد چلی گئی تاکہ بیٹا یہاں شادی نہ کردیں۔ پھر اُنہوں نے دُوسری جگہ لڑکی کی شادی کردی اور وُہ بیوہ ہوگئی اور اُسکے ہاں اولاد بھی نہ ہُوئی۔ ؎۲

(۱۶) جب حضرت صاحبؑ کو لڑکے کی بشارت دی گئی تو وُہ یہ تھی کہ بشّرناک بغلام حسین۔ اُسوقت آپ کو شادی وغیرہ کا خیال بھی نہ تھا۔ ایک یتیم لڑکا لودھیانہ سے پھرتا ہُوا آگیا۔ آپ نے اُس کی خبر گیری کی اور تعلیم کے لئے اُسے سرکاری مدرسہ میں داخل کرادیا۔ اور سمجھا کہ شاید یہی لڑکا ہو جس کی اس الہام میں خبر دی گئی تھی۔ مولوی محمدؐ حسین بٹالوی نے کہا کہ یہ لڑکا حسین نہیں ہے۔ اِس لئے پیشگوئی کا مصداق نہیں۔ پھر اسکے بعد آپؑ کی شادی کا سلسلہ ہوگیا۔ ؎۳

؎۱ الحکم ۷ راکتوبر ۱۹۳۴ء (ص ۳ ک ۱) محترم عرفانی صاحبؓ یہاں لکھتے ہیں کہ حضورؑ شیخ علی احمد صاحب وکیل کی کوٹھی میں ٹھہرے تھے جو ریلوے روڈ پر واقع ہے۔ اور کچہری وہاں سے قریب ہے۔

؎۲ الحکم ۷ راکتوبر ۱۹۳۴ء (ص ۳ ک ۳) متن میں خطوطِ وحدانی کے الفاظ محترم عرفانی صاحب کے بیان کردہ ہیں۔ وہ یہاں لکھتے ہیں کہ یہ حضور کا نشان ہے۔ حضورؑ نے فرمایا تھا کہ حضرت مولوی صاحبؓ کے ساتھ شادی کردو بابرکت ہوگی عدم تعمیل کیوجہ سے دُوسری جگہ شادی کو اللہ تعالیٰ نے بابرکت نہ بنایا ؎ گفتۂ او گفتۂ اللہ بود ٭ گرچہ از حلقومِ عبداللہ بود میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی بیان کرتے ہیں کہ ہم دونوں بھائی خط لیکر فیض اللہ چک گئے تھے (الحکم ۳۱ راکتوبر ۱۹۳۴ء ص ۷ ک ۳) میاں صاحب کے حالات میں مزید تفصیل آئے گی۔ میاں فضل الٰہی صاحب چیف نمبردار یہی مُراد ہیں جو حضورؑ کے مقدمات میں حاضر ہوتے تھے ٭

؎۳ الحکم ۷ راکتوبر ۱۹۳۴ء (ص ۳ ک ۲ و ۳) حضرت عرفانی صاحبؓ یہاں لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ مامورین و مرسلین کی فطرتِ صحیحہ کا نقشہ پیش کرتا ہے کہ وہ بشاراتِ ربانیہ کو پُورا ہوتے دیکھنے کے کس قدر متمنی ہوتے ہیں۔ چونکہ پیشگوئی کی حقیقت ظہور تک مخفی ہوتی ہے اسلئے بعض اوقات وُہ اسکے عام مفہوم پر بھی اسے چسپاں کرلینے میں تامّل نہیں کرتے۔ ان کا مقصد محض امرِ الٰہی کی عظمت کا اظہار ہوتا ہے۔ نیز یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یتامیٰ کی پرورش کا ہمیشہ آپ کو خیال رہتا تھا۔

الہام اِنَّا نُبَشِّرُکَ بغلامٍ حسین ہے جو تخمیناً ۱۸۸۱ء کا ہے (تذکرہ طبع دوم۔ ص ۳۶)

(۱۷) بشیر اوّل کا عقیقہ آپ نے بہت شاندار کیا۔ بارش ہو چکی تھی اور دوست مختلف مقامات سے آئے تھے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے اس دھوم سے عقیقہ ہوتے دیکھا تو اُسکو بہت رنج ہوا اور اُس نے کہا کہ لوگ اعتراض اور تخیل کرتے ہیں۔ آپ نے اُسے جواب دیتے ہوئے ماننسخ من آیۃ اور حتّٰی اذا استیئس الرسل کی آیات پڑھیں۔[1]

(۱۸) ایک دفعہ حافظ حامد علی صاحبؓ اور اُنکے چچا میاں چراغ علی صاحب کا ایک قطعہ زمین پر تنازعہ ہو گیا۔ حضرت اقدس کے سامنے ہر ایک نے اپنے اپنے احسانات بیان کرنے شروع کئے۔ اسپر حضورؑ نے فرمایا کہ پچھلے کئے سے تم ہاتھ دھو لو کہ وہ سب ضائع ہو گیا۔ حضورؑ نے مجھے منصف مقرر کیا۔ میں نے گاؤں میں دو اشخاص لیکر اُن میں صُلح کرا دی۔[2]

(۱۹) حضور کی مجلس میں کسی نے ذکر کیا کہ سلامتی فرقہ کے ایک بزرگ نے جسکے لوگ معتقد تھے۔ رمضان کے مہینہ میں بازار سے گذرتے ہوئے حلوائی کی دُکان سے بلا اجازت مٹھائی اُٹھا کر کھالی۔ اُسکے معتقد بدظن ہو گئے۔ اور اس پیر نے ساٹھ روزے رکھّے۔ حضور نے فرمایا کہ اتنے تکلّف کی کیا ضرورت ہے۔ ہم حق کہتے ہیں۔ ہمیں لوگ ملامت کرتے ہیں۔[3]

(۲۰) ایک مرتبہ میں حاضر خدمت تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کسی کو کوئی منذر خواب آئے تو دیکھنے والے کو چاہیئے کہ استغفار کرے اور صدقہ خیرات دے۔ اس سے وہ قضائے مُعلّق تبدیل

[1] الحکم ۷ راکتوبر ۱۹۳۴ء (ص ۳ ک ۳) محترم عرفانی صاحبؓ یہاں لکھتے ہیں کہ الٰہی سلسلوں کے ساتھ ابتلاؤں کا سلسلہ لازمی ہوتا ہے۔ سو بیٹے کی ولادت کی بشارت کی اشاعت کے بعد صاحبزادی عصمت پیدا ہوئیں اور طوفانِ بے تمیزی برپا ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بیٹے کی بشارت دی۔ تو مخالفین نے کہا کہ بیٹا پیدا ہو چکا ہے۔ اور اسے مخفی رکھ کر اشتہار دیا گیا ہے۔ اور پھر بشیر اوّل کی ولادت ہوئی۔ اور باوجود ان اشارات کے جو اسکی وفات کے متعلق بھی موجود تھے۔ اسے آپ نے بشیر موعود سمجھا اور عقیقہ دھوم دھام سے کرنے سے یہ مراد ہے کہ حضور نے اپنے مخلص احباب کو اس تقریب پر بُلایا تھا۔ تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور نشان کو دیکھیں اور اپنا ایمان تازہ کریں۔ ایک دن پیشتر اور اس دن بھی بڑی بارش ہوئی تھی۔ اور بشیر اوّل کے متعلق الہامات میں اس قسم کے ظاہری حالات کے متعلق اشارہ تھا۔ اس قدر طوفانِ بارش تھا کہ حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ دو تین مرتبہ ڈوبتے ڈوبتے بچے۔ اکثر دوست پیدل چل کر اس طوفانِ باد و باراں میں پہنچے تھے۔ مولوی محمد حسین کی مخالفت کی ابتداء اسی تقریب سے ہوتی ہے۔ اور اس مخالفت کی جڑ حُبِّ دُنیا اور حسد تھا ؛

[2] الحکم ۷ راکتوبر ۱۹۳۴ء (ص ۴ ک ۲) محترم عرفانی صاحبؓ لکھتے ہیں کہ حضور کی مُراد لا تُبطلوا صدقٰتکم بالمنّ والاذٰی تھی ؛ [3] الحکم ۷ راکتوبر ۱۹۳۴ء (ص ۴ ک ۳) محترم عرفانی صاحبؓ یہاں لکھتے ہیں کہ یہ ملامتی لوگ اباحتی ہوتے ہیں اور ملامتی نام کے پردے میں سب کچھ جائز رکھتے ہیں۔ حضور اس قسم کے فقیروں کو پسند نہ کرتے تھے کہ وہ سُننِ انبیاء سے دُور جا رہے ہیں۔ آپ منہاجِ نبوّۃ پر تزکیہ نفوس ضروری سمجھتے تھے ؛

ہو جاتی ہے۔ جب لوگ کہتے ہیں کہ آیاتِ قرآنیہ تبدیل ہو جاتی ہیں تو کیا خواب میں دکھائی ہوئی تقدیر معلّق تبدیل نہیں ہوتی؟ ؎۱

(۲۱) ایک دفعہ سیر میں کچھ شعر و شاعری کا ذکر آنے پر مَیں نے عرض کیا کہ قرآن کریم میں آیا ہے وَالشُّعَرَاءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗن۔ فرمایا آگے بھی تو چلو۔ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الاٰیۃ۔ ؎۲

(۲۲) ڈاکٹر رحمت علی صاحبؓ کے پاس افریقہ میں موضع دانیاں والی کا ایک باشندہ خیراتی نام ملازم تھا۔ اس نے اپنے باپ کو خط لکھا کہ حضرت صاحب کا ایک سفارشی خط بھجواؤ۔ وہ میرے پاس آیا۔ مَیں اُسے لیکر حضرتِ اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے ارشاد پر حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے سفارشی خط لکھ دیا۔ ؎۳

(۲۳) "جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آخری سفر میں لاہور جانے کا ارادہ فرمایا اور سامان اور سواری وغیرہ کا انتظام ہو چکا۔ تو رات کو میاں شریف احمدؐ صاحبؓ کو بخار ہو گیا۔ حضور کو رات کے وقت یہ الہام ہوا "مباش ایمن از بازیٔ روزگار" جو آپ نے صبح کو سُنایا۔ آپ نے حکم دیا کہ آج کا جانا ملتوی کر دو۔ کل کو دیکھا جائیگا۔ اور حضور علیہ السلام نے پہلے بھی لکھ دیا ہوا تھا کہ مجھ کو اللہ تعالےٰ سے مطلع کیا جا چکا ہے کہ اب میری عمر قریب الاختتام ہے۔ دوسرے روز حضور تشریف لے گئے۔ اور وہاں لاہور ہی میں حضور کا انتقال ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؎۴

؎۱ الحکم ۲۸ راکتوبر ۱۹۳۴ء (ص ۳ ک ۱) محترم ایڈیٹر صاحب اسیر لکھتے ہیں کہ حضور فرماتے تھے کہ منذر خوابیں بیان نہیں کرنی چاہئیں۔ اور تبدیلِ آیتِ قرآنیہ کا ذکر بطور الزامی جواب کے ہے۔ ورنہ حضور نسخ آیاتِ قرآنیہ کے قائل نہ تھے۔

؎۲ الحکم ۲۸ راکتوبر ۱۹۳۴ء (ص ۳ ک ۱) محترم ایڈیٹر صاحب تحریر کرتے ہیں کہ حضور کی شاعری میں معرفتِ الٰہی۔ قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و جلال کے سوا کچھ نہیں۔ حضور فرماتے ہیں ؎

کچھ شعر و شاعری سے نہیں اپنا تعلّق   اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدّعا یہی ہے

؎۳ الحکم ۲۸ راکتوبر ۱۹۳۴ء (ص ۳ ک ۱ و ۲) محترم ایڈیٹر صاحب لکھتے ہیں کہ حضور کا عمل حدیث نبویؐ اِشْفَعُوْا تُؤْجَرُوْا پر تھا۔ اور بلا تفریق مذہب آپ کا کرم عام تھا۔ ؎۴ فارسی کا یہ الہام ۲۶ راپریل ۱۹۰۸ء کا ہے۔

سیرۃ المہدی حصہ سوم (روایت ۵۳۸) حضرت مؤلف اس بارہ میں لکھتے ہیں:۔

"اس فارسی الہام کے یہ معنی ہیں کہ زندگی کی چال سے امن میں نہ رہ۔ کہ یہ دھوکہ دینے والی چیز ہے۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ لاہور جا کر حضرت صاحب کو اپنی وفات کے متعلق اس سے بھی زیادہ واضح الہام ہوئے تھے۔ مثلاً ایک الہام یہ تھا کہ "مکن تکیہ بر عمرِ ناپائیدار" یعنی اس ناپائیدار عمر پر بھروسہ نہ کر۔ کہ یہ اب ختم ہو رہی ہے۔ اور ایک الہام جو غالباً آخری الہام تھا۔ یہ تھا کہ اَلرَّحِیْلُ ثُمَّ الرَّحِیْل۔ یعنی اب کوچ کا وقت آگیا ہے۔ کوچ کا وقت آگیا ہے۔ اس الہام کے چار پانچ روز کے بعد آپ انتقال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔"

انتقالِ پُر ملال اور آپؓ کی سیرت

اپنی رفیقۂ حیات کی وفات کے بعد آپ قادیان میں اپنے صاحبزادہ محترم شیخ رحمت اللہ خاں صاحب شاکر کے ہاں قیام پذیر ہو گئے۔ گویا قریباً چار سال متواتر آپ کا قیام یہاں رہا۔ آخر بیس پچیس روز آپ علیل رہے۔ اس علالت سے ایک روز قبل مغرب کے وقت آپ کسی قریب کے مکان پر قرآن مجید پڑھا کر آ رہے تھے۔ تو آپ نے اپنے پوتے شیخ خالد سیف اللہ خاں صاحب سے کہا کہ مجھے اوپر سے آواز آرہی ہے۔ اور وفات سے ایک روز پہلے آپ اپنے نبیرہ موصوف کو بڑے زور سے یہ کہتے ہوئے ہٹاتے تھے کہ مجھے آواز آرہی ہے۔ مجھے جانے دو۔ ؎۱

آپ اپنی بساط کے مطابق امتیازی رنگ میں مالی خدمت سلسلہ کرتے تھے ۱۹۱۳ء تک سلسلہ احمدیہ کی حالت کے ابتدائی مرحلہ پر ہونے کا علم ایک روئیداد سے ہوتا ہے جس میں صیغہ بہشتی مقبرہ میں وصول ہونے والی بڑی بڑی رقوم میں دس دس روپے کا اور تیرہ افراد کی طرف سے مجموعۃً تین صد بانوے روپے آمد ہونے کا ذکر ہے۔ اس میں حافظ صاحب کی زمین کی آمد سولہ روپے بھی شامل ہے ؎۲ ریکارڈ بہشتی مقبرہ کی رو سے سولہ کنال سات مرلہ اراضی کا انتقال صدر انجمن احمدیہ کے نام کرا دیا تھا جس کی براہ راست فروخت سے ۱۲ر نومبر ۱۹۱۷ء کو انجمن کو تین صد روپیہ آٹھ آنے وصول ہوئے تھے۔ ؎۳

آپ کے صاحبزادہ شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر آپ کے انتقال اور سیرت کے متعلق لکھتے ہیں:-

”میرے والد محترم حضرت حافظ نور محمد صاحب رضی اللہ عنہ تین ہفتہ کی علالت کے بعد ۲۷ر دسمبر ۱۹۴۵ء بوقت صبح سات بجے انتقال فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ سے بھی کئی سال قبل مرحوم حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس وقت سے آخر تک اس تعلق کو بڑے اخلاص کے ساتھ قائم رکھا۔ ہر مجلس میں حضور علیہ السلام کا ذکر فرماتے اور آپ کے عہد مبارک کے واقعات سنایا کرتے تھے۔ اور اکثر دفعہ محبت سے آنکھوں میں آنسو آجاتے۔ تبلیغ احمدیت بڑی سرگرمی سے فرماتے اور ہر شخص جو آپ سے ملتا، خواہ وہ کسی حیثیت کا ہو۔ اُسے ضرور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام پہنچاتے۔ فیض اللہ چک اور نواحی دیہات میں احمدیت کی اشاعت میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کا بہت دخل ہے۔ حضور علیہ السلام بھی

؎۱ بیان شیخ خالد سیف اللہ خاں صاحب ٭ ؎۲ ریویو آف ریلیجنز جولائی ۱۹۱۲ء (ص ۲۶۹) روئیداد بابت جون ٭

؎۳ آپ نے ۲۵ر ستمبر ۱۹۰۷ء کو اپنی جائیداد ایک صد اسّی کنال پانچ مرلہ اور چھ کوٹھڑی اور ایک دالان پر مشتمل ایک سکونتی مکان کے دسویں حصہ کی وصیت کی تھی (ریکارڈ بہشتی مقبرہ) مزید آپ کی طرف سے چندہ مدرسہ تعلیم الاسلام دس آنے۔ چندہ مساکین ایک روپیہ اور چندہ اعانت ریویو آف ریلیجنز ایک روپیہ ادا ہوا۔ (الحکم ۱۷ر فروری و ۱۷ر اپریل ۱۹۰۱ء ہر دو ص ۱۶ ک ۳) و ریویو اکتوبر ۱۹۰۶ء سرورق آخر۔ مؤخر الذکر میں سہواً نور محمد کی بجائے نور احمد مرقوم ہے)

آپ خاص صحابہ میں قطعہ نمبر ۵ حصہ نمبر ۵ میں قبر نمبر ۳ میں مدفون ہیں۔ کتبہ پر مرقوم ہے:-

”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حافظ نور محمد فیض اللہ چک عمر ۱۰۰ سال تاریخ وفات ۲۷ $\frac{۱۲}{۴۵}$ وصیت نمبر ۲۶۷“

آپ پر شفقت فرماتے۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام فیض اللہ چک بھی تشریف لے گئے۔

"حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جماعت فیض اللہ چک کے اکثر اصحاب کو ابتلاء آ گیا کیونکہ بعض اکابر پیغامیوں سے ان لوگوں کے تعلقات تھے مگر مرحوم نہایت استقلال کے ساتھ قائم رہے۔ اور فوراً حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور پھر دوسروں کو تبلیغ کرتے رہے۔ آخر خدا تعالیٰ کے فضل سے اکثر احباب نے حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ کو بیحد عقیدت تھی۔ مرض الموت کے ایام میں بھی جب ہوش آتا مجھ سے دریافت فرماتے کہ حضرت صاحب کی طبیعت کیسی ہے اور پھر حضور ایدہ اللہ کی صحت کیلئے شدید تکلیف کی حالت میں بھی دعا فرماتے۔

ایک لمبے عرصہ سے تمام دنیاوی مشاغل ترک کر کے اپنی زندگی قرآن کریم لوگوں کو پڑھانے کیلئے وقف کر رکھی تھی اور نماز فجر کے بعد سے عشاء کی نماز کے بعد تک مختلف لوگوں کو قرآن مجید مع ترجمہ و تفسیر پڑھاتے۔ جو خود نہ آ سکتے اُنکے گھر پر چلے جاتے اور اسکے لئے کسی معاوضہ کے خواہاں نہ تھے۔ ان کے ایک شاگرد کا بیان ہے کہ برسات کے دنوں میں جوتے اُتار کر پانی میں سے گزرتے ہوئے مجھے پڑھانے کیلئے آتے۔ جب گاؤں میں رہائش تھی۔ تو بعض لوگ دُور دراز سے آپ سے قرآن کریم پڑھنے کیلئے آتے۔ آپ انہیں نہایت شوق اور محنت سے پڑھاتے۔ رات کو تہجد کے وقت ہی مسجد میں چلے جاتے اور چونکہ گھڑی نہ تھی بعض اوقات رات کے تین بجے ہی جا کر شاگردوں کو جگاتے اور پڑھانے میں مصروف ہو جاتے۔ سینکڑوں مردوں، عورتوں اور بچوں نے آپ سے علم حاصل کیا۔ اور کئی لوگوں نے قرآن کریم حفظ کیا۔ مختصر یہ کہ دن قرآن کریم کی خدمت اور رات عبادتِ الٰہی میں گذارتے۔ نماز باجماعت اور بروقت ادا فرماتے اور ہر شخص کو اس کی تاکید کرتے۔

"اپنے گاؤں اور اپنی برادری میں خدا تعالیٰ کے فضل سے خاص عزت رکھتے تھے۔ لوگ اپنے جھگڑوں اور تنازعات میں آپکی طرف فیصلہ کیلئے رجوع کرتے۔ گاؤں کے لوگوں کو آپ سے حد درجہ محبت تھی۔ چنانچہ وفات کے بعد اسی شب فیض اللہ چک کے ان دوستوں نے جو جلسہ پر جمع تھے۔ ایک جلسہ کر کے آپ کی یادگار قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور اس کے لئے روپیہ کی فراہمی شروع ہو گئی ہے۔

"مرحوم کی عمر گو سَو سال کے قریب تھی مگر صحت اچھی تھی۔ جس شام مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ وہ تمام دن قرآن کریم پڑھانے میں گذارا۔ پانچ دسمبر کی شام کو اچانک نمونیہ کا حملہ ہوا۔ جس کے دوران میں ہی یرقان ہو گیا۔ حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب نے ملاحظہ فرما کر علاج تجویز کیا۔ اور ڈاکٹر احسان الدین صاحب افریقوی نے جو اُن کے شاگردوں میں سے ہیں شب و روز نہایت تندہی اور پورے انہماک کے ساتھ محنت کی۔ ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ریاض اور حکیم عبدالصمد صاحب بھی علاج میں کوشاں رہے جس کے لئے میں ان سب کا تہ دل سے مشکور ہوں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

۲۷ دسمبر کو صبح سات بجے انتقال ہوا اور اسی روز بعد نماز ظہر حضرت مولوی سیّد محمد سرور شاہ صاحب نے ہزاروں لوگوں کے مجمع کے ساتھ نماز جنازہ پڑھائی۔ احباب دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے

اور مدارج بلند کرے۔ مرحوم کی اولاد میں ہم صرف دو بھائی ہیں۔ میرے بڑے بھائی شیخ محمد عبداللہ صاحب اپنے گاؤں فیض اللہ چک میں رہائش رکھتے ہیں"۔ (الفضل ۷ رجنوری ۱۹۴۶ء)

ملک فضل کریم خان صاحب صدر حلقہ محمد نگر لاہور بیان کرتے ہیں کہ حضرت حافظ نور محمد صاحبؓ میرے ماموں حضرت اقدس علیہ السلام کے دعویٰ سے قبل اکثر وقت حضور کی صحبت میں گذارتے تھے۔ تقریباً ہر روز قادیان پہنچکر اکثر نمازیں پیارے مسیح کے ساتھ پڑھتے اور بعض دفعہ تو کئی کئی دن تک قادیان میں ہی رہتے۔ آپ نے چاہا کہ حضور آپ کی بیعت لے لیں۔ فرمایا ہمیں خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسا حکم نہیں۔ آپ اکلوتے بیٹے تھے۔ نانا جان میاں مراد علی صاحب پیری مریدی کا سلسلہ رکھتے تھے۔ ہر سال گاؤں میں عرس ہوتا۔ قوالی ہوتی۔ دور دور سے قوال آتے۔ لوگ چڑھاوے چڑھاتے۔ نانا جان کے انتقال پر مریدوں نے حافظ صاحبؓ کو اُنکی جگہ پیر بنانا چاہا اور دستار بندی کرنا چاہی لیکن حافظ صاحبؓ نے کہا کہ میں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا غلام ہو چکا ہوں۔ بہتر ہے آپ لوگ بھی حضور کو مان لیں۔ اس طرح آپ نے اپنے خاندان میں پیری مریدی کا سلسلہ ختم کر دیا۔

آپ صاحب کشف والہام تھے۔ سُناتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ایک دفعہ جب نماز فجر مسجد میں پڑھا کر اپنے کھلیان میں گیا۔ وہاں قرآن مجید کی تلاوت کرنے لگا۔ جب یا داؤد انا جعلنٰک خلیفۃً فی الارض پر پہنچا۔ تو معاً غنودگی کی حالت میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کو سامنے کھڑے دیکھا۔ اسوقت ان کی عمر دس گیارہ سال کی تھی۔ دیکھا کہ چھوٹی چھوٹی داڑھی آئی ہوئی ہے اور سر پر ریشمی لُنگی بندھی ہے اور یہ تفہیم ہوئی کہ آپ خلیفہ برحق ہونگے۔ مجھے بہت تسلّی ہوئی۔ چنانچہ خلافتِ ثانیہ کے قیام پر جب بڑے بڑے لوگ شک میں پڑے اس دیرینہ بشارت کیوجہ سے مجھے کوئی تردّد نہ تھا۔ اور میں نے فوراً قادیان حاضر ہو کر بیعت کر لی۔ آپکو حضور سے بہت محبت تھی۔ اپنی بیماری میں ہر عیادت کرنیوالے سے پہلے حضور کی خیریت دریافت کرتے۔

آپکے شاگردوں کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ آپ نے اپنی زندگی خدمتِ قرآن کیلئے وقف کر رکھی تھی۔ رات کا اکثر وقت تہجّد میں گذارتے۔ ہمیشہ فیض اللہ چک کی جماعت کے امام الصّلوٰۃ رہے۔ نماز باجماعت کی تلقین کرتے۔ دُنیا کی بے ثباتی کے متعلق آپکے خطبات نہایت پُراثر ہوتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے اشعار اور بزرگوں کے اقوال واشعار خوب یاد تھے۔ دُور دُور سے لوگ آکر استفادہ کرتے۔ اپنے گاؤں کے علاوہ اردگرد کے دیہات سے لوگ آکر آپ سے قرآن مجید پڑھتے۔ جو نہ آسکتے آپ جاکر انہیں پڑھاتے۔ ایک دفعہ دو میل کے فاصلہ پر واقع موضع نتھ غلام نبی میں کسی کو پڑھانے گئے۔ اُسکے غیر احمدی اقارب نے آپکے وہاں جانے پر بُرا منایا اور بُرا بھلا کہا۔ آپ دُعائیں دیتے واپس آگئے۔ تبلیغ کا بہت جوش تھا اور روز مرّہ کا شغل تھا۔ سناتے تھے کہ تبلیغ کرنے پر آپکے رشتہ کے بھائی چوہدری احمد علی صاحب نمبردار نے سونٹا یا لوہے کا گز مارکر آپکی پیشانی کو خون آلود کر دیا۔ پھر جب چوہدری صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی میں داخل ہوگئے تو تبلیغ کیوجہ سے خود بھی کئی جگہ مار کھائی۔

آپکو اللہ تعالیٰ نے خاص لحاظ سے طاقت ودیعت کی تھی۔ باوجود پیرانہ سالی کے آپکی عام صحت اچھی تھی۔ بصارت بھی

ٹھیک تھی۔ شروع سال سے طبیعت علیل رہنے لگی تھی۔ گرمیوں میں ملیریا کا حملہ ہوا۔ باوجود اسکے لوگوں کے گھر جاکر قرآنِ کریم پڑھاتے رہے۔ آخر نمونیہ ہوا جس سے جانبر نہ ہو سکے۔ آپ کی وفات سے آپ کے اقارب اور اِردگرد کے لوگوں اور احبابِ قادیان کو بہت صدمہ ہوا۔ جماعت فیض اللہ چک نے آپ کی یادگار قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ کس صورت میں ہو۔ اِس کا فیصلہ پھر کیا جائے گا۔ فی الحال قادیان سے ایک عالمِ دین حاصل کر کے جماعت فیض اللہ چک اس کے قیام و طعام اور دیگر ضروریات کا انتظام کرے گی اور وہ حافظ صاحب رضؓ کا کام جاری رکھے گی۔

فرماتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ حضور نے آکر مجھے گلے لگایا اور آسمان سے کوئی چیز جھنکار پیدا کرتی ہوئی میرے اور حضور کے سینۂ مبارک کے درمیان اٹک گئی۔ دیکھا تو کسی چیز پر "اُویس قرنی" کے الفاظ تھے۔ حضرت اُویس قرنی رضؓ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بن دیکھے عاشقِ صادق تھے۔ [۱]

خاکسار مؤلّف عرض کرتا ہے کہ حضرت حافظ صاحبؓ سے خاکسار عرصہ سے واقف تھا لیکن جب آپ اپنی اہلیہ محترمہ کی وفات کے بعد قادیان میں مقیم ہو گئے۔ تو آپ نمازیں مسجد نور میں پڑھتے تھے۔ اُسوقت آپکی خدمت میں بیٹھنے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر سُننے کا خوب موقعہ پایا۔ اسوقت جو روایات خاکسار نے لکھی تھیں وہ اسوقت سہل الحصول نہیں اس لئے شامل نہیں کی جا سکیں۔ آپ باقاعدگی سے نماز باجماعت میں شامل ہوتے تھے اور دیر تک مسجد میں بیٹھے رہتے تھے۔ مجسّم انکسار اور محبّت و شفقت تھے۔

محترمہ سراج اختر صاحبہ (اہلیہ قاضی عبدالرشید صاحب مقیم فرید ٹاؤن ساہیوال شہر) نے حضرت حافظ صاحب رضؓ سے قرآن مجید ناظرہ اور باترجمہ پڑھا۔ اِسی طرح قاضی صاحب موصوف نے بھی۔ موصوفہ بیان کرتی ہیں کہ مجھے بچپن کے ہوش کے زمانہ سے یاد ہے کہ حضرت حافظ صاحبؓ کی عادت تھی کہ وہ ایسی مستورات کو گھروں پر جاکر قرآن مجید ناظرہ اور پھر باترجمہ پڑھاتے تھے جو آپکے پاس پہنچنے سے معذور رہتی تھیں۔ اور ایسی مستورات زیادہ تر غریب طبقہ موچیوں۔ بافندوں وغیرہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ کیونکہ یہ بیچاری کم علم بھی ہوتی تھیں اور مصروف بھی۔ اور مسجد میں آکر سبق لینے کا انہیں موقعہ نہیں ملتا تھا۔ حضرت موصوف کی یہ عادت بھی مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ خواہ کوئی کتنا اصرار کرے۔ اپنے ان شاگردوں کے ہاں سے کبھی پانی۔ لسی۔ شربت نہ پیتے نہ کھانا کھاتے۔ کھانا ہمیشہ اپنے گھر پر آکر تناول فرماتے۔ گویا اپنے اس رضائے الٰہی کے فعل کو ادنیٰ دنیوی رغبت سے ملوّث نہ ہونے دیتے تھے۔ نیز آپ مستورات کو فقہی مسائل کی بھی تعلیم دیتے تھے۔ آپ کبھی کسی بچّی کو زد و کوب نہیں کرتے تھے۔ نہ کبھی سخت کلامی اور جھڑکنے کا طریق اختیار کرتے۔ بلکہ کسی کو سبق یاد نہ ہوتا تو نرمی سے سمجھ کر یاد کرا دیتے۔

---

[۱] الفضل ۷ر جنوری ۱۹۲۶ء ::

قاضی صاحب موصوف بیان کرتے ہیں کہ حضرت حافظ صاحب تہجد خوانی پر بہت زور دیتے تھے۔ اور خاص توجہ سے غرباء کی عیادت و تیمارداری کرتے تھے۔ اور مَیں اکثر ہمراہ جاتا تھا۔ اور ہر دو امور کا میری طبیعت پر گہرا اثر ہے۔ حافظ صاحب کو تعلیم قرآن کا جذبہ اس قدر شدید تھا کہ حدِّ جنون تک پہنچا ہوا تھا۔ مَیں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ آپ تہجد کے وقت سب سے پہلے مسجد میں آتے اور بعد میں صبح گیارہ بجے کے قریب سب سے آخر پر آپ مسجد سے جاتے تھے۔ اور تعلیم کا کام تہجد کے وقت ہی شروع کر دیتے تھے۔ مثلاً جس نے نفل پڑھ لئے اُسے آہستگی سے کہتے کہ آؤ قرآن مجید پڑھ لیں۔ بعد نماز فجر جو عام درس ہوتا اس کا طریق یہ تھا کہ میرے تایا میاں عظیم اللہ صاحب اور میرے خسر منشی عبد القادر صاحب اور منشی نور محمد صاحب باری باری ایک ایک رکوع تلاوت کرتے اور حافظ صاحب اس کا ترجمہ اور تفسیر بیان فرماتے۔ جب منشی صاحب وفات پا گئے۔ تو دیگر دو تلاوت کرتے۔ اختتام درس پر حافظ صاحب افسوس اور حسرت سے فرماتے کہ اب دو رہ گئے ہیں اسلئے قرآن کریم دیر سے ختم ہوا کریگا۔ اس درس کے بعد احباب "انفراداً" ناظرہ یا باترجمہ آپ سے قرآن مجید پڑھتے۔ بعد فراغت آپ مسجد میں مستورات کے حصہ میں جا کر انہیں تعلیم دیتے۔ اور پھر دس گیارہ بجے گھر تشریف لے جاتے۔ اور کھانا کھا کر ظہر کے وقت مسجد میں آتے۔ اور ظہر سے قبل اور بعد تعلیم کا سلسلہ جاری رہتا۔ اور نماز عصر کے بعد غریب گھرانوں کی مستورات کے گھروں پر جا کر انہیں تعلیم دیتے۔ غرضیکہ فیض اللہ چک کے مرد و زن، بچہ اور جوان اور بوڑھا کوئی ایسا باقی نہیں تھا جس نے آپ سے قرآن مجید نہ پڑھا ہو۔ چونکہ زمیندار طبقہ دن کو زمینداری کے کام میں مصروف رہتا۔ ایسے احباب بعد عشاء آپ سے قرآن مجید ناظرہ یا باترجمہ پڑھتے تھے۔ اور رات کو دیر تک یہ سلسلہ جاری رہتا تھا۔ آپ مجھ سے اکثر فرماتے تھے۔ میاں رشید! عبادت کا مزہ جوانی میں ہی آتا ہے۔ بوڑھے ہو کر عبادت کا مزہ نہیں رہتا۔

آپ کا گذارہ والد صاحب محترم والی پندرہ بیس گھماؤں اراضی پر تھا اور بافراغت گذارہ تھا۔ پھر آپ کے بڑے فرزند شیخ عبد اللہ صاحب مع اہل و عیال بھی اسی میں شریک رہے۔ حافظ صاحب نے اپنی وصیت کا حصہ جائیداد اپنی زندگی میں ادا کر دیا تھا۔ آپ نے اپنے اہل بیت تین یتیم برادر زادے اور برادر زادیوں کی پرورش بھی کی۔ چونکہ گاؤں کی مسجد احمدیہ خوب وسیع تھی اور جماعت کو کسی اور مسجد کی ضرورت نہ تھی۔ جو معدودے چند غیر احمدی باقی تھے انکے پاس مسجد نہ تھی۔ وہ مسجد جو آپ کے گھر کیساتھ تعمیر شدہ تھی اور آپکی ملکیتی تھی وہ آپ نے غیر احمدیوں کو عبادت کیلئے دیدی تھی۔ [۱]

آپ کوئی دنیوی کام کاج نہ کرتے تھے۔ اور تعلیم قرآن اور تبلیغ و تربیت کیلئے آپ نے اپنے تئیں وقف کر رکھا تھا۔ ابتغاءً لمرضاۃ اللہ یہ سب کچھ کرتے تھے۔ اور عبادت و ذکر الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ نہایت باقاعدہ تہجد گذار و شب زندہ دار تھے۔ بعد نماز فجر بآوازِ بلند ذکرِ الٰہی کرنا آپ کا معمول تھا۔ آپ کی صحت آخر تک اچھی رہی۔ آپ نے درازیٔ عمر کی وجہ دریافت کرنے پر فرمایا۔ فامّا ما ینفع النّاس فیمکث فی الارض۔ چونکہ مَیں قرآن مجید پڑھاتا ہوں اسلئے اللہ تعالیٰ

---

[۱] ۔ بیان شیخ رحمت اللہ خاں صاحب شاکر و شیخ خالد سیف اللہ خاں صاحب ۔

نے مجھے لمبی عمر عطا کی ہے۔ آپ نے سنایا کہ موضع بازید چک میں ہمارے جدّی اقارب میں سے چوہدری احمد علی صاحب گلے زنی نمبردار کو مَیں نے تبلیغ کی۔ لیکن انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق نازیبا کلمات کہے جو میری برداشت سے باہر تھے۔ ہم دست و گریبان ہو گئے۔ انہوں نے کھونڈ میرے ماتھے پر دے مارا جس سے خون بہنے لگا۔ چوہدری صاحب کا دل پسیج گیا۔ انہوں نے میری مرہم پٹی کی اور میری خوشامد کی اور کہنے لگے کہ مَیں بھی آپ کے ساتھ بیعت کر لیتا ہوں چنانچہ اس بزرگ نے بیعت کر لی۔ یہ مخلص صحابی تھے۔ انہوں نے خلافتِ ثانیہ میں وفات پائی۔ ان کے بیٹے شیخ عبدالکریم صاحب سابق صدر جماعت گنج مغلپورہ بھی صحابی ہیں اور حضرت اقدسؑ کے زمانہ میں قادیان میں تعلیم پاتے رہے ہیں۔ آپ کی تبلیغ زیادہ تر آپ کا تقویٰ اور دین پر استقامت تھی جو مؤثر ہوتی تھی۔ آپ سے شیخ خالد سیف اللہ خاں صاحب نے پوچھا کہ آپ تبلیغ کیونکر کرتے تھے تو آپ نے بتایا کہ مَیں جن افراد کو قرآن مجید ناظرہ اور باترجمہ پڑھاتا تھا۔ ان میں سے دس پندرہ افراد کو ہر جلسہ سالانہ پر کہتا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ آپ بیعت کر لیں۔ چنانچہ وہ بیعت کر لیتے۔ گویا اسی خاموش تبلیغ نے مواضعات فیض اللہ چک، بازید چک، بھبل چک اور ننھہ غلام نبی کی ایک کثیر تعداد کو احمدیت میں کھینچ لانے کا موجب ہوئی۔ [۱]

محترم عرفانی صاحب لکھتے ہیں کہ حافظ نور محمد صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کی تحریک حافظ حامد علی صاحب کے ذریعہ ہوئی تھی۔ پھر خود حافظ نور محمد صاحب ایک جماعت (یعنی کثیر تعداد) کو احمدیت میں لانے کا ذریعہ بنے۔ [۲] اور حضرت اقدسؑ کی بات حرف بحرف پوری ہوئی۔ شیخ نور احمد صاحب مختار عام بیان کرتے ہیں کہ:-

"ایکدفعہ حضرت حافظ نور احمد صاحب فیض اللہ چکوی نے عرض کی کہ حضور مَیں اپنے گاؤں میں اکیلا احمدی ہوں اور لوگ میری مخالفت کرتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ مومن کیسا ہی تنہا ہو خدا ہوتا ہے۔ مومن اکیلا کبھی نہیں رہتا۔ چنانچہ اس وقت خدا تعالےٰ کے فضل سے قریباً سارا فیض اللہ چک احمدی ہے۔" [۳]

صداقت احمدیت کے متعلق کشوف و القاء اور کرامتِ استقامت کی عطا

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا مومنوں سے وعدہ ہے اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ کہ اللہ تعالیٰ کو حقیقۃً "ربّ" جاننے والوں اور استقامت دکھانے والوں پر نزولِ ملائکہ ہوتا ہے۔ اور وہ خوف و حزن دُور کرنے اور جنّت کی بشارت دینے کا موجب بنتے ہیں۔ حالات سے ثابت ہے کہ حافظ صاحب مستقیم الاحوال تھے۔ اللہ تعالیٰ نے خود انکی رہنمائی فرمائی اور روحانی ہلاکت سے متعدد بار الہام فرما کر محفوظ رکھا۔ اور بالآخر اللہ تعالےٰ نے اس دارالابتلاء کے عرصۂ قیام کے خاتمہ پر آپ کو حُسنِ خاتمہ سے نوازا۔

---

[۱] بیان شیخ رحمت اللہ خانصاحب شاکر و شیخ خالد سیف اللہ خانصاحب۔ [۳] الحکم ۲۸ مارچ ۱۹۳۴ء (ص ۱۰)۔
[۲] الحکم ۲۱ جنوری ۱۹۳۶ء (ص ۳۔ ک ۲) ایک صاحب نے آپ سے ایک ماہ قبل اس گاؤں میں بیعت کی تھی۔ ممکن ہے وہ باہر کسی جگہ عام طور پر قیام رکھتے ہوں۔ نور محمد کی بجائے نور احمد سہواً کئی مقامات پر شائع ہوا ہے۔

آپ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اقدسؑ نے ایک دفعہ فرمایا کہ جن لوگوں کو میری نسبت الہامات ہوئے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اشتہار دیں۔ تعمیل ارشاد میں مَیں نے ایک اشتہار اپنے دس الہامات پر مشتمل شائع کیا۔ [1]

اشتہار مذکور درج ذیل ہے:۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

مَیں خدا تعالیٰ جلّ شانہٗ کی قسم کھا کر لکھتا ہوں کہ مندرجہ ذیل الہامات اور رؤیا حضرت اقدس امام الزمان ومہدی ومسیح موعود جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ادام اللہ برکاتہٗ کی صداقت دعویٰ میں ہوئی کہ وہ یقیناً خدا کی طرف سے ہیں میری اسمیں کسی قسم کی بناوٹ اور کوئی افتراء نہیں۔ وکفیٰ باللہ شہیدا

اوّل:۔ جب حضرت اقدس نے مسیح موعود (ہونے) کا دعویٰ کیا تو مَیں موضع تھہ غلام نبی میں مولوی علی محمد صاحب سے پڑھتا تھا۔ آپ کے دعویٰ کے متعلق مولوی صاحب سے گفتگو کرتے تھے۔ اگرچہ مَیں حضرت اقدسؑ کا مُرید اور معتقد تھا۔ لیکن مولوی صاحب کی باتوں سے شکوک پیدا ہو گئے تھے۔[2] ایک روز مَیں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مرزا صاحب کی مسجد بیت الذکر سے نیچے اُترا ہوں۔ اور حضرت اقدس اور حافظ حامد علی کمرہ میں بیٹھے ہیں۔ اور آپ کے ہاتھ میں قرآن شریف ہے۔ اور یہ آیت پڑھتے ہیں ھُدًی للنّاس وبیّنٰتٍ من الھدیٰ۔ اور مَیں اپنی طرف دیکھتا ہوں کہ میرے زانو ننگے ہیں۔ حضرت اقدس کو دیکھکر مَیں نے کپڑا نیچے کیا۔ حامد علی نے مجھے کہا کہ آؤ جی اسکے معنی کرو۔ مَیں نے کہا کہ مجھے شرم آتی ہے۔ حضرت صاحب کے سامنے کیا معنی کروں۔ حامد علی نے پھر اصرار کیا۔ تو اس کی مجھے یہ تفہیم ہوئی۔ کہ حضرت مرزا صاحب لوگوں کے لئے کُھلے نشانات کے ساتھ ہدایت کرنے والے ہیں۔

دوم:۔ ایک روز مَیں نے خواب میں دیکھا کہ مَیں جمعہ کی نماز کا امام ہوں۔ سورہ فاتحہ کے بعد جب مَیں نے سورہ قٓ پڑھی اور اس آیت پر پہنچا۔ بل عجبوا أن جاءھم منذر منھم فقال الکٰفرون ھٰذا شیئ عجیب۔

---

[1] الحکم ۷؍اکتوبر ۱۹۳۲ء (ص ۷ک ۱) یہاں محترم عرفانی صاحب لکھتے ہیں کہ اوائل اکتوبر ۱۸۹۹ء میں حضرت اقدسؑ نے ایسا ارشاد فرمایا تھا۔ کیونکہ الٰہی بخش لاہوری وغیرہ کا ادّعا تھا کہ انہیں حضرت اقدسؑ کے خلاف الہامات در رؤیا ہوئے ہیں۔ "تصدیق المسیح" کے تحت الحکم میں بھی احباب کے رؤیاء وکشوف شائع ہوئے تھے۔ اور اشتہارات کے طور پر بھی۔ حافظ صاحب نے اشتہار ۱۶؍اکتوبر ۱۸۹۹ء کو شائع کیا تھا۔ جس میں حضور کی تائید میں آٹھ رؤیا و الہامات تھے نہ کہ دس۔ اور مجھے جو انہوں نے قلم بند کرائے تھے وہ اسکے بھی زیادہ ہیں ۔

[2] صحیح عبارت یُوں ہے۔ "مُرید اور معتقد تھا" تبھی عبارت کا مفہوم صحیح بنتا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ آپ کی بیعت دعویٰ مسیحیت سے بہت پہلے کی ہے۔ یعنی ۲۱ ستمبر ۱۸۸۹ء کی۔ لیکن سہواً اس مطبوعہ حوالہ میں الفاظ ہیں "مُرید اور معتقد نہ تھا"۔ جس کی تصحیح کرکے متن میں لکھا گیا ہے ۔

ایک شخص نے پیچھے سے کہا کہ تم کوئی اور سورت پڑھنی تھی۔ میں نے کہا کہ یہ تو مجھے خدا نے مرزا صاحب کی بابت الہام کی ہے۔

سوم :۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے یہ آیت مثل بارش کے قطروں کے چمکتی ہوئی نازل ہوئی۔ وہ آیت یہ ہے۔ قُل جاءکم بصائر من ربکم۔ ساتھ ساتھ اسکی یہ تفہیم ہوئی۔ کہ بصائر سے مُراد حضرت مرزا صاحب ہیں۔

چہارم :۔ جبکہ کتاب آئینہ کمالاتِ اسلام چھپ رہی تھی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت اقدس نے آئینہ کمالات اسلام اور پشمینہ کی چادر کا جوڑا اعلیٰ قسم کا مجھے بھیجا ہے۔ میں نے اس کو پہن لیا۔ پھر وہ جوڑا پانی میں بھیگ گیا اور عمدہ رنگ نکل آیا تو میں خوش ہو گیا۔ تب معلوم ہوا کہ حضرت مرزا صاحب مجسم اسلام کی حقیقت ہیں۔ [۱]

پنجم :۔ ایک بار خواب میں میں نے دیکھا کہ حضرت اقدس فیض اللہ چک تشریف لائے اور پرانی مسجد میں ڈیرہ کیا۔ بیس پچیس آدمی ہندوستانی ساتھ ہیں۔ ان میں سے ایک حاجی فضل حسین شاہجہانپوری ہیں جنکو اب آٹھ برس کے بعد جب وہ قادیان میں آئے میں نے پہچان لیا ہے۔ جس طرف آپ جاتے ہیں۔ یہ لوگ ساتھ ساتھ پھرتے ہیں۔ حضرت کیلئے ایک تخت بچھایا گیا۔ اور اس پر ایک اور چھوٹا تخت بچھایا گیا۔ اسپر سفید کپڑا ہے اور وہ لوگ یہ شعر پڑھ رہے ہیں ؎

مُنوّر کن دلم را یا الٰہی از کتاب اللہ ٭ بفیضِ آں امام قادیانی عارف و آگاہ [۲]

ششم :۔ ایک دفعہ میں قادیان میں آیا اور جس مکان میں مولوی نور الدین صاحب قرآن شریف کا درس دیتے ہیں۔ دوپہر کو لیٹ گیا۔ ایک الماری پر لکھا ہوا دیکھا لیُطلعکم۔ اسکے ایک ساعت پر الہام ہوا "فاروق احمد" اس سے چند روز کے بعد حضرت کو الہام ہوا۔ اطّلع اللہ علیٰ ھمّہٖ و غمّہٖ۔ [۳]

ہفتم :۔ آتھم کے ۱۵ مہینے کی میعاد گزرنے پر میں قادیان میں آیا۔ حضرت نے آتھم کی نسبت لمبی تقریر کی۔ مجھے شک واقع ہوا۔ رات تلخی میں گزری۔ صبح کی نماز کے بعد مجھے یہ الہام ہوا۔ نحنُ اقربُ الیہ منکم ولکن لاتبصرون۔ اور الیہ کے ساتھ ایک ہاتھ ہے۔ جو مرزا صاحب کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جب میں گھر گیا تو یہ الہام ہوا۔ یونسُ اِذ اَبَق۔ اسکے بعد مجھے اطمینان ہو گیا۔ [۴]

---

[۱] ۔ مزید یہ تعبیر ہوتی ہے کہ (تین صد تیرہ صحابہ میں آپ کا نام شامل کرکے) حضور نے آپ کو ایک حُلّہ پہنایا ہے۔ اور یہ اعزاز مرورِ زمانہ سے بھیگ کر زیادہ خوشنما ہوتا جائے گا ۔ (مؤلف اصحاب احمد)

[۲] ۔ آٹھ سال قبل گویا ۱۸۹۱ء کا یہ خواب ہے۔ حاجی فضل حسین صاحب بعمر اٹھہتر سال بتاریخ ۲۹ رفروری ۱۹۰۸ء کو فوت ہوئے۔ چار دیواری مزار حضرت اقدسؑ میں حصہ ۲ قبر ۳ میں مدفون ہیں۔ (چار دیواری کے اندر مدفون احباب کی فہرست میں آپ کا نام درج ہے۔ الفضل ۱۳ر جولائی ۱۹۴۰ء ص ۴ ک ۱) [۳] ۔ یہ الہام میعاد آتھم کے آخری روز (۵ر ستمبر ۱۸۹۴ء) کا تھا۔ (بحوالہ اصحاب احمد جلد اوّل ص ۴ م ۵)

[۴] ۔ حافظ صاحب بیان کرتے ہیں :۔

"جس وقت آتھم کے متعلق یہ مشہور ہوا کہ وہ میعاد کے اندر فوت نہیں ہوا تو حضور علیہ السلام نے حکم دیا کہ دیہات میں روٹیاں پکوا کر تقسیم کرو۔ اور کہو کہ یہ روٹیاں فتح اسلام کی روٹیاں ہیں۔"

ہشتم :۔ مَیں خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت سے مشرف ہوُا ۔ آپ کے ہمراہ چار نوجوان ہیں ۔ مَیں چراغ علی کے ہمراہ آنحضرت ؐ کی خدمت میں حاضر ہوُا ۔ بعد السلام علیکم مَیں نے درود شریف پڑھا ۔ مجُھ سے (حضور نے) مصافحہ کیا ۔ مَیں نے عرض کی ۔ یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم ! عصر کی نماز کا وقت ہے ۔ آپ نے فرمایا ۔ چلو نماز پڑھیں ۔ پیچھے سے کسی نے کہا کہ میرے کپڑے ناپاک ہیں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ۔ مُعلّقًا بالثُّریّا ۔ مُعلّقًا بالثُّریّا ۔ یعنی وہ وقت آگیا ہے جو ثریا والے انسان کی پیشگوئی کے متعلق ہے ۔ اور وہ حضرت مرزا صاحب ہیں ۔" [۱]

---

[۱] ۔ عسلِ مصفّٰی حصّہ دوم (ص ۵۰۴ تا ۵۰۷) منقول بالا اشتہار ہے ۔ اور مؤلّف عسل مصفّٰیؒ ابتداء میں لکھتے ہیں ۔ " ایک مردِ صالح حافظ نور محمد صاحب ساکن موضع فیض اللہ چک ہیں ۔ جو قادیان سے چند میل کے فاصلے پر ہے ۔ جن کو رؤیائے صادقہ و الہام بکثرت ہوتے ہیں ۔"
یہ کتاب وفات مسیحؑ اور صداقت مسیح موعودؑ کے دلائل کے بارے میں خلافتِ اولیٰ میں ۱۹۱۴ء میں شائع ہوئی ہے ۔ اکیسویں فصل میں حضرت اقدسؑ کی تصدیق میں سترہ اصحاب کشف بزرگان کے کشوف و رؤیا وغیرہ بیان ہوئی ہیں ۔ ان میں سے سات بزرگ سابق زمانہ کے ہیں یا حضرت اقدسؑ کے زمانہ کے اولیاء و مجذوب ۔ اور دس احمدی بزرگان ہیں ۔ اس سے عیاں ہے کہ حافظ صاحب جماعت احمدیہ کے ممتاز و معروف صاحب کشف و الہام بزرگ تھے ۔

بقیہ حاشیہ :۔ حضرت مؤلّف اس بارہ میں لکھتے ہیں ۔ اس سے حضرت صاحبؑ کی مُراد یہ تھی کہ پیشگوئی اپنی شرائط کے مُطابق پوری ہوگئی ہے اور آتھم کا میعاد کے اندر نہ مرنا بھی پیشگوئی کی صداقت کی علامت تھا ۔ کیونکہ اس نے خائف ہو کر رجوع کیا تھا ۔ آپ چاہتے تھے اس خوشی کا دیہات میں چرچا کیا جاوے ۔" (سیرۃ المہدی حصّہ سوم ۔ روایت (۹۶۱) ۔

حافظ صاحب بیان کرتے ہیں :۔

جن ایّام میں عبد اللہ آتھم کی پیشگوئی کا زمانہ تھا ۔ تو مولوی عبد الکریم صاحب خطبہ فرماتے تھے کہ ہمارا بڑی قوم سے مقابلہ ہے ۔ سب احباب دُعا کریں ۔ حضرتِ اقدسؑ نے روزے رکھنے اور تہجد پڑھنے کی ہدایت فرمائی ہوئی تھی ۔ لوگ ان دنوں بڑی مسجد (مسجد اقصیٰ) میں ساری ساری رات دعائیں کرتے تھے ۔ مَیں بھی گاؤں سے آکر ایک ایک دو دو دن شامل ہوُا کرتا تھا ۔ پیر سراج الحق صاحب ۔ ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب بھی ہوتے تھے ۔ یہ سب لوگ دعائیں کرتے تھے ۔ ایک رات پیر سراج الحق صاحب کی زبان پہ نیند میں کطیءٌ الستیجلّ کے الفاظ جاری ہوئے ۔ پیشگوئی کے (آخری) دن ہم یہاں حاضر تھے ۔ لوگوں نے اپنی اپنی خوابیں سُنائیں ۔ مَیں نے خواب سنائی کہ ایک بڑی جوں ماری ہے ۔ حضرت صاحب اُوپر (مسجد مبارک کی چھت پر ۔ عرفانی) بیٹھے ہوئے تھے ۔ خاں صاحب محمد خان صاحب رضؓ کپور تھلوی نے بتایا کہ حضرت صاحب نے فرمایا ۔ کہ میاں نور محمد کی خواب بہت اچھی ہے ۔ جوُں مارنا اچھا ہے ۔

ہم اپنے گاؤں چلے گئے ۔ تو لوگ ہم کو مخول کرتے تھے ۔ کہ پیشگوئی جھُوٹی نکلی اور آتھم نہیں مرا ۔ ہم بڑے شرمندہ تھے ۔ تین دن باہر نہ نکلے ۔ تیسرے دن مَیں اور حافظ حامد علی صاحب کے حقیقی چچا میاں چراغ علی صاحب شام کے بعد حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ اس وقت اور کوئی مہمان نہ تھا ۔ صرف ہم دو ہی تھے ۔ حضرت صاحب مسجد میں تشریف لائے ۔ ہم نے عرض کیا کہ حضرت ! لوگ ہم کو مخول کرتے ہیں ۔ اور ہم کو کوئی جواب نہیں آتا ۔ آپ نے فرمایا ۔ یکتم ایمانہٗ ۔ مشکلات کے وقت پوشیدہ ایمان بھی فائدہ دے جاتا ہے ۔ اس پر آپ نے بڑی لمبی تقریر فرمائی ۔ دل میں کچھ شُبہ پیدا ہوُا ۔ اس وقت ایسا معلوم ہوُا ۔ کہ مَیں منافق ہوُں ۔ اس وقت مجھے حنظلہ رضؓ صحابی کی حدیث یاد آئی جو مشکوٰۃ

ایک دفعہ جبکہ مجھے کمر درد تھی جس سے مجھے بہت تکلیف تھی۔ مَیں نے خواب دیکھا کہ کوئی شخص کہتا ہے کہ جو مرزا غلام احمد کہے وہ کرو۔ مَیں نے حضرت مولوی نورالدین رضؓ صاحب کے حضور بیان کی۔ آپ مجھے بازو سے پکڑ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس لے گئے۔ مَیں نے خواب بیان کی تو فرمایا کہ مُرغی کا انڈہ نیم برشٹ کر کے کھالو۔ ل

حضور علیہ السلام کے متعلق آپ کو یہ الہام بھی ہوا ؎

قدرِ زر زرگر بداند، قدرِ جوہر جوہری قدرِ دین احمد بداند، قدرِ احمد احمدی

شانِ احمد راچہ دانند ایں جُہّال از پئے تحقیر کرونہ قیل و قال

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آپ کو لغزش سے بچاتا تھا۔ چنانچہ آپ کے فرزند اکبر شیخ عبداللہ صاحب، حضرت حافظ حامد علی صاحب کے داماد تھے۔ کچھ خانگی اختلافات ہوئے۔ یہ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے کی بات ہے۔ حافظ نور محمد صاحب

ل۔ الحکم ۲۸ ر اکتوبر ۱۹۳۴ء (ص ۳ ک ۳) محترم ایڈیٹر صاحب یہاں لکھتے ہیں کہ حضور کا یہ ارشاد ایک نشان کا رنگ رکھتا ہے۔ حضور نے جو فرمایا وہی موجب شفا ہوگیا۔

بقیہ حاشیہ: ۔ میں ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں اپنے گھر سے نکلا۔ تو حضرت ابوبکر رضؓ مجھے ملے۔ انہوں نے کہا۔ حنظلہ کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا کہ مَیں منافق ہوں۔ اور کہا کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں تو حالت اور ہوتی ہے۔ اور جب گھر جاتے ہیں تو وہ حالت نہیں رہتی۔ دونوں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور حضور نے حنظلہ سے پوچھا کہ کیا حال ہے؟ تو انہوں نے وہی جواب دیا۔ فرمایا کہ اگر ایسی حالت ہمیشہ رہے۔ تو فرشتے تمہارے ساتھ مُصافحہ کریں۔

میری بھی یہی حالت تھی۔ حضرت حنظلہ رضؓ کی طرح اپنے آپ کو منافق سمجھتا تھا۔ رات بھر سخت پریشان رہا۔ کہ میرا ایمان جاتا رہا۔ ایسی حالت میں ہم تینوں نے نماز پڑھی۔ حضرت اقدسؑ امام تھے۔ بعد نماز حضور مسجد کے اُوپر والی کوٹھڑی میں تشریف لے گئے۔ مَیں پریشان اسی جگہ دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ تو مجھے آواز آئی۔ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْکُمْ وَلٰکِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ۔ اِلَیْهِ کے ساتھ ایک ہاتھ کُہنی تک نظر آیا جو ہلتا ہوا حضرت صاحب کی طرف اشارہ کرتا تھا۔ اس آواز کے ساتھ میرا دل نور سے بھر گیا۔ اور میرا رواں رواں روشن ہوگیا۔ پھر مَیں اپنے گاؤں چلا گیا۔ وہاں دوسرے روز صبح مسجد میں نماز پڑھ کر لیٹ گیا تو مجھے ایک کاغذ پہ یہ الفاظ لکھے دکھائے گئے۔ یونسُ اِذ اَبق۔ (یعنی آپ کی حالت کو حضرت یونسؑ کی حالت سے تشبیہ دیگئی جب وہ بھاگے تھے۔ مؤلف اصحاب احمد)۔ تیسرے دن پھر صبح کو دیکھا کہ ایک احمدی گاؤں میں گیا ہوں اور انہوں نے میری بہت تعظیم کی اور خوشی کی۔ ان میں کوئی مولوی ہے۔ جس کے فانتقمنا کے معنی پوچھنے پر مَیں نے کہا۔ کہ ہم بدلہ لیں گے معنی ہیں۔ اس کے بعد حضرت صاحب نے رسالہ انوار الاسلام لکھا اور اس میں یہ لکھا کہ ایک فرشتہ ہمیں ملا۔ اُس نے کہا کہ جِئتُ من حضرة الوتر۔ اس نے کہا کہ کیا حال ہے۔ لوگ تو پھرتے جاتے ہیں۔ مَیں نے کہا کہ کیا تم بھی پھر گئے۔ اس نے کہا کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔ (الحکم ۲۸ ستمبر ۱۹۳۴ء ص ک ۱۔ حضرت اقدسؑ کے کشف کی صحیح عبارت کے لئے دیکھئے۔ الحکم ۱۷ ر جنوری و البدر ۱۶ ر جنوری ۱۹۰۳ء۔ یہ کشف ۱۸۹۱ء کا ہے۔ (بحوالہ تذکرہ ص ۱۹۴ و ۱۹۵) ۔ آتھم کے تعلق میں خلاصتہً حضور نے اسے انوار الاسلام میں بیان کیا ہے۔ (ص ۵۲) ؏

قادیان آئے اور حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ نے کچھ عرض کرنا چاہا۔ لیکن حضرت مولوی صاحب نے ان کا نقطۂ نظر سُنے بغیر بہت ڈانٹ ڈپٹ کی۔ اس پر حافظ نور محمد صاحب بہت دل برداشتہ ہوئے اور مسجد مبارک میں جا کر ایک ستون سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ آپ کے خیالات میں شدید تموّج ہوا۔ کہ حضرت مولوی صاحب نے میری بات سُنے بغیر مجھے معتوب کیا ہے۔ اور آپ نے یہ عہد کیا کہ میں آئندہ کبھی آپ کی مجلس میں نہیں جاؤں گا۔ اس وقت آپ پر غنودگی طاری ہوئی۔ اور بڑے زور سے غیب سے یہ آواز آئی ؎

یک قدم دُوری ازاں عالی جناب نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

اس پر آپ کو کسی غیبی طاقت نے مسجد کی سیڑھیوں سے نیچے اتار دیا۔ آپ نے ایک دوکاندار سے سیڑ بیر خریدے اور حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر ہدیہ کے طور پر پیش کئے۔ آپ مسکراتے اور فرمایا کہ آپ کو منانا خوب آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا۔ ورنہ آپ کا ایمان ضائع ہو جاتا۔ ؎۱

آپ بفضلہٖ تعالیٰ ابتداء سے ہی خلافتِ ثانیہ سے وابستہ ہو گئے تھے۔ آپ کو اس بارہ میں جو رؤیا وغیرہ ہوئے آپ لکھتے ہیں:۔

(۱) لا تکتموا الشھادۃ ومن یکتمھا فانّہٗ اٰثمٌ قلبہ۔ اس آیت شریف کو مدِّ نظر رکھ کر خداوند سے ڈر کر سچی شہادت پیش کرتا ہوں۔ جو اس تفرقہ کے وقت ضروری سمجھتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ عرصہ پندرہ سولہ سال کا ہوا ہے۔ کہ مَیں اپنے گاؤں میں ایک آم کے درخت کے سایہ میں بیٹھا ہوا قرآن شریف کی تلاوت کر رہا تھا۔ جو میری تلاوت میں یہ آیت تھی جو سورہ صٓ میں ہے۔ یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض۔ تب مجھے رؤیا کی حالت ہو گئی۔ اتنے میں میرے روبرو حضرت میاں صاحب صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کھڑے ہیں۔ آپ اس وقت بچہ ہی تھے۔ مَیں نے اپنے رؤیا میں آپ کو جوان و مضبوط دیکھا۔ اتنے میں مجھے یہ آواز آئی۔ غیب سے۔ میاں محمود ڈپٹی کمشنر۔ یہ رؤیا مَیں نے حضرت مسیح الزمان رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیان کی۔ تب آپ نے فرمایا کہ ہاں کمشنر کے بعد ڈپٹی کمشنر ہوتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح کو بھی سنائی میرے دل میں اس وقت سے یہی خیال تھا۔ انشاء اللہ تعالیٰ میاں صاحب قدرتِ ثانیہ کے مظہر ہوں گے۔ ؎۲

(۲) "جس روز خلیفۃ المسیح علیہ السلام کا جنازہ ہوا ہے۔ اسکی صبح یعنی ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء کی صبح تہجد کے وقت بعد ۵ بجے مسجد بیت الذکر کے داہنی گوشہ میں بیٹھا تھا اور سورۃ الحمد شریف کا وِرد کر رہا تھا۔ میری زبان پر یہ کلمہ جاری ہوا جو سورہ بنا میں ہے۔ وجعلنا سراجًا وھّاجًا اور ساتھ ہی بفقینہ یہ کہ یہ اشارہ میاں صاحب کی طرف ہے۔ اور کئی دوستوں کے پاس علی الصّبح

؎۱۔ بیان شیخ رحمت اللہ خانصاحب شاکر و شیخ خالد سیف اللہ خاں صاحب۔ اس واقعہ سے کئی امور معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ یہ سادگی پسند لوگ اپنی توفیق کے مطابق دُعا وغیرہ کے لئے نذرانہ پیش کرنے سے تردّد نہیں کرتے تھے۔ ورنہ معمولی بیر کیا چیز تھی۔ اور حضرت خلیفہ اوّل کا وسعتِ حوصلہ قابل صد رشک ہے۔ کہ انہوں نے فوراً حوصلہ افزائی کی اور کسی قسم کا طعن نہیں کیا اور ادنیٰ چیز کو کس سرور و انبساط سے قبول کیا۔

؎۲۔ یا داؤد والا رؤیا الحکم، ۷ اکتوبر ۱۹۳۴ء (ص ۴ ک ۱) میں بھی مرقوم ہے۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ حضرت صاحبزادہ صاحب اس وقت بارہ تیرہ برس کے تھے (گویا ۱۹۰۱ یا ۱۹۰۲ کی بات ہے)۔ اور مسکراتے ہوئے حضور نے تعبیر بیان کی تھی۔

بیان کیا۔ (مثلاً) سید فضل شاہ ۔ چوہدری حاکم علی۔

"(۳) پھر ۱۹؍ مارچ ۱۹۱۴ء کو مَیں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت صاحبؑ کا انتقال ہوا۔ اور مَیں بہت گریہ زاری کرتا ہوں اور میری آنکھیں پانی سے تر ہیں۔ اور میرے ساتھ میاں دین محمد بگہ اور میرا بیٹا رحمت اللہ ہمدردی میں شریک ہیں پھر مجھے بیداری ہوگئی۔ اس کے بعد پھر سو گیا اور یہ الہام ہوا۔ جو سورہ انعام کے اخیر میں ہے۔ لم تکن اٰمنت من قبل او کسبت فی ایمانہا خیرا قل انتظروا انا منتظرون۔ اور اسی لفظ پر بیداری ہو گئی۔

"(۴) ۲۳؍ مارچ ۱۹۱۴ء پچھلی رات میں مَیں نے دعا کی کہ یا الٰہی! اس تفرقہ سے ہم کو رنج پہنچا ہے۔ تو اپنے فضل سے ہم پر کچھ ظاہر کر۔ اس وقت یہ آیت الہام ہوئی جو سورہ دہر میں ہے۔ عینا یشرب بہا عباد اللہ یفجرونہا تفجیرا۔"[1]

آپ نے بیان کیا:۔ ایک دفعہ میری ایک غلطی کی وجہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مجھے تنبیہہ کی جس کا مجھے بڑا قلق ہوا۔ مَیں اخبار پڑھ رہا تھا کہ مجھے الہام ہوا۔ ؎

مقام او مبیں از راہِ تحقیر ÷ بدورانش رسولاں ناز کردند

ایکدفعہ نماز تہجد کیلئے قادیان میں گھر سے نکلا تو کتے نے کاٹ کھایا۔ بہت سا خون نکلا۔ اس پر یہ الہام ہوا۔ ؎

بات ہے یہ راز کی قصہ مختصر ÷ وہ ہمارا ہو گیا ہم اس کے ہو گئے سر بسر

اس زمانہ میں یہ بھی الہام ہوا۔ ؎

کوئی راہ راہِ سعادت سے نہیں نزدیک تر ÷ اے میرے پیارو اس راہ کو کرو تم اختیار
کوئی راہ راہِ شقاوت سے نہیں ہے دُور تر ÷ اے میرے پیارو اس راہ سے بچو تم زینہار

احراریوں کے شور و شر سے پہلے یہ الہام ہوا ؎

کوئی عرضی کوئی نفسی کوئی ایمان تازہ کرتا ہے ÷ کوئی احراری کوئی انصاری کوئی جان بھی قربان کرتا ہے
دیکھو فضلِ خداوندی نت قادیان نور برستا ہے

حضرت اقدسؑ کی نظر میں

حضرت مولوی سردار شاہ صاحب سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فرستادوں کو ایک فراست دیجاتی ہے جس سے ہم جان لیتے ہیں کہ فلاں شخص میں رُشد و سعادت کا مادہ ہے۔ اور اگر ایسا شخص نزولِ فیضان کے وقت موجود نہیں ہوتا تو ہمیں افسوس ہوتا ہے کہ اگر وہ ہوتا تو فائدہ اٹھا لیتا۔ اور حضور نے مولوی صاحب کو آٹھ نو ماہ اپنے پاس قیام رکھنے کی تلقین کی تھی۔ ذیل کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کو یہ امر مرغوب تھا کہ حافظ صاحب حضور کے پاس آ رہیں۔ اور قرآن شریف پڑھتے رہیں۔ آپ کی روایت ہے:۔

"ایک مرتبہ مَیں قادیان گیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ میاں نور محمد تم قادیان میں رہا کرو۔ اور قرآن شریف پڑھا کرو تمہارے کام کیلئے ہم ایک آدمی نوکر رکھ دیتے ہیں۔ کیونکہ اس زمانہ میں ایک روپیہ ماہوار پر زمیندار کیلئے آدمی مل سکتا تھا۔ مَیں نے جواباً عرض کیا کہ حضور مَیں اپنے والد صاحب سے پوچھ کر عرض کر دوں گا۔ بعد ازاں مَیں نے والد صاحب سے اس امر کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ مَیں

[1] الفضل ۳۰؍ مارچ ۱۹۱۴ء (ص ۱۱ و ۱۲)۔

خود حضرت صاحب سے اسبارہ میں بات کرونگا۔ چنانچہ والد صاحب حضرت صاحب سے ملے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ شیخ صاحب ہم نے آپ کے بیٹے کو یہاں رہنے کیلئے کہا ہے۔ کیونکہ میاں حامد علی کے والد نے بھی اُن کو یہاں ہی چھوڑ دیا ہے۔ والد صاحب نے عرض کیا کہ جناب جس مکان میں چھ سات چراغ جل رہے ہوں۔ اگر وہاں سے ایک اُٹھالیا جائے تو وہاں روشنی میں کوئی خاص کمی واقع نہ ہوگی۔ اور جس گھر میں فقط ایک چراغ ہو اور اُس کو اُٹھا دیا جائے۔ تو بالکل اندھیرا ہو جائیگا۔ اسطرح میرے والد صاحب نے ہنس کر بات ٹال دی۔ کیونکہ میاں حامد علی کے پانچ چھ بھائی تھے۔ اور مَیں گھر میں والد کا ایک ہی بیٹا تھا۔ لیکن مجھکو اس بات پر سخت افسوس ہوا اور اتبک ہے کہ والد صاحب نے حضرت کی بات کو قبول کیوں نہ کر لیا۔ اور مجھے اس موقعہ سے مستفید کیوں نہ ہونے دیا۔"[۱]

آپ کے اہلبیت

حافظ صاحب نے حفظِ قرآن بڑی عمر میں کرنے کے بعد محترمہ گلاب بی بی صاحبہ دختر میاں احمد بخش صاحب گِلّے زئی سکنہ فیض اللہ چک سے شادی کی تھی۔ موصوفہ بہت دُعاگو تھیں۔ اعزہ و اقارب اور ہمسائے آپکے بہترین سلوک سے خوش تھے۔ محلّہ کی خواتین آپکو اپنا بہترین ہمدرد سمجھتی تھیں۔ اور اپنے گھریلو معاملات میں آپ سے مشورہ لیتی تھیں۔ آپ کی وجہ سے احباب بلاتکلّف اپنی بچیوں کو حافظ صاحب سے قرآن مجید پڑھنے کے لئے بھیج دیتے تھے۔ موصوفہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی زیارت کا موقعہ احمدیت قبول کرنے سے قبل اور قبول کرنیکے بعد بھی پایا تھا۔ گویا صحابیہ تھیں۔ مرحومہ کے دو بھائی تھے۔ ایک عالمِ جوانی میں قبل شادی وفات پاگئے اور دوسرے کرم الٰہی صاحب مرحوم نے احمدیت قبول کر لی تھی۔ لیکن صحابی نہیں تھے۔ محترمہ کے متعلق ۹ رتبلیغ (یعنی فروری) ۱۹۴۱ء کے الفضل میں زیر "مدینۃ المسیح" مرقوم ہے:۔

"افسوس شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل کی والدہ ماجدہ اہلیہ جناب حافظ نور محمد صاحب ساکن فیض اللہ چک گذشتہ شب بعمر ۷۱ سال وفات پاگئیں۔ اِنّا لِلّٰہ و اِنّا الیہ راجعون۔ آج بعد نماز ظہر حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نماز جنازہ پڑھائی۔ مرحومہ کو بہشتی مقبرہ میں دفن کیا گیا۔ احباب بلندئ درجات کیلئے دُعا کریں۔ (مورخہ ۱۱ رفروری)۔[۲]

ہمشیرگان اور اولاد

حافظ نور محمد صاحب اکلوتے بیٹے تھے۔ ان سے چھوٹی دو ہمشیرہ تھیں۔ ہر دو نے حضرت اقدس کے عہدِ مبارک کے بعد احمدیت قبول کی۔ حافظ صاحب کو تین بیٹے اور دو بیٹیاں عطا ہوئیں۔ دونوں بچیاں اور ایک بیٹا اللہ تعالیٰ نے عہدِ طفولیت میں واپس لے لیا۔ شیخ خالد سیف اللہ خانصاحب بیان کرتے ہیں کہ دادا جان کی ایک بچی وبا سے وفات پاگئی تو دادی جان نے دیہاتی رواج کے مطابق بَین (سوگ اور سیاپہ) کیا۔ اس پر دادا جی کو بڑے زور سے آواز آئی۔ "کل پھر دیکھنا"۔ چنانچہ دوسرے روز دوسری بچی وفات

---

[۱] سیرۃ المہدی حصہ سوم (روایت ۶۱۲)

[۲] آپ نے مہر ایک صد روپیہ اور زیور قیمتی بیس روپیہ کے ایک چوتھائی کی وصیت ۸ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو کی تھی۔ قطعہ ۳ حصہ ۲۶ میں آپ کی چوتھی قبر ہے جس کے کتبہ پر مرقوم ہے:۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محترمہ گلاب بی بی صاحبہ زوجہ حافظ نور محمد صاحب فیض اللہ چک ضلع گورداسپور عمر ۷۱ برس وفات ۹-۲-۴۱ وصیت ۵۷۸۷۔"

پاگئی۔ یہ ابتلا موجبِ اصطفاء ہوا۔ اور موصوفہ کو اپنی دینی حالت کی اصلاح اور ایسی خلافِ شرع رسوم سے احتراز کی توفیق ملی۔ [ف۱]

(۵۸ و ۵۹) شیخ عبد اللہ خانصاحب و محترمہ آمنہ بیگم صاحبہ (اہلیہ)

آپ کے فرزند شیخ عبد اللہ صاحب بیان کرتے تھے کہ مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا تھا۔ ان کی تصویر موجود نہیں۔ آپ نے مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان میں تعلیم پائی تھی۔ گاؤں میں کاشتکاری کا کام کرتے تھے۔ گویا والد صاحب محترم اور شیخ عبد اللہ صاحب مع دونوں کے خاندانوں کا گذارہ گاؤں میں ملکیتی اراضی پر تھا۔[ف۲] خلافتِ اولیٰ کے ابتداء میں کچھ عرصہ آپ نے مدرسہ تلونڈی جھنگلاں میں بطور نائب مدرس کام کیا۔[ف۳] تقسیم ملک کے موقعہ پر (۱۹۴۷ء میں) آپ اپنے گاؤں میں ہی سکھوں کی

ف۱۔ آپ کی دو بہنیں تھیں۔ (۱) محترمہ امیر بی بی صاحبہ جو احمدی تھیں۔ ان کے خاوند احمدی نہیں تھے۔ اولاد احمدی ہے۔ (بیان شیخ رحمت اللہ خانصاحب شاکر و ملک فضل کریم خانصاحب)۔ (۲) محترمہ عظیم بی بی صاحبہ۔ تقسیم ملک کے وقت موضع فیض اللہ چک میں سکھوں کے ہاتھوں بعمر قریباً پچھتر سال شہید ہوئیں۔ آپ کے خاوند احمدی نہیں ہوئے تھے۔ اور آپ کی اولاد میں سے ایک بیٹی نے جو مرحومہ کی بیعت سے قبل غیر احمدیوں میں شادی شدہ ہونے کی وجہ سے نیز آپ کا ایک بیٹا عبد العزیز خاں مرحوم ریلوے گارڈ احمدیت سے محروم رہے۔ اس گھرانے میں احمدیت کے نفوذ کا واقعہ عجیب ہے۔ آپ کے فرزند ملک فضل کریم خاں صاحب نے اپنے گاؤں میں پرائمری تک پڑھ کر بٹالہ مشن ہائی سکول میں دو سال تک تعلیم پائی۔ اس دوران آپ نے محلہ میں انبالہ کے مولوی غوث محمد مولوی فاضل سے درس میں سُنا کہ اس سال (۱۹۱۶ء میں) ماہِ رمضان امام مہدی کا ظہور ہوگا۔ لیکن دو سال گزرنے پر بھی یہ ظہور نہ ہوا۔ آپ کو قادیان سے اس بارے میں آواز بلند ہونے کا علم تھا۔ ساتویں جماعت میں کامیاب ہونے پر آپ نے والدہ ماجدہ کو کہا کہ مَیں اب بٹالہ نہیں قادیان میں پڑھنا چاہتا ہوں۔ لیکن والد صاحب نے کہا کہ اگر بٹالہ میں تعلیم پانے کا ارادہ نہیں تو یہ اپنے بھائیوں کی طرح زمیندارہ کام کریں۔ چند یوم بعد حضرت حکیم فضل الرحمٰن صاحبؓ مجاہد مغربی افریقہ کے ماموں چودھری نور الٰہی صاحب نے جو احمدی تھے والد صاحب سے دریافت کیا کہ آپکا بیٹا مدرسہ کیوں نہیں جاتا۔ انہوں نے کہا کہ یہ ضِد کرتا ہے کہ مَیں نے قادیان میں پڑھنا ہے۔ چوہدری صاحب نے کہا کہ اس میں کیا حرج ہے۔ والد صاحب نے کہا کہ خطرہ ہے کہ مرزائی نہ ہو جائے۔ چوہدری صاحب نے کہا کہ احمدی ہونے سے کیا حرج ہے۔ بچے کے ماموں حافظ نور محمد صاحب آپ کی رائے میں کیسے ہیں۔ کہنے لگے کہ وہ تو سارے گاؤں کا نور ہیں۔ اور سارے گاؤں سے اچھے ہیں۔ اور ہمارے ساتھ بھی ان کے تعلقات اچھے ہیں۔ چنانچہ آپ کو وہاں داخل کرا دیا گیا۔ اور تین سال آپ نے وہاں تعلیم پائی۔ اس عرصہ میں والدہ محترمہ نے بھی بیعت کر لی اور والد ماجد نے ایک خواب دیکھا۔ اور حضرت مولانا غلام رسول صاحبؓ راجیکی کے وہاں آنے پر سنائی تو فرمایا کہ آپ کو بتایا گیا ہے کہ آپ تکمیل ایمان کیلئے بیعت کر لیں۔ چنانچہ انہوں نے بھی احمدیت قبول کر لی۔ اور ماسوا ایک لڑکی اور ایک لڑکے کے ساری اولاد احمدیت سے وابستہ ہو گئی۔

ملک فضل کریم خانصاحب اپنے گاؤں میں اوّلین گریجوئیٹ تھے۔ آپ نے ٹریننگ حاصل کی۔ اور انجمن حمایتِ اسلام کے مدارس میں بطور سینئر انگلش ٹیچر ملازم رہے۔ اب دو سال سے باغبانپورہ لاہور کے ایک منظور شدہ مدرسہ میں کام کر رہے ہیں۔ اور عرصہ سے حلقہ محمد نگر لاہور کے امام الصلوٰۃ اور صدر ہیں۔ (بیان شیخ رحمت اللہ خانصاحب شاکر و ملک فضل کریم خاں صاحب) ؎

ف۲۔ بیان شیخ رحمت اللہ خانصاحب شاکر ؎ ف۳۔ یہ امر مولوی رحیم بخش صاحب سکنہ تلونڈی جھنگلاں کے سوانح میں درج کیا گیا ہے ؎

طرف سے شہید کر دیئے گئے تھے۔ ؎۱

حافظ صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اپنے کھیت میں چنے کاٹ رہا تھا کہ ایک گداگر آیا اور اس نے صدا دی۔ اللہ سچ محمدؐ برحق کھائے حلال حراموں ترک۔ مجھ پر بڑا اثر ہؤا۔ اور میں نے سمجھا کہ ہر شخص واعظ ہو سکتا ہے۔ مجھے خیال آیا کہ میرے لڑکے عبداللہ کا رشتہ آمنہ دختر حافظ حامد علی صاحب سے ہو جائے تو اچھا ہے۔ تاکہ اُن سے کوئی نیک اولاد پیدا ہو جائے۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ عبداللہؓ اور ماں آمنہؓ سے پیدا ہوئی۔ اسی اثناء میں حافظ حامد علی صاحب بھی آ گئے۔ ان کی عادت تھی کہ جب بھی وہ قادیان سے آتے تو میں جہاں بھی ہوتا مجھے مل کر اپنے گاؤں جاتے۔ میں نے ان سے کہا کہ میرے دل میں ابھی ابھی یہ خیال گزرا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ اپنے گھر میں مشورہ کر کے اطلاع دُونگا۔ پھر انہوں نے حضرت صاحب سے ذکر کیا۔ فرمایا کہ ابھی چھوٹا ہے۔ مڈل پاس کر لے تو کر لینا۔ پھر کچھ مدت کے بعد میں نے حافظ صاحب سے کہا تو انہوں نے کہا کہ حضرت صاحب کے پاس جا کر کہو۔ چنانچہ میں آیا اور حضرت اقدس نماز پڑھکر بیت الفکر میں گئے تو میں نے جا کر عرض کیا۔ فرمایا بہت اچھی بات ہے۔ تم ایک ہی قوم اور ایک ہی جماعت ہو۔ اس پر رشتہ ہو گیا۔ اور عزیز صاحب اولاد ہے۔ ؎۲

محترمہ آمنہ بیگم صاحبہ تقسیم ملک کے وقت ہجرت کر کے علاقہ بہاولپور میں قیام پذیر ہوئیں۔ چند سال قبل فوت ہوئیں۔ آپ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی رضاعی ہمشیرہ تھیں اور صحابیہ تھیں اور اسی تعلق رضاعت کی بناء پر آپ نے انہیں ایک کنال اراضی دارالرحمت قادیان میں بطور ہدیہ دی تھی۔ ؎۳

(۶۰) شیخ رحمت اللہ خانصاحب شاکر

حضرت حافظ نور محمد صاحب نے بیان کیا:-

"ایک دفعہ میں دوپہر کو نہر کا پانی کھیت کو دیتے ہوئے تنہا ایک درخت کے سایہ تلے دُعا کر رہا تھا کہ الہٰی! میری اولاد کو نیک بنا۔ تو اس وقت القاء ہؤا۔ ماھم بقوم ظالمین اور پھر میرا بڑا لڑکا عنایت بیمار ہو گیا۔ میں اسے اور اسکی ٭والدہ کو ڈولی میں ڈال کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس لے آیا۔ اس وقت عزیز رحمت شاکر والدہ کے پیٹ میں تھے۔ ماہ جون کے دن تھے۔ آپ نے ایک دن بعد نماز عشاء فرمایا کہ گرمی کی شدت کی وجہ سے مکان تپ رہے ہیں۔ بہتر ہے کہ اس بچہ کو کھلی ہوائیں لے جاؤ۔ کیونکہ اس کو تپ محرقہ ہے۔ اس مشورہ پر عمل کر کے ہم نے موضع کھارا پیغام بھیجا۔ اور ہم وہاں چلے گئے۔ جاتے وقت حضور نے ہمیں ایک پنکھی اور آدھ سیر مصری دی۔ اور فرمایا کہ گاؤزبان کے پتے بھگو کر مصری ڈال کر اس کو دیتے رہو۔ ہم وہاں دو تین دن رہے۔ میں روزانہ آکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام

؎۱۔ بیان مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ (امیر مقامی قادیان) از شیخ رحمت اللہ خانصاحب شاکر۔ خاکسار مؤلف نے شیخ عبداللہ صاحب کو بارہا دیکھا۔ وہ سادہ طبیعت کے اور محترم شاکر صاحب کی طرح چھریرے بدن کے اور لمبے قد کے تھے۔

؎۲۔ الحکم ۲۸ اکتوبر ۱۹۳۷ء (ص ۳ ک ۲) ؎۳۔ بیان مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ و محترمہ سعیدہ بیگم صاحبہ ہمشیرہ موصوفہ۔

٭ الحکم میں "اسکی اولاد" کے الفاظ سہو معلوم ہوتے ہیں۔ خاکسار نے "والدہ" کر دیا ہے جو صحیح ہے۔

سے دوالے جاتا تھا۔ مگر ایک روز وہ زیادہ بیمار ہوگیا۔ صبح کو جمعہ کا دن تھا۔ ہم نے مناسب سمجھا کہ اسے گھر لے جائیں۔ چنانچہ ہمارے اتارب نے ڈولی اٹھائی۔ میں نے راستہ میں کہا کہ آپ ڈولی لے چلیں میں قادیان میں جمعہ پڑھ آؤں۔ قادیان کے مبیرے میں دعا کی[1]۔ اور جمعہ قادیان میں پڑھ کر گاؤں چلا گیا۔ مجھے زندگی کی امید نہ تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے شفا دیدی۔ چونکہ کلی صحت نہ ہوئی تھی۔ اس لئے دوبارہ حضرت صاحب سے اس کا حال بیان کیا کہ اسکے پیٹ میں درد ہے۔ فرمایا کہ اسکے پیٹ میں سُدّا ہوگیا ہے۔ رومی مصطگی اور گلقند کھلاؤ۔ چونکہ ہر روز قادیان جانا پڑتا تھا۔ اور اسے صحت نہ ہوتی تھی۔ اسلئے فرمایا کہ اسے پھر قادیان لے آؤ۔ چنانچہ یہاں علاج ہوتا رہا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ صحت یاب ہوگیا۔ اور اسکے بعد چار پانچ سال زندہ رہا۔ میں قادیان میں ہی تھا تو مجھے پیغام ملا کہ میرے گھر میں ایک اور لڑکا پیدا ہوا ہے۔ میں نے حضرت صاحب کی خدمتِ بابرکت میں عرض کی کہ یہ لڑکا اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور حضور کی دعاؤں کی برکت سے صحت یاب ہوگیا ہے اور اس کا ایک بھائی بھی پیدا ہوا ہے۔ حضور اس کا نام تجویز فرمائیں اور مجھے آواز بھی آئی تھی کہ "لڑکا۔ لڑکا۔ لڑکا۔ صالح۔ صالح۔ صالح" آپ نے فرمایا کہ اس کا نام رحمت اللہ رکھو۔ کیونکہ یہ نام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اور یہ آیت پڑھی۔ وما ارسلنٰک الا رحمۃً للعٰلمین۔[2]

محترم شاکر صاحب ۱۹۰۱ء میں پیدا ہوئے۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ حضرت والد ماجد مجھے ایک دفعہ اپنے ساتھ قادیان لائے۔ مجھے بخوبی یاد ہے کہ دار المسیح میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات کے وقت مجھے کچھ نقدی دی جو میں نے بطور نذرانہ حضور کی خدمت میں پیش کر دی۔ آپ اپنے گاؤں میں پرائمری میں کامیاب ہوکر ۱۹۱۱ء میں مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان کی جونیئر سپیشل کلاس میں داخل ہوئے۔ ۱۹۱۷ء میں یا اگلے سال میٹرک میں کامیاب ہوکر قلعہ فیروز پور میں دفتر کنٹرولر آف ملٹری اکاؤنٹس میں لاہور اور فیروز پور میں اور ایم۔ای۔ایس نوشہرہ چھاؤنی میں آپ نے ملازمت کی۔ پھر اللہ تعالیٰ کا فضل ستمبر ۱۹۲۷ء میں آپ کو قادیان کھینچ لایا۔ جبکہ آپ سلسلہ کے آرگن الفضل کے ادارہ میں شامل کر دئے گئے۔ الفضل

---

[1] محترم عرفانی صاحب مبیرے والے مقام کی نشان دہی دار البرکات وغیرہ والی جگہ فرماتے ہیں۔ [2] الحکم ۲۸ ستمبر ۱۹۳۴ء (ص ۲ ک ۲) وسیرۃ المہدی حصہ سوم (روایت ۹۶۰) خطوط وحدانی والی بات بھی حافظ صاحبؓ نے نام تجویز کرنے کیلئے عرض کرتے وقت کہی تھی۔ (بیان شیخ خالد سیف اللہ خاں صاحب) شیخ رحمت اللہ خاں صاحب شاکر بتلاتے ہیں کہ میرے بھائی عنایت اللہ صاحب چوتھی جماعت کے طالب علم تھے جبکہ ان کی وفات بعمر نو دس سال ہوئی۔

الحکم پرچہ مذکور میں محترم عرفانی صاحب لکھتے ہیں کہ خدام حضورؑ کے گھر کو اپنا گھر سمجھتے تھے اور ہر ضرورت و مصیبت کے وقت اس طرح چلے آتے تھے کہ گویا وہ کہف و حصار ہے اور حقیقتہً یہی بات تھی۔ تکلف حضورؑ کی عادت میں داخل نہ تھا۔ خیر خواہی کرتے اور صحیح مشورہ دیتے تھے۔ تجویزِ نام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی عشق کا علم ہوتا ہے۔ آپ اسماء کے متعلق قرآن کریم سے استشہاد کرتے تھے۔

آہستہ آہستہ روزنامہ کی شکل اختیار کر گیا اور آپ ایک عرصہ تک بطور نائب مُدیر اور تھوڑے عرصہ تک اسکے اسسٹنٹ مینیجر کے طور پر کام کرتے رہے۔ سلسلہ احمدیہ میں یہ مرکز کا واحد نقیب و ترجمان ہے۔ خلیفۂ وقت کے خطباتِ جمعہ و عیدین وغیرہ و تقاریر اور اہم کارروائیوں کی جو مرکزی ہوں یا جماعت کی شاخوں کی اس میں شائع ہوتی ہیں۔ مخالفین کے اعتراضات کا جو ہمعصر لٹریچر اور اخبارات میں شائع ہوں یا دیگر ذرائع سے موصول ہوں، جوابات دیئے جاتے ہیں۔ تربیتی، تبلیغی اور اسلامی تاریخ و حدیث کے متعلق مضامین پر خامہ فرسائی ہوتی ہے۔ نہ صرف یہ کہ مخالفین کو مدّنظر رکھنا ہوتا ہے۔ بلکہ احبابِ جماعت کو بھی دھیان میں لانا ہوتا ہے۔ جن کا علمی معیار بہت بلند ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رض کی علمی لحاظ سے نہایت اعلیٰ اور تیزی سے بیان کردہ تقاریر کا ضبطِ تحریر میں لانا کوئی سہل امر نہ تھا۔ حاضر باشی بھی بہت تھی۔ بعد نماز عصر اور بعد نماز عشاء اور بعض دفعہ دیگر تقریبات میں حضور کے کلمات محفوظ کرنے ہوتے تھے۔ مشاورت سالانہ۔ جلسہ سالانہ اور مقدمات کی روئیدادیں مرتّب کرنا بھی اسی ادارہ کے ذمّہ تھا۔ گو مشاورت میں زائد عملہ بھی مل جاتا تھا۔ اِس کارکردگی کا چند سالوں کا خلاصہ وسعتِ کار دِکھانے کیلئے حاشیہ میں دِیا گیا ہے۔ محترم شاکر صاحب کو ان مفوّضہ فرائض سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق ملی اور آپ ۱۹۵۰ء میں ملازمت سے سُبکدوش ہوئے اور اب سیالکوٹ شہر میں بطور مہاجر مقیم ہیں۔ آپ شاعر بھی ہیں۔ تقسیم ملک سے قبل آپ نے مطالباتِ تحریک جدید کو منظوم کیا تھا جسے بطور چارٹ دفتر تحریک جدید نے اور محمدؐ یامین صاحب رض تاجر کتب نے اپنی ایک جنتری میں شائع کیا تھا۔ آپ نے ایک کتاب "مسلم نوجوانوں کے سُنہری کارنامے" تالیف کی تھی۔ جس کا ترجمہ بنگالی زبان میں بھی ہُوا تھا۔ نیشنل لیگ میں بھی آپنے خدمت کا موقعہ پایا۔ پہلے آپکی شادی ڈاکٹر محمد عبداللہ خاں صاحب گگّے زئی سکنہ نوشہرہ ککّے زئیاں ضلع سیالکوٹ کی دختر محترمہ مریم بیگم صاحبہ سے ہوئی ۱۹۳۰ء میں انکا انتقال ہُوا۔ پھر محترمہ رشیدہ بیگم صاحبہ دختر شیخ عبدالعزیز صاحب (صحابی) سکنہ تھہ غلام نبی پسر حضرت شیخ چراغدین صاحب رض آپ کے عقد میں آئیں اور وُہ زندہ ہیں۔ [۱]

---

[۱] آپ کی زندگی کے حالات آپ سے حاصل کئے گئے ہیں۔

(ل) ادارۂ الفضل میں چند سال کی کارکردگی کا خلاصہ یہ ہے۔ مثلاً ۳۷-۱۹۳۶ء[۱] میں باوجود دفتر مینیجر الفضل سے متعلق ہونے کے خطبات + روئیداد ہائے مقدمات = بیالیس عدد، ۳۸-۱۹۳۷ء[۲] میں باوجود اسسٹنٹ مینیجر ہونے کے خطبات سترہ عدد۔ اسی دوران میں بطور نائب مدیر تقرر۔ خطبات و تقاریر ۳۹-۱۹۳۸ء[۳] میں دوصد پانچ عدد، اور ۴۰-۱۹۳۹ء[۴] میں پچانوے عدد۔ ۴۱-۱۹۴۰ء[۵] میں خطبات + اپنے مضامین = ڈیڑھ صد عدد۔ اور ۴۲-۱۹۴۱ء[۶] میں ایک صد چھیالیس عدد۔ اور ۴۳-۱۹۴۲ء[۷] میں خطبات و تقاریر + اپنے مضامین دوصد پینتیس عدد جبکہ عملہ کے دیگر تین کارکنان کے دوصد اُنسٹھ عدد۔ باوجودیکہ ۲۱ نومبر تا آخر مالی سال محترم مُدیر رخصت پر رہے اور دوسرے نائب مُدیر تفسیر قرآن کے کام کیلئے تبدیل کر دیئے گئے اور اس کمی عملہ کے باوجود بھی محترم شاکر صاحب قائم مقام مدیر کے ذریعہ اخبار بلا تاخیر شائع ہوتا رہا۔ (رپورٹ ہائے سالانہ صدر انجمن احمدیہ متعلقہ صفحات ۱۴۶[۱]، ۱۵۶[۲]، ۱۵۷[۳]، ۱۰۸[۴]، ۵[۵]، ۵[۶]، ۵[۷]، ۸/۲[۸]) غالباً تمام مرتبہ خطبات وغیرہ خلافت لائبریری میں محفوظ ہوں گے۔

مزید بابت اولاد حافظ صاحب بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۴۲ء کے ماہ رمضان میں مسجد میں درس میں مجھے نیند آئی۔ جس میں دیکھا کہ حضرت مسیح موعودؑ میرے پاس بیٹھے ہیں اور حضورؑ نے مجھے ایک روپیہ دیا۔ جو مَیں نے جیب میں ڈال لیا۔ اُس وقت یہ بھی دیکھا کہ مَیں حضور انور سے کچھ فاصلہ پر بیٹھا ہوں۔ مَیں نے

بقیہ حاشیہ۔ مثلاً حضورؓ کے خطبات وغیرہ کیلئے دیکھیں الفضل ۱۲؍ستمبر۔ ۲۲ و ۳۰؍اکتوبر۔ ۵ و ۱۱؍نومبر ۱۹۴۲ء۔

(ب) روئیداد ہائے مشاورت کی ضبط و ترتیب میں آپکا نام دیکھئے رپورٹ ہائے متعلقہ مثلاً ۱۹۳۸ء (آخری سرورق) ۱۹۴۱ء و ۱۹۴۲ء و ۱۹۴۴ء (سرورق ہائے اوّل اندرون)

(ج) نیشنل لیگ کیطرف سے ۸؍جنوری ۱۹۳۶ء کو بمقام ریتی چھلہ قادیان ڈسکہ (ضلع سیالکوٹ) کے احمدیوں پر احراریوں کے قاتلانہ حملہ کے تعلق میں ایک اجتماعی جلسہ میں آپنے ایک قرارداد پیش کی تھی۔ (الفضل ۱۰؍جون ۱۹۳۶ء۔ ص ۲) یہ بطور مثال کتاب ہذا میں درج کیا ہے۔

(د) آپکی تصویر اس کتاب میں درج کی جاتی ہے۔ الفضل جوبلی نمبر (بابت دسمبر ۱۹۳۹ء) میں بھی شائع ہو چکی ہے۔

آپنے یہ کتاب $\frac{22\times29}{8}$ سائز کے ایک صد چھہتر صفحات کی تالیف کر کے اپریل ۱۹۳۹ء میں شائع کی تھی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضؓ نے ذیل کا "تعارف" رقم فرمایا:۔

"شاکر صاحب نے دکتاب "مسلمان نوجوانوں کے سنہری کارنامے" میں جس موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ وہ ایک عرصہ دراز سے بلکہ طالب علمی کے زمانے سے میرے مدِنظر تھا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ جب یہ خاکسار سکول کی نہم اور دہم جماعت میں تعلیم پاتا تھا تو اس وقت ہمیں ایک انگریزی کی کتاب "گولڈن ڈیڈز" پڑھائی جاتی تھی۔ جس میں بعض مغربی بچوں اور نوجوانوں کے سنہری کارناموں کا ذکر درج تھا مجھے اس کتاب کو پڑھ کر یہ خواہش پیدا ہوئی کہ ایک کتاب اُردو میں مُسلمان نوجوانوں کے کارناموں کے متعلق لکھی جائے جس میں مسلمان بچوں کے ایسے کارنامے درج کئے جائیں جو مسلمان نونہالوں کی تربیت کے علاوہ دوسری قوموں کیلئے بھی ایک عمدہ سبق ہوں۔ یہ خواہش طالب علمی کے زمانہ سے میرے دل میں قائم ہو چکی تھی۔ اسکے بعد جب مَیں نے اسلامی تاریخ کا مطالعہ کیا تو یہ خواہش اور بھی ترقی کر گئی۔ کیونکہ مَیں نے دیکھا کہ جو کارنامے مسلمان نوجوانوں کے ہاتھ پر ظاہر ہو چکے ہیں وہ ایسے شاندار اور رُوح پرور ہیں کہ اُن کے مقابل پر مسیحی نوجوانوں کے کارناموں کی کچھ حیثیت نہیں۔ اور مَیں نے ارادہ کیا کہ جب بھی خدا توفیق دیگا میں اس کام کو کر دوں گا۔ مگر افسوس ہے کہ ایک لمبے عرصہ تک میری یہ خواہش عملی جامہ نہ پہن سکی۔ بالآخر گذشتہ سال اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ تقریب پیدا کر دی کہ شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر نے مجھ سے مشورہ پوچھا کہ مَیں آجکل رخصت کی وجہ سے فارغ ہوں۔ مجھے کوئی ایسا مضمون بتایا جائے جس پر مَیں ایک مختصر کتاب لکھکر اسلام اور احمدیت کی خدمت کر سکوں۔ اس پر مَیں نے شاکر صاحب کو اپنی یہ خواہش بتا کر یہ تحریک کی کہ وہ اس موضوع پر مطالعہ کر کے کتاب طیار کریں۔ اور مَیں نے چند ایسی کتابوں کے نام بھی بتا دیئے جس سے وہ اس مضمون کی تیاری میں مدد لے سکتے ہیں۔ اور انتخاب وغیرہ کے متعلق بھی مناسب مشورہ دیا۔ اور مجھے خوشی ہے۔ کہ شاکر صاحب نے مطلوبہ کتاب کے تیار کرنے میں کافی محنت سے کام لیکر ایک اچھا مجموعہ تیار کر لیا ہے۔ مَیں نے اس سارے مجموعہ کو بالاستیعاب نہیں دیکھا۔ مگر بعض حصّے دیکھے ہیں۔ اور بعض جگہ مشورہ دیکر اصلاح بھی کروائی ہے۔ اور مَیں اُمید کرتا ہوں۔ کہ انشاء اللہ یہ کتاب نوجوانوں کے لئے مفید ثابت ہو گی۔

جَیب میں ہاتھ ڈالا۔ تو ایک خوشنما رومال ہے جس میں ۲ دو دونیاں ہیں۔ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ عنہ نے اس کی تعبیر بیان کی کہ میرا ایک پوتا اور ۲ دو پوتیاں بہت نیک بخت ہوں گے۔ ف

ف۔ آپ نے یہ کشف اپنی پوتی محترمہ انجمن آرا بیگم صاحبہ کو لکھوایا تھا۔ اور محترمہ موصوفہ اور جری اللہ خانصاحب ایڈووکیٹ محترم شاکر صاحب کے دو بچے اسکی مصداق بھی بتائے تھے۔ موصوفہ کو اپنے دادا جان رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے منٹگمری میں گذشتہ بیس سال سے قرآن مجید بچوں کو پڑھانے کی توفیق ملی ہے۔ اور وہ سینکڑوں بچوں کو اس وقت تک پڑھا چکی ہیں۔

بقیہ حاشیہ: یہ ایک فیصلہ شدہ بات ہے کہ کسی قوم کی مضبوطی اور ترقی میں اسکی نوجوانوں کا بہت بڑا ہاتھ ہوتا ہے۔ اور یہ بھی ایک تسلیم شدہ بات ہے کہ نوجوانوں کی تربیت کا ایک بڑا عمدہ ذریعہ سلفِ صالح کی روایات ہیں۔ جنہیں سنکر یا مطالعہ کرکے وہ اپنے اندر کام کی رُوح پیدا کر سکتے ہیں۔ تاریخ سے پتہ لگتا ہے کہ بعض مسلمان نوجوانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور آپ کے بعد ایسے ایسے حیرت انگیز کارنامے سرانجام دیئے ہیں کہ ان کا ذکر پڑھکر بے اختیار تعریف نکلتی ہے۔ اور ایمان تازہ ہوتا ہے۔ بعض چھوٹی چھوٹی عمر کے بچوں نے ایسی خدمات سرانجام دی ہیں۔ کہ بڑے بڑے لوگ بھی اُن میں ہاتھ ڈالتے ہوئے رُکتے تھے۔

دراصل بچپن کا زمانہ ایک بڑا ہی عجیب و غریب زمانہ ہوتا ہے جسمیں ایک طرف تو نموّ اور ترقی کی طاقت اپنا کام کر رہی ہوتی ہے۔ اور دوسری طرف خطرات سے ایک گونہ بے پروائی کا عالم ہوتا ہے۔ ایسے ماحول میں اگر انسان کے ذہن کو ایک اچھے راستہ پر ڈال دیا جائے تو وہ حقیقۃً حیرت انگیز کام کر سکتا ہے۔ اور اس ذہنی کیفیت کے پیدا کرنے کیلئے ایک طرف تو ایمان اور اخلاص کی ضرورت ہوتی ہے اور دوسری طرف عملی نمونہ کی۔

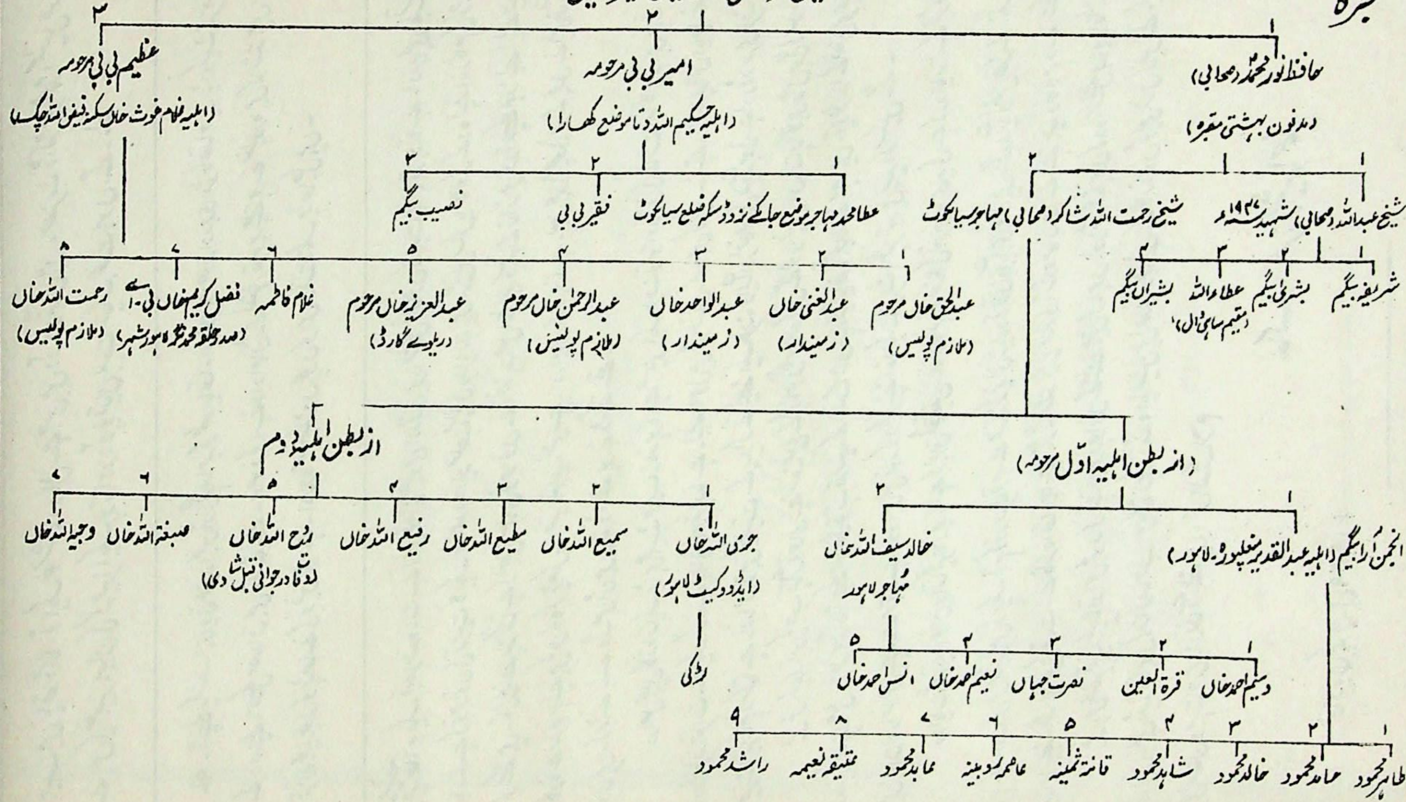
پس میں اُمید کرتا ہوں کہ جب ہمارے نوجوان اپنے سلفِ صالح کے کارناموں کا مطالعہ کریں گے اور انہیں اس بات پر آگاہی حاصل ہوگی کہ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء کی قوتِ قدسیہ کے ماتحت مسلمان بچے کیا کیا خدمات بجالاتے رہے ہیں۔ تو چونکہ خدا کے فضل سے ہماری جماعت میں ایمان اور اخلاص پہلے سے موجود ہے۔ وہ اس عملی نمونہ کو دیکھکر اپنے اندر ایک حیرت انگیز تبدیلی پیدا کر سکیں گے۔

روایات کا قومی اخلاق پر اتنا گہرا اثر ہوتا ہے کہ بعض محققین نے تو قوم کے لفظ کی تعریف ہی یہ کی ہے کہ روایات کے مجموعہ کا نام ہی قوم ہے۔ اور اس میں شبہ نہیں کہ ایک قوم کو دوسری قوم سے ممتاز کرنیوالی زیادہ تر قومی روایات ہی ہوتی ہیں۔ مگر روایات کو محض قصہ کے رنگ میں نہیں لینا چاہیئے۔ بلکہ انکی تحریکی قوت سے فائدہ اٹھانا چاہیئے تاکہ گذشتہ تاریخ ہماری آئندہ عمارت کے لئے بنیاد کا کام دے سکے۔

میں اس مختصر تمہید کیساتھ اس مجموعہ کو اپنے عزیز نوجوانوں کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اور اُمید کرتا ہوں کہ وہ اس سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں گے۔ میں یہ بھی اُمید کرتا ہوں کہ شاکر صاحب اس کتاب کے آئندہ ایڈیشن میں احمدی نوجوانوں کے کارناموں کو بھی شامل کرلیں گے۔ کیونکہ ان میں بھی انسان کو بہت درج پرور نظارے ملتے ہیں۔ والسّلام

خاکسار:۔ مرزا بشیر احمد

قادیان یکم اپریل ۱۹۳۹ء


شجرہ
میاں مراد علی ولد میاں خیر الدین
۱ حافظ نور محمد (صحابی) (مدفون بہشتی مقبرہ)
۲ امیر بی بی مرحومہ (اہلیہ حکیم اللہ دتا موضع کھارا)
۳ عظیم بی بی مرحومہ (اہلیہ غلام غوث خاں سکنہ فیض اللہ چک)
۱ شیخ عبداللہ (صحابی) شہید ۱۹۴۷ء
۲ شیخ رحمت اللہ شاکر (صحابی) مہاجر سیالکوٹ
۱ شریف بیگم
۲ بشریٰ بیگم
۳ عطاء اللہ (مقیم ساہیوال)
۴ بشیراں بیگم
۱ عطا محمد مہاجر موضع جاکے نزد ڈسکہ ضلع سیالکوٹ
۲ فقیر بی بی
۳ نصیب بیگم
۱ عبدالحق خاں مرحوم (ملازم پولیس)
۲ عبدالغنی خاں (زمیندار)
۳ عبدالواحد خاں (زمیندار)
۴ عبدالرحمن خاں مرحوم (ملازم پولیس)
۵ عبدالعزیز خاں مرحوم (ریلوے گارڈ)
۶ غلام فاطمہ
۷ فضل کریم خاں بی-اے (صدر حلقہ محمد نگر لاہور شہر)
۸ رحمت اللہ خاں (ملازم پولیس)
(از بطن اہلیہ اول مرحومہ)
۱ انجمن آرا بیگم (اہلیہ عبدالقدیر لاہور)
۲ خالد سیف اللہ خاں مہاجر لاہور
۱ طاہر محمود
۲ حامد محمود
۳ خالد محمود
۴ شاہد محمود
۵ فائزہ ثمینہ
۶ عاصمہ روبینہ
۷ عابد محمود
۸ عتیقہ نعیمہ
۹ راشد محمود
۱ وسیم احمد خاں
۲ قرۃ العین
۳ نصرت جہاں
۴ نعیم احمد خاں
۵ انس احمد خاں
از بطن اہلیہ دوم
۱ جری اللہ خاں (ایڈووکیٹ لاہور)
لڑکی
۲ سمیع اللہ خاں
۳ مطیع اللہ خاں
۴ رفیع اللہ خاں
۵ روح اللہ خاں
۶ صبغۃ اللہ خاں
۷ وجیہ اللہ خاں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حالات

(۶۱) حافظ نبی بخش صاحبؓ ساکنہ فیض اللہ چک

(۶۲) حکیم جمال الدین صاحبؓ (برادر اکبر)

(۶۳) میاں غلام علی صاحبؓ (حکیم صاحب کے خسر)

اِن حالات کیلئے ذیل کے اصحاب کی طرف رجوع کیا گیا :-

حضرت[1] حکیم فضل الرحمٰن صاحب - آپ کی ہمشیرہ محترمہ ہاجرہ[2] بیگم صاحبہ (اہلیہ چوہدری محمد حسین صاحبؓ) ملک[3] حبیب الرحمٰن صاحب - حکیم صاحبؓ[4] کے بہنوئی شیخ احمد علی صاحب - خاکسار مؤلف[5] کے والد محترم - چوہدری[6] عبدالماجد صاحب کراچی پسر چوہدری محمد حسین صاحب موصوف - ملک نور احمد[7] خان صاحب اسٹیشن ماسٹر - ملک مبارک[8] احمد صاحب ارشاد - ملک بشیر[9] احمد صاحب مالک مبشر میڈیکو ملتان - اہلیہ محترمہ حکیم جمال[10] الدین صاحب - ملک عبدالحی[11] خان صاحب - خاکسار کے تایا حکیم دین محمد[12] صاحب (صحابی) - مولوی عبدالرحمٰن[13] صاحب جٹ (امیر جماعت قادیان) - ان کے برادرِ[14] اکبر بابو محمد عبداللہ صاحب - مولوی خلیل الرحمٰن[14] خان صاحب - شیخ عبدالکریم[15] صاحب سابق صدر گنج مغلپورہ (صحابی)

حافظ نبی بخش صاحبؓ

مختصر تعارف

حضرت حافظ نبی بخش صاحبؓ ساکن موضع فیض اللہ چک ان معدودے چند خوش قسمت احباب میں سے تھے جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے حضور کے دعویٰ سے طویل عرصہ قبل بار بار حاضر ہونے اور فیض یاب ہونے کا موقعہ ملا۔ حضور آپ سے بے تکلف تھے۔ آپ کو ان ایام میں حضور کے سونے کے کمرہ یعنی بیت الفکر میں اس ارادہ سے سونے کا موقعہ ملتا تا تہجد کے لئے بیدار ہوسکیں۔ آپ کم عمر نوجوان ہی تھے کہ معدودے چند اشخاص کی طرح آپ کو بھی حضور ایک شخص کے لئے دعائیں کرنے اور خواب آئے تو بتانے کے لئے [illegible] فرماتے تھے۔ چونکہ ابھی آپ بالکل کم عمر تھے اس وقت حضور کا آپ کو دُعا کے لئے کہنا گویا حضور کی خداداد فراست کے مطابق آپ کی فطری رُشد اور جبلّی سعادت پر دلالت کرتا ہے۔ ایک دفعہ آپ کی امامت میں حضور نے نماز پڑھی تھی۔ اپنے گاؤں میں آپ بیعت کرنے والے تیسرے اور ضلع میں تینتیسویں فرد تھے۔ گویا السابقون الاوّلون میں سے تھے آپ کے فرزند حضرت حکیم فضل الرحمن صاحب کو قریباً ایک رُبع صدی تک مغربی افریقہ میں نہایت نامساعد حالات میں اعلائے کلمۃ اللہ کا موقعہ ملا۔ آپ کی نسل میں متعدد دیگر افراد کو خدمتِ دین کا موقعہ ملا اور مل رہا ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔[1]

---

[1] حضرت حافظ صاحب کی ایک تحریر آپ کے پوتے ملک لطف المنّان صاحب کے پاس محفوظ ہے جو نہایت انمول روایات پر مشتمل ہے۔ حکیم فضل الرحمن صاحب نے اُسے نقل کرنا شروع کیا اور ملک صاحب آپ کے فرزند نے اسکی نقل کی تکمیل کرکے مجھے بھجوائی۔ حکیم صاحب آغاز میں لکھتے ہیں:۔

"عزیز ملک صلاح الدین صاحب نے کئی بار مجھے حضرت قبلہ والد صاحب کے حالات قلمبند کرنے کو کہا بلکہ وہ افریقہ میں بھی مجھے لکھتے رہے ..... مگر مجھے افسوس اور سخت افسوس ہے بلکہ اپنی بدقسمتی پر رونا آتا ہے کہ میں آج سے قبل اپنے اس عزیز کی خواہش کو پورا نہ کرسکا۔ ورنہ یہ حالات اصحاب احمدؑ کی پہلی جلد میں ہی شائع ہو جاتے۔

اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کو جزائے خیر عطا کرے کہ میں اُن کے بار بار کہنے پر اپنے پیارے باپ کے متعلق کچھ لکھنے بیٹھا ہوں۔ میں حضرت والد صاحب کی وفات کے وقت مغربی افریقہ میں مصروفِ جہادِ تبلیغ تھا بلکہ حضرت والدہ صاحبہ کی وفات بھی ایسی ہی حالت میں ہوگئی جبکہ میں (باقی آگے)

خاندانی حالات و ولادت

حضرت حافظ نبی بخش صاحب کے والد ماجد حکیم کریم بخش صاحب کا وطن موضع فیض اللہ چک ضلع گورداسپور تھا۔ اس موضع کا ہر خاندان بالعموم اپنے کسی مورث اعلیٰ کے پیشہ کی طرف منسوب ہوتا تھا۔ آپ کا خاندان "حکیموں" کے خاندان کے نام سے معروف تھا۔ اس خاندان کے کوئی مورث اعلیٰ غالباً ریاست جموں و کشمیر میں شاہی حکیم رہ چکے تھے۔ بعد میں بھی اس کے افراد کاشتکاری کے ساتھ ساتھ طبابت کرتے تھے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ:- پہلی دفعہ مغربی افریقہ میں گیا ہوا تھا۔ اس طرح میں دونوں کی آخری تجہیز و تکفین کی خدمت سے بھی محروم رہا۔ یعنی کہ نہ تو میں ان کی نعشوں کو کندھا دے سکا اور نہ ہی مٹی کی ایک مٹھی اُن کی قبروں پر ڈال سکا۔ شاید کہ ان سطور کے لکھنے سے اس کا کسی قدر کفارہ ہو سکے۔

مجھے مزید افسوس اس بات کا ہے کہ نہ تو میں حضرت والد صاحب کے متعلق کچھ مفصّل لکھ سکتا ہوں اور نہ ہی حضرت والدہ صاحبہ کے متعلق۔ وجہ یہ کہ میں نہ تو ان کے ادب کی وجہ سے ان کے پاس زیادہ بیٹھتا تھا اور نہ ہی اُن کے ساتھ کھل کر بات کرتا تھا۔ لہٰذا میں ان کے حالات نہ دریافت کر سکا۔ اور جو لوگ کہ ہمارے خاندان میں مجھ سے بڑے تھے جن سے میں اُن کے حالات دریافت کر سکتا مثلاً ہمارے تایا صاحب حکیم جمال الدین صاحب یا ہماری سب سے بڑی ہمشیرہ زینب بی بی وہ فوت ہو چکے ہیں۔ . . . . حضرت والد صاحب نے کچھ حالات لکھ کر مجھے افریقہ بھیجے تھے۔ میں ان کو درج ذیل کر دیتا ہوں۔ تا اُن کا ذکر خیر کسی حد تک محفوظ ہو جائے اور اس شمع محمدی کے ذریعہ حسب حدیث نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اصحابی کالنجوم بایّھم اقتدیتم اھتدیتم کوئی شخص ہدایت پا جائے۔"

حافظ صاحب کی تحریر کے آخر پہ ۲۷ ستمبر ۱۹۳۴ء کی تاریخ اور "نبی بخش فیض اللہ چکی مہاجر قادیان محلہ دار الفضل والد فضل الرحمٰن حکیم مبلغ افریقہ" کے الفاظ درج ہیں اور یہ بھی مرقوم ہے:-

"بالآخر میں عزیز لخت جگر مبلغ افریقہ کو تحریر کرتا ہوں کہ میری یہ تحریر بحفاظت رکھے اور آئندہ میری نسل اس سے فائدہ اٹھائے۔ وباللہ التوفیق۔"

نیز یہ بھی لکھتے ہیں کہ "ان میں سے کچھ باتیں تو دعویٰ سے قبل کی ہیں اور کچھ بعد کی"

خاکسار مؤلف نے بعض جگہ ترتیب بدل دی ہے لیکن ان کے مطالعہ سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کس زمانہ کی ہیں۔

حافظ صاحب نے ۸ اپریل ۱۹۳۸ء کو اپنی روایات اپنے فرزند ملک حبیب الرحمٰن صاحب کو جو شجاع آباد ضلع ملتان میں متعین تھے لکھوائی تھیں۔ جو انہوں نے نظارت تالیف و تصنیف کو بھجوا دی تھیں۔ نظارت نے دیگر الفاظ میں الفضل مورخہ ۶ مئی ۱۹۴۲ء میں شائع کرا دی تھیں جو بات بغیر کسی حوالہ کے متن میں درج کی ہے وہ ملک حبیب الرحمٰن صاحب سے معلوم ہوئی ہے۔ مؤلف

آپ رقم فرماتے ہیں :۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم   وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

ھوالناصر

چند باتیں میں اپنے حالات گذشتہ کی درج ذیل کرتا ہوں۔ تمہید کے طور پر یہ حروف بھی تحریر کر دینا مناسب معلوم ہوتے ہیں۔ میرے والد صاحب حضرت حکیم کریم بخش صاحب مرحوم و مغفور موضع فیض اللہ چک تحصیل و ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے ان کی زندگی کا اکثر حصہ ملازمت محکمہ نہر میں گذرا۔ جو پہلے پہل متفرق جگہوں میں مقیم رہے۔ آخر کار ان کی تبدیلی امرتسر میں ہوئی۔ اس وقت ان کی جائے قیام خاص امرتسر ہوگئی۔ اس وقت شہر میں مولوی ابو علیہ اللہ غلام علی صاحب قصوری ۔ ۔ ۔ قصور سے ہجرت کر کے امرتسر میں مقیم ہو گئے تھے اور انہوں نے قصور سے اس لئے ہجرت کی تھی کہ اُن کا مذہب اہلحدیث یا موحّد تھا۔ قبر پرستی اور پیر پرستی وغیرہ سے ان کو بہت تنفّر تھا اور باشندگانِ قصور اکثر قبر پرست اور پیر پرست تھے اس لئے اُن کا اور ان کا عقائد میں سخت اختلاف ہو گیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت والد صاحب مولوی صاحب کے پاس آنے جانے لگے۔ اور اُن کی صحبت سے رفتہ رفتہ عقائد سابقہ میں تبدیلی ہونے لگی۔ یہاں تک تبدیلی ہوگئی کہ باشندگانِ فیض اللہ چک اُن کو وہابی کے لفظ سے پکارنے لگے۔ میں بھی اپنے والد صاحب کے پاس رہتا تھا۔ (حافظ محمد بخش صاحب جو کڑہ سفید (کٹڑہ بگّیاں) میں مولوی صاحب موصوف کی مسجد میں مقیم تھے اُن سے قرآن کریم پڑھتا اور حفظ کیا کرتا تھا۔ مولوی صاحب موصوف خود درس قرآن کریم دیتے تھے جس میں مَیں شامل ہو کر قرآن شریف پڑھتا رہتا)۔

مولوی غلام علی صاحب کی صحبت سے متأثر ہو کر رشوت ستانی وغیرہ سے بیزار ہو کر حضرت والد صاحب نے ملازمت چھوڑ دی اور ایک شخص نامی شیخ بڈھا صاحب جو امرتسر میں چمڑے کی آڑھت کرتے تھے اُن کے ہاں بہی کھاتہ لکھنے کی ملازمت اختیار کر لی۔ اور محض حصولِ رضائے خدا اور روزی حلال کمانے کی خاطر ایک اچھی آمدنی کی جگہ چھوڑ کر معمولی سے گذارہ والی جگہ اختیار کر لی۔ مَیں قرآن شریف حفظ کرنے کے بعد فیض اللہ چک میں آکر منڈی کراں میں جو کہ فیض اللہ چک سے قریبًا ایک میل کے فاصلہ پر ہے پرائمری سکول میں داخل ہو گیا۔

یہ چند حروف اس لئے لکھے ہیں کہ بتلایا جائے کہ مَیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اپنے والد صاحب کے پاس رہنے اور مولوی غلام علی (صاحب) کی صحبت میں رہنے اور اُن سے قرآن شریف پڑھنے کے باعث بچپن میں ہی شرک و بدعت سے ایسا بیزار اور متنفر ہو گیا تھا کہ اگر کوئی شخص ایسی بات یا حرکت کرتا جس میں شرک و بدعت کی بو محسوس کرتا تو مَیں اُسے سُننا یا دیکھنا پسند نہ کرتا۔ گویا

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے شرک و بدعت کی جڑ میرے دل سے بچپن میں ہی اُکھاڑ دی تھی"۔

حضرت اقدس علیہ السلام کا ذکر سُننا اور پھر بے تکلفانہ ملاقاتیں جاری ہونا

کیونکہ حضرت اقدسؑ کا ذکر آپ نے سُنا اور شوق بلکہ عشق پیدا ہوا اور پھر والہانہ اور بے تکلفانہ ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہو کر بہت بڑھا۔ اس وقت حضور کے پاس دو تین اصحاب ہی ہوتے تھے۔ حضور کے کمرہ میں ہی حافظ صاحب یا حافظ صاحب اور آپ کے ساتھی حافظ نور محمد صاحب سوتے تا تہجد کا موقعہ پا سکیں۔ جو چیز چاہتے بے تکلفی سے طلب کر لیتے تیسرے کے لئے حضور دریافت فرمالیتے کہ کدھر کو جائیں۔ اور عرض کرنے پر کہ مواضعات رجادہ یا ستکہ کی طرف جائیں تو فرماتے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہاں سے یہ اپنے گاؤں کو چلے جائیں۔ اپنے سپرد گائے کا چارہ ایک یا زیادہ دن کا آپ گھر میں جمع کر کے حضور کی صحبت پاک سے مستفیض ہونے کے لئے دربار پر حاضر ہو جاتے۔ حضرت اقدس کے اس عاشق صادق کی باتیں اُسی کی قلم سے سُنیئے۔ آپ لکھتے ہیں:۔

"ان ایام میں میرے تایا صاحب قادر بخش صاحب تحصیل بٹالہ میں ملازم تھے اور وہ قادیان میں سرکاری کاموں کے واسطے اکثر جایا کرتے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے ملتے (تھے، کھانا بھی حضور ہی اندر سے اُن کے واسطے لاتے تھے) جب کبھی تایا صاحب فیض اللہ چک جاتے تو حضور کا ذکر نہایت اخلاص اور محبت سے کرتے اور بڑی شدّ و مدّ سے حضور کے اخلاقِ حسنہ کا ذکر کرتے۔ رفتہ رفتہ میرے دل میں حضور کی زیارت کا شوق بلکہ حضور کے لئے ایک عشق پیدا ہو گیا۔ اور دل چاہنے لگا کہ اُڑ کر بھی حضور کی زیارت کروں۔ حتّٰی کہ میں قادیان پہنچا اور حضور سے ملا اور ایک رات قادیان ٹھہر کر واپس فیض اللہ چک چلا گیا اس کے بعد دل میں ایک تڑپ سی رہنے لگی اور جب تک حضور کی زیارت نہ کر لیتا چین نہ آتا۔[۵]"

"حضرت حافظ حامد علی صاحب مرحوم خادم حضور پُر نور میرے قادیان جانے سے پہلے حضور کی خدمت میں حاضر ہو چکے تھے۔ میں اُن کے ذریعہ حاضر حضور ہوا تھا۔ حافظ صاحب مرحوم موضع تھہ غلام نبی کے رہنے والے تھے اور میرے رشتہ داروں میں سے تھے"۔

"پہلی دفعہ کی حاضری کے بعد میری آمد و رفت کا راستہ کھل گیا کیونکہ میں نے حضور کے اخلاقِ حمیدہ اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر پائے جو ہمارے تایا صاحب بتلاتے تھے۔

[۵] محترم قادر بخش صاحب کے متعلق مزید حالات نہیں مل سکے۔ مؤلف

حتیٰ کہ مَیں یہ یقین کرنے لگا کہ حضور مجھ سے کسی پر زیادہ شفقت نہیں کرتے۔ پھر مَیں اور حافظ نور محمد صاحب جو فیض اللہ چک کے ہی رہنے والے تھے مل کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے اور وہاں ٹھہرتے۔ مسجد مبارک کی شمال کی طرف جو چوبارہ ہے جس کا نام بیت الفکر ہے اس کے مشرقی دروازہ کے سامنے ایک تخت پوش چوبی رکھا ہوا تھا اس پر مَیں اور جو کوئی مہمان بھی ہوتا بیٹھ کر کھانا کھاتے اور حضرت اقدس کھانا اندر سے اپنے دستِ مبارک سے لاکر ہم مہمانوں کے آگے رکھتے اور خود بھی شامل ہوجاتے۔" ۵۱

"ایک چھوٹی چائے دانی بیت الفکر میں موجود رہتی اور قہوہ تیار رہتا اور پاس ہی مصری پڑی رہتی۔ مَیں دن میں جتنی دفعہ چاہتا قہوہ پی لیتا۔ حضور فرماتے۔ اور پیو (اور پیو) ایک چھوٹی چارپائی بھی بیت الفکر میں موجود رہتی تھی) ۵۲

"حضور ہر قسم کا پھل موسم کے لحاظ سے منگوایا کرتے تھے۔ مثلاً خربوزہ بیٹ سے منگواتے اور آم (کافی مقدار میں) دریا کے پار سے (اور مہمانوں کو کھلاتے تھے بعض اوقات جب مَیں بھی خدمت میں حاضر ہوتا تو) خربوزہ اپنے دستِ مبارک سے کاٹ کر دیتے اور مجھے نہایت شفقت اور محبت سے بار بار تبسم سے فرماتے کہ دیکھو میاں نبی بخش! یہ خربوزہ بہت میٹھا ہوگا۔ اس کو کھاؤ (اور آپ بھی کھاتے) آموں کے موسم میں

---

۵۱ آپ کا قلمی بیان الفضل مورخہ ۶ رمئی ۱۹۴۲ء میں مرقوم ہے کہ مَیں چودہ پندرہ سال کی عمر میں ۱۸۷۸ء یا ۱۸۷۹ء میں حضور کی خدمت میں آنے لگا۔ میں ایک یا دو رات رہا کرتا تھا۔ حضرت صاحب بہت محبت سے پیش آتے اور فرماتے جلدی جلدی آیا کرو۔ گول کمرہ یا مسجد میں ٹھہرایا کرتے تھے روٹی اندر سے لاکر دیتے۔ بعض دفعہ سرسوں کا ساگ روٹی کے اوپر ہی رکھ کر لے آتے مَیں بیت الفکر کے سامنے ایک تخت پوش پر بیٹھ کر کھانا کھایا کرتا تھا۔

خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ کی قادیان میں مستقل اقامت کے بعد ہی حافظ نبی بخش صاحبؓ کی آمد و رفت شروع ہوئی اس لئے حافظ حامد علی صاحبؓ کے حالات میں مستقل اقامت کا جو زمانہ اندازاً متعیّن ہوا ہے اسی کے بعد حافظ نبی بخش صاحب کی اوّلین آمد کا زمانہ ہوگا اور وہ ۱۸۷۹ء نہیں بلکہ اس کے بعد ہے۔

۵۲ "قلمی بیان میں "سیرۃ المہدی" حصہ سوم روایت ۵۴۴ سے خطوط وحدانی میں اضافہ کیا گیا ہے۔ حضرت مؤلف "سیرۃ المہدی" اس بارہ میں لکھتے ہیں کہ ان دنوں میں حضور کسی تصنیف میں مصروف ہونگے اور بدن میں چستی قائم رکھنے کیلئے چائے تیار رہتی ہوگی جس سے آپ آنے جانے والے کی تواضع بھی فرماتے رہتے ہونگے۔ بیت الفکر حضور کے مکان کے اس کمرہ کا نام ہے، جو مسجد مبارک سے متصل جانبِ شمال ہے جس میں سے ایک کھڑکی نما دروازہ مسجد میں کھلتا ہے۔

جب میری موجودگی میں آم باہر سے آتے تو اپنے دست مبارک سے ٹوکرے میں سے چُن چُن کر نہایت محبت و شفقت سے مجھے دیتے اور (بار بار) فرماتے کہ (میاں نبی بخش!) یہ آم تو حضور میٹھا اور مزیدار ہوگا۔ اس کو کھائیں۔ (خود بہت کم کھاتے) میں اپنے نفس میں شرمندہ ہوتا کہ حضور اس قدر تکلیف مجھ ناچیز کی خاطر اٹھاتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی شرم کے مارے زبان سے کچھ نہ بولتا۔"[1]

حافظ نبی بخش صاحبؓ بیان کرتے ہیں:۔

"حضور اقدس اکثر ٹہلتے رہتے اور نصیحت آمیز باتیں فرماتے رہتے۔ میری عادت زیادہ ہنسنے کی تھی۔ حضور ویسے تو میرا نام لے کر کچھ نہ فرماتے ویسے زیادہ ہنسنے کی عام باتوں میں ممانعت فرماتے"[2]

"حضور نماز عشاء سے فارغ ہو کر جب سونے کیلئے بیت الفکر میں تشریف لے آتے تو بعض دفعہ جب میرا اپنا دل ریوڑیاں کھانے کو چاہتا تو میں خود ہی اونچی آواز سے کہہ دیتا کہ حضور حافظ نور محمد صاحب ریوڑیاں کھائیں گے۔ حافظ صاحب بھی وہاں موجود ہوتے مگر بیچارے کچھ نہ بولتے۔ حضور میری عرض سنتے ہی حافظ حامد علی صاحب کو آواز دیتے اور فرماتے کہ میاں حامد علی بازار سے ریوڑیاں لاؤ مگر کڑاکے دار لانا۔ حافظ صاحب فوراً تعمیلِ ارشاد کرتے اور ریوڑیاں لے آتے۔ حضرت اقدس اپنے دستِ مبارک سے نہایت خندہ پیشانی سے ہمیں ریوڑیاں دیتے اور خود بھی کچھ کھاتے"[3]

---

[1] قلمی روایت میں خطوط وحدانی میں "سیرۃ المہدی" حصہ سوم روایت نمبر ۸۵۹ اور الفضل ۶ رمئی ۱۹۴۲ء سے اضافہ کیا گیا ہے۔ سیرۃ المہدی میں حضرت مؤلف تحریر فرماتے ہیں کہ بیٹ سے مراد دریائے بیاس کے قریب کا نشیبی علاقہ مراد ہے اور پار سے مراد ضلع ہوشیار پور کا علاقہ ہے جس میں آم زیادہ ہوتا ہے۔

[2] قلمی بیان۔

[3] الفضل مؤرخہ ۶ رمئی ۱۹۴۲ء میں آپ کی روایت میں عشاء کے بعد کی بجائے شام اور عشاء کے درمیان کا ذکر ہے۔ نیز کہ میں حافظ نور محمد صاحب کے متعلق کہہ دیتا کہ ان کا دل ریوڑیاں کھانے کو چاہتا ہے اور ریوڑیاں آنے پر حضور دو مٹھی بھر ہمیں دیتے اور خود بھی کھاتے اس دوران میں جب کبھی میں قہقہہ مار کر خوب ہنستا تو حضور کچھ نہ فرماتے البتہ کوئی مثال کہانی سُنا کر یہ سمجھا دیتے کہ بہت ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔

حافظ نور محمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور نے مرزا احمد بیگ صاحب کے ذریعہ جو وہ بھی خادم تھے ریوڑیاں منگوائی تھیں اور حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی اسیر لکھتے ہیں کہ کثرت پیشاب کی تکلیف میں تِل مفید سمجھے ؎

؎ جاتے ہیں۔ اس لئے حضور اسے علاج کے طور پر ریوڑیاں کھاتے تھے۔ (الحکم مورخہ ۱۴ ستمبر ۱۹۴۴ء)

"جب کبھی میں سردی کے موسم میں اکیلا حاضر ہوتا تو اسی بیت الفکر میں ایک تخت چوبی شمالی دیوار کے پاس بچھا ہوتا۔ مَیں خود ہی عرض کر دیتا کہ حضور مَیں اس پر ہی سوؤنگا اور اس سے میری غرض یہ ہوتی تھی کہ مَیں دیکھوں کہ حضور رات کو کس وقت جاگ کر نماز میں مصروف ہوتے ہیں۔ اسی بیت الفکر میں (اس تخت پوش کی پائنتی کی طرف ایک چارپائی ہوتی جس پر حضور رات کو اور صبح کی نماز کے بعد استراحت فرماتے (حافظ حامد علی صاحب بھی وہاں ہوتے تھے) .... جب کبھی میری آنکھ کھلتی تو مَیں حضور کو (اسی تخت پوش کے ایک طرف) نماز میں ہی مشغول پاتا۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ حضور میرے پاس ہی نماز گذارتے اور مجھے کبھی نہ جگاتے۔ (اور نہ ہی یہ فرماتے کہ ایک طرف ہو جاؤ۔ کبھی کبھی ہم لوگ مسجد مبارک کے فرش پر لیٹتے تھے)"[1]

"ایک دفعہ مَیں قادیان میں حاضر ہوا تو مجھے وہاں تین چار دن ٹھہرنا پڑا۔ میرے پاس ایک گائے ہوتی تھی۔ مَیں اس کے لئے صرف ایک دو دن کا چارہ جمع کر کے چھوڑ آیا تھا۔ چار دن کے بعد جب مَیں نے واپس جانے کی اجازت چاہی اور ساتھ ہی گائے کا ذکر کیا تا اس کی وجہ سے مجھے اجازت مل جائے تو اس وقت حضور نے حافظ نور محمد صاحب کو جو وہ بھی پاس موجود تھے تبسّم کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کی گائے بھی بنی اسرائیل کی گائے کی طرح ہو گئی۔"[2]

بیعت

آپ نے ۱۰ مارچ ۱۸۹۰ء کو بیعت کر کے داخل سلسلہ ہونے کا شرف پایا۔ رجسٹر بیعت میں اس تاریخ میں آپ کا اندراج یوں ہے آپ کا نمبر ۱۸۱ (ایک سو اکاسی) ہے

---

[1] آپ کے قلمی بیان میں الفضل مورخہ ۶ رمئی ۱۹۴۲ء کی آپ کی روایت میں سے خطوط وحدانی میں اضافہ کیا گیا ہے۔ الفضل میں آپ کا بیان ہے کہ جب حضور دریافت فرماتے کہ مَیں کہاں سوؤں گا۔ تو مَیں تخت چوبی پر سونے کو عرض کرتا گویا کبھی حضور دریافت فرماتے ہونگے۔ کبھی حافظ صاحب خود عرض کر دیتے ہونگے۔ حافظ نور محمد صاحب کی روایت سے جو ان کے حالات میں درج ہو چکی ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب یہ دونوں حافظ صاحبان اکٹھے جاتے تھے تب بھی اسی نیّت سے بیت الفکر میں سوتے تھے۔

[2] قلمی روایت۔ الفضل ۶ رمئی ۱۹۴۲ء میں مرقوم ہے:۔

"میرے پاس ایک گائے تھی۔ کبھی مَیں نے اجازت طلب کرنا کہ حضور گائے کے چارہ وغیرہ انتظام کرنا ہے۔ اس پر حضور حافظ نور محمد صاحب کو مخاطب کر کے فرماتے کہ ان کی گائے تو بنی اسرائیل والی گائے ہے۔"

گویا حضور نے کئی بار یہ بات بیان فرمائی۔

"شیخ نبی بخش ولد شیخ کریم بخش ساکن فیض اللہ چک ضلع گورداسپور پیشہ ملازمت بالفعل چوکیدار ہے۔"[1]
اپنے گاؤں میں آپ تیسرے مبائع تھے۔ دوسری بیعت قریباً پونے چھ ماہ قبل ۲۱ ستمبر ۱۸۸۹ء کو حافظ نور محمد صاحبؓ کی تھی۔ حافظ نبی بخش صاحبؓ کی بیعت ضلع میں تینتیسویں نمبر پر اور کل مبائعین میں ایک صد اکاسیویں نمبر پر تھی۔ یہ عظیم سعادت تھی جو آپ کو عطا ہوئی تھی۔ سچ ہے ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست - تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

بعض دیگر روایات

بعض دیگر روایات یہاں درج کی جاتی ہیں۔ آپ بیان فرماتے تھے :-
"(حضور کا) رنگ گندم گوں۔ سرخی مائل۔ داڑھی لمبی گھنی۔ سر کے بال لمبے کانوں تک۔ قد متوسط۔ چہرہ پر مسکراہٹ۔ کرتہ بٹن والا سیدھا گریبان۔ کھلے پائنچوں والا پاجامہ۔ جوتی دیسی ساخت کی سرخ کھال کی۔ پگڑی اکثر تسری سفید۔ کلاہ نہیں ہوتا تھا۔ کوٹ لمبا سادہ گرم ہو یا سرد۔ جمعہ کے لئے تشریف لے جاتے تو کپڑوں میں خوشبو لگی ہوئی ہوتی۔ میں نے پیچھے سے پکڑ کر کئی دفعہ شملہ چہرہ سے ملا۔ ایک دفعہ ذرا زور سے کھینچا۔ اس پر حضور نے مڑ کر دیکھا لیکن ذرا ناراض نہ ہوئے۔"[2]

"بیعت لیتے وقت ایک شخص کا ہاتھ ہاتھ میں لیتے۔ اگر باقی لوگ تھوڑی تعداد میں ہوتے تو وہ اس شخص کے کندھوں وغیرہ پر ہاتھ رکھتے۔ اگر زیادہ ہوتے تو پگڑیاں پکڑ لیتے۔ بیعت کے کلمات دہراتے وقت نہایت رقت اور آہ و زاری ہوتی۔"[3]

"میں نے جب کبھی باہر سے دروازہ کھٹکھٹایا تو اکثر خود ننگے سر اٹھ کر کھولا۔ اور اگر کوئی خادم یا خادمہ قریب ہوتی تو اسے فرماتے۔ دروازہ کھول دے ثواب ہوگا۔"[4]

---

[1] آپ بیان کرتے ہیں :- "میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کا احمدی ہوں۔ سن بیعت ۱۸۹۱ء یا ۱۸۹۲ء ہے۔ جب سے حضور نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اسی زمانہ سے میں ان کو اللہ کا رسول اور نبی یقین کرتا ہوں۔" (ماہنامہ الفرقان بابت نومبر ۱۹۶۲ء صفحہ ۲۱)

رجسٹر بیعت کے اندراج سے "الفرقان" کے سنہ کی تصدیق ہوتی ہے۔ اس رجسٹر میں مرقوم ہے :-

"۱۸۱ - ۱۰ مارچ ۱۸۹۰ء شیخ نبی بخش ولد شیخ کریم بخش ساکن فیض اللہ چک ضلع گورداسپور۔ پیشہ ملازمت۔ بالفعل چوکیدار ہے۔"

خاکسار عرض کرتا ہے کہ جائز رنگ میں حلال روزی کمانا کسی بھی عزت کے خلاف نہیں۔ جنوری ۱۹۲۵ء میں جو فہرست صحابہ تیار کی گئی تھی اس میں مرقوم ہے کہ آپ محلہ میں موجود نہ تھے اسلئے آپ کے کوائف درج نہ ہوسکے۔

[2] و [3] - الفضل ۶ رمئی ۱۹۴۲ء

[4] الفضل ۶ رمئی ۱۹۴۲ء -

"جماعت آپ نہ کرواتے تھے۔ ایک دفعہ عصر کی نماز میں نے بھی پڑھائی تھی اور حضرت صاحب نے میرے پیچھے نماز ادا فرمائی تھی۔ اکثر میاں جان محمد صاحب۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب و حضرت مولوی نورالدین صاحب کروایا کرتے تھے۔ حضرت صاحب نماز میں ہاتھ سینہ پر باندھتے تھے۔ رفع یدین نہ کرتے تھے۔ آمین بھی آہستہ کہتے تھے۔ کم از کم میں نے اونچی کبھی نہیں سُنی۔ سنّت گھر پر پڑھا کرتے سوائے اس کے کہ مسجد میں کوئی تقریر کرنی ہو نماز سے پہلے یا بعد"۔[1]

"جب کبھی مہمان زیادہ ہوتے تو گول کمرہ کے فرش پر کھانا کھاتے۔ حضرت صاحب بھی مہمانوں کے ساتھ کھاتے۔ میں نے کئی دفعہ حضرت صاحب کے ساتھ ایک ہی برتن میں کھانا کھایا ہے حضرت صاحب بوٹیاں اٹھا کر میرے سامنے رکھتے جاتے اور خود بہت کم کھاتے اور ذرہ ذرہ مُنہ میں ڈالتے رہتے۔ کھانے میں پلاؤ۔ گوشت۔ زردہ۔ دال۔ سبزی ہر قسم کی چیزیں ہوتی تھیں"۔[2]

"جب حضور سیر کے لئے تشریف لے جاتے تو حضور تو معمولی رفتار سے چلتے لیکن دیگر ہمراہیوں کو نہایت تیز رفتار سے چلنا پڑتا۔ بلکہ بعض تو حضور کو دوڑ کر ملتے۔ میں خود بھی اکثر دوڑ کر ملتا۔ حالانکہ میں بڑا تیز چلنے والا تھا۔ حضور پُر نور کا رُعب اسقدر تھا کہ آپ سیر کو جاتے وقت پُرانے بازار کے راستہ تشریف لے جاتے تو بازار کے دونوں طرف جو لوگ دکانوں پر بیٹھے ہوتے وہ اُٹھ کر کھڑے ہو جاتے اور اپنے اپنے ماتھوں پر ہاتھ رکھ دیتے۔ لیکن حضور کبھی اونچی نگاہ نہ اٹھاتے اور نہ ہی اِدھر اُدھر نگاہ فرماتے"۔[3]

"حضور نے ایک دفعہ مسجد اقصیٰ میں تقریر فرمائی جس میں بہت سے سکھ۔ ہندو اور آریہ موجود تھے۔ حضور تقریر بڑے جوش سے فرما رہے تھے۔ دورانِ تقریر میں آریوں کا ذکر ہؤا تو فرمایا کہ کوئی آریہ ہے جو میرے سامنے جواب دیدے۔ لیکن کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ شیر خدا کے روبرو لب کشائی کرتا۔ اور سب کے مُنہ پر مہرِ سکوت لگ گئی"۔[4]

"حضور کی عادت میں داخل تھا کہ چھوٹا ہو یا بڑا "تُو" کے لفظ سے کسی کو نہ بلاتے بلکہ "آپ" کا لفظ استعمال فرماتے۔ حالانکہ میں چھوٹا بچّہ تھا لیکن مجھے بھی کبھی "تُو" نہ کہتے"۔[5]

"ایک دفعہ گرمی کے موسم میں مسجد مبارک کے شہ نشین پر بعد نماز مغرب مع خدّام شیخ رحمت اللہ صاحب و خواجہ کمال الدین صاحب و مولوی عبدالکریم صاحب و حضرت خلیفۂ اوّلؓ و ڈاکٹر یعقوب بیگ وغیرہ رونق افروز تھے کہ کام کے واسطے بٹالہ سے تار دینا تھا۔ حضور نے فرمایا کہ بٹالہ جانیکے لئے کوئی تیار ہے؟

---

[1] و [2] الفضل ۶ رمئی ۱۹۴۲ء [3] قلمی بیان

[4] قلمی بیان۔ یہ روایت الفضل ۶ رمئی ۱۹۴۲ء میں بھی درج ہے۔

[5] قلمی بیان۔ خلاصۃً مندرجہ الفضل ۶ رمئی ۱۹۴۲ء و سیرۃ المہدی حصّہ سوم روایت ۵۴۳۔

حضور نے فرمایا ہی تھا کہ دو آدمی مجلس سے اُٹھ کر کھڑے ہو گئے اور عرض کیا۔ حضور ہم جانے کے لئے تیار ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مَیں نیچے سے محصول (تار کی فیس) لا دیتا ہوں۔ چنانچہ آپ فوراً محصول لانے کے واسطے تیار ہو گئے۔ ہر چند اصحاب متذکرہ بالا نے عرض کیا کہ حضور! اس وقت نیچے تشریف لے جانے کی تکلیف نہ فرمائیں ہم محصول دے دیتے ہیں حضور وہ رقم صبح واپس دلا دیں۔ مگر نہیں۔ حضور خود فوراً نیچے تشریف لے گئے اور رقم محصول ان کو دے کر روانہ کر دیا۔ یہ ہے حضور کا ہمّت و استقلال جو مَیں نے بچشم خود دیکھا۔"[۵۱]

"ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ جو میدان مسجد مبارک کے سامنے یعنی اسوقت چوک ہے (جہاں اب محاسب کا دفتر ہے) یہ اسوقت بڑا میدان ہوتا تھا۔ (وہاں حضور حضرت مولوی صاحب و دیگر دوستوں کی انتظار میں ٹھہر جاتے) صبح کے وقت حضرت سَیر پر جانے کی غرض سے تشریف لائے۔ اور اصحاب بھی موجود تھے۔ حضرت مولوی صاحب خلیفہ اوّل کے انتظار میں کھڑے تھے۔ باتوں باتوں میں بٹالہ کا ذکر آگیا۔ فرمایا کہ بٹالہ کی مٹی بہت پلید ہے۔ (محمّد حسّو کا ذکر ہؤا کہ وہ بہت مخالفت کرتا ہے تو فرمایا۔ کہ وہ جلدی چاٹا جائیگا۔ چنانچہ وہ بہت جلد ہیضہ یا طاعون سے مرگیا)[۵۲]

"جب کبھی حضرت صاحب بڑھ کے درخت کے پاس ٹھہرتے تو ایک شخص میراں بخش مُغل دو چار گنّے لئے وہاں آجاتا۔ اور حضرت صاحب کو مخاطب کرکے کہتا۔ "مِرزیا گنّے چُوپنے نی۔ تیرا پیو تے بہت چُوپدا ہوندا سی" - اِس پر حضور کچھ نقدی اُسے ضرور دیتے اور وہ چلا جاتا۔"[۵۳]

"ایک دفعہ حضور سیر کے لیئے (باغ میں) تشریف لے گئے۔ اور بہت سے اصحاب بھی ہمراہ تھے۔ حضور کے دستِ مبارک میں ایک بید کا عصا تھا۔ حضور نے یہ عصا ایک پھلدار درخت پر جس کا مجھے نام یاد نہیں رہا پھل اتارنے کی غرض سے درخت پر مارا تو وہ عصا درخت میں الگ گیا۔ ہر چند کہ اصحاب نے (اینٹیں مار کر) عصا اتارنے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ تو مَیں نے عرض کیا کہ حضور مَیں درخت پر چڑھ کر عصا اتار دیتا ہوں۔ چنانچہ میں اسی وقت حضور کے کھڑے کھڑے درخت پر چڑھ کر سونٹا اتار لایا۔ اس پر حضور اس قدر خوش اور متعجب ہوئے اور بار بار (مسکراتے اور) نہایت محبت بھرے الفاظ میں فرماتے

۵۴۸

[۵۱] قلمی روایت۔ خطوط وحدانی کی عبارت اضافہ از الفضل ۶ر مئی ۱۹۴۲ء و سیرۃ المہدی حصہ سوم روایت نمبر حضرت مؤلف "سیرۃ المہدی" لکھتے ہیں کہ تار کے متعلق بعض اوقات بڑی مشکل کا سامنا ہوتا تھا کیونکہ آنیوالی تار بٹالہ سے قادیان تک ڈاک میں آتی تھی اور جو تار قادیان سے بھجوانی ہو اس کے لئے خاص آدمی بٹالہ بھجوانا پڑتا تھا اور اس طرح عموماً تار کی غرض فوت ہو جاتی تھی۔

[۵۲] قلمی روایت میں خطوط وحدانی میں الفضل ۶ر مئی ۱۹۴۲ء سے اضافہ کیا ہے۔

[۵۳] الفضل ۶ر مئی ۱۹۴۲ء

میاں نبی بخش! یہ تو آپ نے کمال کیا کہ درخت پر چڑھ کر سونٹا اتارا۔ کیسے درخت پر چڑھے اور کس طرح سے درخت پر چڑھنا سیکھا۔ یہ عصا تو ہمارے والد صاحب کا تھا۔ گویا آج آپ نے ہم کو نیا عصا دے دیا۔ اور راستے (میں جو بھی ملتا اُس سے) اور مسجد میں بار بار (اس معمولی واقعہ کا ذکر بار بار) فرماتے کہ میاں نبی بخش نے کمال کر دیا۔ درخت پر چڑھنے کا اور عصا اتارنے کا حضور ذکر فرماتے "۔ [۱]

حضور کی بابرکت دُعا

آپ بیان کرتے ہیں:۔

" ایک دفعہ میں کمزوریٔ نظر کی شکایت لے کر حضرت خلیفۃ اوّل رضی اللہ عنہ کی خدمت میں علاج دریافت کرنے کیلئے حاضر ہوا۔ تو حضرت خلیفۂ اوّل رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ شاید موتیا اُترے گا۔ میں بہت ہی پریشان اور مضطرب حال ہوا۔ (اور اُن کے رقعہ پر) اور ڈاکٹروں (جناب ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ عنہ اور ڈاکٹر محمد حسین صاحب رضی اللہ عنہ) سے بھی آنکھوں کا معائنہ کرایا۔ سب نے یہی کہا کہ پانی اُترے گا۔ جس پر میں اور پریشان ہوا اور حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام حال زبانی عرض کیا (حال عرض کرنے سے پہلے چونکہ میں دیر کے بعد آیا تھا۔ حضور نے فرمایا۔ آپ دیر سے آئے ہیں۔ میں نے کہا۔ حضرت میری آنکھیں دُکھتی ہیں) حضور نے فرمایا۔ ٹھہرو۔ اور) اُسی وقت الحمد للہ پڑھ کر آنکھوں پر (پھونک دی اور) دستِ مبارک پھیر کر فرمایا کہ میں دُعا کرونگا۔ اس کے بعد نہ وہ موتیا اُترا اور نہ وہ کم نظری ہی رہی ۔ [۲]

آپ کے اہل بیت

ملک حبیب الرحمٰن صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت والد صاحب کی شادی گاؤں ہی میں محترمہ عظیم بی بی صاحبہ دختر چوہدری غلام غوث صاحب قوم ککے زئی سے ہوئی تھی ہمارے ماموں علی الترتیب چوہدری غلام علی صاحب۔ چوہدری کرم الٰہی صاحب اور چوہدری نور الٰہی صاحب اور ہمارے نانا غلام غوث صاحب احمدی تھے۔ سب وفات پا چکے ہیں اور والدہ صاحبہ چوہدری کرم الٰہی صاحب سے بڑی تھیں۔ وہ باوجود اَن پڑھ ہونے کے اعلیٰ پایہ کی موحّد اور شرک سے پرہیز کرنے والی تھیں۔ وہ نہایت ہی نیک صابرہ، بااخلاق اور سلیقہ شعار خاتون تھیں۔ میں نے ہوش سنبھالنے کے بعد ایک لمبا عرصہ حضرات والدین کے تعلقات کا جائزہ لیا۔ دونوں میں کبھی زیر بار رنجش نہیں دیکھی۔ یعنی بعض امور میں اختلاف رائے ہوا لیکن

---

[۱] قلمی روایت میں الفضل ۶ رمئی ۱۹۴۲ء اور سیرۃ المہدی حصہ سوم کی روایت ۵۴۳ سے خطوط وحدانی میں اضافہ کیا ہے۔ قلمی روایت میں لفظ "ڈنڈا" کو خاکسار نے "عصا" سے تبدیل کر دیا ہے۔ الفضل میں بیان ہوا ہے کہ ایک شخص نے حضور کا سونٹا لے کر درخت پر مارا۔ اور غالباً یہی بیان صحیح ہوگا۔

[۲] قلمی بیان مع اضافہ درخطوط وحدانی از الفضل ۶ رمئی ۱۹۴۲ء و سیرۃ المہدی حصہ سوم روایت ۵۰۲ الفضل میں یہ بھی مرقوم ہے کہ البتہ اب تھوڑے سے عرصہ سے سخت اور مسلسل بیماری نے باعث نظر کمزور ہو گئی ہے۔ الفضل کی روایات ۱۹۳۸ء کی ہیں۔

جلد ہی یکجہتی پر ختم ہو گیا۔ وہ تمام اقارب سے محبت و رواداری سے پیش آتیں۔ اور ہمیشہ ہی حسب استطاعت عمدہ کھانا تیار کر کے اقارب و غیر اقارب مہمانوں کی خوشنودی کا باعث بنتیں۔ بڑے بھائی حکیم فضل الرحمٰن صاحب رض خلافت ثانیہ کے ابتدائی واقفین زندگی میں سے تھے اور تاریک براعظم افریقہ میں جسے "سفید آدمی کی قبر" سے بھی پکارا جاتا تھا۔ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیّر کے بعد دوسرے مبلغ مقرر ہوئے تھے۔ اور پہلی بار آٹھ سال متواتر وہاں مقیم رہے تھے۔ عورتیں رقیق القلب ہوتی ہیں۔ اور بچپن میں دو بڑے بچوں کے صدمات بھی پہنچ چکے تھے اس لئے حکیم صاحب کی مفارقت کی وجہ سے بہت بے چینی محسوس کرتی تھیں۔ لیکن کبھی ایک بار بھی فرمائش نہیں کی کہ انہیں بلوا دیا جائے۔ حالانکہ اندر ہی اندر وہ اس غم سے گھل رہی تھیں۔ چونکہ وہ بہت بیمار رہنے لگیں اور چھ سات بار انہیں کاربنکل نکلا اور بالآخر مہلک ثابت ہوا۔ اُن کی شدید علالت کے پیش نظر عزیزوں نے مشورہ کیا کہ حضرت صاحب کے حضور عرض کر کے بھائی صاحب کو واپس بلا لیا جائے اور والدہ صاحبہ کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے سختی سے روکا اور فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ چاہے گا واپس آ جائے گا۔ اور حکیم صاحب کا ذکر ہونے پر نہایت خندہ پیشانی سے فرماتیں کہ میرا بیٹا دین کی خاطر گیا ہوا ہے مجھے گھبرانے کی کیا ضرورت ہے۔ سو بیٹے کی ملاقات کا شوق گویا دل میں لے کر جنت کو سدھا گئیں اور بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون ہیں[1]

اولاد

حضرت حافظ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بابرکت اولاد سے نوازا۔ اور ایک بیٹے کی وفات پر رضاء بالقضاء کا بہترین نمونہ دکھانے کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خاص دعائیں لینے کا موقعہ پایا۔ آپ بیان کرتے ہیں:۔

"۱۹۰۶ء کا واقعہ ہے کہ میرا لڑکا عبدالرحمٰن نامی جو ہائی سکول میں (ساتویں جماعت میں) تعلیم پاتا تھا ماہ مئی میں بعارضہ بخار محرقہ و سرسام تین چار دن بیمار رہ کر قادیان میں فوت ہو گیا۔ اس وقت میں فیض اللہ چک میں تھا کیونکہ میں اس وقت ملازم تھا اور رخصت پر گھر آیا ہوا تھا فیض اللہ چک میں اس کی بیماری کی خبر پہنچی تو میں فوراً قادیان آ گیا۔ علاج حضرت خلیفۃ اوّل رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے۔ میں بچہ کی حالت دیکھ کر حضور کے گھر پہنچا۔ دستک دی تو حضور باہر تشریف لائے۔ میں نے بچّہ کی حالت سے اطلاعاً عرض کی۔ حضور فوراً اندر تشریف لے گئے اور چار پانچ گولیاں لا کر مجھے عنایت فرمائیں اور فرمایا کہ ابھی جا کر ایک گولی پانی میں گھول کر دے دو اور پھر مجھے اطلاع دو۔ میں دعا بھی کروں گا۔ چنانچہ میں نے اسی وقت آ کر گولی پانی میں گھسائی اور بچے کو دی۔ چونکہ بچہ کی حالت نازک ہو چکی تھی۔ گولی اندر ہی نہ گئی بلکہ منہ سے اِدھر اُدھر

---

[1] مرحومہ نے ۱۳ رمئی ۱۹۲۱ء کو ایک سو دس روپے کی قیمت کے زیور کے دسویں حصہ کی وصیت (نمبر ۱۹۴۳) کی تھی۔ ۲۰ راگست ۱۹۲۵ء کو بعمر باون سال وفات پائی۔

نکل گئی اور بچہ فوت ہوگیا۔ حضرت خلیفۃ اوّلؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور میں نے نعش کو فیض اللہ چک لے جانے کی اجازت طلب کی۔ جو دے دی گئی۔) میں اور دیگر احباب جو میرے ساتھ موجود تھے واپس فیض اللہ چک چلے گئے۔ میں پھر آمادہ جمعہ کے دن جمعہ پڑھنے کے لئے قادیان آیا۔ حضور مسجد مبارک کے محراب میں جو کھڑکیاں درمیان میں موجود تھیں وہاں تشریف فرما تھے۔ جب سیڑھیوں سے مسجد میں گیا تو حضور کی نظر شفقت مجھ پر پڑ گئی تو فرمایا کہ آگے آجاؤ۔ وہاں پر بڑے بڑے ارکان حضور کے حلقہ نشین تھے۔ حضور کا فرمانا تھا کہ سب نے میرے لئے راستہ دے دیا۔ حضور نے میرے بیٹھتے ہی فرمایا کہ میں نے معلوم کیا ہے کہ آپ نے اپنے بچے کی وفات پر بڑا صبر کیا ہے (میری کمر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ) میں نعم البدل کے واسطے دعا کروں گا چنانچہ اس کا نعم البدل حضور کی دعا سے مجھے لڑکا عطا ہوا جس کا نام فضل الرحمٰن حکیم ہے جو اس وقت بحیثیت مبلغ گولڈ کوسٹ، سالٹ پانڈ اور نیگوس میں تبلیغ کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بچے کو بھی سچی قربانی کی توفیق بخشے اور سلسلہ کا سچا خادم و مبلغ ہووے۔[1]

---

[1] از قلمی تحریر مرقومہ ۲۷ر جولائی ۱۹۳۴ء۔ اس میں ۶ر مئی ۱۹۴۲ء کے الفضل میں شائع شدہ روایات سے خطوط وحدانی میں اضافہ کیا گیا ہے۔ اختصاراً یہ روایت نمبر ۱۰۵ پر "سیرۃ المہدی" حصہ سوم میں درج ہے۔ الفضل کی روایت میں عبدالرحمٰن صاحب کی وفات کا سن ۱۹۰۷ء حافظ صاحب کی طرف سے بیان ہوا ہے۔ اور یہ دلائل ذیل بھی درست ہے:۔

۱۔ دوسری جگہ ذکر ہوا ہے کہ عبدالرحمٰن صاحب کی وفات کے چند دن کے اندر خاکسار مؤلف اصحاب احمدؑ کے تایا جان محمد صاحب کی شادی حافظ صاحب کے ہاں ہوئی تھی۔ خاکسار کے تایا حکیم دین محمد صاحب نے یہ رشتہ کرایا تھا اور برات میں شامل تھے اور وہ وفات اور رخصتانہ کا سنہ ۱۹۰۷ء مؤرخہ ۲۲ر مئی بتلاتے ہیں۔ اور تایا جان محمد صاحب کے خاندان میں خاکسار مؤلف کے والد صاحب کی تحریر موجود ہے جو شادی کے وقت اسی تعلق میں لکھی گئی تھی اس پر تاریخ ۲۲ر مئی ۱۹۰۷ء کی درج ہے۔ اور والد صاحب نے بتایا کہ چھینہ اسٹیشن پر برات پہنچی تو اس وفات کا ہمیں علم ہوا۔ اور رخصتانہ لیکر برات روانہ ہوئی تو حافظ صاحب کے فرزند ملک حبیب الرحمٰن صاحب بھی اپنی ہمشیرہ کے ساتھ ہمارے وطن راہوں (ضلع جالندھر) گئے تھے۔ وہ کم عمر تھے۔ حافظ صاحب کی صاحبزادی محترمہ ہاجرہ بیگم صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ مجھے بھائی عبدالرحمٰن صاحب کی نعش کا گاؤں میں لاکر رکھا جانا بخوبی یاد ہے۔ بھائی حبیب الرحمٰن صاحب کی ولادت ۱۹۰۵ء کی ہے۔ میں ان سے دو سال بڑی ہوں۔ اور ہمشیرہ محترمہ زینب بیگم صاحبہ کی شادی کے وقت میری عمر چار سال کے قریب ہوگی۔ ان کی بیماری کی اطلاع پر والد صاحب کے ساتھ تایا حکیم جمال الدین صاحب بھی قادیان گئے تھے۔

مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ شیخ عبدالرحمٰن صاحب کی وفات کا واقعہ زبانی طور پر ۱۹۰۵ء بیان کرتے ہیں اس میں سہو ہے اور ان کے ایک مطبوعہ بیان سے ان کے اس سہو کی تصحیح ہوتی ہے۔ چنانچہ (باقی اگلے صفحہ پر)

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ :- الحکم مورخہ ۲۸ فروری ۱۹۳۸ء میں صفحہ ۵ پر انکی روایت درج ہے کہ حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب (خلیفۃ ثانی رضی) کی ایک کشتی ہوتی تھی جس میں آپ ڈھاب میں تیر کرتے تھے رسالہ تشحیذ الاذہان کا پروف یا کوئی اور پروف پریس میں سے آیا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کشتی سے اُتر کر اسے دیکھنے لگ پڑے۔ دوسرے لڑکے اس میں زیادہ تعداد میں سوار ہو گئے اور ایک کے کشتی کو ہلانے سے تالڑکے ڈر جائیں وہ ڈوب گئی۔ ڈوبنے والے لڑکوں ہادی علی خان صاحب پسر حضرت مولوی ذوالفقار علی خان صاحب و شیخ عبدالرحمٰن صاحب برادر کلاں حکیم فضل الرحمٰن صاحب مبلغ افریقہ وغیرہما کو نکالا گیا۔

الحکم مورخہ ۳۱ جنوری ۱۹۰۶ء میں مرقوم ہے۔ کہ جناب منشی ذوالفقار علی خان صاحب بچوں کو قادیان بھیجنا چاہتے ہیں (صہ کالم ۳) اور مورخہ ۱۰ فروری میں ذکر ہے کہ موصوف نے اسبارہ میں مرکز سے دریافت کیا ہے۔ (صہ کالم ۲) اس سے بھی معلوم ہوا کہ کشتی والا واقعہ ۱۰ فروری ۱۹۰۶ء کے بعد کا ہے جبکہ ہادی علی خان صاحب اس تاریخ کے بعد قادیان آئے ہونگے اور اس وقت تک عبدالرحمٰن مرحوم ابھی زندہ تھے۔

مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ کے برادر اکبر بابو عبداللہ صاحب جٹ بیان کرتے ہیں کہ میں قادیان میں تعلیم پانے کے لئے ۱۹۰۲ء یا ۱۹۰۳ء میں آیا تھا۔ حافظ نبی بخش صاحب کے فرزند شیخ عبدالرحمٰن صاحب میرے بہت بعد قادیان میں تعلیم پانے کے لئے آئے۔ اور وہ مجھ سے ایک جماعت آگے تھے۔ بورڈنگ تعلیم الاسلام کے صحن میں ان کی چارپائی ڈال دی گئی تھی۔ میں ان کی عیادت پر مقرر تھا۔ انہیں سرسام ہو گیا۔ وہ اس حالت میں میرے ہاتھوں کو کاٹتے تھے۔

ثابت ہوا کہ اس دعا کے نتیجہ میں حکیم فضل الرحمٰن صاحب کی ولادت ہونا بہو ہے۔ اس کے بعد حافظ صاحب کے ہاں کوئی بیٹا پیدا نہیں ہوا۔ گویا حضرت اقدس کی دعائی برکت حکیم فضل الرحمٰن صاحب یا ان کے ملک حبیب الرحمٰن صاحب دونوں بھائیوں کے شامل حال ہوئی ہوگی۔

آپ کی اولاد کے اسماء درج ذیل ہیں :-

۱- محترمہ زینب بی بی صاحبہ (اہلیہ شیخ جان محمد صاحب عم مؤلف "اصحاب احمد") نے ۲۳ اگست ۱۹۴۴ء کو وفات پائی۔ اور بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون ہوئیں (بحوالہ الفضل ۲۵ اگست زیر "مدینۃ المسیح") مطابق بیانات خاکسار مؤلف کے تایا جان حکیم دین محمد صاحب اور والد صاحب اور شیخ عبدالکریم صاحب ساکن موضع بازید چک حال مقیم گنج مغلپورہ لاہور (شیخ صاحب حضرت اقدس کے عہد مبارک میں مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان میں تعلیم پاتے تھے) شیخ صاحب نے ابتداء میں اس رشتہ کی تحریک کی۔ پھر مزید کوشش حضرت حافظ حامد علی صاحب نے کی۔ اور جب خاکسار مؤلف کے دادا جان اس معاملہ کی تکمیل کے لئے قادیان آئے تو تایا جان بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے چاہا کہ حافظ حامد علی صاحب فیض اللہ چک چلیں لیکن حافظ صاحب نے کہا کہ میں تو حضرت مسیح موعود کی اجازت سے ہی جا سکتا ہوں۔ چنانچہ حضور نے اجازت دے دی اور حافظ حامد علی صاحب ساتھ گئے اور رشتہ کا معاملہ باہمی گفتگو سے طے پا گیا

(آگے)

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ :۔ آپ کے ایک صاحبزادہ میجر منظور احمد خان صاحب (حال متعین کراچی) کو بوقت تقسیم ملک قابلِ قدر خدمات کئی دن تک قادیان میں سر انجام دینے کا موقعہ ملا تھا۔ اور بعد میں بھی۔ انہی کا ذکر الفضل ۲۲ ستمبر ۱۹۶۷ء میں زیر "اخبار احمدیہ" ص۱

۲۔حضرت حکیم فضل الرحمٰن صاحبؓ :۔ آپ کی وفات ۲۸ اگست ۱۹۵۵ء کو بعمر ۵۴ سال ہوئی۔ مقبرہ خاص ربوہ میں آپ مدفون ہیں۔ وفات پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے رقم فرمایا کہ آپ نے عین نوجوانی میں سلسلہ کی خدمت کے لئے اپنے تئیں وقف کیا۔ اور پھر قریباً ایک رُبع صدی تک مغربی افریقہ میں فریضۂ تبلیغ ادا کرتے رہے اور اس وقت ربوہ میں افسر لنگر خانہ تھے۔ (الفضل یکم اگست ۱۹۵۵ء ص۲)

آپ باوقار، بارعب، شکیل، جواں ہمت۔ جفاکش۔ صابر۔ بُردبار اور مستقل مزاج تھے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ایک خطبہ میں فرمایا :۔

"آپ لوگوں میں سے ہر شخص جب صحابہؓ کے حالات کو پڑھتا تو اس کا دل چاہتا کہ کاش وہ بھی صحابہ میں شامل ہوتا .... اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی اس خواہش کو مدِّنظر رکھتے ہوئے بتایا ہے کہ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْ بَعْدُ وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا مَعَکُمْ فَاُولٰئِکَ مِنْکُمْ۔ اے صحابہ! کچھ لوگ ایسے ہیں ..... وہ بعد میں ایمان لائیں گے اور دین کی خاطر انہیں ہجرت بھی کرنی پڑے گی .... وہ خدا تعالیٰ کے نام کی بلندی کے لئے ہجرت کرینگے اور اس کے کلمہ کے اعلاء کے لئے جہاد کریں گے ...... اے صحابہ! وہ تم میں سے ہی ہونگے .... جو شخص اپنے زمانہ کے حالات کے مطابق دین کے جہاد میں حصہ لیتا ہے وہ انہی برکتوں سے حصہ پاتا ہے جن برکتوں سے پہلے لوگوں نے حصہ پایا ......

خدا تعالیٰ نے اسلام کی اس عظیم الشان عمارت کی مرمت کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا۔ اور آپ کو اس قلعہ کا پاسبان مقرر فرمایا .... آپ نے نئے سرے سے اس عمارت (کو) ...... ایک مضبوط قلعہ کی شکل میں تبدیل کر دیا ..... پھر خدا نے ..... ایک نئی فوج بھی تیار کر دی جو قلعہ کی حفاظت کے لئے اس کے سامنے کھڑی ہے۔ اب دشمن کی مجال نہیں کہ وہ اس قلعہ کی طرف بڑھے اور اس پر حملہ کر سکے کیونکہ اس قلعہ کے محافظین کے دلوں میں خدا اور اس کے رسول کی محبت ہے۔ وہ اس کی رضا کے لئے اپنے وطنوں کو چھوڑتے ہیں۔ اور غیر ملکوں میں سالہا سال تک رہ کر دین کی اشاعت کیلئے جدوجہد کرتے ہیں۔ ہمارے مبلغین میں ایسی کئی مثالیں پائی جاتی ہیں کہ انہوں نے اسلام کی اشاعت کے لئے اپنی زندگی وقف کی اور شادی کے چند ہفتے بعد ہی غیر ممالک میں چلے گئے ....

..... حکیم فضل الرحمٰن صاحب ..... شادی کے تھوڑا عرصہ بعد ہی مغربی افریقہ میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ :- تبلیغ اسلام کے لئے چلے گئے اور تیرہ چودہ سال تک باہر رہے ۔ جب وہ واپس آئے تو ان کی بیوی کے بال سفید ہو چکے تھے اور ان کے بچے جوان ہو چکے تھے ۔"
(الفضل ۲۲ر اکتوبر ۱۹۵۵ء صہ ۳)

اور حضور نے ان کا جنازہ پڑھایا ۔

۳ ۔ آپ کے ایک نواسے ملک مبارک احمد صاحب ارشاد کو .... نہایت سرگرمی سے خدمات سلسلہ کی توفیق ملی ہے ۔ اس وقت وہ وظیفہ (پنشن) یاب ہو چکے ہیں یا ہونے والے ہیں ۔

۴ ۔ آپ کے نواسے ڈاکٹر عبدالسلام صاحب ستارۂ خدمت (فرزند جناب چوہدری محمد حسین صاحب سابق امیر جماعت جھنگ) کو اللہ تعالیٰ نے مطابق مکتوب صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ آسمان کا ستارہ بنانا ہے ۔ ڈاکٹر صاحب مایۂ ناز اور نامور سائنس دان ہیں اور عرصہ تک ، امپیریل کالج آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی لنڈن میں پروفیسر رہے ہیں ۔ ۱۹۵۸ء میں جو ملک وملت کی نمایاں شخصیتوں کے لئے ایک لاکھ پانچ ہزار روپے کے انعامات کا اعلان کیا گیا تھا ان میں سے زیادہ رقم یعنی بیس ہزار روپے آپ کے لئے مخصوص کی گئی تھی چنانچہ یہ اولین انعام مع "پریذیڈنٹ میڈل" آپ کی شہرۂ آفاق تحقیق اور گراں قدر خدمات کے اعتراف کے طور پر آپ کو دیا گیا (الفضل ۲ر اپریل ۱۹۵۸ء صہ ۸) اور آپ صدر جمہوریہ پاکستان کے سائنس کے مشیر اعلیٰ ہیں ۔ ہند سرکار کی طرف سے آپ کو مدعو کر کے ہندوستانی یونیورسٹیوں میں آپ کی عالمانہ تقاریر کرائی گئی تھیں ۔ اور آپ قادیان میں تشریف لائے تھے ۔ اور سابق تعلیم الاسلام کالج میں آپ کی تقریر مرکزی وزارت کی خاص ہدایات پر کرائی گئی اور آپ کا فقیدالمثال اعزاز ہوا ۔ امرتسر کے مطار سے آپ کو قادیان لانے اور واپسی پر وہاں ساتھ جا کر الوداع کہنے کے لئے صدر انجمن احمدیہ قادیان نے خاکسار کو مقرر کیا تھا ۔ آپ کو اور بھی اعزازات حاصل ہوئے جو میں قلت وقت کی وجہ سے معلوم کر کے درج نہیں کر سکا ۔ آپ کے اہل بیت لنڈن میں لجنہ اماء اللہ کی صدر ہیں ۔ اور آپ کے والد ماجد عرصہ تک امیر جماعت جھنگ رہے ۔ اور پھر کئی سال تک انہیں لنڈن میں قیام کے عرصہ میں جماعتی تربیت وغیرہ کے تعلق میں خدمت کا موقعہ ملا ۔

۵ ۔ ملک حبیب الرحمٰن صاحب ۔ آپ ۱۲ر مارچ ۱۹۰۵ء کو بمقام ملکہ ہانس ضلع ساہیوال پیدا ہوئے درجہ چہارم تک دیپال پور اور پاک پٹن میں اور پھر دہم تک تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں تعلیم پائی ۔ پھر بی ۔ اے تک پرائیویٹ تعلیم حاصل کر کے سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور سے ایس ۔ اے ۔ وی پاس کیا ۔ ۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۴ء تک گورنمنٹ ہائی سکول جام پور میں سیکنڈ ماسٹر ۔ پھر ۱۹۴۷ء تک شجاع آباد و کبیر والا ضلع ملتان میں ۔ پھر ۱۹۵۰ء تک ساہیوال میں اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس رہے ۔ پھر ۱۹۵۴ء تک کوٹ اَدّو میں ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول ۔ پھر ۱۹۶۰ء تک ڈیرہ غازیخان اور شیخوپورہ میں (اگلے صفحہ پر)

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ :- ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس اور پھر ۱۹۶۵ء تک وظیفہ یابی (پنشن) تک ڈپٹی انسپکٹر آف سکولز سرگودہا ڈویژن رہے۔

جام پور۔ شجاع آباد۔ کبیر والا۔ اور کوٹ اَدّو کی ہر جماعت میں آپ صدر۔ ساہیوال میں جمعہ کے خطیب اور خدام و اطفال کے مربّی رہے۔ ربوہ میں ۱۹۶۵ء سے اسوقت تک دارالبرکات کے صدر نیز مرکزی قاضی ہیں۔ مارچ ۱۹۶۵ء میں زندگی وقف کی تو حضرت مصلح الموعودؓ نے منظور کر کے تعلیم الاسلام ہائی سکول کا مینجر مقرر فرمایا۔ جولائی ۱۹۶۶ء تک یہ خدمت سرانجام دی۔ ۱۹۶۷-۶۶ء میں وقف عارضی میں دوبارہ کام کیا۔

۱۹۳۳-۳۴ء میں آپ بستی رنداں کے۔ دوسرے سال جماعت کبیر والا کے اور تیسرے سال حلقہ سکندر آباد۔ اودھراں اور ملتان کے نظارت بیت المال کی طرف سے اعزازی انسپکٹر تھے۔ آپ علی الترتیب جام پور۔ کبیر والا اور شجاع آباد میں متعین تھے۔ (رپورٹ ہائے سالانہ صدر انجمن احمدیہ ۱۹۳۳-۳۴ء صفحہ ۱۰۷ و ۱۹۳۴-۳۵ء صفحہ ۲۳۰ و ۱۹۳۵-۳۶ء صفحہ ۲۱۳)

۱۹۵۲ء میں مشاورت میں بطور نمائندہ شرکت کی (رپورٹ متعلقہ صفحہ ۱۵۷) ڈیرہ غازیخاں میں ڈی۔آئی تھے۔ اور سیدنا حضرت خلیفۃ ثانیؓ کی عیادت کے لئے ربوہ آنے والوں میں آپ بھی تھے (الفضل ۴ر مارچ ۱۹۵۵ء صفحہ ۸ کالم ۱) اور شوریٰ ۱۹۶۵ء میں کمیٹی اصلاح وارشاد کے صدر مقرر ہوئے تھے (الفضل ۲۶ر مارچ ۱۹۶۴ء صفحہ ۵ کالم ۲) ۱۹۴۳ء کی شوریٰ میں بھی شامل تھے (رپورٹ متعلقہ فہرست نمائندگان نمبر ۳۲۳)

۴۔ ملک حبیب الرحمٰن صاحب کے فرزند ملک منوّر احمد صاحب ایم۔ ایس۔ سی واقف زندگی متعین فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ربوہ مستقل مزاجی سے اپنے وقف کو نبھا رہے ہیں۔ ایک اور فرزند ملک طاہر احمد صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی یورپ سے مراجعت کے وقت ماہ ستمبر میں کراچی سے ربوہ تک بطور خادم محافظ خدمت کا موقعہ ملا۔ آپکے فرزند ملک عبدالرحیم کی دعوتِ ولیمہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے شرکت کی۔ حضور نے آپ کی بچی بشریٰ کے نکاح کا اعلان کیا۔ ملک صاحب کا نام جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۶۷ء پر آنے والے قافلہ میں درج ہے۔ (الفضل ۱۱/۱۹۶۷ و ۱/۱۹۶۷ ۲۱ زیر "اخبار احمدیہ" و ۱۱/۱۹۶۷)

۶۔ آپ کی چھوٹی صاحبزادی محترمہ امۃ الحی بیگم صاحبہ خاکسار کے عمّ محترم ملک عطا محمد صاحب (صحابی) کے عقد میں اپنی ہمشیرہ محترمہ عنایت بی بی صاحبہ کی وفات کے بعد آئیں۔ الفضل میں مرقوم ہے:-

"۲۹ر جنوری بعد نماز عصر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے باوجود ناسازیٔ طبع حکیم فضل الرحمٰن صاحب کے گھر تشریف لے جا کر اُن کی ہمشیرہ کا نکاح پڑھا۔"

(مؤرخہ ۹ر فروری ۱۹۳۳ء۔ ایک صفحہ میں خطبہ نکاح بھی درج ہے)

خاکسار مؤلف کے والد محترم کو حضرت حافظ نبی بخش صاحب نے اپنا رؤیا سنایا تھا کہ ان کی اس صاحبزادی کو ملک حبیب الرحمٰن صاحب نے بیوگان کے کمرے میں بٹھا دیا ہے۔ چنانچہ ۱۹۳۶ء میں ملک عطا محمد صاحب شدید بیمار ہو گئے۔ اُن کی خواہش تھی کہ حضور کی ملاقات ہو جائے۔ اور ان کی وفات سے چند دن قبل حضور (اگلے صفحہ پر)

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ :- بورڈنگ تحریک جدید کے معائنہ کے لئے تشریف لائے اور تایا جان محمد کے عرض کرنے پر حضور واپسی پر تایا جان کے ساتھ موٹر کار میں چچا جان کے مکان میں تشریف لائے اور صحن میں کرسی پر تشریف فرما رہے اور مزاج پرسی کی۔ نکاح خوانی اور عیادت میں یہ غیر معمولی سلوک حضرت حافظ صاحب کے قدیم صحابی ہونے اور پھر حکیم فضل الرحمن صاحب کی غیر معمولی خدمات کی وجہ سے حضور نے ازراہ کرم کیا تھا۔ ملک صاحب ۲۶ رجون کو فوت ہوئے اور حضور نے جنازہ پڑھایا۔ اور وہ بہشتی مقبرہ میں مدفون ہوئے۔ وہ "نہایت مخلص اور جوشیلے نوجوان تھے۔" (الفضل ۲۶ رجون ۱۹۳۶ء صـ۲ کالم ۱)

حضرت حافظ صاحب کی ہمشیرہ کی اولاد شجرہ میں درج ہے۔ ان کے صاحبزادہ ملک محمد شفیع صاحب نے نومبر ۱۹۶۵ء میں وفات پائی۔ وہ ننکانہ صاحب کے امیر جماعت اور صدر جماعت رہے ہیں۔ بہت عمدہ طریق سے تبلیغ کرتے تھے۔ مخالف ہمیشہ لاجواب ہو جاتا تھا۔ تقسیم برصغیر کے وقت بہت سے احمدی احباب کو آپ نے ننکانہ صاحب میں آباد کیا۔ ایک کوچہ جس میں احمدیوں کے متعدد گھرانے ہیں اس کا نام انہوں نے کوچہ احمدیہ رکھوایا۔ اس میں ایک متروکہ مکان لے کر اسے مسجد احمدیہ بنوایا۔ جو اب جماعت کے قبضہ میں ہے۔ بہت مہمان نواز تھے۔ مبلغین اکثر انہیں کے پاس ٹھہرا کرتے تھے +

شجرہ نمبر ۱

- قادر بخش (اولاد کا علم نہیں ہو سکا)
- کریم بخش مرحوم
  - (۱) حکیم جمال الدین صحابی (شجرہ نمبر ۳ دیکھیے)
  - (۲) حافظ نبی بخش صحابی (مدفون بہشتی مقبرہ قادیان)
    - (۱) زینب بی بی مدفون بہشتی مقبرہ قادیان (اہلیہ حافظ جان محمد مرحوم سب انسپکٹر پولیس) اگلے صفحہ پر
    - (۲) عائشہ بی بی (بیوہ قاضی عزیز دین مرحوم صحابی) (سکنہ فیض اللہ چک)
      - (۱) بشیر احمد
        - (۱) نصیر احمد
        - (۲) سلام احمد
        - (۳) نسیم احمد
        - (۴ تا ۶) لڑکیاں
      - (۲) رشید احمد
        - (۱) حمید احمد وکیل
        - (۲) مظفر احمد
        - (۳) صبیحہ بیگم
      - (۳) بسم اللہ بیگم (ساکن دعوم کوٹ رندھاوا علاقہ کراچی) (اولاد دو لڑکے دو لڑکیاں)
      - (۴) محمودہ بیگم (اہلیہ خلیل الرحمٰن خان سکنہ پشاور ولد عبدالرحیم خان مرحوم مہاجر درویش)
        - (۱) ڈاکٹر حمید الدین ایم۔ بی۔ بی۔ ایس
        - (۲) حبیب الرحمٰن
        - (۳) صادقہ - طیبہ
        - (۴) نفیسہ
        - (۵) آنسہ
        - (۶)
      - (۵) امۃ الرشید بیگم (اہلیہ ملک بشیر احمد سابق سب انسپکٹر پولیس مقیم محلہ راجگڑھ مغلپورہ لاہور)
        - (۱) محمود احمد بشارت
        - (۲) منیر احمد مجیب
        - (۳) شاہدہ احمد نصیر
        - (۴) طلعت ناہید
      - (۶) ثریا بیگم (اہلیہ ملک مظفر احمد اسسٹنٹ سب انسپکٹر پولیس)
        - (۱) تنویر احمد
        - (۲) لڑکا
        - (۳) لڑکی
    - (۳) عبدالرحیم (وفات بعمر ۱۰ سال)
    - (۴) عبدالرحمٰن (وفات بعمر ۱۲ سال)
    - (۵) عنایت بی بی (مدفون بہشتی مقبرہ قادیان) (اہلیہ ملک عطا محمد مرحوم صحابی)
      - (۱) ناصرہ بیگم (دیکھیے نور محمد ولد شیخ جان محمد)
      - (۲) ناصر احمد (وفات در جوانی قبل شادی)
      - (۳) مبارک احمد ارشاد (ماسٹر وارنٹ آفیسر ایئر فورس)
        - (۱) بشیر احمد ناصر
        - (۲) منصور احمد
        - (۳) مبارکہ سلطانہ
        - (۴) ممتاز احمد
        - (۵) ناصرہ سلطانہ
        - (۶) عابدہ سلطانہ
        - (۷) حمیرہ
      - (۴) بشیر احمد ن (ماک بشیر میڈیکو ملتان)
        - بشیر احمد - نصرت جہاں - مظفر احمد
    - (۶) حکیم فضل الرحمٰن مرحوم
    - (۷) ہاجرہ بیگم
    - (۸) حبیب الرحمٰن
    - (۹) نذیرہ بیگم
    - (۱۰) امۃ الحی
    - دیکھیے شجرہ نمبر ۲
  - (۳) عظیم بی بی مرحومہ (دیکھیے شجرہ نمبر ۲)

(باقی اگلے صفحہ پر دیکھیے)

بقیہ شجرہ نمبر ۵ صفحہ گذشتہ (١)

زینب بی بی مدفون بہشتی مقبرہ قادیان
(اہلیہ شیخ جان محمد مرحوم سب انسپکٹر پولیس)

- (١) صفیہ بیگم (اہلیہ چوہدری نور الدین جہانگیر) (ڈسٹرکٹ فوڈ کنٹرولر ساہیوال)
  - (١) حفیظ الدین منصور
  - (٢) منیر الدین مسعود
  - (٣) شاہد محمود
  - (٤) ریاض الدین
  - (٥) اعجاز الدین
  - (٦) فیاض الدین
- (٢) رضیہ بیگم (اہلیہ ملک صدیق احمد خان مرحوم) (مالک ملک ڈسپنسری بمقام دیپالپور ضلع ساہیوال)
  - (١) محمد احمد
    - (١) منور احمد شعیب
    - (٢) مشہود احمد
    - (٣) مقصود احمد
  - (٢) حمید احمد
  - (٣) لطیف احمد
  - (٤) رفیق احمد
  - (٥) امین احمد
  - (٦) صبیحہ
  - (٧) مرشدہ
  - (٨) امۃ المجیب
- (٣) نور محمد خان اسٹیشن ماسٹر حال کوٹلہ جیند ارام ضلع ساہیوال
  - (١) شائزہ بیگم
  - (٢) محمد جان مسرور
  - (٣) راشدہ بیگم
  - (٤) گل خان
  - (٥) فائزہ بیگم
  - (٦) امۃ الصبور
- (٤) امۃ الکریم (بوجہ علالت غیر شادی شدہ)
- (٥) میجر منظور احمد خان متعین کراچی
  - (١) زاہد منظور خالد
  - (٢) شاہد منظور طارق
  - (٣) زجاجہ منظور
  - (٤) ماجد منظور جاہد
- (٦) ثریا بیگم (دیکھئے منور احمد ولد حبیب الرحمٰن)

شجرہ نمبر ۲

- قادر بخش مرحوم (اولاد کا علم نہیں ہو سکا)
- کریم بخش مرحوم
  - (۱) حکیم جمال الدین (صحابی) (شجرہ نمبر ۳ دیکھیے)
  - (۲) حافظ نبی بخش (صحابی) (مدفون بہشتی مقبرہ قادیان)
    - (۱) زینب بی بی (۲) عائشہ بی بی (۳) عبدالرحیم (۴) عبدالرحمٰن (۵) عنایت بی بی (دیکھیے شجرہ نمبر ۱)
    - حکیم فضل الرحمٰن مجاہد مغربی افریقہ (مدفون مقبرہ خاص ربوہ)
      - (۱) شیخ لطف المنان مقیم لاہور
        - (۱) عائشہ منان (۲) طلحہ منان (۳) حارث منان
      - (۲) شیخ عبدالوہاب (پیپر آفیسر جہلم)
        - (۱) ماریہ وہاب (۲) سعدیہ وہاب (۳) عمر وہاب
    - ہاجرہ بیگم (اہلیہ چوہدری محمد حسین) (سابق امیر جماعت جھنگ) نسب اگلے صفحہ پر
    - ملک حبیب الرحمٰن
    - نذیرہ بیگم (اہلیہ شیخ احمد علی ریٹائرڈ اسٹیشن ماسٹر) مقیم لاہور
      - (۱) رشید احمد اسحٰق
        - (۱) خالد وحید احمد (۲) طارق وحید احمد
      - (۲) لطیف احمد
      - (۳) محمودہ بیگم (اہلیہ میاں منور علی)
        - (۱) صفدر منصور (۲) نصیرہ بیگم (۳) کوکب مبارکہ
      - (۴) رفیق احمد
      - (۵) ثریا بیگم
    - امۃ الحی بیگم (بیوہ ملک عطا محمد مرحوم صحابی)
      - عبداللطیف
  - (۳) عظیم بی بی مرحومہ (شجرہ نمبر ۴ دیکھیے)

(باقی اگلے صفحہ پر)

(بقیہ شجرہ نمبر ۲ صفحہ گذشتہ)

- ملک حبیب الرحمٰن
  - (۱) ملک منور احمد ایم ایس سی
    - (۱) تنویر احمد
    - (۲) نصیر احمد
    - (۳) مشرف احمد
  - (۲) سعیدہ بیگم (اہلیہ عبدالسلام ایس ڈی اے ریلوے)
    - (۱) طارق محمود
    - (۲) ردبینہ
    - (۳) رشدہ
    - (۴) عامر
  - (۳) ملک منیر احمد
    - (۱) نفیر احمد
    - (۲) راشدہ
    - (۳) غفیر احمد
  - (۴) ملک عبدالرحمٰن (ایڈووکیٹ شیخوپورہ)
    - زلیخا بیگم
    - رضوان
  - (۵) خالدہ بیگم (دیکھئے عبدالسمیع ولد پیر اورنگ محمد حسین)
  - (۶) بشریٰ بیگم (اہلیہ محمد کریم ولد محمد شفیع مرحوم ننکانہ صاحب)
  - (۷) ملک عبدالرحیم
  - (۸) ملک طاہر احمد

- ہاجرہ بیگم (اہلیہ چوہدری محمد حسین سابق امیر جماعت احمدیہ جھنگ)
  - (۱) ڈاکٹر عبدالسلام
    - احمد سلام
    - انیسہ بشریٰ
    - آصفہ بیگم
    - عزیزہ بیگم
  - (۲) حمیدہ بیگم (دیکھئے ملک بشیر احمد ولد عطا محمد ملتان)
  - (۳) محمد عبدالسمیع (انجینئر ٹیوب ویلز شیخوپورہ)
    - (۱) مریم بشریٰ
    - (۲) عبدالصمد
  - (۴) محمد عبدالحمید (انجینئر متعین کراچی)
    - (۱) خالد اقبال
    - (۲) نائلہ آمنہ
  - (۵) محمد عبدالماجد انجینئر کراچی
    - (۱) طاہرہ بشریٰ
    - (۲) احمد جمال
  - (۶) محمد عبدالقادر
  - (۷) محمد عبدالرشید
  - (۸) محمد عبدالوہاب

مرض الموت و انتقال

خاکسار مؤلف آخری سالوں میں کثرت سے دارالفضل میں آپ کی مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوتا تھا۔ آپ خاکسار کی بیوہ چچی محترمہ کے پاس ہی قیام رکھتے تھے جو آپ کی دختر ہیں۔ اردگرد چوری کے واقعات کی وجہ سے آپ کی خواہش کے احترام میں خاکسار مکان کے مردانہ میں رات کو ٹھہر جاتا تھا۔ آپ کئی سال تک فریش رہے۔ ۱۹۳۶ء میں ریڑھ کی ہڈی کی تپ دق میں مبتلا ہوئے۔ اور ۲۵ مارچ ۱۹۴۲ء کو وفات پا گئے [1]

---

[1] ملک حبیب الرحمٰن صاحب نے جو شجاع آباد ضلع ملتان میں متعین تھے درخواست دعا کرتے ہوئے تحریر کیا کہ والد صاحب تین ماہ سے ریڑھ کی ہڈی کے تپ دق میں مبتلا ہیں (الفضل ۱۲ اپریل ۱۹۳۶ء صـ۲) ۲۵ مارچ ۱۹۴۲ء کے پرچہ میں زیر "مدینۃ المسیح" مرقوم ہے :-

"یہ خبر رنج اور افسوس کے ساتھ شائع کی جاتی ہے کہ جناب حافظ نبی بخش صاحب والد حکیم فضل الرحمٰن صاحب مبلغ مغربی افریقہ طویل علالت کے بعد آج صبح ۵ بجے وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم بہت پرانے صحابی تھے۔ جنازہ کل ۱۱ بجے مہمان خانہ کے صحن میں ہوگا۔"

نقل کتبہ :- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

اے خدا برتربت او بارش رحمت ببار ✻ داخلش کن از کمال فضل در جنّت النعیم

حافظ نبی بخش صاحب

آف فیض اللہ چک ۔ بعمر ۸۵ سال ۔ مہاجر قادیان

تاریخ وفات ۲۲ ۳/۱۹۴۲ مطابق ۲۳ ۳/۱۳۲۱ ھش

نمبر وصیت ۲۷۷۸

میں بے نصیب آپ کی خدمت سے دور تھا

قسمت میں جو لکھا تھا وہ ہونا ضرور تھا

(فضل الرحمٰن حکیم مبلغ نائیجیریا افریقہ)

حضرت مرحوم نے ۲ ستمبر ۱۹۲۷ء کو جائیداد اور آمد کے دسویں حصہ کی وصیت کی تھی جس میں درج ہے کہ میری اور میرے حقیقی بھائی حکیم جمال الدین صاحب کی موجودہ اراضی چاہی نہری اور بارانی قریباً بیس ایکڑ مساوی طور پر مشترک ہے۔ لیکن میرا گذارہ اس اراضی پر نہیں اور سالم رقبہ میرے بھائی کے قبضہ میں ہے۔ میرا گذارہ ستائیس روپے ماہوار تنخواہ پر ہے۔ اور ہر فصل پر بونس بھی ملتا ہے (الفضل ۳۰ مارچ ۱۹۲۸ء) آپکا حصہ جائیداد ایک ایکڑ بذریعہ مختار عام صدر انجمن احمدیہ قادیان ۱۳ اپریل ۱۹۳۶ء کو فروخت ہو کر رقم اڑھائی صد روپیہ داخل خزانہ ہوا۔ (ریکارڈ بہشتی مقبرہ) (باقی آگے)

"الفضل" زیر "مدینۃ المسیح" رقمطراز ہے :۔

"آج ½۱ بجے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے بوجہ علالت قصر خلافت میں حضرت حافظ نبی بخش صاحب کا جنازہ پڑھایا۔ انہیں بہشتی مقبرہ کے قطعۂ خاص صحابہ میں دفن کیا گیا ہے۔ احباب بلندئ درجات کے لئے دعا فرماویں"۔ (مؤرخہ ۲۶ر مارچ)

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ :۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیشہ مالی خدمتِ سلسلہ کی توفیق عطا ہوئی۔ اس کتاب میں دوسری جگہ ایک حوالہ درج کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۱۳ء کے لگ بھگ دس روپے آمد خزانہ صدر انجمن احمدیہ بڑی آمد متصور ہوتی تھی آپ کے ذیل کے چندے اس امر کو مدنظر رکھ کر دیکھنے چاہئیں :۔

۱۔ چندہ برائے مدرسہ تعلیم الاسلام " حافظ نبی بخش صاحب پٹواری نہر ملکاہانس ضلع منٹگمری ۱۱عہ "۔
(الحکم ۳۰ر اپریل ۱۹۰۵ء صفحہ ۱۳ کالم ۳)

۲۔ جماعت پاک پٹن ضلع منٹگمری کے سات افراد نے تعمیر مسجد لنڈن کے لئے سب سے زیادہ چندہ دیا جس میں حافظ صاحب کا چندہ دس روپے تھا۔ جبکہ وہاں کے سب سے زیادہ اور معقول آمد والے دوست کا یہ چندہ چالیس روپے تھا۔ (رپورٹ صدر انجمن احمدیہ ۲۰-۱۹۱۹ء صفحہ ۱۳۴)

آپ کی عمر کے متعلق خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ ریکارڈ بہشتی مقبرہ اور کتبہ کی رو سے آپ کی عمر ۸۵ سال ہوئی۔ گویا ۱۸۵۱ء کی ولادت بنی۔ اور دس بارہ یا چودہ پندرہ سال کی عمر میں آپ حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے (بروایت حافظ نبی بخش صاحب وروایت حافظ نور محمد صاحب) گویا ۱۸۶۱ء تا ۱۸۶۹ء یا ۱۸۷۱ء تا ۱۸۷۲ء میں۔ لیکن حافظ نبی بخش صاحب کے اپنے بیان کی رو سے یہ سنین غلط ہیں۔ کیونکہ آپ ۱۸۷۸ء یا ۱۸۷۹ء اپنی آمد کا سن بتلاتے ہیں۔ دیگر یہ کہ آپ حافظ حامد علی صاحب کے مستقل قیام قادیان کے وقت پہلی مرتبہ آپ آئے تھے۔ اور وہ ۱۸۸۰ء تا ۱۸۸۲ء بنتا ہے۔

۱۹۳۵ء میں جو فہرست صحابہ مرتب ہوئی اس وقت آپ محلہ میں نہیں تھے۔ آپ کی عمر اس میں اندازاً پینسٹھ برس درج ہے۔ اس حساب سے آپ کی ولادت ۱۸۷۰ء اور دس سے پندرہ سال کی آپ کی عمر کا زمانہ ۱۸۸۰ء تا ۱۸۸۵ء نکلتا ہے۔

آپ کے بڑے بھائی حکیم جمال الدین صاحب چار سال بعد ۱۹۴۶ء میں فوت ہوئے۔ ان کے کتبہ پر عمر ۸۴ سال درج ہے۔ حافظ صاحب کی وفات کے سال حکیم صاحب اسّی سال کے تھے۔ حافظ صاحب کی عمر اس حساب سے زیادہ سے زیادہ اناسی سال ہوگی اور عرصۂ زیارت ۱۸۷۳ء تا ۱۸۷۸ء نکلتا ہے۔ حافظ صاحب کی عمر ملک حبیب الرحمن صاحب کے بیان کی رو سے چھہتّر یا اسّی سال کی تھی معلوم ہوا کہ عمر میں سہو ہے۔

سیرت

۱- خاکسار مؤلف نے حضرت حافظ صاحب کو بوجہ قرابت نہایت قریب سے آخری نو سالوں میں دیکھا ہے اور محترم چچا ملک عطا محمدؐ صاحبؓ کی وفات کے بعد آخری چھ سالوں میں آپ کی خدمت کے لئے کثرت سے آپ کے پاس حاضر ہوتا تھا۔ آپ آخری چھ سالوں میں بڑھاپے کے ساتھ ریڑھ کی ہڈی کی تپ دق میں مبتلا رہے۔ آنکھوں سے قریبًا معذور ہو چکے تھے اور فریش تھے۔ ایک ہاتھ پر زخم تھا جو مندمل نہیں ہوتا تھا۔ اور ایک حجام ہاتھ کا علاج کرتا تھا۔ بڑھاپے اور معذوری کے ساتھ قریب میں آپ کو اپنی چھوٹی جواں سال صاحبزادی کی بیوگی کا صدمہ بھی برداشت کرنا پڑا اور پانچ بچے یتیم ہو گئے تھے۔ بڑے فرزند مغربی افریقہ میں تھے جن کی آمد کا انتظار سالہا سال سے تھا۔ اور نیک فرزند خصوصًا فرزند اکبر بہت بڑا سہارا ہوتا ہے۔ ان کے بُعد کا بھی آپ پر اثر ہوگا۔ ان حالات میں بھی مَیں نے آپ کو حد درجہ صابر راضی بہ قضا اور ہشاش بشاش پایا۔ خاکسار قریبًا پون سال تک حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری اور ایڈیشنل پرائیویٹ سیکرٹری اور پھر قریبًا سوا تین سال تک پرائیویٹ سیکرٹری رہا۔ آپ ایک شفیق باپ ہونے کی وجہ سے اور پھر اپنی معذوری اور بڑھاپے کی وجہ سے چاہتے تھے کہ حکیم فضل الرحمٰن صاحب کی مراجعت ہو اور آپ کا دل اُنکی ملاقات سے ٹھنڈا ہو۔ اور آپ خاکسار سے اس بارے میں دریافت کرتے رہتے تھے کہ حکیم صاحب کی طرف سے کیا اطلاع آئی ہے اور حضور نے کیا ارشاد فرمایا ہے۔ اور مَیں صورتِ حال سے آگاہ کرتا تھا۔ حضور نے حکیم صاحب کو ہوائی جہاز سے واپس آنے کا حکم بھیجا۔ لیکن مُرتدین کے ساتھ عدالت میں جو مقدمہ چل رہا تھا حکیم صاحب اُس کے اختتام کے منتظر تھے۔ اور اس کی وجہ سے آپ کی واپسی میں تاخیر ہوتی رہی۔ حتّٰی کہ اس شدید انتظار میں جو لازمًا اشدّ من الموت ہوگا آپ مرفوع الی اللہ ہو گئے۔ باپ بیٹے دونوں کا صبر قابلِ داد تھا حافظ صاحب پدری جذبہ سے مجبور ہو کر خاکسار سے دریافت تو کرتے لیکن اس بات کے شدید مخالف تھے کہ ان کی طرف سے حضور کی خدمت میں عرض کیا جائے اور اس سے روکتے تھے۔

آپ معذوری سے قبل دار الفضل کے سیکرٹری تعلیم و تربیت تھے۔ آپ کی وصیت کی تصدیق میں مرقوم ہے کہ "محلہ دارالفضل کے سیکرٹری تعلیم و تربیت ہیں" اور باوجود پیرانہ سالی کے خوب کام کر رہے ہیں۔" (ریکارڈ بہشتی مقبرہ) اقارب سے محبت رکھتے تھے۔ خوش خلق تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی باتیں سُناتے تھے۔ قوم ککے زئی میں قریب عرصہ تک یہ طریق رہا ہے کہ اپنی قوم سے باہر رشتہ ناطہ نہیں کرتے تھے خصوصًا لڑکیوں کا۔ لیکن آپ نے تیس پینتیس سال قبل اپنی دو صاحبزادیوں کی شادیاں اپنی قوم سے باہر کر کے بہت ہمت سے اس غیر شرعی پابندی کی زنجیر کو توڑنے میں سابقیت کا رنگ پیدا کیا۔ مَیں نے حرص و آز۔ غیبت اور غصّہ وغیرہ عیوب سے آپ کو بالکل مبرّا پایا۔ آپکے اخلاقِ طیبہ کی خُنکی اور برودت آپ کی وفات پر ایک رُبع صدی گذرنے پر بھی میرے قلب و دماغ پر چھائی ہوئی ہے۔

آپ کی بزرگی اور خلقِ کریم کے باعث اقارب اور احباب جماعت میں آپ کا احترام تھا۔ خاکسار کے والد محترم نے بتایا کہ حافظ صاحب نے اپنے برادر زادہ ملک عبدالحی صاحب کی ملازمت کے تعلق میں حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ سے عرض کیا اور یہ بھی کہا کہ ہمارے قدر کرنے والے (یعنی حضرت مسیح موعودؑ) نہیں رہے۔ اس سے صاحبزادہ صاحب کے قلبِ صافی پر گہرا اثر ہوا اور آپ نے ملک صاحب کو جمشید پور کی طرف ملازم کروا دیا۔ اور یہ ملازمت بعد کی اعلیٰ ملازمت میں بہت معاون ثابت ہوئی۔

آپ کو بطور صحابی ایک مشاورت میں شرکت کا موقعہ ملا تھا[1]

۲۔ آپ کے فرزند ملک حبیب الرحمٰن صاحب بیان کرتے ہیں:۔

حضرت والد صاحب توانا مرد نظر آتے تھے۔ قد درمیانہ۔ بھرا ہوا دوہرا جسم (معمولی) سانولا رنگ۔ حیا مجسّم۔ چہرہ پُر رُعب (شکیل)، اور متشرّع داڑھی سے مزیّن۔ (نرم خُو، بزرگانہ اور مشفقانہ شکل) آواز پُر شوکت۔ "یا اللہ خیر" تکیہ کلام تھا۔[2]

حضرت والد صاحب اپنی ملازمت کے دوران میں ضلع امرتسر کے مقام جنڈیالہ اور دو ایک اور مقامات اور ضلع ساہیوال (سابق منٹگمری) میں بمواضعات سوبھا رام۔ ملکہ ہانس۔ تلہ کمبو۔ سنتوکھ اور بصیر پور وغیرہ میں متعیّن رہے۔ گو آپ کی ملازمت معمولی یعنی پٹواری کی حیثیت سے تھی لیکن آپ کا قیام جہاں بھی رہا آپ اپنے اخلاقِ حسنہ۔ رعب اور شخصیت کے باعث گویا مالک کی حیثیت سے رہے۔ مسلم کیا اور غیر مسلم کیا، تمام ہی آپ کو بزرگ اور باپ جیسا شفیق و بہی خواہ سمجھتے تھے۔ اور اپنے ذاتی خاندانی اور دیگر تنازعات کا آپ سے فیصلہ کرواتے تھے۔ حتّٰی کہ نمبردار کو بھی اس وجہ سے آپ کے دروازہ پر اپنی مجلس لگانی پڑتی۔ جس میں اس نے فیصلے کرنے ہوتے۔ آپ خداداد دانشمندی سے معاملات کی تہ تک فوراً پہنچ جاتے اور بالعموم آپ کی رائے ہی قبول کی جاتی۔ ان امور کی وجہ سے لوگ آپکی خدمت پر بخوشی کمربستہ رہتے۔ اور آپ کو ملازمت میں دیہاتی زندگی میں کبھی کسی تکلیف کا سامنا نہیں ہوا۔ افسر بھی آپ سے احترام سے پیش آتے اور اکثر امور میں آپ کا مشورہ قبول کرتے اور ایماندار سے ایماندار بھی آپ کے ہاں ایک دو وقت کا کھانا کھانے میں کچھ قباحت نہ سمجھتا کیونکہ یہ مہمان نوازی کسی خود غرضی یا رشوت دینے دلانے یا خود ہضم کرنے کی مکروہات سے مبرّا ہوتی تھیں۔ آپ رسومات و تکلّفات سے بالا تھے۔ لیکن رُتبہ کے مطابق اعزاز و تکریم کرنا فرض جانتے تھے۔ آپ مذہب کے

---

[1] رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۳۵ء ص ۱۰۹۔ آپ کا ذکر الفضل ۲۳ رجون ۱۹۱۵ء میں ہے۔ گھوڑیاں چوری ہو گئی تھیں آپ نے احباب سے درخواست دعا کی تھی۔ (ص ۲)

[2] خطوط وحدانی کے الفاظ خاکسار مؤلف کی طرف سے ہیں۔

معاملہ میں بڑے باغیرت تھے۔ آپ کے حلقۂ احباب اور افسران میں سے کسی کو یہ جرأت نہ ہوتی تھی کہ آپ کی موجودگی میں احمدیت یا بزرگانِ سلسلہ کے متعلق ناروا رنگ میں لب کشائی کریں۔

عبادت و ذکرِ الٰہی میں منہمک رہتے۔ نماز اوّل وقت پر باقاعدگی سے ادا فرماتے۔ تہجد کا اہتمام کرتے۔ سخت جاڑے میں بھی منہ اندھیرے رفع حاجت کے لئے تقریباً ایک میل تک باہر جاتے اور راستہ بھر حمدِ الٰہی۔ ادعیہ مسنونہ، درود شریف اور اپنی زبان میں دعاؤں میں بآواز بلند رطب اللسان رہتے۔ "تیرا فضل تیرا رحم" وردِ زبان رہتا۔ تمام افرادِ خانہ کو نمازِ فجر کے لئے بیدار کرتے اور کبھی برداشت نہ کرتے کہ کوئی فرد نماز عشاء ادا کئے بغیر سو جائے یا نماز فجر کے لئے بیدار نہ ہو۔ کوئی بچہ نماز پڑھے بغیر سو جاتا تو جگا کر نماز پڑھواتے اور اکثر فرماتے کہ "سستی ایمان کی جڑ پر ایک تبر ہے۔" چھوٹے بچوں کو سوتے وقت نماز یاد کراتے اور نرمی اور گرمی سے بچوں کو نماز کا پابند کراتے۔

آپ اوّل درجہ کے مہمان نواز تھے۔ خواہ کیسی تنگی ہو کسی سائل کو ردّ نہ کرتے۔ باوجود مالی حالت کمزور ہونے کے اقارب سے حسن سلوک کرتے۔ اپنے برادرِ اکبر محترم حکیم جمال الدین صاحب کی شادیاں خود خرچ برداشت کر کے کیں۔ چونکہ حکیم صاحب کا گذارہ صرف جدّی اراضی پر تھا اور کوئی ذریعہ آمد نہ تھا اس لئے جدّی اراضی انہیں کے لئے وقف رکھی۔ اور اپنی ملازمت کے دوران کبھی اس کی آمد کا مطالبہ نہیں کیا۔ بلکہ اکثر مالیہ وغیرہ بھی اپنے پاس سے ادا کرتے تھے۔ البتہ جب آپ بڑھاپے میں ملازمت سے فارغ ہو کر ہجرت کر کے قادیان میں دریار پر دھونی رما کے بیٹھ گئے اور اس وقت ایک بچی بھی بیوہ ہو گئی اور کئی یتیم نواسی نواسے آپ کے پاس تھے تب آپ اپنی عمر کے آخری سات آٹھ سال اپنی اراضی کی آمد لیتے رہے۔ اپنے اکلوتے برادر زادہ کی تعلیم میں میٹرک تک امداد کی اور ہمیں بھی مدد کی تلقین کرتے تھے۔

صبر کا مادہ آپ میں کُوٹ کُوٹ کر بھرا ہُوا تھا۔ آپ کو عزیزوں کی وفات۔ مالی مشکلات اور دیگر کئی قسم کی تکالیف کا سامنا ہُوا۔ لیکن آپ ہمیشہ رضائے الٰہی پر صابر رہے کبھی گلہ نہیں کیا۔ ہماری سب سے بڑی دو بہنوں کی شادی کی تاریخوں سے چند دن پہلے ہمارے بڑے بھائی عبدالرحمٰن صاحب اچانک بیمار ہو کر دو تین دن میں والدین کو داغِ مفارقت دے گئے۔ ایک بارات راہوں ضلع جالندھر سے پہنچنے والی تھی۔ گاؤں والوں نے فیصلہ کیا کہ اسے راستہ سے واپس کر دیا جائے لیکن حضرت والد صاحب نے پسند نہ کیا۔ بچے کو دفن کر کے حوالہ بخدا کیا اور بارات کا انتظار کرنے لگے۔ بارات ان حالات سے بے خبر تھی۔ علم ہونے پر اُن میں سے بعض نے رخصتانہ ملتوی کرنا پسند کیا۔ لیکن حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ ہم تقدیر الٰہی پر راضی ہیں۔ آپ ڈولی (رخصتانہ) لے کر جائیں۔ چنانچہ ہماری دونوں بہنوں کے رخصتانے ہوئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپ کے اس صبر و شکر کا علم ہوا تو بھری مجلس میں آپ کو مخاطب کر کے تحسین کا اظہار فرمایا۔ اور نعم البدل کے لئے دُعا فرمائی ۵؎

ملازمت سے فارغ ہونے کے بعد آپ قادیان میں ہجرت کر آئے تھے۔ اُس وقت آپ کے فرزند اکبر حضرت حکیم فضل الرحمٰن صاحب مغربی افریقہ میں آٹھ سالہ تبلیغ کے بعد پہلی بار مراجعت فرمائے قادیان ہوئے تھے۔ اور وہ پھر تین سال بعد اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے مغربی افریقہ چلے گئے تو والد صاحب جو اُن کے پاس رہتے تھے اپنی چھوٹی دختر محترمہ امۃ الحی صاحبہ کے مکان پر دار الفضل میں وفات تک رہائش پذیر رہے۔ موصوفہ نے اپنی ہمت سے بڑھ کر حضرت والد صاحب کی خدمت کی۔

۱۹۳۶ء میں والد صاحب کو کاربنکل نکل آیا۔ میں شجاع آباد (ضلع ملتان) میں اپنے پاس انہیں لے آیا۔ ڈاکٹر چاند نرائن صاحب نے نہایت محبت اور توجہ سے علاج کیا۔ اللہ تعالیٰ نے شفا عطا کی لیکن پھر دفعۃً شدید کمر درد نے آپکڑا۔ اس میں افاقہ ہوا تو ٹانگیں کمزور ہونے لگیں۔ اب آپ کا شدید اصرار تھا کہ آپ کو قادیان پہنچا دوں۔ اور میں آپ کے علاج کے خیال سے متردّد تھا۔ لیکن آپ بار بار فرماتے کہ مجھے وہاں پہنچا دو تاکہ میرا آخری وقت وہاں ہی گذرے۔ میں انہیں بھائی حکیم فضل الرحمٰن صاحب کے خسر حضرت حکیم فضل الحق صاحب کے پاس بٹالہ چھوڑ آیا۔ جنہوں نے نہایت شفقت اور محنت سے اُن کا علاج کیا۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ۔

پھر والد صاحب قادیان چلے گئے۔ ٹانگیں جواب دے گئیں لیکن علاج کی خاطر آپ نے باہر جانے سے سختی سے انکار کر دیا اور ہر بار ایک ہی جواب دیا کہ بس اب مر کر ہی اٹھیں گے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آخری ٹھکانہ پیارے حبیب علیہ السلام کے دُور ملے۔ یہاں بھی حضرت حکیم صاحب کا علاج اور شفقت تا دم آخر جاری رہی اور انہوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔

۵؎ حضورؑ کی تحسین کے بارے میں روایت الگ درج ہے۔ شیخ عبد الکریم صاحب صحابی، حال مقیم گنج مغلپورہ لاہور نے (جنہوں نے ابتداءً راہوں والے رشتہ کیلئے تحریک کی تھی) خاکسار مؤلف کو مئی ۱۹۶۷ء میں بتایا کہ چھینہ ریلوے سٹیشن پر بارات کا استقبال کرنے والوں میں میں بھی شامل تھا۔ اور میں نے ہی بارات کو بچہ کی وفات کے حادثہ فاجعہ کی اطلاع دی تھی۔ اور خاکسار مؤلف کو خاکسار کے والد صاحب نے جو اس بارات میں شامل تھے بتایا کہ یہ خبر سُنکر بارات تعزیت کے لئے حضرت حافظ صاحب کے پاس پہنچی اور نیّت یہ تھی کہ رخصتانہ ملتوی کرنا مناسب ہے۔ لیکن حافظ صاحب نے جو اعلیٰ مقام صبر و رضا پر فائز تھے التواء کو پسند نہ کیا اور اصرار کر کے رخصتانہ کر دیا۔ منہ

۱۵۱ - حضرت حکیم فضل الرحمٰن صاحبؓ مرحوم نے نیگوس (مغربی افریقہ) سے جو تاثرات سپرد قلم کئے درج ذیل کئے جاتے ہیں:۔

"دنیا بھی اِک سرا ہے بچھڑیگا جو مِلا ہے ؛ گر سو برس رہا ہے آخر کو پھر جُدا ہے

۲۹ مارچ کو مکرمی جناب ناظر صاحب دعوت وتبلیغ کا...... تار مِلا ...... یعنی نہایت افسوس ہے کہ آپ کے والد صاحب وفات پا گئے۔ حضرت صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی کل اُس کو بہشتی مقبرہ کے خاص قطعہ میں دفنایا گیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔"

"تار کھولتے وقت میرے دل میں خیال آیا تھا کہ شاید اس میں مولوی محمد دین صاحب کی قادیان سے روانگی کی اطلاع ہے جن کو میری جگہ آنے کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ جب پڑھا تو والد صاحب (رضی اللہ عنہ)...... کی وفات کی خبر تھی۔ اس پر چند لمحوں کے لئے نہ تو میں بات کر سکا اور نہ بیٹھ سکا لیکن آخر انا للہ وانا الیہ راجعون ربنا اغفرلی ولوالدیّ پڑھتا ہوا چارپائی پر بیٹھ گیا۔ پھر اٹھا اور وضو کر کے مسجد میں دُعا کے لئے کھڑا ہو گیا اور اپنے مولا کے سامنے دل کا بخار نکالا۔ اِس کے معًا بعد میرے دل نے کہا۔ بیشک۔ مجھے باپ پیارا تھا مگر سے بُلانے والا ہے سب سے پیارا، اُسی پہ اے دل تُو جاں فدا کر

اور طبیعت میں سکون پیدا ہوا۔

ایسا حادثہ دوسری دفعہ میری زندگی میں مجھ پر گذرا ہے۔ پہلی مرتبہ ۱۹۲۵ء میں جبکہ میں گولڈ کوسٹ میں تبلیغ کے لئے تعینات تھا تو والدہ صاحبہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی تھی۔ اور دوسری دفعہ والد صاحب رضی اللہ عنہ اپنے مولیٰ سے جا ملے۔

میرا دل اُن کے فراق سے محزون ہے مگر لَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یُرْضٰی بِہٖ رَبُّنَا میں اپنے مولیٰ کی رضا پر صابر ہوں اور اُس نے جو کچھ کیا اُس پر شاکر۔ اور دُعا کرتا ہوں اللّٰھم اغفر لھما وارحمھما واعف عنھما۔ ربّ ارحمھما کما ربّیانی صغیرا۔

ہمارے سارے خاندان کے لئے یہ بڑے فخر کی بات ہے کہ والد صاحب (کی) وفات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی میں ہوئی۔ بیشک وہ غریب تھے مگر اُن کا دل دولت ایمان سے یقیناً بھرا ہوا تھا۔ اور جس طرح اپنی زندگی میں وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ایک ہی کمرہ میں کئی بار سوئے آج اپنی وفات کے بعد بھی ایک ہی خطۂ زمین میں اپنے آقا کے ساتھ سو رہے ہیں۔

حضرت والد صاحبؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسے وقت میں شناخت کیا جبکہ وہ بالکل نوعمر اور سکول میں پڑھتے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابھی دعویٰ نہیں کیا تھا۔ ہمارا گاؤں فیض اللہ چک (قادیان) سے پانچ میل سے کم فاصلہ پر واقع ہے۔ وہاں سے والد صاحبؓ...... اور حضرت حافظ نور محمد صاحبؓ اکٹھے قادیان جایا کرتے تھے۔ اور حافظ حامد علی صاحبؓ...... جو

ہمارے رشتہ دار تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے خدام سے جو محبت تھی اور جو شفقت اُن پر حضور فرمایا کرتے تھے اس کا بیان الفاظ میں ممکن نہیں۔ اس شفقت کی یاد اُن پروانہ ہائے شمع ہدایت کو بے چین و بے قرار رکھتی اور آٹھ آٹھ آنسو رلایا کرتی تھی۔ آپ اکثر حضور کی شفقتوں کا ذکر فرماتے اور پھر چشم پُر آب ہو کر پنجابی کا ایک شعر پڑھنے لگ جاتے۔ وہ شعر تو مجھے یاد نہیں۔ مگر کسی نے اپنے محبوب کی یاد میں کہا ہے۔ جو لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ایک ہی کمرہ میں سوئے۔ جنہوں نے ایک ہی برتن .. میں حضور کے ساتھ کھانا کھایا۔ اور ان کو حضور نے اپنے دست مبارک سے بوٹیاں اصرار کے ساتھ کھلائیں۔ جیسے نہایت شفیق ماں اپنے بچے کو اصرار کے ساتھ کھلاتی ہے اُن جیسا خوش نصیب اور کون ہو سکتا ہے اور انہیں دنیا کی نعماء میں سے اور کونسی نعمت پسند آسکتی ہے اور یہ سب شفقتیں ہمارے باپ پر اس کے آقا (علیہ وعلی مطاعہ الصلوٰۃ والسلام) نے کیں اور متعدد بار کیں۔

"منکسر المزاجی :۔ حضرت والد صاحب ..... کی طبیعت میں منکسر المزاجی بہت تھی۔ جب کبھی ان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق کوئی روایت بتلانے کو کہا جاتا تو بتلانے سے ڈرتے اور فرماتے کہ شائد حافظہ کی کمزوری کے باعث واقعہ بیان کرنے میں کوئی غلطی ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود میرے محب صادق سردار مصباح الدین صاحب جو ایک زمانہ میں اکثر احباب سے ذکر حبیب پر تقریریں کرایا کرتے تھے کے اصرار کے حضرت والد صاحب نے انہیں نہایت ہی تھوڑی سی روائتیں لکھوائی تھیں۔ اور افسوس ہے کہ میں بھی اُن سے ذخیرہ حاصل نہ کر سکا۔ ایک تو .... وہ اپنی منکسر المزاجی کے باعث بیان ہی کم کرتے تھے۔ دوسرے مجھے ادب کی وجہ سے اُن سے بہت حجاب رہتا تھا۔ افسوس کہ یہ خزانہ اب ان کے ساتھ ہی دفن ہو گیا۔

مہمان نوازی :۔ والد صاحب .... میں مہمان نوازی کی صفت کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ بلکہ ہماری والدہؓ ..... بھی اس صفت سے خوب متصف تھیں۔ مہمان کے آنے پر بہت خوش ہوتے اور حتی الوسع نہایت پر تکلف طریق سے اس کی خدمت کرتے اس میں کسی کو جاننے یا نہ جاننے کا سوال نہ تھا۔ جہاں جہاں وہ اپنی ملازمت کے سلسلہ میں رہے اور یہ اقامت دیہات میں ہی بالعموم رہی وہاں اگر کوئی مسافر مسجد میں ٹھہرا ہوا معلوم ہوتا تو اُسے بھی کھانا پہنچا آتے۔ نوکر جو با تنخواہ ہوتا اُسے بھی وہی کھانا دیتے جو خود گھر میں کھاتے۔ ہمسایوں کے حقوق کا بہت خیال رکھتے۔ رشتہ داروں سے ہمیشہ حسن سلوک کرتے اور آخری عمر تک یعنی ملازمت سے فارغ ہونے تک بھی ایسا ہی کرتے رہے۔ طبیعت میں ذرا تلخی تھی مگر نہ تو کسی سے نقار رکھتے اور نہ ہی غصہ دیرپا ہوتا۔ بلکہ بڑی جلدی طبیعت نرم ہو جاتی اور کسی سے کوئی سختی کی ہوتی تو اس پر افسوس کرتے اور اس کی دلجوئی کی کوشش کرتے۔ دوسرے کے دکھ میں شریک ہوتے۔ اور عیادت مریض کے بھی پابند تھے۔

اولاد سے شفقت:- اپنے بچوں سے خاص محبت تھی ۔ ضرورۃً تادیب کے لئے سزا بھی دیتے مگر ان سے بڑی محبت کرتے اور ان کی تعلیم کا خاص خیال کرتے اور کھلے دل سے خرچ کرتے ۔ قرآن کریم ہم سب بچوں کو خود پڑھایا نماز سکھلائی ۔ پٹوار کے کام میں جیٹھ اساڑھ کی دھوپ میں سارا سارا دن گرداوری کے لئے پھرتے رہنے کے بعد تھکاوٹ سے چور ہو کر شام کو گھر آتے مگر پھر بھی خود بلا کر قرآن کریم اور نماز کا سبق دیتے ۔ بعض بچوں کو ترجمہ بھی پڑھایا ۔ خود احکام اسلام کی پابندی کرتے ۔ جیٹھ اساڑھ میں بھی سارا سارا دن گرداوری کرنے کے باوجود روزے رکھتے اور بچوں سے بھی احکام دین کی پابندی سختی سے کراتے ۔ تہجد کے وقت بچوں کو جگاتے بالخصوص ایام سرما میں ان کو اپنے پیچھے کھڑا کر لیتے اور با جماعت نوافل ادا فرماتے اور قرآن کریم کی دعائیں بہت پڑھتے ۔ دعاؤں کی ویسے بھی بہت عادت تھی ۔ اور ان کی قبولیت پر یقین ۔ اکثر دعائیں ان کی قبول ہوتیں اور قبل از وقت ان کو اطلاع مل جاتی ۔ بعض دفعہ ادھر دعا کی ادھر کام ہو گیا ۔

راضی بر رضاء:- قضاء الٰہی پر سدا راضی رہتے ۔ بلکہ ایک واقعہ نے جو غالباً ۱۹۰۷ء میں ہوا ان کو حضرت مسیح موعودؑ کی خوشنودی خاص کی سند دلائی ۔ ہماری دو بڑی بہنوں زینب اور عائشہ کی شادیاں اسی سال ہوئی تھیں اور ہمارے خاندان میں یہ پہلی شادیاں تھیں ۔ ان شادیوں کے لئے آپ اپنی جائے ملازمت سے رخصت لے کر فیض اللہ چک گئے تھے ۔ ان دنوں ہمارا بڑا بھائی عبدالرحمٰن قادیان میں پڑھتا تھا جو شاید عبدالرحمٰن سپیشل کے نام سے معروف تھا ۔ کیونکہ وہ وہاں سپیشل کلاس میں گیا تھا ۔ اس کو جگر میں پھوڑا نکلا ۔ اور اس کی اطلاع حضرت والد صاحب کو گاؤں میں مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ اور بعض اور طالبعلموں کے ذریعہ پہنچائی گئی ۔ والد صاحب فوراً قادیان پہنچے ۔ حضرت خلیفۃ اوّل رضی اللہ عنہ علاج فرماتے تھے ۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود بھی دوائی عنایت فرمائی مگر ہمارا بھائی جانبر نہ ہو سکا ۔ اس کی لاش گاؤں میں لے جائی گئی ۔

ہماری بڑی بہن کی بارات راہوں ضلع جالندھر سے آنے والی تھی اور بھائی کی وفات اور بارات کے آنے میں شاید دو تین دن کا ہی وقفہ تھا ۔ جب ان کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے تار دیا کہ اس موت کے مدنظر وہ شادی کی تاریخ بدل دینا چاہتے ہیں ۔ مگر والد صاحب نے جوابی تار دیا کہ مقررہ تاریخ پر آ جائیں تاریخ بدلنے کی ضرورت نہیں ۔ دوسری بہن کی شادی گاؤں میں ہی تھی ۔ چنانچہ دونوں کے نکاح تاریخ مقررہ پر ہوئے اور وہ رخصت ہوئیں ۔ اس کے بعد جب پہلا ہی جمعہ ہوا اور والد صاحب قادیان میں جمعہ پڑھنے گئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا کہ میاں نبی بخش ! ہم نے سنا ہے آپ نے اپنے لڑکے کی وفات پر بڑا صبر کیا ہے ۔ گویا حضور نے بڑی خوشنودی کا اظہار فرمایا ۔

جب ہماری والدہ صاحبہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں تو میں گولڈ کوسٹ میں تھا مگر عزیزوں نے بتلایا کہ آپ نے اس وقت بھی بڑا صبر کیا حالانکہ بڑھاپے میں جب انسان کا عمر بھر کا رفیق جدا ہو تو بڑا صدمہ ہوتا ہے

پھر ہماری ایک بہن ۱۹۳۲ء یا ۱۹۳۱ء میں چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ کر فوت ہوئیں تو اس وقت بھی آپ نے بڑا حوصلہ دکھلایا۔ غرض آپ رضا بقضاء الٰہی کے بڑے عامل تھے۔

سلسلہ کے اخبارات سے محبت:۔ سلسلہ کے سب اخبارات خریدتے۔ الحکم۔ الحق دہلی۔ ریویو (اردو) تشحیذ۔ بدر۔ الفضل۔ احمدی خاتون۔ مصباح وغیرہ سلسلہ کی دیگر تحریکوں میں بھی حتی الوسع حصہ لیتے۔ وصیت کی رقم اور جائیداد کا حصہ زندگی میں ہی ادا فرما دیا تھا۔ اور جب تک ادا نہ کر چکے چین نہ تھا۔

اولاد:۔ آپ کے دس بچے ہوئے۔ چھ لڑکیاں اور چار لڑکے۔ اس وقت پانچ لڑکیاں اور دو لڑکے زندہ ہیں سب بچوں کی شادیاں اپنی زندگی میں کیں اور نہایت سادگی کے ساتھ بغیر کسی قسم کی خلاف شرع بات وقوع میں آنے کے کیں۔ آپ کے کئی پوتے پوتیاں۔ نواسے اور نواسیاں بلکہ نواسیوں کے بچے بھی ہیں۔

کام میں ہوشیار:۔ آپ قرآن کریم کے حافظ تھے۔ طبابت بھی پڑھی تھی۔ مولوی قطب الدین صاحب طبیب قادیان کے ہم سبق تھے مگر سرکاری ملازمت کے باعث طبابت کو بطور پیشہ اختیار نہ کیا گو بعض لوگوں کو نسخہ وغیرہ لکھ دیتے اور اگر کوئی دوائی موجود ہوتی تو دے دیتے۔ آپ اپنے پٹوار کے کام میں خوب ماہر اور چست تھے۔ عموماً اوّل درجہ کا نصلانہ بونس حاصل کرتے اور سب افسر آپ سے خوش رہتے اور جس جگہ بھی رہے با عزت رہے۔ حتیٰ کہ اگر کسی جگہ سے تبادلہ ہو جانے کے بعد کبھی وہاں جانے کا اتفاق ہوا تو لوگوں نے عزت اور محبت کے ساتھ خوش آمدید کہا۔

مرض الموت:۔ آپ کو ذیابیطس کا مرض مدت سے تھا مگر ۱۹۳۵ء سے طبیعت بہت خراب ہو گئی تھی حتیٰ کہ دو تین سال سے چلنے پھرنے سے بھی معذور ہو گئے تھے۔ عاجز کے خسر قبلہ ام جناب حکیم نفضل حق صاحب نے علاج معالجہ میں بڑی کوشش کی اور خدا تعالیٰ نے ان کے ہاتھ میں شفا بھی رکھی ہے والد صاحب کو افاقہ ہو جاتا رہا۔ مگر آخر وہ وقت آگیا کہ آپ داعئ اجل کو لبیک کہنے پر مجبور ہو گئے۔ اور ہم سب کو غمزدہ چھوڑ کر اپنے مولیٰ سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

کل احباب سے اپنے مسیحا کے اس خادم کی بلندئ درجات کے واسطے دعا کی درخواست کرتا ہوں۔ نیز اپنے خسر صاحب کے لئے ان کے حسن سلوک کے باعث اور اپنی چھوٹی بیوہ بہن امۃ اللہ کے لئے بھی کہ اس نے چھ سال آپ کی دن رات خدمت کر کے ہم سب کا فرض اپنے ذمہ لے رکھا تھا۔ فجزاہا اللہ خیراً

دعاگو خاکسار فضل الرحمٰن حکیم عفی عنہ احمدی مبلغ لیگوس۔ نائیجیریا"[۱]

---

[۱] الفضل ۲۲ اپریل ۱۹۴۲ء صفحہ ۴ و ۵۔

حکیم جمال الدین صاحبؓ

حضرت حافظ نبی بخش صاحبؓ صرف دو بھائی تھے۔ آپ کے برادرِ اکبر حضرت حکیم جمال الدین صاحبؓ نے یکم اپریل ۱۹۳۸ء کو تحریراً بیان کیا کہ بمقام لدھیانہ بر مکان مولوی محمد حسین صاحب رئیس لدھیانہ۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مناظرہ موسم گرما میں چار بجے شام ہوا تھا سنہ اور ماہ مجھے یاد نہیں رہا۔ میں نے ابھی بیعت نہیں کی تھی لیکن حسن ظنی تھی اور مناظرہ میں موجودگی کا موقعہ مجھے اسلئے ملا تھا کہ احقر محکمہ نہر میں لدھیانہ میں ملازم تھا اور گاہ بگاہ حضرت اقدس کے حضور بھی بوقت ضرورت حاضر ہو جایا کرتا تھا۔ حضور سادگی کے ساتھ ایک چٹائی پر رونق افروز تھے اور مولوی محمد حسین بٹالوی چٹائی پر قالین بچھا کر گاؤتکیہ لگا کر بیٹھے ہوئے تھے گویا اُن کی نشست کی طرز فخریہ تھی۔ حضور نے ایک حدیث نبوی تحریراً پیش کی جسے پڑھ کر مولوی صاحب طیش میں آ گئے اور اپنی نشست سے اُٹھ کر حضرت اقدس کی طرف حملہ آوروں کی طرح بڑھے لیکن پولیس کا انتظام تھا۔ پولیس نے مولوی صاحب کو روک دیا پھر حضور نے مولوی عبد اللہ صاحب غزنویؒ کا ایک کشف تحریر کر کے بھیجا کہ حضرت غزنوی صاحب نے دیکھا کہ قادیان میں آسمان سے نور آیا۔ بہت لوگوں نے وہ نور لیا لیکن حضرت غزنوی صاحب کی اولاد اس سے محروم رہ گئی اور مولوی محمد حسین صاحب کا پیراہن پارہ پارہ ہوا ہے۔ یہ پڑھتے ہی مولوی صاحب بڑے طیش میں آ گئے۔ اور اپنی نشست سے اُٹھ کر حضور پر حملہ کر کے آئے پولیس نے پھر روک دیا اور حضرت صاحب سے کہا کہ آپ تشریف لے جائیں یہ شخص یعنی مولوی صاحب فساد کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ حضور اسی وقت گاڑی میں سوار ہو کر چلے گئے تو بعد میں مولوی صاحب نے دونوں بازو سر سے اوپر اٹھا کر کہ مرزا یہ حدیث بخاری سے نکال دے تو میری دونوں عورتوں پر طلاق کیونکہ اس حدیث کا حوالہ حضرت صاحب نے بخاری شریف کا دیا ہوا تھا۔ مولوی صاحب نے طلاق کی بات کہی تو حاضرین میں سے ایک شخص نے جو معلوم نہیں کون تھا مولوی صاحب کو مخاطب کر کے کہا کہ عورتیں تو لاہور میں ہیں۔ انہیں طلاق کیوں دے رہے ہو۔ یہ کلمہ سنکر احقر وہاں سے چلا گیا۔[1]

حکیم جمال الدین صاحب بیان کرتے ہیں کہ آپ نے ۱۸۹۵ء میں بیعت کی تھی۔ آپ کے اہل بیت نے بتایا کہ حکیم صاحب سُناتے تھے کہ چونکہ میرے چھوٹے بھائی حافظ نبی بخش صاحب نے احمدیت قبول کر لی تھی اور اس کا مجھ سے ذکر کیا تھا۔ میں نے گاؤں کی مسجد میں جا کر دُعا کی کہ یا الٰہی! تُو مجھے بتا دے

---

[1] رجسٹر روایات صحابہ نمبر ۲ صفحہ ۱۳۱ تا ۱۳۳۔

کہ مرزا صاحب اپنے دعویٰ میں صادق ہیں یا نہیں۔ تو خواب میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیت میں نماز پڑھی۔ اس رویاء سے مجھے آپ کی صداقت کا یقین ہو گیا اور دوسری صبح کو میں نے بیعت کر لی۔[۱]

متفرق حالات

آپ کی روایت مذکورہ میں ذکر ہے کہ آپ (۱۸۹۱ء میں) محکمہ نہر میں لدھیانہ میں ملازم تھے۔ خاکسار مؤلف کے والد محترم نے آپ کے ذکر پر بتایا کہ حکیم صاحب محکمہ نہر میں کچھ عرصہ ضلع سرگودھا میں بھی ملازم رہے ہیں لیکن کچھ عرصہ بعد انہوں نے ملازمت ترک کر کے اپنے گاؤں میں رہائش رکھی اور گاؤں کی اراضی پر ہی ان کا گذارہ تھا۔ اور آپ کے برادر حافظ نبی بخش صاحب کی اراضی بھی آپ ہی کے پاس تھی۔ حافظ صاحب اس کی آمد نہیں لیتے تھے۔ حکیم صاحب نے ایک شادی کی جس سے ایک بچی پیدا ہوئی لیکن یہ اہلیہ اور کچھ عرصہ بعد یہ بچی دونوں وفات پا گئیں۔ پھر کئی سال تک انہوں نے شادی نہ کی۔ مجھ سے اس عرصہ میں ذکر کیا کہ مجھے الہام ہؤا ہے یا مریم اقنتی لربک واسجدی اور کچھ اور بشارات بھی ہوئی ہیں۔ میں نے کہا کہ اس کی تعبیر یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ کی شادی ہو جائیگی۔ چنانچہ ان کی شادی محترمہ خدیجہ بیگم صاحبہ سے ہوئی۔

آپ کے اہل بیت نے بتایا کہ حکیم صاحب میرے خاوند تہجد گذار تھے۔ آپ کے برادر زادہ حکیم فضل الرحمن صاحب دوبار اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے مغربی افریقہ گئے تو ان کے لئے اُن کی دینی خدمات کی وجہ سے بہت دعائیں کرتے تھے باجماعت نمازیں ادا کرتے تھے اور اس بات پر اصرار کرتے تھے کہ مسجد میں نماز بروقت پڑھائی جانی چاہیئے۔ اور خلافِ شرع رسوم کی مخالفت کرتے تھے۔ خاکسار مؤلف نے بوجہ قرابت کے پندرہ بیس سال تک ہوش کے زمانہ میں آپ کو دیکھا اور مجھ پر یہ اثر ہے کہ آپ نہایت خاموش طبع اور منکسر المزاج بزرگ تھے۔ جلسہ سالانہ و دیگر مواقع پر قادیان میں آپ آمد و رفت رکھتے تھے۔[۲]

---

[۱] بیعت کے سند کے لئے دیکھیئے رجسٹر روایاتِ صحابہ نمبر ۲ صفحہ ۱۳۱۔ جنوری ۱۹۳۵ء میں عید الفطر کے لئے جو فہرست صحابہ تیار کی گئی تھی۔ اس میں مہمان خانہ کی فہرست میں آپ نے بیعت و زیارت ۱۸۹۸ء لکھوائی تھی۔

آپکے اہلبیت محترمہ خدیجہ بیگم سے مئی ۱۹۶۷ء میں خاکسار مؤلف نے بالمشافہ حالات معلوم کئے۔ موصوفہ اپنے بیٹے ملک عبدالحی صاحب اسسٹنٹ ورکس مینیجر جنرل کیریج ورکشاپ مغلپورہ لاہور کے پاس مقیم ہیں۔ باوجود سن رسیدہ ہونے کے خاکسار نے آپ کا حافظہ بہت عمدہ پایا۔

[۲] حکیم صاحب نے ریویو آف ریلیجنز کا ایک حصہ خرید کیا (الحکم ۱۷ اپریل ۱۹۰۱ء صفحہ ۹ کالم ۳)۔ شوریٰ ۱۹۳۵ء و اجلاس ثانی ۱۹۳۶ء میں شرکت کی (رپورٹ ہائے صفحہ ۱۱۵۔ فہرست میں نمبر ۲۲۵ و ۲۰۷)

شجرہ نمبر ۲

- (۱) حکیم جمال الدین (صحابی) (مدفون بہشتی مقبرہ)
  - از بطن اہلیہ اوّل
    - بچپن ہی میں فوت ہو گئی
  - از بطن اہلیہ دوم
    - (۱) ملک عبدالحی خان — اسسٹنٹ ورکس مینیجر جنرل کیرج ورکشاپ مغلپورہ لاہور
      - ماجد زبیر خان
      - ساجد کبیر خان
      - سُمیرہ
      - رُوحی
      - عمران طاہر خان
    - (۲) امۃ الحفیظ (اہلیہ عبدالغنی مرحوم سکنہ ست کوہہ ضلع گورداسپور)
      - (۱) مبارک احمد
      - (۲) خالد احمد
      - (ہر دو مقیم گنج مغلپورہ لاہور)
    - (۳) امۃ اللہ (اہلیہ ملک عنایت الرحمٰن عمزاد مؤلف اصحاب احمد)
      - (۱) شاہدہ
      - (۲) طاہرہ جبیبہ
      - (۳) محمود احمد
      - (۴) …
    - (۴) نصرت بیگم (اہلیہ ملک الطاف الرحمٰن)
      - (۱) بشارت الرحمٰن
      - (۲) شگفتہ
      - (۳) انیس الرحمٰن
      - (۴) نفیس الرحمٰن
      - (۵) مجیب الرحمٰن
      - (۶) نجیب الرحمٰن
      - (۷) شائستہ بیگم
      - (۸) لڑکا
- (۲) حافظ نبی بخش (صحابی) (مدفون بہشتی مقبرہ) —— (شجرہ نمبر ۱) ——
- (۳) عظیم بی بی مرحومہ (اہلیہ رحمت علی مرحوم سکنہ جلال آباد ضلع امرتسر)
  - (۱) عنایت اللہ — وفات اندازاً ۱۹۲۰ء
  - (۲) محمد شفیع (سابق امیر جماعت ننکانہ صاحب)
    - (۱) بسم اللہ بیگم
    - (۲) محمد جمیل
    - (۳) لطف الٰہی
    - (۴) منیرہ سلطانہ
    - (۵) محمد کریم
    - (۶) محمد نسیم
    - (۷) راشدہ بیگم
    - (۸) محمد سلیم
  - (۳) مبارکہ بیگم

وفات زیر مدینۃ المسیح الفضل میں مرقوم ہے :۔

"افسوس حکیم جمال الدین صاحب آف فیض اللہ چک جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پُرانے صحابہ میں سے تھے ۲۶ ر نومبر کو مغلپورہ میں فوت ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

جنازہ کل قادیان لایا گیا۔ حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور مرحوم کو بہشتی مقبرہ قطعہ صحابہ میں دفن کیا گیا۔ احباب دعائے مغفرت فرمائیں۔ مرحوم مکرم مولوی فضل الرحمٰن صاحب حکیم مبلغ افریقہ کے تایا تھے۔" (مورخہ ۴۶-۱۱-۲۸)[1]

---

(۶۳) میاں غلام علی صاحب رضی اللہ عنہ

خسر حکیم جمال الدین صاحب رضی اللہ عنہ

میاں غلام علی صاحب قوم گکھے زئی سکنہ موضع فیض اللہ چک صحابی تھے۔ پردہ کے سخت پابند تھے اور بہت غضِ بصر کرتے تھے۔[2]

---

[1] بحمد اللہ خاکسار مؤلف "اصحاب احمد" کو آپکی وصیت کرانے کی توفیق ملی تھی۔ کتبہ پر تحریر ہے :۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
حکیم جمال الدین صاحب
فیض اللہ چک ۔ گورداسپور
وفات ۴۶-۱۱-۲۶ عمر ۸۴ سال
وصیت نمبر ۹۳۰۵

[2] بیان آپکی دختر محترمہ خدیجہ بیگم صاحبہ (اہلیہ حکیم جمال الدین صاحب رضی اللہ عنہ) انہوں نے مزید خاکسار مؤلف کو زبانی بتایا کہ والدہ صاحبہ ہماری طفولیت میں ہی وفات پا گئی تھیں۔ مجھے ان کا دیکھنا یاد نہیں۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کا موقعہ نہیں پایا۔ ایک دفعہ ہمارے گاؤں میں حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ تشریف لائے تھے۔ اُس وقت میں نے آپ کی بیعت کی تھی۔

دیگر بہن بھائیوں کے حالاتِ ذیل موصوفہ نے بیان کئے :۔

۱۔ میرے دو چچا تھے میاں کرم الٰہی صاحب مرحوم اور میاں نور الٰہی صاحب مرحوم۔ ہر دو احمدی تھے۔ یہ معلوم نہیں کہ صحابی تھے یا نہیں۔ میاں کرم الٰہی صاحب کی اولاد فضل حق و منظور حق صاحبان اور میاں نور الٰہی صاحب کی اولاد ضلع ساہیوال کے کسی گاؤں میں بطور مہاجر آباد ہیں۔ میری پھوپھی محترمہ عظیم بی بی صاحبہ حضرت حافظ نبی بخش صاحب کی اہلیہ تھیں۔

۲۔ میرے بڑے بھائی میاں عبد الحق صاحب ضلع ساہیوال میں بطور مہاجر آباد تھے۔ تین چار سال قبل فوت ہوئے۔ ان کی اولاد شیخ محمد صادق صاحب تھانیدار حال متعین لاہور۔ محترمہ شریف بیگم صاحبہ اور شیخ محمد رفیق صاحب دوکاندار اچھرہ وغیرہم ہیں۔

۳۔ چھوٹی بہن محترمہ نور جہان بیگم صاحبہ مرحومہ (اہلیہ بابو فقیر اللہ صاحب عم مؤلف "اصحاب احمد"۔ ان کی اولاد دو لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں۔

۶۴۔ حافظ معین الدین صاحب رضی اللہ عنہ عرف معنا

مختصر تعارف

حضرت حافظ معین الدین صاحبؓ عرف معنا ولد شیخ روڈے شاہ کا رنگ سانولا اور قد درمیانہ تھا۔ برقعے میں جو ٹوپی استعمال ہوتی ہے آپ وہی سر پر پہنتے تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے بالکل ابتداء میں حضرت اقدس علیہ السلام کی بیعت کی توفیق ملی۔ چنانچہ آپ نے ۱۸؍نومبر ۱۸۸۹ء

؎ بیان مرزا عبداللطیف صاحب (خلف حضرت مرزا مہتاب بیگ صاحبؓ سیالکوٹی) مرزا صاحب نے علاوہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ (صحابی و امیر مقامی قادیان) ڈاکٹر عطر الدین صاحب (صحابی و درویش) حافظ عبدالرحمٰن صاحب پشاوری (صحابی و درویش) سردار مصباح الدین صاحب سابق لیکچرار جامعہ احمدیہ حال مہاجر چنیوٹ۔ میاں عبدالحق صاحب قادیانی حجام (صحابی مہاجر ربوہ بعمر ۷۰ سال ولد میاں عبداللہ فضل دین صاحبؓ حجام صحابی مرحوم) و میاں عبداللہ صاحب قادیانی حجام مہاجر ربوہ (ولد میاں عمرالدین صاحب حجام صحابی مدفون بہشتی مقبرہ قادیان) سے خصوصاً معلومات حاصل کی ہیں۔

سردار مصباح الدین صاحب۔ میاں عبدالحق صاحب حجام اور میاں عبداللہ صاحب حجام نے استفسار پر خاکسار کو بتلایا کہ حافظ صاحب قوم بھرائی سے تعلق رکھتے تھے۔ موخر الذکر دونوں قادیان کے قدیمی باشندے ہیں۔ نیز میاں عبدالحق صاحب یہ بھی ذکر کرتے ہیں کہ حافظ صاحب کا جدی مکان مرزا امام الدین صاحب کے مکان کے مغرب کی طرف میاں امام الدین صاحبؓ عرف ماٹا مرحوم کے مکان کے قریب تھا۔ حافظ صاحب کے بھائی میاں بھاگا اور میاں بھاگا کا بیٹا دین محمد دونوں احمدی نہ تھے۔ میاں بھاگا بھرائی ہونے کی وجہ سے پرانے اڈہ خانہ قادیان کے قریب قدموں کا میلہ ہونے پر طبلہ نوازی کرتے تھے۔ میاں بھاگا کی لڑکی موضع بڑے نزد بھیٹاں کا پتن (جو قادیان کے مشرق میں چند میل پر دریا کے کنارے ایک گاؤں ہے) بیاہی ہوئی تھی۔ میاں عبداللہ صاحب ذکر کرتے ہیں کہ چراغ ولد بھاگا تقسیم ملک کے بعد ایک دفعہ ربوہ بھی آیا تھا وہ بھی احمدی نہیں تھا۔

روزنامہ پرتاپ جالندھر مورخہ ۳۰؍جون ۱۹۶۷ء میں ایک مضمون شائع ہوا ہے کہ ہندو قوم تباہ ہو جائیگی اگر اس مسلمانوں کی طرح ذات پات کا امتیاز ترک نہ کیا۔ ایک ادنیٰ سمجھی جانے والی قوم کے ایک معذور فرد سے حضرت اقدس علیہ السلام کی بے مثال شفقت ایک فقید المثال اسلامی اسوہ ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور تقویٰ مقبول ہے۔ اللّٰھم صل علی محمد و علی آل محمد وبارک وسلم انک حمید مجید۔

کو نمبر ۱۴۷ پر بیعت کی تھی ۵۱ قادیان میں آپ دوسرے بیعت کرنے والے تھے۔ پہلی بیعت ۱۴؍ رجون ۱۸۸۹ء کو ہوئی تھی۔ اور تیسری بیعت ۶؍ فروری ۱۸۹۲ء کو ہوئی۔ ضلع میں آپ کی بیعت پچیسویں تھی۔ آپ جلسۂ احباب بر موقعہ جوبلی منعقدہ ۲۰ تا ۲۲؍ رجون ۱۸۹۷ء میں شریک ہوئے تھے ۵۲ اور تین صد تیرہ صحابہ میں آئینۂ کمالاتِ اسلام میں آپ کا نام مندرج ہے۔ حضرت اقدس آپ کی امامت میں نمازیں بھی ادا کرتے تھے اور جسم دبانے کی خدمت بالعموم روزانہ کرنے کا موقعہ پاتے تھے۔

تذکرہ از عرفانی صاحبؓ

حضرت شیخ یعقوب علی صاحبؓ عرفانی نے حافظ صاحب کا مفصّل تذکرہ رقم فرمایا ہے۔ حافظ صاحب کے انتقال پر بھی قریبًا نصف صدی بیت چکی ہے اس لئے خاکسار کو مزید معلومات بہت کم حاصل ہوئی ہیں۔ غالبًا آپکی تصویر کبھی کھینچی نہ گئی ہوگی۔

محترم عرفانی صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

"حافظ صاحب قادیان ہی کے باشندے تھے اور بدرشا بیسے ہی اُن کو حضرت مسیح موعودؑ کی معیت حاصل ہوئی۔ حافظ صاحب کے ایک بھائی نانک شاہ کو ہماری جماعت کے بہت سے لوگوں نے دیکھا ہے جو ایک مجزوبانہ حالت میں قادیان میں رہا کرتے تھے۔ اور باوجودیکہ حافظ صاحب نابینا تھے مگر اپنے بھائی کی غور و پرداخت کرتے تھے۔ اور دونوں وقت تلاش کر کے کھانا کھلاتے تھے۔ مَیں حافظ معین الدین کی زندگی کے واقعات کو لکھتے وقت صرف ان حالات کو لونگا جو کسی ایک یا دوسرے پہلو سے ہمارے لئے سبق آموز ہیں۔

حافظ معین الدین صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پُرانے خادموں کے ساتھ بہت ہی محبت و خلوص تھا۔ اور باوجودیکہ وہ نابینا تھے مگر پھر بھی ایسے دوستوں کے پاس اکثر موقعہ ملنے پر ضرور جایا کرتے تھے۔ کپورتھلہ کے دوستوں اور صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب وغیرہ سے بہت محبت تھی۔ خود میرے حال پر ان کو بڑی توجہ تھی۔ اور بعض اوقات دو دو گھنٹہ تک بیٹھے حضرت صاحب کی باتیں سُنایا کرتے تھے۔ جب حافظ صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کی عزت ملی۔ اسوقت اُن کی عمر بہت چھوٹی تھی یعنی چودہ پندرہ برس کا سن تھا ۵۳ حافظ صاحب نے بتایا کہ وہ نہایت سقیم

---

۵۱ اندراج یوں ہے :- "حافظ امین الدین عرف حافظ مانا ساکن قادیان خاص"۔ اور پیشہ "توکلی" مرقوم ہے۔ معلوم ہوتا ہے لکھنے میں سہوًا "امین الدین" تحریر ہوا ہے۔

۵۲ ۲۰۶ نمبر پر یہ اندراج ہے :- "حافظ معین الدین صاحب قادیان" "(تقریر جلسہ احباب)"

۵۳ ۱۹۱۹ء میں بعمر سترہ برس حافظ صاحب فوت ہوئے گویا ۱۸۶۳ء اور ۱۸۶۴ء میں چودہ پندرہ سال کے ہونگے۔ اسوقت حضرت اقدس اٹھائیس انتیس سال کے تھے۔ (مؤلف اصحاب احمد)

حالت میں تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کو اس حالت میں دیکھا ۔ اور اپنے ساتھ بلا کر لے گئے ۔ اور کھانا کھلایا اور پھر کہا کہ حافظ تو میرے پاس رہا کر ۔ حافظ صاحب کے لئے یہ دعوت غیر متوقع تھی ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا خاندان چونکہ نہایت ممتاز اور پُر شوکت خاندان تھا اور کسی کو ان کے سامنے کلام کرنے کی جرأت بھی نہ ہوتی تھی حافظ صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس مہربانی اور شفقت کو دیکھ کر حیران ہو گئے اور بڑی شکر گذاری سے آپ کی خدمت میں رہنے کے لئے آمادہ ہو گئے ۔ حافظ صاحب نے سمجھا کہ شاید مجھے کوئی کام کرنا پڑے ۔ اس نے کہا کہ مرزا جی : (اس وقت ایسا ہی طریق خطاب تھا) مجھ سے کوئی کام تو ہو نہیں سکے گا ۔ کیونکہ میں معذور ہوں ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ حافظ ! کام تم نے کیا کرنا ہے ۔ اکٹھے نماز پڑھ لیا کرینگے ۔ اور تو قرآن شریف یاد کیا کر ۔ دراصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غرض یہ تھی کہ باجماعت نماز کے لئے ایک انتظام ہو جائے ۔ اس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس جوش عبادت کا بھی پتہ لگتا ہے جو باجماعت نماز کا آپ کے دل میں تھا ۔ حضرت حافظ صاحب کو کھانے پینے اور پہننے کی ضروریات سے بیفکری ہوئی اور حضرت کی صحبت پاک میں رہنے کی عزت ملی ۔ حافظ صاحب گویا اصحاب الصفہ میں پہلے آدمی ہیں ۔ اس کے قریب زمانہ ہی میں مرزا محمد اسمٰعیل بیگ صاحب جو قادیان میں اب ایک دکاندار اور تاجر کی حیثیت سے رہتے ہیں حضرت صاحب کی خدمت میں داخل ہو گئے۔[1]

حافظ صاحب بیان کرتے تھے کہ حضرت صاحب کے لئے جب کھانا آتا تھا تو آپ مجھ کو پہلے عطا فرماتے اور بعض اور لوگوں کو بھی تقسیم کر دیا کرتے تھے ۔ اس طرح پر حافظ صاحب آپ کی صحبت میں رہتے ۔ اور کبھی حافظ صاحب امام ہو جاتے اور کبھی حضرت صاحب نماز پڑھاتے ۔

---

[1] مرزا دین محمد صاحب سکنہ موضع لنگروال (ضلع گورداسپور) بھی قبل بعثت حضرت اقدس کی خدمت میں آتے تھے ۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ابتدائی زمانہ میں حافظ معین الدین عرف مانا حضرت صاحب کے پاس اکثر آیا کرتا تھا ۔ میں جب حضرت صاحب کا کھانا لاتا تو آپ اُسے رکھ لیتے اور فرماتے کہ حافظ مانا کے لئے بھی کھانا لاؤ ۔ میں اس کے لئے عام لنگری کھانا (یعنی زمیندارہ کھانا) لاتا تو آپ حافظ مانے کو کھانے کو فرماتے اور خود بھی اپنا کھانا شروع کر دیتے ۔ آپ بہت آہستہ آہستہ اور بہت تھوڑا کھاتے تھے ۔ جب معین الدین اپنا کھانا ختم کر لیتا تو آپ پوچھتے کہ اور لوگے ؟ جس پر وہ کہتا کہ جی ہے تو دے دیں جس پر آپ اپنا کھانا جو قریباً اسی طرح پڑا ہوتا تھا اسے دیدیتے تھے ۔ آپ چوتھائی روٹی سے زیادہ نہیں کھاتے تھے ۔ (سیرۃ المہدی روایت ۶۹۹) مرزا اسمٰعیل بیگ صاحب یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ میں اس زمانہ میں حضور کیلئے تین اور اپنے لئے چار روٹیاں لایا کرتا تھا ۔ حضور اپنا کھانا حافظ معین الدین صاحب وغیرہ میں تقسیم کر دیتے اور صرف تھوڑا سا شوربہ پی لیتے اور شام کو بھی ایسا ہی کرتے تھے ۔ البتہ کبھی میں ضد کرتا کہ آپ کھانا نہیں کھاتے تو میں بھی نہیں کھاتا تو آپ میری روٹیوں میں سے کچھ کھا لیتے اور شام کو ایک پیسے کے چنے منگوا کر ان کا کچھ حصہ تناول فرماتے ۔ (حیات احمد جلد اوّل نمبر سوم صفحہ ۳۷)



حضرت حافظ نور محمد صاحب آف فیض اللہ چک



شیخ رحمت اللہ خان صاحب شاکر
سابق رکن ادارہ ''الفضل''

حافظ معین الدین صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب مجھ کو امام بنانے کے لئے کہا جاتا تو ہمیشہ ڈرتا اور جھجکتا مگر حضرت مسیح موعودؑ فرماتے - حافظ! ڈرا نہ کرو۔ اسلام ایسا مذہب ہے کہ اس میں کوئی ذات پات اور چھوٹائی بڑائی نہیں ۔ خدا تعالےٰ کے نزدیک وہی لوگ بڑے ہوتے ہیں جو اللہ والے ہوتے ہیں اور سچے مومن ہوں ۔ غرض حافظ جی دن بدن حضرت صاحب سے مانوس ہوتے گئے اور حضرت اقدس کی شفقت اور نوازش کی وجہ سے ان کے دل میں محبت اور جاں نثاری بڑھنے لگی ۔ یہاں تک کہ جیسے جیسے اُن کا علم اور شعور بڑھتا گیا اور معرفت میں ترقی ہوتی گئی یہ اپنے ایمان میں بھی ترقی کرتے چلے گئے ۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کے خاص بندوں میں شامل ہو گئے ۔ مَیں ان باتوں کا تذکرہ نہ کروں گا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت سے تعلق رکھتی ہیں بلکہ زیادہ تر ان امور کا ذکر کرونگا جو خود حافظ معین الدین صاحب کی زندگی سے وابستہ ہیں ۔[1]

صبر و قناعت

"حافظ معین الدین صاحب بہت بڑے صابر اور زاہد انسان تھے ۔ ان کی ضروریاتِ زندگی بہت ہی مختصر تھیں ۔ سوال کرنے سے ہمیشہ ان کو نفرت تھی ۔ اپنی حالت اور ضرورت کا اظہار بہت ہی کم کرتے تھے ۔ حضرت اقدسؑ کی ابتدائی زندگی میں یہ سبق ان کو حضرت ہی کی زندگی اور اُسوۂ حسنہ سے ملا ۔ وہ دیکھتے تھے کہ حضرت اقدسؑ کس طرح پر کم سے کم خرچ میں نہ صرف اپنا گذارہ کرتے ہیں بلکہ دوسروں سے بھی سلوک کرتے ہیں ۔ اس تعلیم میں حافظ صاحب میں جہاں ایک طرف قناعت اور صبر پیدا کر دیا تھا دوسری طرف دوسروں سے سلوک اور خبرگیری کی عادت بھی بدرجۂ کمال پیدا کر دی تھی ۔ ان ایام عسرت میں حضرت مسیح موعودؑ نے حافظ صاحب کو اکثر فرمایا ۔ حافظ! یہ تھوڑے دن ہیں ۔ خدا تعالیٰ نے میرے ساتھ بڑے بڑے وعدے کئے ہیں ۔ اور اس کی طرف سے بڑی بڑی برکتیں آئیں گی ۔ حافظ صاحب کہا کرتے تھے کہ ان باتوں کو سُنکر مَیں کبھی تعجب نہیں کرتا تھا ۔ البتہ یہ کہا کرتا تھا کہ مرزا جی! جو فضل اور نعمت اب ملی ہے یہ کیا کم ہے ۔ پھر جب بہت لوگ آجائیں گے تو مَیں کہاں رہونگا ۔ اس پر حضرت صاحب انکو تسلّی دیتے کہ حافظ! تو میرے پاس ہی رہیگا ۔ غرض حافظ صاحب میں صبر اور قناعت بہت بڑی تھی ۔ یہاں تک کہ جب وہ زمانہ آگیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کے الہام و وحی سے مشرف ہو کر دعویٰ کیا اور لوگ کثرت سے آنے لگے تو حافظ صاحب پھر بھی اسی مقام پر رہے جو ان کو پہلے سے حاصل تھا ۔ حضرت صاحب کی شفقت اور محبت زیادہ ہی تھی ۔ اور روزانہ حافظ صاحب کو حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقعہ ملتا ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود ان کے زہد و قناعت کے متعلق بارہا فرمایا کہ مَیں نے دیکھا ہے کہ بعض اوقات حافظ معین الدین نے توت کے پتوں پر گذارہ کر لیا اور سوال نہیں کیا ۔ اور ہمیشہ جب ان کا ذکر فرماتے تو نہایت محبت سے کرتے ۔"[2]

---

[1] الحکم ۱۴ر جنوری ۱۹۲۳ء صفحہ ۴ و ۲۰ر فروری ۱۹۳۴ء صفحہ ۵ ۔

[2] الحکم ۱۴ر جنوری ۱۹۲۳ء صفحہ ۴ و ۲۱ر فروری ۱۹۳۴ء صفحہ ۵

نماز باجماعت کی پابندی

نماز باجماعت کی عملی تعلیم بھی انہوں نے حضرت صاحب کی صحبت میں پائی۔ حضرت صاحب کی صحبت ہی اسی غرض سے انکو نصیب ہوئی تھی۔ حافظ صاحب خود مؤذن تھے۔ حضرت صاحب کے زمانہ میں بھی مؤذن بالعموم تھے اور اگر کوئی دوسرا آدمی اذان کہہ دیتا تو اُن کو ناگوار گذرتا۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرما دیا ہے کہ اگر لوگوں کو اذان کہنے اور پہلی صف میں کھڑا ہونے کا ثواب معلوم ہوتا تو اس پر قرعہ اندازی کرتے۔ حافظ جی کی معرفت اس بارہ میں علین الیقین کے درجہ تک پہنچی ہوئی تھی۔ اوّل وقت نماز کی اذان کہتے اور سب سے پہلی صف میں کھڑے ہوتے اور حتی الوسع وہ اس مقام پر کھڑے ہوتے کہ حضرت کے ساتھ ہی جگہ ہو۔ باوجودیکہ نابینا تھے۔ اور رہنے کے لئے بیچارے خانہ بدوش ہی رہتے۔ آج اس حجرے میں ہیں تو کل کسی دوسرے حجرے میں۔ اور بعض اوقات مسجد سے واپس ہوتے مگر بارش ہو۔ آندھی ہو۔ کڑکڑاتا جاڑا ہو۔ تیز دھوپ ہو وہ اول وقت پہنچتے اور اذان کہتے۔ اور پہلی صف میں جگہ پاتے۔ نماز کی معرفت بھی نہایت عمدہ ہو گئی تھی کہ ٹھیک وقت پر وہ مسجد کی طرف آجاتے۔ بلکہ اُن کا وجود دوسروں کے لئے ایک خطا نہ کرنے والی گھڑی تھا۔ مگر ان میں احتیاط یہاں تک تھی کہ جب جماعت بڑھ رہی تھی اور گھڑیاں بھی آگئیں تو آتے آتے دریافت کرلیا کرتے تھے کتنے بجے ہیں؟ نماز کی باجماعت پابندی کے علاوہ نوافل اور تہجد بھی التزام سے پڑھتے تھے اور یہ نعمت بھی حضرت ہی کی صحبت میں ان کو ملی تھی۔"[1]

تبلیغ واشاعت کا شوق

باوجودیکہ نابینا تھے اور علوم ظاہری سے ان کو حصہ نہ ملا تھا مگر حقیقت میں سچے علوم و معرفت الٰہی کا خزانہ ان کے پاس تھا۔ تبلیغ کا بہت جوش ان کے دل میں تھا۔ پہلے انہوں نے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو انہوں نے تبلیغ کی اور مجھ کو معلوم ہے کہ قریباً ہر روز جا کر رات کو ان کو وعظ کیا کرتے تھے۔ پھر دوسرے لوگوں کو بھی جب موقعہ ملتا تھا تو وعظ کرتے تھے۔ لیکن ایک عجیب بات جس کا مجھ کو ہی علم ہے میں بیان کرتا ہوں اس سے اُن کی جرأت اور تبلیغ کے لئے صادق جوش کا اندازہ ہو سکیگا۔

---

[1] الحکم ۱۴؍ جنوری ۱۹۲۳ء صٹ و ۲۱؍ فروری ۱۹۳۶ء ص۵۔

حضرت میاں امام الدین صاحبؓ سیکھوانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت میں حافظ معین الدینؓ عرف مانا مؤذن مقرر تھا۔ چند اور مؤذن بھی تھے۔ بعض دفعہ دو مؤذن ایک ہی وقت میں اذان دینے کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ ایک روز ایک شخص نے اذان شروع کی تو حافظ معین الدین نے بھی شروع کر دی پھر حافظ صاحب ہی اذان دیتے رہے اور دوسرا شخص خاموش ہو گیا۔ شوق کی وجہ سے مؤذنوں میں جھگڑا ہو جاتا تھا ہر ایک چاہتا تھا کہ وہ اذان دے۔ (سیرۃ المہدی حصہ سوم روایت ۹۳۳)

"ایک روز کا ذکر ہے کہ میں اپنے گھر میں عشاء کی نماز کے بعد لیٹا ہوًا تھا کہ میرے کان میں سورۃ ق کی تلاوت کی آواز آئی اور آواز بھی حافظ معین الدین صاحب کی۔ میں حیران ہوًا کہ یہ کیا بات ہے۔ آخر میں اندر سے نکل کر برآمدہ میں آگیا۔ موسم سرما کے دن تھے۔ میرے مکان کے پاس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دائی کا گھر ہے۔ دائی کے دو بیٹے میاں حاکو میاں ناکو چونکہ مرزا نظام الدین صاحب اور مرزا امام الدین صاحب کے معتمد اور کارندے تھے اور اس وجہ سے ان کو وہاں کے دوسرے باشندوں پر ایک قسم کی حکومت حاصل تھی اور اس وجہ سے اُن میں ایک قسم کی سختی پیدا ہوگئی تھی۔ برآمدہ میں آنے پر مجھے معلوم ہوًا کہ حافظ معین الدین اُن کی ڈیوڑھی میں ان کو وعظ کر رہے ہیں۔ میں بھی شوق میں وہاں چلا گیا۔ وہاں جانے پر میرے تعجب کی حد نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ اُن کے گھر کے سب چھوٹے بڑے بیٹھے ہوئے ہیں اور حافظ صاحب کو نہایت ادب سے انہوں نے بٹھایا ہوًا ہے اور حافظ صاحب نے خوب کھول کھول کر تبلیغ کی۔ انبیاء علیہم السلام کے منکروں کا کیا حال ہوتا ہے بتاتے رہے۔ اور عذاب جہنم سے ڈرایا۔ موت کا یقین دلایا غرض وعظ ایسے انداز اور رنگ کا تھا کہ پتھر کا دل بھی موم کرے۔

"حافظ صاحب نے میرے جانے پر اتنا تو پوچھا کہ شیخ صاحب ہیں؟ میرے جواب پر اچھا کہہ کر پھر وعظ فرماتے رہے۔ جو جو غلطیاں وہ اپنے علم اور ایمان میں سُننے والوں میں ایمانی اعتقادی یا عملی جانتے تھے ان سے منع کیا۔ جب وعظ ختم کر چکے تو اٹھ کر چلے۔ میں بھی نکلا۔ میرے ساتھ ہی میرے مکان پر آئے۔ اور مجھ کو کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو کوئی وعظ نہیں کرتا۔ لوگ ان سے ڈرتے ہیں تو میں نے کہا کہ میں کیوں نہ کروں۔ اگر چار گالیاں بھی دے لیں گے تو میرا کیا بگڑتا ہے حق تو پہنچ جائیگا میرے ذمہ تو جواب نہ رہے گا کہ تونے کیوں نہیں پہنچایا۔ ان کے سوا دو آدمی اَور ہیں انکو بھی وعظ کرنا ہے۔ میں نے پوچھا وہ کون ہیں؟ کہا۔ ایک میراں بخش حجام ہے۔ وہ اپنے آپ کو تمام دنیا کا عقلمند سمجھتا ہے اور چونکہ بڑے آدمیوں سے اس کا تعلق رہا ہے اور بظاہر نرم نرم باتیں کرتا ہے مگر میں جانتا ہوں کہ وہ اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھتا ہے اور کسی کی بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔

اور ایک اَور ہے مگر وہ مرد نہیں۔ میرے ساتھ حافظ صاحب کو للّٰہ محبت تھی۔ میرے بہت اصرار پر بتایا کہ تائی صاحبہ ہیں۔ ان کو بھی ضرور میں نے وعظ کرنا ہے۔ ان کی طبیعت بھی سخت ہے۔ چونکہ ہمیشہ انہوں نے حکومت کی ہے اس لئے وہ کسی کی بات نہیں مانتے۔

میں اس ندامت اور شرمندگی کا اظہار نہیں کر سکتا جو حافظ صاحب کے اس جوش کو سنکر میرے دل میں پیدا ہوئی۔ میں میاں حاکو ناکو کا ذیرے ہمسایہ تھا اور وہ ہمیشہ میری عزت و تکریم کرتے اور میری باتوں کو سن بھی لیتے مگر حافظ صاحب والا جوش اور خیال مجھ کو ایک دن بھی پیدا نہیں ہوًا۔

میں نے کہا۔ حقیقت میں حافظ جی! آپ نے بہت ہی عمدہ انتخاب کیا ہے۔ ان لوگوں کو کوئی

وعظ نہیں کر سکتا تھا۔ آپ نے خوب کھول کر سُنایا۔ میں نے پوچھا آپ یہاں آئے کیونکر؟ تو کہا کہ میں نے آج ان کو کہا تھا کہ ایک بہت ضروری کام ہے۔ میں رات کو آؤنگا۔ اور آ گیا کہ سب کو اکٹھا کر کے کہا کہ ایک بات تم کو سُنانی ہے۔ تم سُن لو۔ جب انہوں نے کہا کہ کیا بات ہے تو میں نے وعظ شروع کر دیا۔ اور پھر سب خاموش ہو کر سُنتے رہے۔

حافظ صاحب کے اِس واقعہ سے جو میری آنکھوں نے دیکھا مجھ کو یقین ہو گیا کہ اگر کوئی شخص اخلاص اور لِلّٰہیّت سے خدا کا پیغام پہنچانے کے لیے عزم کرے تو اللہ تعالیٰ اُسے ضائع نہیں کرتا اور جب صداقت انسان کے دل میں گھر کر لیتی ہے تو دنیا کی کوئی تکلیف اور ذلّت ذلّت نہیں رہتی۔ یہی راز جو انبیاء علیہم السلام کی دعوت و تبلیغ کے عمل میں پایا جاتا ہے۔ جب انسان خدا تعالیٰ کے لیے ہر قسم کی ذِلّت اختیار کرنے کو تیار ہو جاتا ہے تب ہی حقیقی عزّت کا وارث ہوتا ہے۔ اور جب تک دنیا کی جھوٹی عزّتوں کا احساس رہتا ہے اور یہ ایک بھوت جو خود انسان کے اندر پیدا ہو جاتا ہے پھر اس سے پست ہمّتی اور مایوسی کے بچّے پیدا ہونے لگتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے لَا تَحْزَنُوْا وَلَا تَهِنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ کی تعلیم دی اور صاف صاف فرما دیا کہ مجھ سے ہی ڈرو۔ اور کسی سے مت ڈرو۔ حقیقت میں جب خدا کا خوف انسان کے دل پر مستولی ہو جاتا ہے تو وہ حکمت اور دانش کا چشمہ انسانی قلب میں پیدا کر دیتا ہے جو ہر وقت اس کو سیراب و شاداب رکھتا ہے اور پھر دنیا کی تمام ہستیوں کے خوف اس کے اندر سے نکل جاتے ہیں۔ اُس وقت وہ جابر سے جابر بادشاہ کو بھی تبلیغ حق سے نہیں ڈرتا۔ اس لئے کہ اُس کو یقین ہوتا ہے کہ حکومت اور سلطنت اُس کے عرشِ دل پر موجود ہے۔

حافظ صاحب کی اس عملی مثال نے مجھے ہمیشہ شرمندہ کیا۔ اور آج ان سطور کو لکھتے ہوئے بھی ان کے مطمئن قلب کا ایک احساس پاتا ہوں۔ حافظ صاحب کی یہ تبلیغ کیسا رنگ لائی؟ میں نے دیکھا کہ اس کے بعد ان لوگوں کی حالت میں ایک تبدیلی پیدا ہوئی۔ اور اس گھر میں بعض عورت۔ مرد احمدی ہیں[1] اور حضرت تائی صاحبہ قبلہ بھی سلسلہ میں داخل ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام کو پورا کرنے والی ہوئیں جو "تائی آئی" کے الفاظ میں ہوا تھا۔ اور اس وقت کسی کو سمجھ نہ آئی کہ "تائی آئی" سے کیا مطلب ہے۔ یہ ایک نشان نہیں بلکہ تین نشان ہیں۔ ایک تو حضرت خلیفۂ ثانی کی خلافت کی پیشگوئی ہے کیونکہ اُن کے ہاتھ پر بیعت ہو تو حقیقی معنوں میں تائی صاحبہ ہیں۔ اگر خلیفۂ اوّل کے ہاتھ پر بیعت ہوتی تو وہ تائی نہ تھیں۔ دوسرے یہ کہ حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ کے خلافت کے عہد تک تائی صاحبہ کا زندہ رہنا تیسرے ان کا بیعت میں داخل ہونا۔

اور اب تو خدا کے فضل سے اس گھر میں کوئی شخص بھی غیر احمدی نہیں رہا۔ بہر حال حافظ صاحب نے

---

[1] خاکسار نے بھی دیکھا ہے کہ میاں فیروزالدین صاحب پٹواری اور انکے بھائی میاں فیض احمد صاحب کلرک محکمہ تعلیم ضلع منٹگمری احمدی تھے (مؤلف)

بیعت کا پروگرام مجھے بتایا۔ شہر کے بعض دوسرے لوگوں کے گھروں میں اور ننگل وغیرہ جاکر بھی مختلف اوقات میں وعظ کیا کرتے تھے۔ مگر وہ ایک ایک گھر کو اس کام کے لئے منتخب کیا کرتے تھے۔ اور اس طرح پر تمام عمر تبلیغ کے لئے موقع کی تلاش میں رہتے۔ اور کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔[1]

مالی قربانی

حضرت حافظ معین الدین صاحب رضی اللہ عنہ کی طبیعت میں اس امر کا بڑا جوش تھا کہ وہ سلسلہ کی خدمت کے لئے قربانی کریں۔ خود اپنی حالت تو ان کی یہ تھی کہ نہایت عسر کے ساتھ گذارہ کرتے تھے۔ بوجہ معذور ہونے کے کوئی کام بھی نہ کر سکتے تھے۔ حضرت اقدس کا ایک خادمِ قدیم سمجھ کر بعض لوگ محبت و اخلاص کے ساتھ کچھ سلوک ان سے کرتے تھے لیکن حافظ صاحب کا ہمیشہ یہ اصول تھا کہ وہ اس روپیہ کو جو اس طرح ملتا کبھی اپنی ذاتی ضرورت پر خرچ نہیں کرتے بلکہ اس کو سلسلہ کی خدمت کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور پیش کر دیتے۔ اور کبھی کوئی تحریک سلسلہ کی ایسی نہ ہوتی جن میں وہ شریک نہ ہوتے خواہ ایک پیسہ ہی دیں۔ حافظ صاحب کی ذاتی ضروریات کو دیکھتے ہوئے اُن کی یہ قربانی معمولی قربانی نہ ہوتی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بارہا حافظ صاحب کی ان خدمتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ یہی نہیں بلکہ وہ خود بھی بھوکے رہ کر بھی خدمت کیا کرتے تھے۔[2]

تعمیلِ ارشاد کا جوش

متواتر فاقہ کشیوں کی وجہ سے ان کو قبض دائمی کی ایک شکایت پیدا ہو گئی تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کو دودھ پینے کی ہدایت فرمائی تھی۔ اور خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام حافظ صاحب کو دودھ کے لئے کچھ نقد دیا کرتے تھے۔

حافظ صاحب نے مجھ سے ذکر کیا کہ حضرت صاحب کو میرا بہت خیال رہتا ہے اور یہ واقعہ بتایا کہ جب مَیں نے قبض کی بیحد شکایت کی اور آپ نے دودھ تجویز فرمایا تو خود ہی کہا کہ حافظ صاحب ایک سیر دودھ روزانہ پیا کرو۔ حافظ صاحب کہتے ہیں کہ مَیں نے عرض کیا کہ بہت اچھا۔ مگر مَیں سوچتا ہوں کہ اس حکم کی تعمیل کس طرح کروں کہ حضرت صاحب نے خود ہی فرمایا کہ حافظ صاحب پیسے مجھ سے لے لیا کرو۔ اور کچھ نقد بھی دے دیا اور ہمیشہ مجھ کو دیتے رہے۔ چنانچہ حافظ صاحب جب تک قادیان رہے اس کا برابر التزام رکھتے اور خدا تعالیٰ سامان کر دیتا تھا۔ یہ دودھ صرف اس لئے پیتے تھے کہ حضرت صاحب نے حکم دیا تھا ہر روز ایک سیر پیا کر۔ انہوں نے بارہا کہا کہ حضرت صاحب حکم نہ دیتے تو نہ پیتا۔ اور حضرت صاحب سے جو کچھ سنتے تھے اس پر عمل کرنے کا جوش ان میں بہت پایا جاتا تھا۔[3]

---

[1] الحکم ۲۱/۲۸ فروری ۱۹۲۲ء ۔ ۴/۱۴ مارچ ۱۹۲۲ء ۔ ۱۴ جنوری ۱۹۲۳ء صفحہ ۵ ۔ ۲۱ فروری ۱۹۳۴ء صفحہ ۵ و ۶ ۔

[2] ۔ [3] الحکم ۲۱ جنوری ۱۹۲۳ء صفحہ ۷ و ۲۱ فروری ۱۹۳۴ء صفحہ ۵ و ۶ ۔

دوسروں کیلئے ایثار اور قربانی

جہاں حافظ صاحبؓ اُن حقوق کا جو حقوق اللہ کہلاتے ہیں بہت بڑا خیال رکھتے اور تقرّب الٰہی کے لئے نمازوں کی پابندی اور روزوں کا التزام اور نوافل اور تہجّد کا خاص اہتمام کرتے تھے اور سلسلہ کی خدمت کے لئے جو کچھ ان کو میسّر آتا تھا وہ دینے میں کبھی تأمل نہ کرتے تھے وہاں اُن کا یہ شیوہ تھا کہ وہ اپنے بھائیوں کی مدد کے لئے بھی ہر وقت آمادہ رہتے تھے اور یہ جوش اُن میں اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ بعض اوقات خود فاقہ کرتے اور اپنی روٹی دوسروں کو دیتے تھے کہ دوسروں کو پتہ بھی نہیں لگتا تھا کہ ان کے اس نیک عمل کی ایک مثال ایک مخلص دوست نے محض اظہار شکرگذاری کے لئے خود ظاہر کردی ہے - اور میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اس سلسلہ میں الفضل میں سے لے کر درج کر دوں - اس عملی شان سے معلوم ہوگا کہ حافظ معین الدین کن خوبیوں کا مجموعہ تھے اور حضرت مسیح موعودؑ کی پاک صحبت اور تربیت نے اس مِسِّ خام کو کندن بنا دیا تھا اور اِس مُشتِ خاک کو اکسیر کی صورت میں تبدیل کر دیا تھا۔[1]

وہ فرشتہ آیا

"حضرت حافظ معین الدین صاحبؓ مرحوم قادیانی کی زندگی کا ایک ورق ہر روز میرے سامنے پیش رہتا ہے - اور میں اس ذکر سے رطب اللسان رہتا ہوں - چونکہ اس سے صرف میں ہی واقف ہوں اس لئے دوستوں کو سُنا کر فرض تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہوں :-

"ایّام قیام دارالضعفاء قادیان میں ایک دن میرا ہاتھ خالی تھا کہ ایک ارائیں موضع ننگل (متصل قادیان) سے گاجر بیچنے آیا - اور آواز دی - میرے بچے نکلے اور کہا گاجریں لے دو - مَیں نے کہا - جب ابھی گاجریں آویں گی تو لیں گے - گاجر فروش بولا کہ میری گاجریں میٹھی ہیں کھا کر دیکھ لو - اور وہ گاجریں بچوں کے ہاتھ میں دے دیں - انہوں نے کہا کہ ابّاجی! گاجریں میٹھی ہیں لے دو - مَیں نے توکّلاً علی اللہ دو پیسے کی گاجریں لے دیں - بچوں نے کھا کر اور مطالبہ کیا - مَیں نے سوچا کہ جہاں سے دو پیسے دیئے جاویں گے وہیں سے دو اَور بھی دے دونگا - اس لئے اور دو پیسہ کی گاجریں لے دیں - بچے لیکر گھر پہنچے تو ان کی والدہ نے کہلا بھیجا کہ گاجریں شیریں ہیں اور بھیجدو - اور یہ اشارہ ضرورت سمجھ کر لی گئیں مگر پیسہ میرے پاس نہ تھا - اِسی اثناء میں ایک غریب نومسلمہ نے کہا کہ مجھے بھی دو پیسہ کی گاجریں لے دیں مگر پیسے میرے پاس نہیں ہیں - اس کو بھی دو پیسے کی گاجریں لے دیں اور قیمت اپنے ذمہ ڈال لی - جب بائع نے قیمت طلب کی تو مَیں نے اس سے کہا کہ تم قادیان گاجریں فروخت کرلو واپسی پر ہم پیسے دے دینگے اُس نے نہایت اضطراب سے کہا کہ مَیں نے قادیان سے اشیاء خریدنی ہیں مجھے ابھی دو آنہ دیدو اِس پر مجھے بہت فکر ہوئی - اور اپنا ایک بچہ ایک معمار کے پاس بھیجا جو کہ دارالضعفاء کی مسجد پر کام کرتا تھا کہ دو آنہ نقد دے دو ہم تم کو کل دے دینگے - میاں نبی بخش معمار سیالکوٹی

---

[1] الحکم ۲۱ر جنوری ۱۹۲۳ء صٓ و ۲۸ر فروری ۱۹۳۴ء صٓ -

نے بلا تامل دو آنہ حوالہ کئے۔ اور گاجر فروش لے کر چلا گیا۔

بچوں نے سارا دن انہیں گاجروں پر لبسر کیا۔ جب وہ روٹی مانگتے۔ میں ان کے پیٹ کا حال پوچھتا وہ کہتے کہ کسی قدر درد ہے۔ میں اس پر کہہ دیتا کہ جب تک پیٹ صاف نہ ہولے کھانا مناسب نہیں یہاں تک کہ شام کو بھی ان کو یہی جواب دے کر سلا دیا گیا۔ اور خود بھی نماز عشاء پڑھ کر چارپائی پر لیٹ گیا۔ بیوی بھی خاموش ہو کر پڑی رہی۔ اتنے میں دروازہ کھٹکنے کی آواز آئی۔ میں نے بیوی سے کہا کہ لو وہ فرشتہ آیا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ اب تمہارے لئے خدا نے کچھ کھانے کا سامان بھیجا ہے۔ دروازہ کھولنے پر معلوم ہوا کہ حافظ معین الدین صاحب تشریف لائے ہیں میں نے پوچھا کہ اس وقت کیوں تکلیف فرمائی؟ فرمایا کہ میں نماز عشاء پڑھ کر سونے لگا تھا کہ یکایک میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ فلاں کا حال پوچھنا چاہیئے اس لئے آیا ہوں۔ میں نے ان کو بعزّت و احترام گھر میں لا کر بٹھایا۔ آپ نے فرمایا۔ میرے پاس کچھ روٹیاں آئی تھیں۔ میں نے کہا کہ میرے پاس رکھی ہوئی صبح تک خراب ہو جائیں گی۔ اِس لئے تمہارے پاس لایا ہوں۔ تمہارے بچے کھائیں گے۔ میں نے کہا کہ بچے تو آرام سے پڑ کر سو رہے ہیں آپ نے اس وقت بڑی تکلیف اٹھائی۔ تو فرمایا۔ اچھا۔ آپ کے مُرغے کھائیں گے۔ میں نے اپنی بیوی کو کہا کہ یہ خدا کا بھیجا ہوا رزق آیا ہے اِس سے انکار نہیں کرنا چاہیئے۔ حافظ نے آٹھ روٹیاں عنایت کیں۔ اِس کے بعد ایک روپیہ نکال کر آپ نے میری طرف کیا اور کہا یہ پیسے بھی لے لو۔ میں نے بہت زور سے منع کیا کہ آپ نابینا ہیں ہم کو آپ کی خدمت کرنا چاہیئے اس سے معاف فرمایا جائے تو آپ نے اُسی قدر اصرار سے کہا کہ منظور کر لو۔ اب ردّ کرنا اچھا نہیں۔ میں نے اسکو بھی خدا کی امداد سمجھکر رکھ لیا اور آئندہ کے لئے حافظ صاحب کو روکا کہ ایسا نہ کیا کریں"۔

"آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جو مجھ سے کراتا ہے وہ کرتا ہوں۔ آپ کیوں منع کرتے ہیں۔ میرا سب کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے واسطے ہے۔ میں نے صبح کو وہ روپیہ تڑا کر میاں نبی بخش صاحب معمار کو دو آنہ بھجوا دیئے مگر انہوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ میں نے دوبارہ بھیجے پھر بھی انکار کیا۔ سہ بارہ خود لے کر گیا۔ انہوں نے ہاتھ میں لے کر پھر واپس کر دیئے کہ میں نے اس نیّت سے نہیں دیئے تھے۔"

غرض حافظ صاحب کی اس ہمّت نے مجھے بڑا سبق دیا کہ ہمدردی اِسے کہتے ہیں کہ سوئے اٹھ کر بحالت نابینائی میرے گھر تک پہنچے۔ اگرچہ دارالامان کے اس مہاجر نے اپنا نام نہیں دیا مگر اس کو پردۂ اخفاء پر رہنے دینا اس لئے پسند نہیں کرتا کہ ایک مرحوم مخلص بھائی کی عملی ہمدردی کا نمونہ زیادہ قوی اور جس مہاجر نے احساس شناسی کی اس عملی مثال کو قائم کیا ہے اور اپنے صبر

اور قناعت کا ایک نمونہ دکھایا ہے اُس سے بھی احباب واقف اور آگاہ ہو جائیں۔ یہ مہاجر میرے پرانے دوست میر مہدی حسین صاحب موج ہیں۔ خدا کے فضل سے وہ زندہ موجود ہیں۔ انہوں نے اپنے اس ذاتی واقعہ سے (جو فی الحقیقت حافظ معین الدین صاحب کی زندگی کا ایک ورق ہے) بہت سے لوگوں کو مرحوم کے ساتھ محبت کرنے کا موقعہ دے دیا ہے۔ اور دوسرے لوگ بھی جو حافظ معین الدین صاحب کی زندگی کے کسی عملی واقعہ اور حالات سے واقف ہوں اور ان واقعات کا اظہار کریں تو یہ ایک قابلِ قدر خدمتِ سلسلہ ہوگی۔"

"حافظ معین الدین مرحوم کی زندگی میں ایسے واقعات ملتے ہیں جو نہایت حیرت انگیز ہیں۔ ان کی یہ قربانی اور ایثار بنی نوع انسان تک ہی محدود نہ تھی بلکہ وہ جانوروں تک بھی اس کو وسیع کرتے تھے۔ جس مکان میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رہتے ہیں پہلے نہایت خستہ حالت میں ایک کھنڈر سا پڑا ہوا تھا۔ اس کے ایک حصہ میں ایک مرتبہ ایک کُتیا نے بچے دیئے ہوئے تھے۔ اور بارش کے ایام تھے۔ مَیں نے ایک دن دیکھا کہ حافظ صاحب گرتے پڑتے نہایت تکلیف سے اِدھر کو جا رہے ہیں۔ مَیں نے پوچھا کہ حافظ صاحب کدھر کو جا رہے ہو تو جواب میں اپنی عادت کے مطابق پوچھا کہ کون؟ شیخ صاحب ہیں؟ پھر السلام علیکم کہنے کے بعد کہا کہ "بھائی ایک کُتیا نے بچے دیئے ہوئے ہیں۔ میرے پاس روٹی پڑی ہوئی تھی۔ مَیں نے کہا کہ جھڑی کے دن ہیں اسکو ہی ڈال دوں" مجھے شرم دلانے کے لئے یہ الفاظ کافی سے زیادہ اثر رکھتے تھے۔ نابینا آدمی ہے۔ راستہ خراب ہے کیچڑ ہے بچوں والی کُتیا ہے جو بچوں کی حفاظت کے جذبہ سے دیوانہ سی ہوتی ہے۔ مگر یہ مردِ خدا اس کے بچوں کی بھلائی کے جذبہ سے متحرک ہو کر اپنی روٹی اس کو دینے جا رہا ہے۔ ہم میں کس قدر ہیں جو اپنے بھوکے بھائی کا بھی خیال رکھتے ہیں؟ یہ جذبہ یہ حِس حافظ صاحب میں کہاں سے آئی یہ ایک سوال ہے جسکا جواب آگے چلکر دونگا۔ وباللہ التوفیق۔"

"حافظ صاحب کے ایثار کے دو واقعات مَیں نے پہلے درج کئے ہیں۔ میر مہدی حسین صاحب موج نے جو واقعہ اپنا ذاتی لکھا ہے وہ بجائے خود بہت مؤثر اور سبق آموز ہے۔ اب غور طلب بات یہ ہے کہ حافظ صاحب میں یہ حِس اور جذبہ کہاں سے پیدا ہوا؟ ذاتی طور حافظ صاحب ایک غریب خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی ابتدائی تعلیم و تربیت ایسے حالات اور ایسے گردہ میں، نہ ہوئی تھی کہ وہ دوسروں کے لئے اپنی ضروریات کو قربان کر سکیں مگر ان کی زندگی کے عملی حالات بتاتے ہیں کہ اُن میں خارق عادت تبدیلی ہوگئی تھی۔ پس جس وجود کے ذریعہ یہ تبدیلی ہوئی حقیقت میں یہ اس کی صداقت اور زبردست قوتِ قدسی کا اثر تھا کہ جس نے خاک کو اکسیر بنا دیا۔"

"یہ عملی قوت جس وجود کے ذریعہ دنیا میں آتی ہے وہ خدا ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیوں پر غور کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیم اور عملی قوتِ قدسی نے ان کو بالکل بدل دیا۔ اور آسمانی انسان بنا دیا۔ اور یہ ایک زبردست دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت

پر ہے کوئی اس کی تردید نہیں کر سکتا۔ اسی طرح پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی قوت قدسی سے ایک ایسا اثر اور جذب پیدا کیا ہے کہ بعض لوگوں کے حالات میں ایسی تبدیلی ہوئی ہے کہ اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ اور ان میں سے ہر ایک بجائے خود ایک زندہ معجزہ ہے۔

غرض حافظ معین الدین صاحب نے یہ قوت ایثار کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے لی اور آپ کے عمل سے اس کو اخذ کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے واقعات زندگی میں حافظ صاحب مرحوم نے ایسی عملی روح کو حاصل کیا تھا۔ وہ دیکھتے تھے کہ کس طرح پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے کھانے کو دوسروں پر تقسیم کر دیا کرتے تھے اور اس ایثار کو روحانی تربیت کا بہت بڑا ذریعہ بتاتے تھے۔ پھر ایک دولتمند آدمی کے لئے اس طرح پر کچھ خرچ کر دینا شاید مشکل نہ ہو۔ لیکن ایک معذور انسان کا باوجود خود ازبس حاجتمند ہونے کے دے دینا چھوٹی بات نہیں۔"[۵]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ عشق و محبت

"صحابہؓ کے فضائل میں جو بات سب سے زیادہ انسانی قلب پر اثر ڈالتی ہے وہ صحابہؓ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق و محبت ہے جس نے اُن کے اندر یہ روح پیدا کر دی تھی کہ وہ حق کے لئے سب کچھ قربان کر دینے کو آمادہ اور تیار تھے نہ صرف تیار بلکہ انہوں نے اپنے عمل سے ثابت کر دکھایا۔ وہ عظیم الشان انسان جو ہجرت کے وقت آپ کے بستر پر نہایت اطمینان اور سکینت سے لیٹ جاتا ہے حالانکہ جانتا ہے کہ وہ بستر اس وقت بستر مرگ ہے ایسا ہی وہ پاک وجود جو رفیق طریق ہو کر ساتھ ہو لیتا ہے اور غار میں خود اندر جا کر اُسے صاف کرتا ہے۔ محض اس خیال سے کہ کوئی موذی جانور ہو تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر حملہ نہ کر سکے۔ کیا اسی محبت و عشق رسول کے جذبات کی عملی تصویریں نہ تھیں؟ یقیناً وہ محبت و فدائیت کے مجسمے تھے۔ صحابہؓ کی زندگیوں میں اس کے بے شمار نمونے پائے جاتے ہیں۔ اور مرد تو مرد عورتیں بھی کسی سے کم نہ تھیں۔ مجھ کو چونکہ اس وقت انکے حالات زندگی نہیں بیان کرنا بلکہ صرف اتنا ہی بتانا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اخلاق اور نمونہ نے اپنے خدام کے اندر جو برقی تاثیر ڈال دی اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تربیت نے اپنا رنگ دکھایا اور یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی عملی زندگی قوت قدسی کا ایک ثبوت تھا۔"

"حضرت حافظ معین الدین اس فدائیت میں اپنی نظیر آپ تھے۔ ان کا معمول تھا کہ ہر روز بلا ناغہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے اور گھنٹوں آپ کی چاپی کرتے رہتے۔ چونکہ کثرتِ کام اور قلتِ آرام کی وجہ سے ایک کوفت ہو جانی لازمی امر ہے۔ اگرچہ حضرت صاحب کبھی اس کو عام طور پر محسوس نہ فرماتے مگر کوفت ہو جاتی تھی اور اس کے ساتھ ہی آپ عام طور پر بیمار بھی رہتے تھے۔ گو دوسرے آدمی اس کو نہ سمجھ سکیں اس لئے

۵؎ الحکم ۲۱ جنوری ۱۹۲۳ء صفحہ ۷ و ۷ فروری ۱۹۲۳ء صفحہ ۳ و ۲۸ فروری ۱۹۲۴ء صفحہ ۸۔

حافظ صاحب نے اپنا معمول قرار دیا تھا کہ آپ کی خدمت کے لئے جا پہنچتے بارش ہو۔ آندھی ہو خود حافظ صاحب معمولی طور پر بیمار ہوں مگر جاتے اور ضرور جاتے اور اس سے غافل نہ ہوتے۔

ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حافظ صاحب سے کہا کہ حافظ! کوئی شعر یاد ہو تو سناؤ۔ حافظ صاحب نہ تو شاعر تھے اور نہ کوئی خوشگوار آواز۔ مگر یہ محسوس کر کے کہ حضرت صاحب نے فرمایا ہے کچھ پنجابی کے پرانے بیت سُناتے رہے۔ حافظ صاحب کہتے تھے کہ ہدایت اللہ شاعر کے کچھ شعر مَیں نے سُنائے۔ اب حافظ صاحب کا معمول ہو گیا کہ جہاں چاپی کرتے وہاں کچھ شعر بھی سُناتے اور حضرت صاحب خاموش رہتے۔ حافظ صاحب نے محسوس کیا کہ حضرت صاحب بہت خوش ہوتے ہیں۔ اور اب اُن کے اس شوق نے ترقی کی اور ہر روز کچھ نہ کچھ شعر حفظ کرتے۔ کبھی دیوان حافظ کے شعر صاحبزادہ پیر افتخار احمدؐ صاحب کے پاس جا کر یاد کرتے۔ ایک دو مرتبہ میرے پاس بھی آئے کہ کچھ شعر بتا دُوں۔ مَیں نے جب وجہ پوچھی تو کس محبت اور سرور سے فرمایا کہ مَیں جب پڑھتا ہوں تو حضرت صاحب خوش ہوتے ہیں۔"

غرض یہ مشغلہ جاری تھا کہ انہیں ایّام میں حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی بھی قادیان آئے ہوئے تھے نہیں بلکہ بلوائے ہوئے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود اُن کو بلایا تھا۔ حضرت منشی ظفر احمدؐ صاحب (جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے زندہ ہیں اور مولا کریم ایسے مخلص دوستوں کو اور دربار مسیح موعودؑ علیہ السلام کی زینتوں کو بہت دیر تک زندہ رکھے آمین) کے حالاتِ زندگی بہت کچھ لکھنے کا ارادہ ہے۔ وباللہ التوفیق۔ مگر یہاں ایک بات جو حافظ صاحب کے حالات کے وابستہ میں ہے لکھے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کا ایک ورق بھی دوستوں کے سامنے آجاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام باوجود آقا اور محسن ہونے کے اپنے غلاموں اور خادموں سے ایک خاص محبت رکھتے تھے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ حضرت خلیفہ ثانی ایّدہ اللہ بنصرہ العزیز نے جو ایک رُویا میں محبت کی تصویر دیکھی اور انگریزی فقرہ جس کا ترجمہ آپ کو دکھایا گیا ہے کہ "محبت محبت کو جذب کرتی ہے" اس کی حقیقت مجسّم نظر آجاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے خادموں سے بیحد محبت رکھتے تھے۔ اور وہ محبت چونکہ خدّام کو عرض حال کے لئے دلیر کر دیتی تھی اس لئے وہ عرض کرنے میں جرأت کرتے تھے۔ اگرچہ کبھی ہر کہ عارف تر ترساں تر بعض دوسروں کے ذریعہ کہلواتے تھے اور خود پیش کرنے میں متامل ہوتے مگر دوسرے اپنی محبت اور حضرت کی شفقت کی وسعت کو دیکھکر کہہ گذرتے۔ حضرت منشی ظفر احمدؐ صاحب بھی انہیں دوستوں میں سے ایک ہیں۔ کپورتھلہ کی جماعت حضرت کو بہت پیاری تھی اور پیاری رہی۔ اور اس جماعت کو اپنے ساتھ جنّت میں ہونے کا وعدہ دیا۔ اور یہ اللہ کے فضل اور خاص کرم کی بات ہے کہ اس جماعت کے ایک بھی فرد پر کبھی کوئی ابتلاء نہیں آیا۔ اور کوئی ان میں سے کسی معاملہ میں متزلزل نہیں ہوا۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

غرض حافظ صاحب کی یہ شعر خوانی کا سلسلہ جاری تھا اور حضرت منشی ظفر احمدؓ صاحب بلوائے ہوئے قادیان میں موجود تھے اور حضرت صاحب کے قریب ہی رہتے تھے ۔ چند روز تک تو یہ سلسلہ رہا ۔ ایک دن منشی جی نے عرض کیا کہ "حضور کیا سنتے رہتے ہیں ۔ حافظ صاحب سونے ہی نہیں دیتے ۔ نہ یہ کوئی خوش آواز ہیں ۔ سب کو تکلیف ہوتی ہے ۔ آپ کس طرح سنتے رہتے ہیں؟" (یہ مفہوم منشی صاحب کے کلام کا تھا) آپ نے ہنسکر فرمایا ۔ " مجھے تو کچھ معلوم نہیں ہے کہ یہ کیا سناتے ہیں ۔ اور نہ میں اس خیال سے سنتا ہوں کہ یہ کوئی خوش آواز ہیں ۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ میرے دماغ میں اسلام کی حالت اور عیسائیوں کے حملوں کو دیکھ دیکھکر جوش اٹھتا ہے اور بعض وقت مجھے خطرہ ہوتا ہے کہ دماغ پھٹ جائیگا ۔ چونکہ حافظ صاحب بڑے اخلاص سے کمر دبانے کے لئے آجاتے ہیں ۔ میں نے ذہنی توجہ کو دوسری طرف بدلنے کے لئے ان کو کہدیا کہ کوئی شعر یاد ہو تو سناؤ ۔ اب یہ بیچارہ نہایت اخلاص سے سناتا ہے اور میں ہر چند کوشش کرتا ہوں کہ میرا خیال ادھر متوجہ ہو اور وہ ہجوم افکار جو دماغ میں موجودہ حالت کو دیکھ دیکھ کر ہوتا ہے تھوڑی دیر کے لئے کم ہوجائے مگر وہ کم ہونے میں نہیں آتا اور مجھے پتہ بھی نہیں لگتا کہ کیا کہتے ہیں ۔ اگر آپ کو ناپسند ہو تو ان کو منع کردیا جائے ۔" منشی صاحب کی حالت نہ پوچھو کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جواب سے کیا ہوگئے ۔ ایک طرف تو ان کو اپنی جرأت پر ندامت ۔ دوسری طرف حضرت کے اس جواب نے ایمان و معرفت کا ایک نیا دروازہ ان کے سامنے کھول دیا کہ یہ شخص اسلام کے لئے کیا درد اور تڑپ اپنے دل میں رکھتا ہے ۔ کوئی وقت اس پر ایسا نہیں آتا کہ ایک آن کے لئے بھی یہ خیال اسکے دماغ سے باہر نکل سکے ۔ غرض منشی صاحب خود شناسی اور خود فراموشی کی متضاد کیفیتوں کو لے کر اٹھے ۔ یہ واقعہ تفصیل سے میں حضرت کی لائف میں لکھونگا ۔ یہاں مجھے صرف یہ دکھانا تھا کہ باوجودیکہ حافظ صاحب آنکھوں سے معذور تھے اور خود فارسی زبان پڑھے ہوئے نہ تھے پھر محض اس خیال سے کہ حضرت کو شعر سنانے ہیں حضرت خوش ہونگے روزانہ اشعار یاد کرنا اور خود ان کو سمجھنا تاکہ اس سمجھ کے بعد خاص لطف خود بھی اٹھائیں اور پھر جاکر گھنٹوں خدمت کرنا اور سنانا یہ ہو نہیں سکتا جب تک ایک چنگاری دل میں نہ ہو اور اپنے سید و مولیٰ کی خوشنودی کے لئے اضطراری تڑپ نہ ہو۔[1]

---

[1] الحکم ۷ رفروری ۱۹۲۳ء ص ۸ و ۱۴ رفروری ۱۹۲۳ء ص ۸ و ۲۸ رفروری ۱۹۳۴ء ص ۸ و ۷ رمارچ ۱۹۳۴ء ص ۷

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ حافظ معین الدین ایک نابینا شخص تھے مگر نہایت مخلص تھے ۔ حضرت صاحب کے پاؤں دبایا کرتے تھے اور کبھی کبھی حضرت صاحب کو پنجابی شعر بھی سنایا کرتے (سیرۃ المہدی حصہ سوم روایت ۶۹۹)

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام عموماً رات کو سونے سے پہلے جسم دبوایا کرتے تھے کبھی خود باہر سے خدام میں سے کسی کو بلا لیتے تھے مگر اکثر حافظ معین الدین عرف مانا آیا کرتے تھے ۔ (روایت ۷۶۴) (باقی اگلے صفحہ پر)

انفاق فی سبیل اللہ

"باوجود اپنی غربت اور مسکینی کے، باوجود اپنی معذوری اور کمزوری کے چندہ دینے میں جس قدر باقاعدگی حافظ معین الدین صاحب میں پائی جاتی تھی وہ ایک ایسا عمل ہے کہ اس کی نظیر بہت کم ملے گی۔ دولتمندوں اور آسودہ حال لوگوں کا سلسلہ کے لئے بڑی بڑی رقمیں دینا بھی بجائے خود مالی قربانی کا ایک نمونہ اور قابل قدر بات ہے۔ لیکن ایک شخص جو محض نادار ہے اور جس کی آمدنی کی کوئی سبیل نہیں اور جس کی طبیعت میں سوال کرنے کی عادت ہی نہیں اس کا اپنے چندہ میں باقاعدہ ہونا ایسی بات نہیں جو ہمیں سبق نہ دے۔"

"حافظ صاحب ہمیشہ اپنے پاس ایک کاپی رکھتے تھے۔ یہ کاپی انہوں نے اس وقت بنائی تھی جب کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا تھا کہ

"اس اشتہار کے شائع ہونے کے تین ماہ تک ہر ایک بیعت کرنے والے کے جواب کا انتظار کیا جائیگا کہ وہ کیا کچھ ماہواری چندہ اس سلسلہ کی مدد کے لئے قبول کرتا ہے۔ اور اگر تین ماہ تک کسی کا جواب نہ آیا تو سلسلہ بیعت سے اس کا نام کاٹ دیا جائے گا۔ اور کسی نے ماہواری

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپور تھلوی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں بیت الفکر میں ٹھہرا ہوا تھا۔ ایک ذی علم شخص بارہ نمبرداروں کے ساتھ قادیان آیا۔ وہ مناظرہ وغیرہ نہیں کرتا تھا۔ حضرت حالات کا مشاہدہ کرتا تھا۔ وہ ایک رات تنہائی میں میرے پاس اس کمرہ میں آیا اور کہنے لگا کہ مرزا صاحب کی عربی تصانیف فصاحت و بلاغت میں عدیم المثال ہیں۔ وہ ضرور علماء سے مدد لیتے ہونگے۔ اور وہ وقت رات کا ہی ہوسکتا ہے۔ کیا رات کو کچھ آدمی ایسے آپ کے پاس رہتے ہیں جو اس کام میں مدد دیتے ہوں؟ میں نے کہا کہ مولوی محمد چراغ اور مولوی معین الدین ضرور آپ کے پاس رات کو رہتے ہیں۔ یہ علماء رات کو ضرور امداد کرتے ہیں۔ حضرت صاحب کو اندر میری آواز پہنچ گئی۔ اور حضور بہت ہنسے۔ اور مجھ تک بھی آپ کی ہنسی کی آواز آئی۔ اگلے روز بعد نماز عصر حضور مسجد میں بیٹھے تو میری طرف دیکھ کر خود ہی مسکرائے اور ہنستے ہوئے فرمایا۔ کہ ان علماء کو انہیں دکھلا بھی دو۔ اور پھر ہنسنے لگے۔ واقعہ سنکر مولوی عبدالکریم صاحب بھی ہنسنے لگے۔ میں نے ہر دو کو بلا کر اس ذی علم شخص کے سامنے کھڑا کر دیا۔ چراغ ایک بافندہ اَن پڑھ حضرت صاحب کا نوکر تھا اور معین الدین صاحب اَن پڑھ اور نابینا تھے۔ جو حضرت صاحب کے پیر دبایا کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر ان صاحب نے اپنے بارہ رفقاء سمیت بیعت کرلی۔ (سیرۃ المہدی حصہ سوم روایت نمبر ۷۷۲) وبالفاظ دیگر ریویو آف ریلیجنز (اردو) جنوری ۱۹۴۲ء صفحہ ۳۱ و ۳۲۔

حضرت منشی صاحب حضرت عرفانی صاحب کی بیان کردہ روایت حافظ صاحب کے پیر دبانے وغیرہ کے متعلق مختصراً صفحہ ۳۲ و ۳۳ پر درج ہے جس میں مرقوم ہے کہ حضور نے فرمایا کہ "توجہ الی اللہ میں اسقدر استغراق ہے کہ اگر میں دنیوی باتیں نہ سنوں تو میرا دماغ پھٹ جائے۔ ایسی باتیں ایک طرح سے مجھے طاقت دیتی ہیں۔"

چندہ کا عہد کر کے تین ماہ تک چندہ بھیجنے سے لاپرواہی کی۔ اس کا نام بھی کاٹ دیا جائے گا۔ اور اس کے بعد کوئی مغرور اور لاپروا جو انصار میں داخل نہیں اس سلسلہ میں ہرگز داخل نہیں رہیگا۔"

اس اعلان کے بعد حافظ صاحب نے ایک کاپی بنائی اور وہ باقاعدہ اپنا ماہواری چندہ دیا کرتے تھے۔ وہ اس کاپی پر کسی سے درج کرا لیا کرتے تھے۔ ابتداءً وہ صاحبزادہ پیر افتخار احمد صاحب سے اس کاپی پر اندراج کرا لیا کرتے تھے بعد میں جب موجودہ دفتر الفضل کے سامنے والے مکان میں جو حضرت ام المومنینؓ نے ان کو رہنے کے لئے دیا ہوا تھا آ گئے تو یہ کام قاضی اکمل سے لینے لگے۔ اور ان سے اس کاپی پر چندہ درج کرا لیا کرتے تھے۔ اور یہ بھی ان کا معمول تھا کہ جب وہ چندہ ادا کرنے کے لئے اندراج کراتے تو پچھلا اندراج پڑھوا کر سُن لیتے۔ ان کے اس عمل کے متعلق خود قاضی صاحب کی ایک تحریر درج کرونگا۔ سردست مجھ کو یہ بتانا ہے کہ انہوں نے ایسا التزام اس اشتہار کے بعد اپنے چندہ کا کیا کہ مجھے اپنی نسبت اس عمل کو دیکھ کر شرم آتی ہے۔

حافظ صاحب کے اس چندہ میں حضرت امّ المومنینؓ کا نذرانہ بھی ہوتا تھا۔ یعنی سلسلہ کی مختلف مدّات کے علاوہ حضرت ام المومنینؓ کی خدمت میں نذرانہ پیش کرتے اور پابندی کے ساتھ اس کو ادا کرتے جس طرح سلسلہ کے دوسرے چندے دیتے تھے اس کو بھی لازم سمجھتے۔ یہ ان کے اخلاص اور عقیدت کی نذر تھی۔ حافظ صاحب کا یہ طرزِ عمل بہت سے سبق اپنے اندر رکھتا ہے۔ اوّل وہ حضرت صاحب کے اس ارشاد کی اتنی بڑی عظمت سمجھتے تھے کہ اس کے بغیر تکمیلِ ایمان ہو ہی نہیں سکتی اور ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر ایسا قوی یقین اور ایمان تھا کہ ان سے خدانخواستہ الگ ہو جانا موت سے بڑھ کر تھا۔ دوسری بات جو اس سے حافظ صاحب کی سیرۃ سے ہمیں ملتی ہے وہ یہ ہے کہ رعایتِ عہد کو لازمی یقین کرتے تھے اور یہ اُن کے کامل مومن ہونے کا ایک ثبوت ہے۔ تیسرے یہ وہ محاسبہ کی ضرورت کا بھی احساس کرتے تھے۔ اور مالی معاملات میں لکھ لینا ضروری جانتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ وہ خدا کے لئے دیتے ہیں۔ وہ جو کچھ دیتے ہیں وہ باقاعدہ دفتر محاسب میں بھی لکھا جاتا ہے مگر وہ خود بھی لکھوا لیتے تھے۔ مگر ان کی غرض یہی تھی کہ حساب درست رہے۔

صحابہ کرام کی زندگیوں میں یہ امر خصوصیت سے قابلِ غور ہے کہ وہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے بھی کبھی مضائقہ نہ کرتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر تحریک پر سب کچھ لُٹا دینے کو تیار رہتے تھے اور انفاق فی سبیل اللہ ہی ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو بڑی بڑی قربانیاں کرنے کے قابل بنا دیتا ہے۔ حافظ صاحب کی زندگی میں یہ امر نہایت نمایاں شان رکھتا ہے جن لوگوں نے ان کو دیکھا ہے وہ اس کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے متعدد مرتبہ حافظ معین الدین صاحب کے اس طرزِ عمل کو بطور نمونہ بیان کیا ہے۔ ان کی حالت یہ تھی کہ ماہوار اور مستقل چندہ کے علاوہ جب اُن کے پاس کچھ آ جاتا تو فوراً جا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں دے آتے۔ باوجودیکہ حضرت صاحب ان کو کہتے کہ حافظ! تیری ضرورتوں میں کام آئیگا تُو رکھ۔ وہ ہمیشہ یہ عرض کرتے کہ مجھے تو کوئی ضرورت نہیں ہے سلسلہ کی کسی ضرورت میں صرف کر دیا جائے۔

حافظ صاحب کی زندگی کا یہ پہلو بہت کچھ شرح و بسط چاہتا ہے۔ افسوس ہے وہ کاپی مجھے اب تک ملی نہیں۔ اس لئے کہ ان کی وفات پر مَیں قادیان نہ تھا۔ اور یہاں کسی شخص نے پڑھا ہی نہ کی کہ اسے محفوظ رکھا جاتا۔ تاہم میں کوشش کرونگا کہ حافظ صاحب کی زندگی کے اس حصّہ کو شمار و اعداد سے دکھا سکوں۔ وباللہ التوفیق [۵۱]

حافظ صاحبؓ شاعر بھی تھے

اگرچہ حافظ صاحب شاعر نہ تھے مگر پنجابی شاعری ہر قسم کی قیود سے پاک ہے۔ اس لحاظ سے حافظ معین الدین صاحب شاعر بھی تھے وہ پنجابی زبان میں شعر کہتے تھے اور اُن کی ایک تصنیف "جنذ نامہ" شائع ہوئی ہے۔ اُن کی شاعری پر شاعرانہ حیثیت سے بحث مقصود نہیں بلکہ یہ دکھانا ہے کہ شعر سے ان کا کیا مقصد تھا۔ اور یہ بات "جنذ نامہ" دیکھنے سے ظاہر ہے اپنے نفس کی مواعظت کے لیے وہ شعر کہتے تھے اور تبلیغ نفسی اور عمومی ان کے مدّ نظر تھی۔ کبھی وہ اس مقصد کو ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے [۵۲]

حضورؑ کے احسانات کا اظہار

حافظ صاحب کا ایک یہ بھی طریق عمل تھا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت ام المومنینؓ کے احسانات کا بکثرت اظہار کیا کرتے تھے اور ام المومنینؓ کا ذکر عموماً کبھی حلوہ یا کوئی اور چیز خاص طور پر تیار کر کے حافظ صاحب کو بھجوا دیا کرتے تھے۔ اور جب وہ کسی دوست سے گفتگو کرتے تو اس قسم کے احسانات کا خاص طور پر ذکر کرتے اور اس سلسلہ میں اپنے ماں باپ کا بھی مقابلہ کر کے کہتے کہ ایسے احسانات والدین بھی نہیں کرتے۔ مَیں حافظ صاحب کے اس قسم کے تذکروں سے ہمیشہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ وہ حضرت مسیح موعود سے عاشقانہ محبّت رکھتے تھے اس لئے کہ احسانات کی یاد محبت کو بڑھاتی ہے۔ مَیں نے اس محبت کے کرشموں کو ان کی زندگی میں عجیب عجیب رنگوں میں دیکھا ہے۔ وہ نماز میں حضرت صاحب کے ساتھ بالکل مل کر کھڑے ہوتے تھے۔ اگر خدانخواستہ کبھی حضرت صاحب کی طبیعت ناساز ہوتی تو حافظ صاحب بہت بے قرار پھرتے اور سخت بیتاب ہوتے تھے [۵۳]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد اُن کی حالت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر ان کو سخت صدمہ ہوُا۔ انکو حضرت صاحب کی وفات کا اوّلاً یقین نہیں ہوتا تھا۔ لیکن

---

۵۱ البدر میں مرقوم ہے :۔ "حضرت اقدس کے ارشاد کے مطابق مفصّلہ ذیل اصحاب نے امداد فرما کر اپنے اخلاص کا ثبوت دیا۔" یہ البدر کی عبارت ہے (مورخہ ۱۸ [9/12] ۱۸ صفحہ ۳/۴) حافظ صاحب نے دو روپے چندہ دیا۔ جو ان کے حالات کے لحاظ سے اور دیگر چندوں کے علاوہ بہت بھاری قربانی ہے۔ اس حوالہ کی فہرست دیکھنے پر معلوم ہوُا کہ دو جماعتوں نے چار چار روپے اور ایک وکیل اور ایک اور دوسرے نے چھ چھ روپے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ حافظ صاحب کے متعلق لکھتے ہیں :۔ "گو غریب تھے مگر چندہ بہت باقاعدہ دیتے تھے (سیرۃ المہدی حصّہ سوم روایت ۶۹۹)

۵۲ الحکم ۲۸ اگست ۱۹۲۳ء صفحہ ۵ و ۷ مارچ ۱۹۳۴ء صفحہ ۸ ۵۳ الحکم ۲۸ اگست ۱۹۲۳ء صفحہ ۵ و ۷ مارچ ۱۹۳۴ء صفحہ ۸

جب یہ یقین ہوا تو اس سے ان کو سخت صدمہ ہوا۔ وہ کہتے تھے کہ میں آج محسوس کرتا ہوں کہ یتیم ہو گیا۔ اب آپ کے بعد زندہ رہنے کا مزہ نہیں مگر یہ امر اپنے اختیار کا نہیں۔ حضرت خلیفہ اولؓ کی بیعت نہایت اخلاص سے کی۔ اور جب تک رہے آپ کی خدمت میں عموماً حاضر ہوتے رہتے تھے۔ سلسلہ کے کاموں سے واقفیت رکھتے اور ہر تحریک میں کچھ نہ کچھ حصہ لیتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے خدام سے مل کر بہت خوش ہوتے تھے۔"[۱]

خلافتِ ثانیہ کے متعلق ایمان بڑا قوی تھا

"لاہوری احباب انجمن کے بااثر ممبر تھے اور ان میں سے بعض حافظ صاحب سے بھی کبھی کچھ نہ کچھ سلوک بھی کرتے تھے لیکن جب خلافت کے مسئلہ سے انہوں نے حضرت خلیفہ اولؓ کی وفات کے بعد اختلاف کیا تو حافظ صاحب نے نہایت کراہت کے ساتھ ان کو ردّ کر دیا اور ان سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اور خلافتِ ثانیہ کے دامن میں اس طرح رہے جس طرح پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور رہتے تھے۔ ان کو بہت افسوس ہوا کہ ان لوگوں نے کیوں مخالفت کی۔ بارہا اس رنج کا اظہار کیا۔ کہ یہ لوگ مخالفت کر کے خدا کو ناراض کرنے والے ہو گئے ہیں۔ اور خدا کی اُن نعمتوں سے محروم ہو گئے ہیں جو اس وجود کے ذریعہ آنے والی ہیں اور حضرت خلیفۃ المسیح اور حضرت ام المومنینؓ ہمیشہ ان کو اپنی مہربانیوں کا مورد رکھتے۔

حضرت ام المومنینؓ نے اپنا مکان ان کو دے رکھا تھا جس میں آخری وقت تک وہ رہے۔ اس مکان کا کوئی کرایہ اُن سے نہیں لیا جاتا تھا۔ بلکہ ان کی کسی بھی ضرورت کا اگر علم ہو جاتا تو فوراً اس کا انتظام ہو جاتا۔ غرض حافظ معین الدین صدق و صفا کے ایک مجسمہ تھے۔ انہوں نے حضرت اقدس کی صحبت میں ایک عرصۂ دراز گذار کر ایک خاص روحانی ترقی کی تھی۔ کثرتِ نوافل کے وہ عادی اور تہجد نماز کے وہ پابند تھے۔ اپنے سب کام اپنے ہاتھ سے کرتے تھے۔ تبلیغ سلسلہ کے لئے ان میں خاص جوش اور غیرت تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے اہل بیت کے ساتھ محبت وہ ایمان کا جزو سمجھتے تھے۔ بہت کم سخن تھے اور تنہائی اور خلوت کو ہمیشہ پسند کرتے تھے۔ سوال کی عادت ہی نہ تھی۔ بہت بڑے جفاکش تھے۔ بعض اوقات توت کے پتے کھا کر گذارہ کر لیتے تھے مگر سوال نہ کرتے تھے۔ غرض آپ ایک سچے مسلم اور جاں نثار صحابی کا نمونہ تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر فضل اور رحم کا دامن دراز کرے اور اپنی رضا کے مقام پر اٹھائے۔" آمین[۲]

تتمہ

"اگرچہ حافظ معین الدین صاحب کے حالات میں اور بھی بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ لیکن میں اپنی علالت کی وجہ سے زیادہ محنت نہیں کر سکتا تاہم میں کوشش کرونگا کہ انشاء اللہ العزیز ان کلمات طیبات کو جمع کر دوں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مختلف اوقات میں حضرت حافظ صاحب کے متعلق فرمائے۔

میں آج کا مضمون ختم کر چکا تھا کہ برادر محترم قاضی اکمل صاحب نے میرے پاس دیوان حافظ کا ایک نسخہ بھیجدیا۔

۱۔ الحکم ۲۸/اگست ۱۹۲۳ء صفحہ ۵ و ۷/مارچ ۱۹۲۴ء صفحہ ۸

۲۔ الحکم ۲۸/اگست ۱۹۲۳ء صفحہ ۵ و ۷/مارچ ۱۹۲۴ء صفحہ ۸

میں نے حضرت اکمل صاحب کو لکھا تھا کہ حافظ صاحب آپ کے سامنے رہتے تھے اگر آپ کچھ اُن کی نسبت لکھ دیں تو بہتر ہے۔ مگر وہ دردِ سر کے دورہ میں مبتلا تھے۔ لیکن قدرت عجیب کام کرتی ہے۔ میرے رقعہ کا جواب انہوں نے دیا تھا کہ ان کے پاس دیوان حافظ آگیا ہے۔ تب انہیں وہ غزل یاد آگئی جو حافظ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سُنائی تھی۔ اور حضرت اکمل صاحب کو بھی اس کی اطلاع تھی۔ میں اس غزل کو صرف اس لئے درج کرتا ہوں کہ اس سے حافظ صاحب کے ذوقِ سلیم کا پتہ ملتا ہے کہ عموماً ایسے اشعار یاد کیا کرتے تھے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مناسب حال ہوں۔ اس سے ان کی معرفت کا بھی پتہ لگتا ہے جو حضرت اقدسؑ کے متعلق رکھتے تھے۔ قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ حافظ صاحب کے بیان سے ہی معلوم ہوا کہ بعض اوقات حضور ایسی بات فرما دیتے جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ باوجود دیر ہو جانے کے آپ کچھ بھی نہیں سُن رہے تھے۔ اپنے ہی تفکّرات میں محو تھے وہ تفکّرات کیا تھے حضور نے خود جواب دیا ہے؂

این دو فکرِ دینِ احمدؐ مغزِ جانِ ما گداخت ؛ کثرتِ اعدائے ملّت۔ قلّتِ انصارِ دیں

بہر حال وہ غزل حافظ کی یہ ہے۔ احباب غور سے پڑھیں کہ وہ بالکل حضور کے حسبِ حال ہے :۔

هزار دشمنم ار میکنند قصدِ ہلاک ؛ گرم تو دوستی از دشمنان ندارم باک
مرا امیدِ وصالِ تو زندہ میدارد ؛ وگرنہ ہر دمم از ہجر ہست بیمِ ہلاک
نفس نفس اگر از باد بشنوم نوبت ؛ زماں زماں کنم از غم چو گل گریباں چاک
رود بخواب دو چشم از خیالِ تو ہیہات ؛ بود صبور دل اندر فراقِ تو خاشاک
اگر تو زخم زنی بہ کہ دیگری مرہم ؛ دگر تو زہر دہی بہ کہ دیگری تریاک
ترا چنانکہ توئی ہر نظر کجا بیند ؛ بقدرِ بینشِ خود ہر کسی کند ادراک
عناں نہ پیچم اگر میزنی بشمشیرم ؛ سپر کنم سر و دستت ندارم از فتراک
بچشمِ خلق عزیز آنگہے شوی حافظ
کہ بر درش بنہی روی مسکنت بر خاک "[۵]

---

[۵] الحکم ۷ مارچ ۱۹۳۴ء صفحہ ۷ و ۸

جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء

جلسہ سالانہ کے اجتماع کو خلافِ شرع لاہور کے ایک مُلّا نے قرار دیا تھا۔ اس کی رُوئیداد میں جو حضرت اقدسؑ کے سوا کمیٹی اَور کی محررہ ہے۔ مرقوم ہے کہ

اگرچہ اس جلسہ میں پانصد کے قریب لوگ جمع ہو گئے تھے" لیکن وہ احباب اور مخلص جو محض للہ شریک جلسہ ہونے کے لئے دُور دُور سے تشریف لائے اُن کی تعداد قریب تین سو پچیس (۳۲۵) کے پہنچ گئی تھی"۔

حاضرین کی فہرست میں حافظ معین الدین صاحبؓ کا نام بھی درج ہے۔ اس جلسہ میں حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ نے معارف قرآن کریم بیان کئے اور بتایا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام سنّت اللہ کے مطابق دیگر انبیاء کی طرح اس دارِ فانی سے انتقال کر گئے۔ اور اُن کی حیات کا خیال باطل اور مخالف نصوصِ بیّنہ قرآن کریم و احادیث صحیحہ ہے۔ اوران کا نزول استعارہ کے رنگ میں ہے نہ حقیقی۔ پھر حضرت سیّد حامد شاہ صاحبؓ سیالکوٹی نے ایک قصیدہ سُنایا۔

بعدہٗ حضرت اقدسؑ نے ان باتوں کا جواب دیا جو علماء حال کے نزدیک بنائے تکفیر ہیں۔ اور مسیح موعود ہونے کا آسمانی نشانات سے ثبوت دیا۔ اور عیسائی پرچہ "نور افشاں" میں شائع ہونے والی ایک پیشگوئی کے پورا ہونے کا ذکر کیا۔ نیز باہمی محبت اور تقویٰ و طہارت کے متعلق نصائح فرمائیں۔ یورپ اور امریکہ میں تبلیغ اسلام کے متعلق مشورہ ہُوا اور فیصلہ ہُوا کہ اسلام کے متعلق ایک رسالہ تالیف کر کے وہاں بھجوایا جائے۔ قادیان میں ایک مطبع قائم کرنے کے متعلق تجاویز پیش ہوئیں۔ اور اس بارہ میں مالی اعانت کے وعدہ کنندگان کی فہرست تیار کی گئی اور یہ قرار پایا کہ ایک اخبار جاری کیا جائے اور ایک صاحب واعظ مقرر کئے گئے جو ہندوستان میں دورہ کریں بعدہٗ دُعا کی گئی۔ یہی اشاعتِ اسلام اور ہمدردیٔ نومسلمین امریکہ و یورپ کے متعلق تجاویز سوچنا اور دنیا میں تقویٰ اور طہارت کو ترقی دینے کے متعلق تجاویز کرنا۔ یہی مقاصد آئندہ بھی جلسہ سالانہ کے ہونگے۔ اس مقصد کے اہتمام کے لئے ایک کمیٹی بھی تجویز کی گئی ہے۔ٓ

متفرقات

حافظ عبدالرحمٰن صاحب درویش (صحابی و خلف میاں احمد جان صاحبؓ پشاوری خیّاط) بیان کرتے ہیں کہ :—

ٓ آئینہ کمالاتِ اسلام۔ آخری حصہ صفحہ ۱ تا ۲۴ و بعدہٗ ۱ تا ۸۔ حافظ صاحب کا نام فہرست حاضرین جلسہ میں یوں مرقوم ہے:— "(۱۲۰) حافظ معین الدین صاحب رر ، " یعنی قادیان ضلع گورداسپور۔

"حافظ معین الدین کی طبیعت میں سادگی تھی ۔ صاحب علم نہ تھے لیکن مخلص تھے ۔ باوجود پیری کے نماز کے لئے مسجد مبارک میں بالکل ابتدائی وقت میں آکر صف اوّل کے دائیں حصہ میں بیٹھ جاتے ۔ حضرت منشی اروڑے خاں صاحب رضؓ کو بھی ایسا ہی شوق تھا۔ منشی صاحب صف اوّل میں دائیں طرف آخری جگہ میں بیٹھتے تھے ۔ حافظ صاحب رضؓ مسجد مبارک کی چھت پر بھی نمازوں میں شرکت کرتے تھے ۔ اُن کی شادی نہیں ہوئی تھی ۔ دفتر تشحیذ الاذہان کے سامنے والے کمرہ میں جو اس محلہ کے اکثر مکانات کی طرح کچا تھا آخری سالوں میں ان کی رہائش تھی ۔ لنگر خانہ سے آپ کو کھانا ملتا تھا ۔ حضرت ام المومنین رضؓ آپ کا خیال رکھتی تھیں ۔ ایک دو بار آپ نے میرے ہاتھ بھی حافظ صاحب کو بعض چیزیں بھجوائی تھیں ۔ ڈاکٹر عطر الدین صاحب صحابی و درویش بھی ذکر کرتے ہیں کہ احباب حافظ معین الدین صاحب کی خدمت کرتے تھے"۔ [۱]

حافظ عبدالرحمٰن صاحب موصوف اور مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ (صحابی وامیر جماعت قادیان) بیان کرتے ہیں کہ:۔

" حافظ معین الدین صاحب کو غالباً سارا قرآن مجید حفظ نہیں تھا ۔ غالباً اسی لئے ہم نے کبھی انہیں تراویح پڑھاتے نہیں دیکھا ۔"

خاکسار مؤلف کے تایا حکیم دین محمد صاحب رضؓ صحابی سکنہ دارالرحمت وسطیٰ ربوہ سُناتے ہیں کہ :۔

"حافظ صاحب اذان دیتے تھے ۔ کہیں سے پیسے ملتے تو چندہ دیتے تھے ۔ حضور کا جسم دباتے تھے ۔ حافظ صاحب نے مجھے بتایا تھا کہ حضور نماز میں التحیات میں السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ بکثرت پڑھتے تھے ۔"

سیّد شاہ عالم صاحب پسر حضرت صوفی سیّد تصوّر حسین صاحب رضؓ نے بیان کیا کہ :۔

" جست کی چادروں کے چھپّر کے نیچے جو حضور کے گھر میں ہے چارپائی پر بیٹھے ہوئے حافظ معین الدین صاحب حضور کا جسم دبا رہے تھے ۔ کچھ سردی کے دن تھے حافظ حامد علی صاحب نے حضور کے لئے ریوڑیاں اور چنے لاکر دیئے جو حضور عموماً رات کو کھاتے تھے ۔ حافظ معین الدین صاحب حضور کو دبا بھی رہے تھے اور کچھ قرآن بھی سُنا رہے تھے ۔ حافظ

---

[۱] حضرت اقدس منشی رستم علی صاحب رضؓ کو رقم فرماتے ہیں :۔

"آپ کا چوغہ بنات کا میاں حافظ معین الدین کو دیا گیا ۔ جس کو دینے کے لئے آپ نے کہا تھا ۔"

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۳ مکتوب نمبر ۱۸۶ مؤرخہ ۱۸ دسمبر ۱۸۹۱ء)

عبدالجلیل صاحب کی والدہ نے مجھے دودھ دیا کہ حافظ معین الدین صاحب کو دے آؤ۔ حضرت صاحب نے منگوایا ہے۔ چنانچہ میں نے حافظ صاحب کو دے دیا۔ حضور ان سے کہہ رہے تھے کہ میری پسلی میں کچھ درد سا رہتا ہے۔ صبح (حضرت) مولوی نورالدین صاحب کو بُلا لانا۔ دوسرے روز کچھ دن چڑھے حضرت مولوی صاحب کو بلوایا گیا۔ آپ نے حضور کی شیروانی اور کرتہ اٹھا کر دیکھا۔ اور بتایا کہ کسی چیز کی رگڑ کی وجہ سے خراش سی لگ گئی ہے۔ ایک اور شخص نے ہاتھ لگایا کہ اوپر کی جیب میں کیا ہے۔ مولوی صاحب نے ہاتھ ڈال کر نکالا وہ پتھر سا تھا۔ حضور بہت ہنسے۔ فرمایا کہ پرسوں (صاحبزادہ مرزا) محمود (احمد صاحب) نے یہ میری جیب میں رکھ دیا تھا کہ ابا میں پھر لے لونگا۔ جیب میں ہی رکھ دیں۔ رگڑ پر مولوی صاحب نے کوئی دوا لگوائی۔"[۵]

حکیم اللہ دتا صاحب ولد نظام الدین صاحب سکنہ موضع شاہ پور امر گڑھ ضلع گورداسپور نے بیان کیا کہ:۔

"حافظ معین الدین صاحبؓ جو کہ آنکھوں سے نابینا تھے اور حافظِ قرآن تھے۔ اُن کی ولدیت کا مجھے علم نہیں مگر ان کے ماموں کا مکان مرزا گل صاحب کے مکان کے پیچھے تھا۔ ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک پاجامہ خاکی رنگ کا اور ایک کوٹ لمبا گرم خاکی رنگ کا اپنا مستعمل دیا ہوا تھا۔ میں نے ان کو کہا کہ میں تم کو نئے بنا دیتا ہوں تم مجھ کو یہ دے دو۔ میں نے بہت کوشش کی مگر اس نے نہ دیئے۔ پھر اس نے بیان کیا یعنی حافظ معین الدین صاحب نے کہ حضرت مسیح موعودؑ مجھے فرمایا کرتے تھے کہ تم میرے پاس رہا کرو۔ پھر میرے پاس بہت مولوی آجائینگے اور تم کو جگہ نہیں ملے گی۔ پھر میں مسجد مبارک میں بستر لے کر آگیا۔ اور رات کو وہیں سوتا تھا۔ پھر صبح مہمان آتے اور میرا بستر اٹھا کر دوسری جگہ رکھ دیتے جس سے مجھے تکلیف ہوتی۔ میں نے عرض کی حضور میں بستر کہیں رکھتا ہوں اور لوگ اٹھا کر کہیں رکھ دیتے ہیں۔ حضور مجھے کوئی جگہ دے دیں۔ حضور نے مجھے مسجد کے ساتھ کا ایک کمرہ رہنے کو دے دیا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد حضور نے اس کمرہ کی بجائے پُرانے لنگر خانہ میں ایک کمرہ مجھے دے دیا۔ پھر میں روزانہ عشاء کے بعد حضور کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور حضور کے پاؤں دباتا تھا۔ تو حضور فرماتے کہ میاں معین الدین!

---

[۵] رجسٹر روایات صحابہ نمبر ۸ صفحہ ۸۷، ۸۸۔

تھیں کوئی سی حرفی آتی ہے ؟ میں بادا فرید رحمۃ اللہ علیہ کی سی حرفی سُناتا اور حضور بہت خوش ہوتے۔ کسی شخص نے عرض کی حضور اس کی شکل بہت بھدّی ہے کسی اچھے شخص کو بُلا لیا کرو۔ حضور نے فرمایا جب یہ سی حرفی پڑھتا ہے تو اس وقت میرا دماغ توحید سے بھرا ہُوا ہوتا ہے۔ پھر دوسری طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

حافظ معین الدین بہت عابد آدمی تھے تمام رات عبادت کرتے رہتے تھے۔ اور سوتے کم تھے۔ اور جاگتے زیادہ تھے۔ اور عموماً گھر رہتے تھے۔ اور وظیفہ کرتے رہتے تھے اور ان کے پاؤں سوج جاتے تھے۔" [۱]

حضور کے امام الصلوٰۃ

ڈاکٹر عطر الدین صاحب (صحابی درویش) سُناتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد مبارک میں یہ بات معروف تھی کہ ابتدائی زمانہ میں حافظ معین الدین صاحب حضور کے امام الصلوٰۃ ہوتے تھے۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ رقم فرماتے ہیں :—

"جب ابتداء میں مَیں قادیان گیا۔ اور مسجد مبارک میں صرف چار نمازی ہُوا کرتے تھے۔ اور حافظ معین الدین صاحبؒ مرحوم نماز پڑھایا کرتے تھے۔ جب حضرت مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے ...... قادیان آ گئے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں اپنی مساجد میں پیش امام بنایا۔ اور وہی نمازیں پڑھاتے رہے .... اور پھر (حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ) .... پیش امام رہے۔" [۲]

---

[۱] رجسٹر روایات صحابہؓ جلد اوّل صفحہ ۱۰۱ و ۱۰۲۔

[۲] "ذکر حبیبؓ" صفحہ ۲۲ ۔ مفتی صاحب پہلی بار ۱۸۹۰ء کے آخر میں قادیان تشریف لائے (صفحہ ۲) آپ پھر لکھتے ہیں :—
"شروع میں جب قادیان میں نماز کے وقت تین چار آدمی سے زیادہ نہ ہُوا کرتے تھے۔ مسجد مبارک میں حافظ معین الدین صاحب مرحوم اور مسجد اقصیٰ میں میاں جان محمد صاحب کشمیری نماز کے پیش امام ہوا کرتے تھے۔ سُنا گیا ہے کہ کبھی کبھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود بھی نماز میں پیش امام ہوتے تھے مگر یہ میرے یہاں آجانے سے قبل ہُوا" (صفحہ ۲۴۴) جلسہ سالانہ ۳۱۲ والے (منعقدہ ۱۸۹۲ء) کے مقام خرید کردہ فصیل کی درستی اور پھر جلسہ سالانہ وہاں منعقد ہونے کے ذکر میں جلسہ سے قبل کے قریب عرصہ کے متعلق شیخ نور احمد صاحب مالک مطبع ریاض ہند امرتسر تحریر کرتے ہیں :—
"صبح کی اذان حافظ معین الدین صاحب مرحوم نے دی ..... حضرت بھی تشریف لائے۔ نماز ادا کی۔ شیخ حامد علی وغیرہ کئی شخص موجود تھے۔ حافظ صاحب نے حضرت کے حکم سے امامت کرائی۔" (رسالہ نور احمد صفحہ ۴۳ و ۴۴)
یہاں ذکر ہے کہ حضرت مولوی عبد الکریم صاحب قادیان میں موجود تھے۔ گویا ممکن ہے کسی مجبوری سے وہ تشریف نہ لائے ہوں گے یا باوجود انکی حاضری کے حافظ صاحب کو امامت کیلئے حضور نے فرمایا ہے۔ بہرحال ۱۸۹۲ء تک کبھی نہ کبھی حافظ صاحب کی امامت کا علم ہوا۔ منہ

ایک جلسہ سالانہ کے موقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ابتدائی زمانہ کی حالت بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

"حافظ معین الدین صاحب جو آپ کے خادم تھے اور نابینا تھے فرمایا کرتے کہ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب گھر سے کھانا لانے کے لئے بھیجتے تو بعض اوقات اندر سے عورتیں کہہ دیا کرتیں کہ انہیں تو ہر وقت مہمان نوازی کی فکر رہتی ہے۔ ہمارے پاس کھانا نہیں ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنا کھانا دوسروں کو کھلا دیتے۔ اور خود چنوں پر گذارہ کرتے"[۱]

ایک قابل قدر واقعہ

حضرت میر مہدی حسین صاحب رضؓ لکھتے ہیں:۔

اعلی المھیمن ھمنا و شیوننا

نبنی منازلنا علی الجوزاء

حضرت حافظ معین الدین صاحبؓ کی سیرت کا ایک چمکیلا واقعہ مجھے یاد ہے جو آپ نے مجھ سے خود بیان کیا تھا۔ آج میں اس کو سپرد قلم کرتا ہوں تا آنے والی نسلیں سمجھیں کہ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ اسی جماعت کا نام خدا تعالیٰ نے رکھا ہے۔ اور یؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ کا نمونہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تیار کی ہوئی پاک جماعت دکھا سکتی ہے۔ اور دوسرے ابنائے زماں اس سٹرک پر چل ہی نہیں سکتے۔ اور اگر کوئی قدم چلیں تو ریاء کی آلائش واضح رنگ میں اس میں دیکھی جا سکے گی۔

"حضرت حافظ صاحب مجھ سے مخلصانہ اور مشفقانہ محبت رکھتے تھے۔ اکثر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گذشتہ حالات سنایا کرتے تھے۔ اسی ذیل میں یہ اپنا قصہ بھی آپ نے بیان فرمایا تھا۔ جو اُن ہی کی زبان یعنی تکنیت میں درج ذیل ہے:۔

"حضرت (مسیح موعود علیہ السلام) صاحب جب سفر جالندھر کے لئے تشریف لے گئے تو مجھے حکم دیا کہ "حافظ! ہمارے مکان میں تم رہنا"۔ ایک چونی (۴؍) مجھے خرچ کے لئے دے گئے تھے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اگر کچھ قرض کسی سے لوگے تو میں آکر ادا کر دونگا"۔ میں کبھی ننگل (موضع متصل قادیان) میں جاکر روٹی کھا لیتا۔ اور کبھی درختوں کے پتے کھا کر

---

[۱] الفضل ۳۱ر دسمبر ۱۹۳۳ء صـ۳

دن گذار دیتا۔ ایک روز ہوشیار پور سے ایک مہمان آ گیا۔ میں نے اس کو کہیں سے لاکر روٹی کھلائی صبح کے وقت اپنے ہمسایہ کے گھروں سے آٹا مانگ کر اور ایک گھر سے روٹی پکوا کر اس کو کھلائی۔ اور اسی طرح شام کو بھی اسکو کھانا کھلایا۔ تیسرے روز بھی وہ یہیں رہا۔ حالانکہ حضرت صاحب یہاں نہ تھے۔ میں اس کو ساتھ لے کر بوٹر (موضع قریب قادیان) میں گیا اور اس کو ایک دوکان پر بٹھلا کر گھروں میں سے دانے (غلہ) مانگے۔ جب ایک سیر کے قریب دانے ہو گئے تو کسی کے گھر میں جا کر چکی سے اُسے پیسا اور آٹا لیکر اس کے ساتھ قادیان آیا۔ اور روٹی پکوا کر اس کو کھلائی۔ چوتھے روز وہ خود چلا گیا۔" میں نے اسپر حافظ صاحب سے دریافت کیا کہ آپ نے گداگری کیوں کی؟ تو فرمایا۔ "میں نے اپنے واسطے کبھی نہیں کیا لیکن مہمان کو تو روٹی کھلانی ضرور تھی۔"

"میں اس واقعہ کو دنیا کے سامنے پیش کر کے عقل و خرد والے اصحاب اور دین و دیانت والے غیر احمدی احباب سے اپیل کرتا ہوں کہ حافظ صاحب نے یہ قربانی کر کے دنیا پر کھول دیا کہ آپ صحابہؓ کے رنگ میں قربانی کر کے مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر مہرِ تصدیق ثبت کر گئے ہیں اور جس صحابی نے ایسا نقشہ دکھا کر خدا تعالیٰ کو ہنسایا تھا یہ اُسی طرح خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے مہمان کی تواضع میں لگے رہے۔ حتیٰ کہ وہ خود روانہ ہو گیا۔ مسیح موعودؑ کا یہ فرمان بالکل سچ ثابت ہوا کہ ؎

صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مے ساقی نے پلا دی۔

آج کسی صحابی کی قبر کو دیکھ کر لوگ دجاریں آجاتے ہیں۔ مگر نہیں دیکھتے کہ صحابہؓ کا ایک جمِ غفیر اس وقت زمین پر چل رہا ہے۔ مگر اندھے دیکھ کر اُن سے نفرت اور کافر کافر کہہ کر خوش ہوتے ہیں۔" [1]

خدمت کی توفیق

حضرت عرفانی صاحب لکھتے ہیں:-

"آپ (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کو خصوصیت سے غرباء کے ساتھ محبت تھی۔ آپ کی خدمتِ خاص کا موقعہ بھی غرباء ہی کو ملتا تھا۔ مثلاً حضرت حافظ معین الدین صاحبؓ۔ حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ یا خاں صاحب اکبر خان۔ اور پھر ..... جیسے جیسے لوگوں کو جو موقعہ خدمت کا ملا ہے وہ بڑے بڑے دولتمندوں اور امراء کو نہیں ملا۔ بیشک انہوں نے اپنے اموال سے خدمت کی

[1] الحکم ۷ راپریل ۱۹۳۴ء صہ۱۱

مگر وہ خدمت اور اس کا سرور اور ثواب بیش قیمت ہے جو ان پھٹے پرانے کپڑوں والوں کو ملتا تھا۔ آپ نے بارہا فرمایا کہ " دین کا بڑا حصہ غرباء نے لیا ہوا ہے " ۔[۵۱]

"حضرت حافظ معین الدین قادیان ہی کے رہنے والے تھے وہ اس وقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ آپ کا یہی نہیں کہ کوئی دعویٰ نہ تھا بلکہ آپ کو قادیان سے باہر کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ حافظ صاحب نے اپنے اخلاص اور ایثار کا جو نمونہ دکھایا وہ بے نظیر تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بارہا اپنی تقریروں میں ان کی قربانیوں کا تذکرہ فرمایا ہے "۔[۵۲]

آپ یہ بھی لکھتے ہیں کہ قادیان میں طاعون کی اموات ہوئیں تو بعض جنازوں کو صرف میں نے اور حضرت میاں نجم الدین صاحب رضؓ نے اٹھا کر دفن کیا۔ نیز لکھتے ہیں کہ حضرت میاں کرم داد صاحب بڑے ہی مخلص اور عالم آدمی تھے حضرت اقدسؑ کی خدمت پر انہیں ناز تھا۔ ایسے ہی اور بھی بعض مخلص احباب حضرات سیکھوانی برادران اور حافظ معین الدین صاحب وغیرہم تھے۔[۵۳]

" غالباً ۱۹۰۳ء کا واقعہ ہے ظہر کی نماز کا وقت تھا۔ حافظ معین الدین صاحب رضی اللہ عنہ جو حضرت کی محبت میں سرشار اور اُسی میں زندہ رہتے تھے رات کی بے خوابی کی وجہ سے اونگھ رہے تھے۔ وہ حضور کے پاس کھڑے ہوا کرتے تھے۔ مَیں یقیناً جانتا ہوں کہ انہوں نے بلا مبالغہ سینکڑوں راتوں کو حضرت کی خدمت اور پاؤں دبانے میں صبح کردی۔ اور وہ اپنی زندگی کی بہترین راتیں وہی سمجھتے تھے۔ اسی اونگھ میں حضرت کے اوپر گر پڑتے ۔ اگر کوئی دنیا دار ہوتا خدا جانے اس بے ادبی اور غفلت پر کس قدر آشفتہ مزاج ہوتا ظاہر ہے کہ حافظ صاحب کو کس قدر ندامت ہوئی مگر آپ (یعنی حضرت اقدسؑ) نے محسوس کیا کہ معلوم نہیں دوسرے لوگ فرطِ محبت سے حافظ صاحب کے اس اضطراری فعل پر کیا کہیں اسلئے جھٹ فرمایا۔

" رات میری طبیعت خراب تھی۔ تپ کی وجہ سے ساری رات نیند نہیں۔ حافظ صاحب ساری رات جاگتے رہے عشاء سے لیکر فجر تک نہ سوئے۔"

---

۵۱ الحکم ۲۸ رمارچ و ۷ راپریل ۱۹۳۶ء ص ۳ ۔ حیات احمد جلد دوم نمبر اول میں بھی حافظ صاحبان کے حضور کے ابتدائی ایام میں خدمت میں آجانے کا ذکر ہے (ص ۴۷)

۵۲ ریویو آف ریلیجنز مارچ ۱۹۲۶ء ص ۳۵ ۔ حضرت اقدسؑ سے حافظ صاحب، سیکھوانی صاحبان اور منشی عبدالعزیز صاحب اوجلوی کا اخلاص ہی اس امر کا باعث ہوا کہ پیر سراج الحق صاحب نعمانی نے ایک کشف میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا اور ان صحابہ کو بھی اس مجلس میں دیکھا جب کہ وہاں مولوی محمد حسین بٹالوی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پشت کرکے بیٹھے دیکھا۔ (تذکرۃ المہدی حصہ اوّل صفحہ ۲۴۲ تا ۲۴۳)

۵۳ حیات احمد جدید جلد اوّل صفحہ ۳۹ ۔

اِس دلداری اور قدردانی نے حافظ صاحب کی کوفت اور غم کو کس سُرعت سے دُور کیا؟ یہ بیان کرنے کی بات نہیں ۔ احساسِ شریف اور تصوّر بھی اِس کا اندازہ نہیں کر سکتا۔" ؎۱

وفات

الفضل مؤرخہ ۱۹/۲۲ ؍جولائی سنہ ۱۹۱۹ء میں زیر "مدینۃ المسیح" مرقوم ہے :۔

"۱۶ ؍جولائی کو حافظ معین الدین صاحب نابینا جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ابتدائی زمانہ کے خدام میں سے تھے کوٹھے پر سے اُترتے ہوئے گر کر فوت ہوگئے ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

احباب جنازہ غائب پڑھیں اور دعائے مغفرت کریں ۔"

کتبہ پر یوں درج ہے :۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حافظ معین الدین صاحب

ولد شیخ روڈے شاہ صاحب قادیان

عمر ۷۰ سال

تاریخ وفات ۱۶ ؍جولائی سنہ ۱۹۱۹ء

آپ کا وصیت کرنا دفتر کے ریکارڈ سے ثابت نہیں ۔ گویا حضور کے ارشاد کے تحت وہاں مدفون ہوئے ہونگے کہ

"اگر کوئی کچھ بھی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ نہ رکھتا ہو اور باایں ہمہ ثابت ہو کہ وہ ایک صالح درویش ہے اور متقی اور خالص مومن ہے اور کوئی حصّہ نفاق یا دنیا پرستی یا قصور اطاعت کا اس کے اندر نہ ہو تو وہ بھی ۔ ۔ ۔ ۔ اس مقبرہ میں دفن ہو سکتا ہے۔"

؎۱ الحکم ۲۸ ؍مارچ و ۷ ؍اپریل سنہ ۱۹۳۶ء صفحہ ۳ ۔ ۳ ؍ستمبر سنہ ۱۹۰۲ء بروز چہار شنبہ کا واقعہ ہے ۔ (پرچہ "القادیان" مؤرخہ ۹/۱۲ ۱ صہ ۶ کالم ۳)

متفرقات

(۱) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ خطبہ جمعہ میں فرمایا :-

"ایک بوڑھا انگریز نو مسلم تھا۔ اُسے علم تھا . . . . پھر بھی وہ نہایت محبت و اخلاص سے کہنے لگا کہ میں ایک بات پوچھتا ہوں۔ آپ ٹھیک جواب دیں گے؟ میں نے کہا۔ ہاں۔ وہ کہنے لگا۔ کیا حضرت مسیح موعود نبی تھے؟ میں نے کہا۔ ہاں۔ تو اُس نے کہا۔ اچھا! مجھے اِس سے بڑی خوشی ہوئی۔ پھر کہنے لگا۔ آپ قسم کھا کر بتائیں۔ کہ آپ نے انہیں دیکھا؟ میں نے کہا۔ ہاں! میں اُن کا بیٹا ہوں۔ اُس نے کہا۔ نہیں۔ میرے سوال کا جواب دیں کہ اُن کو دیکھا۔ میں نے کہا۔ ہاں دیکھا۔ تو کہنے لگا۔ اچھا۔ میرے ساتھ مصافحہ کریں اور مصافحہ کرنے کے بعد کہا کہ مجھے بڑی ہی خوشی ہوئی کہ میں نے اس ہاتھ کو چھُوا جس نے مسیح موعودؑ کے ہاتھوں کو چھُوا ہُوا تھا۔ اَب تک وہ نظارہ میرے دل پر نقش ہے۔ . . . . ہمیں پوری کوشش کرنی چاہیئے . . . . تا ہر ایک کہہ سکے کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ سے مصافحہ کیا ہے . . . . یہ اتنی بڑی خوشی ہے کہ اس سے ہمیں دنیا کو محروم نہیں رکھنا چاہیئے . . . . . حضرت مسیح موعودؑ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

"بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔"

(یہ تو حالت تنزل ہے۔ جب لوگ آپ سے ملنے والوں کو ڈھونڈیں گے اور کوئی نہ ملے گا تو کہیں گے کہ اچھا کپڑے ہی سہی) (الفضل ۱۷ اپریل ۱۹۳۵ء)

(۲) اسی طرح حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جلسہ سالانہ ۱۹۵۵ء میں فرمایا :-

"صحابہؓ فوت ہو رہے ہیں۔ پچھلے لوگوں کو دیکھو۔ باوجودیکہ ان لوگوں میں اتنا علم نہیں تھا انہوں نے اس چیز کی بڑی قدر کی۔ اور صحابہؓ کے حالات پر بڑی بڑی ضخیم کتابیں دس دس جلدوں میں لکھیں۔ صحابہ کے حالات محفوظ ہونے چاہئیں . . . . کم از کم احمدیوں کو چاہیئے تھا کہ اپنے آباء کے نام یاد رکھتے۔ آپ لوگ تو قدر نہیں کرتے۔ جس وقت یورپ اور امریکہ احمدی ہوا تو انہوں نے آپ کو بُرا بھلا کہنا ہے کہ حضرت صاحبؑ کے صحابہؓ اور اُن کے ساتھ رہنے والوں کے حالات بھی ہمیں معلوم نہیں۔ وہ بڑی بڑی کتابیں لکھیں گے۔ جیسے یورپ میں بعض کتابوں کی بیس بیس چالیس چالیس پونڈ قیمت ہوتی ہے اور بڑی بڑی قیمتوں پر لوگ ان کو خریدیں گے۔ مگر ان کا مصالحہ ان کو نہیں ملے گا۔ اور وہ غصہ میں آکے تم کو بد دعائیں دیں گے کہ ایسے تر بھی لوگوں نے کتنی قیمتی چیز ضائع کر دی . . . ." اور حضور نے

ایسی کتب کے خریدنے اور اپنی اولاد کو پڑھانے کی تلقین فرمائی۔" (الفضل ۱۶ فروری ۱۹۵۶ء)

(۳) قمر الانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مؤلف "اصحاب احمد" کو رقم فرماتے ہیں:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

مکرمی و محترمی ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

"اصحاب احمد" کی جلد نہم جس میں حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی مرحوم کے حالات اور مشاہدات اور روایات درج ہیں آپ کی طرف سے موصول ہوئی۔ جزاکم اللہ خیراً۔

مَیں نے اس کا کافی حصہ پڑھ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے اور حضرت بھائی صاحب کے درجات کو بلند فرمائے۔ یہ کتاب خدا کے فضل سے نہایت دلچسپ اور نہایت ایمان افروز ہے۔ بعض مقامات پر تو مَیں نے یوں محسوس کیا کہ گویا مَیں اس کتاب کو پڑھتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں پہنچ گیا ہوں۔ کئی واقعات ایسے نظر سے گذرے جو میری چشم دید اور گوش شنید تھے۔ لیکن مَیں انہیں بھول گیا تھا۔ یا میری یاد مدھم پڑ گئی تھی۔ اس کتاب کو پڑھنے سے بہت سی دلکش اور رُوح پرور یادیں تازہ ہوگئیں حضرت بھائی صاحب کو حضرت مسیح موعودؑ کی قریب ترین صحبت میں رہنے کا لمبا عرصہ ملا تھا۔ انہوں نے ہر واقعہ کو غور سے دیکھا اور ہر بات کو غور سے سُنا اور اُسے اپنے ذہن میں محفوظ رکھا۔ اور پھر نہایت دلکش رنگ میں اُسے بیان کیا۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء

اس جگہ اس بات کے بیان کرنے میں حرج نہیں کہ "اصحاب احمد" کی تین جلدیں مجھے خاص طور پر بہت پسند آئی ہیں۔ ایک وہ جلد جو حضرت نواب محمد علی خان صاحب کے حالات اور روایات پر مشتمل ہے اور دوسرے وہ جلد جو حضرت منشی ظفر احمد صاحب کے مشاہدات اور روایات پر مشتمل ہے اور تیسرے یہ جلد جو حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کے مشاہدات اور روایات پر مشتمل ہے۔

مَیں جماعت کے دوستوں اور خصوصاً نوجوان عزیزوں کو تحریک کرتا ہوں کہ وہ "اصحاب احمد" کی جملہ جلدیں خرید کر ان کا مطالعہ کریں اور اپنے ایمانوں کو تازہ کریں۔ اور خصوصیت سے مذکورہ بالا تین جلدوں کا تو ضرور مطالعہ کریں۔ اس سے انشاء اللہ انکو ایک نئی روشنی حاصل ہوگی۔ فقط والسلام

خاکسار مرزا بشیر احمد ۱۲ ۷/۶۱

۴- آپ نے ۱۹۶۳ء کی مجلس مشاورت میں جو آپ کی صدارت میں منعقد ہوئی تھی نمائندگان کو تحریک کرتے ہوئے فرمایا :-

"...... "اصحاب احمد" کے گیارھویں نمبر میں چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کے والد ماجد محترم چوہدری نصر اللہ خان صاحبؓ مرحوم کے حالات ...... ہیں جو کہ خاص مخلصین میں سے تھے۔ یہ کتاب بھی .... بہت مفید ثابت ہوگی۔ "اصحاب احمد" کی یہ جلدیں بڑی ایمان افروز ہیں۔ ملک (صلاح الدین) صاحب موصوف کو یہ شکایت ہے کہ دوست باوجود بار بار توجہ دلانے کے اصحاب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حالات تحریر کر کے انہیں نہیں بھجواتے جو بہت بُری بات ہے۔ صحابہ کے حالات جماعت کے لئے روحانی زندگی کا باعث ہیں۔ دوستوں کو چاہیئے کہ اس بارے میں تامل نہ کریں اور جس کسی کو بھی کسی صحابی کے حالات کا علم ہو وہ ضرور ان حالات کو لکھے اپنے پاس بھی محفوظ رکھے اور ملک صاحب کو بھی بھجوا دے تاکہ ریکارڈ میں محفوظ ہو جائیں۔"

(الفضل ۳۱ مارچ ۱۹۶۳ء)

۵- سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے رقم فرمایا :-

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابۂ کبار رضی اللہ عنہم کے حالاتِ زندگی جمع کر کے شائع کرنے کے سلسلہ میں مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے کی مساعی نہایت قابلِ قدر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو بار آور کرے اور انہیں ان کے لئے اپنے پاس سے اجرِ عظیم دے۔ آمین

حال ہی میں مکرم ملک صاحب نے حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات قلمبند کر کے شائع کئے ہیں۔ حضرت موصوف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بلند پایہ قدیم صحابہ میں سے ایک جلیل القدر صحابی ہیں۔ جو مشن کالج پشاور کی پروفیسری کو چھوڑ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اجازت سے عنفوانِ شباب ہی میں عیسائیت کے خلاف علمی جہاد کی غرض سے قادیان آ گئے۔ انہوں نے اپنے تئیں سلسلہ کی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔ اور تن من دھن اسپر نثار کر دیا۔ یہ کہنا مبنی برحقیقت ہے کہ حضرت مولوی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو احمدیت کی عمارت کے اوّلین معماروں میں شامل ہونے کا فخر حاصل ہے۔ آپ ہمیشہ اسلام اور احمدیت کی مدافعت اور خلافت کی حفاظت کے لئے سینہ
آپ کی ساری عمر خدمتِ دین میں گذری۔ آپ کے علوِ مرتبت کی

اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہیں ۳۲ سال کی عمر میں ہی قادیان میں امام الصلوٰۃ اور خطیب مقرر فرما دیا تھا۔ اور حضور علیہ السلام نے کئی بار آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے کئی بار قادیان سے باہر تشریف لے جاتے وقت انہیں قائم مقام امیر مقرر فرمایا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم میں سے ہر ایک ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے انہی کی طرح ہمیشہ دین کی خدمت پر کمربستہ رہنے کا تہیہ کرے اور یہ تبھی ممکن ہے جبکہ ہمیں ان کے تفصیلی حالات کا علم ہو۔ اور ہم یہ جانتے ہوں کہ کس طرح انہوں نے ہر آن اپنے تئیں خدمتِ دین کے لئے وقف رکھا اور دین کے لئے ہر قسم کی قربانیاں کیں۔

پس میں احمدی احباب سے **پُر زور اپیل کرتا ہوں** کہ وہ "اصحاب احمد" جلد پنجم حصہ دوم خرید فرماویں۔ اور نہ صرف خود اس کا مطالعہ کریں بلکہ اپنے اہل و عیال کو بھی اس کی تلقین فرماویں۔ خاکسار کی رائے میں یہ کتاب ہر احمدی گھرانے میں موجود ہونی چاہیئے۔"

خاکسار

مرزا ناصر احمد

صدر، صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ

۹/۱۱/۶۳

تمت

دو مفید کتابیں "اصحابِ احمدؓ"...

رقم فرمودہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ

• "اس وقت جماعتِ احمدیہ کے دو مخلص دوست سلسلہ کے متعلق دو کتابیں لکھ کر شائع کر رہے ہیں۔ ایک کتاب کا نام **اصحابِ احمدؓ** ہے۔ جو ملک صلاح الدین صاحب ایم اے درویش قادیان لکھ رہے ہیں۔ اور اس کے دو حصے شائع ہو چکے ہیں۔ اور باقی زیر تصنیف ہیں...... کتابیں اصولی طور پر بہت مفید اور ضروری معلومات پر مشتمل ہیں۔

اصحابِ احمدؓ میں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاص خاص صحابہ کے رُوح پرور حالات درج ہیں۔ جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ انہیں کس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام شناخت کی طرف رہنمائی ہوتی۔ اور انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کیا کیا نشانات دیکھے اور اُن کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ کیسا مخلصانہ اور فدائیانہ تعلق تھا اور کیا کیا نیک اوصاف ہیں۔ جن کی جماعت کو اقتداء کرنے اور اُن کے رنگ میں رنگین ہونے کی ضرورت ہے...... مَیں اُمید کرتا ہوں کہ ہمارے دوست ان ہر دو کتابوں کی اشاعت میں حصہ لے کر نہ صرف اپنے ایمانوں میں روشنی اور جلا پیدا کرنے کی کوشش کریں گے بلکہ غیر از جماعت اصحاب بھی اُن کی اشاعت کر کے انہیں ان رُوحانی خزائن سے متمتع ہونے کا موقع دیں گے۔ جن کا اِس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے ذریعہ دروازہ کھولا گیا ہے۔"

(الفضل مورخہ ۹ ۲/۵۲)